عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا
فتاویٰ محمودیہ
جلد ۲۴
از
فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہ
مفتی اعظم ہند دار العلوم دیوبند
ترتیب جدید
محمد فاروق غفرلہ
خادم جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ الہند
مکتبہ محمودیہ
جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ (یوپی) الہند 245206
Design by: M.Rahman Qaasmi 9758814654

ترتیب جدید

محمد فاروق غفرلہٗ

ناشر

مکتبہ محمودیہ

جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ، یوپی ۲۴۵۲۰۶

انتباہ

تفصیلات

نام کتاب	:	فتاویٰ محمودیہ......۲۴
صاحب فتاویٰ	:	فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہ (مفتی اعظم ہند و دار العلوم دیوبند)
مرتب	:	محمد فاروق غفرلہٗ
کمپوزنگ	:	مجیب الرحمٰن قاسمی جامعہ محمودیہ علی پور 7895786325
سن اشاعت	:	۱۴۳۰ھ-۲۰۰۹ء
صفحات	:	۴۹۴
قیمت	:	

ناشر

مکتبہ محمودیہ

جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ (یوپی) پن کوڈ: ۲۴۵۲۰۶

اجمالی فہرست

E:\f.m.Final \ Jild-24\ Fahrist

تفصیلی فہرست

مضامین فتاویٰ محمودیہ جلد...... ۲٤

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	کتاب البیوع	
	﴿خرید وفروخت کے احکام﴾	
	☆...... باب اول ......☆	
	بیع صحیح	
۱	حرام جانوروں کی بیع	۲۶
۲	کچھوے کی بیع	۲۶
۳	لومڑی مینڈک وغیرہ کی بیع	۲۷
۴	کتے کی خرید وفروخت	۲۸
۵	کتے کی بیع	۳۰
٦	خچر کی بیع	۳۱

E:\f.m.Final \ Jild-24\ Fahrist

E:\f.m.Final \ Jild-24\ Fahrist

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ

☆......☆......☆......☆......☆

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ

☆..... باب پنجم .....☆

نقد وادھار خرید وفروخت کے احکام

☆..... باب ششم .....☆

بیعانہ کے احکام

E:\f.m.Final \ Jild-24\ Fahrist

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۵۵	سوسائٹی میں رقم جمع کرنے کا حکم......	۲۹۵
۲۵۶	جزوی حصہ دار کا پوری زمین کا بیعانہ لینا......	۲۹۶
۲۵۷	بیع میں دھوکہ دینا......	۲۹۸
۲۵۸	خرید کردہ تجوری میں سے کچھ روپیہ ملا وہ کس کی ملک ہے......	۲۹۹
۲۵۹	مچھلی گڑھے میں ڈالی جائے تو اس کا مالک کون ہے......	۳۰۱
۲۶۰	ہرے بھرے درخت کٹوا کر لکڑی کی تجارت......	۳۰۲
۲۶۱	حفاظت نظر کے ساتھ بازار سے خرید وفروخت......	۳۰۳
۲۶۲	ماہانہ پرچوں کی بیع......	۳۰۳
۲۶۳	مبیع کی واپسی میں قیمت کم کرنا......	۳۰۴
۲۶۴	مسلمانوں کو سور کا گوشت دھوکہ سے بیچنا......	۳۰۵
۲۶۵	اخبارات کی ایجنسی اور اس کی تقسیم کا کام......	۳۰۶
۲۶۶	چمڑے کے وزن کا طریقہ......	۳۰۷
۲۶۷	قبرستان میں تاڑ غیر مسلم کو سالانہ ٹھیکہ پر دینا درست نہیں......	۳۰۷
۲۶۸	کاشت کے لئے زمین مقدار غلہ طے کرکے دینا درست ہے......	۳۰۹
۲۶۹	خریدار کو انعام دینے کی ایک صورت......	۳۱۱
۲۷۰	حق المحنت کی ایک صورت......	۳۱۱
۲۷۱	غیر مملوک مکان کو حکومت کا نیلام کرنا......	۳۱۲
۲۷۲	نیلام کی ایک صورت......	۳۱۳
۲۷۳	نیلام میں آپس میں قیمت ایک میعاد پر طے کرلینا......	۳۱۴
۲۷۴	ریٹ کمیشن میں ایک رقم کی تفصیل اور استحقاق......	۳۱۶

E:\f.m.Final \ Jild-24\ Fahrist

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۲۹۵	ٹیکس سے بچنے کے لئے دو حساب رکھنا	۳۴۰
۲۹۶	ٹیکس سے بچنے کے لئے خریداری کی ایک صورت	۳۴۱
۲۹۷	بیع سے پہلے کرایہ وصول کرنا	۳۴۱

کتاب الربوٰ والقمار

سوداور جوئے کے مسائل

☆...... باب اول ......☆

مسائل سود

E:\f.m.Final \ Jild-24\ Fahrist

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
۳۴۷	بیمہ کرانا	۴۵۴
۳۴۸	زندگی کا بیمہ	۴۵۴
۳۴۹	جان کا بیمہ	۴۵۶
۳۵۰	مسلمان ڈاکٹر کا بیمہ کارپوریشن کیلئے طبی معائنہ	۴۵۷
۳۵۱	مکئی کی بیع گیہوں سے اُدھار	۴۵۸
۳۵۲	قرض دیکر نفع حاصل کرنا سود ہے	۴۵۹
۳۵۳	باہم چندہ جمع کرنے کی ایک صورت	۴۶۰
۳۵۴	ربوٰ اور قمار کی ایک صورت	۴۶۱
۳۵۵	سود کی ایک صورت	۴۶۳
۳۵۶	سود کی ایک صورت	۴۶۴
۳۵۷	تنخواہ سے کچھ روپیہ زائد کٹوانا	۴۶۵
۳۵۸	عالم کو فاقہ کشی کی حالت میں سود کا روپیہ لینا اور گزارہ کرنا	۴۶۶
۳۵۹	برما میں ناجائز عقود کا جواز	۴۶۸
۳۶۰	فسادزدہ مسلمانوں کیلئے مکانات کی تعمیر کرنے میں سود کا پیسہ خرچ کرنا	۴۶۹
۳۶۱	فساد معاشرہ کے وقت علماء کی ذمہ داری	۴۷۱
۳۶۲	شبہ ربا سے احتراز	۴۷۳
۳۶۳	سود لینے کی صورتیں	۴۷۴
۳۶۴	روپیہ جمع کرنے پھر تقسیم کرنے کی کمپنی	۴۷۵
۳۶۵	سود کا مصرف مدرسہ میں	۴۷۸
۳۶۶	سود کی ایک صورت	۴۷۹

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ

☆...... باب دوم ......☆

جوئے کے مسائل

تمت وبالفضل عمت

باب اول: بیع صحیح

حرام جانوروں کی بیع

سوال:۔ بندر، بلی، چوہا وغیرہ جیسے حرام جانوروں کی تجارت کر کے روزی کمانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ان حرام جانوروں کی کھال، ہڈی وغیرہ کار آمد ہوں یا ان سے دوا بنائی جائے، تو ان کی خرید وفروخت کرنا جائز ہے ’’**وصح بیع الکلب والفهد والفیل والقرد والسباع بسائر انواعها حتی الهرة وکذا الطیور سوی الخنزیر وهو المختار للانتفاع بها وبجلدها اھ درمختار کتاب البیوع باب المتفرقات**[1] **ویجوز بیع جمیع الحیوانات سوی الخنزیر وهو المختار اھ عالمگیری**‘‘۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم
حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کچھوے کی بیع

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارے میں کہ کچھوا فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر ناجائز ہے اور پھر بھی کسی نے فروخت کر دیا تو اس کا ثمن (قیمت) کیا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کچھوا غیر ماکول اللحم ہے، مگر خنزیر کی طرح کلیۃً محرم انتفاع نہیں پس اگر اس میں کوئی

[1] درمختار مع الشامی نعمانیه، ص ۲۱۴ ج ۴، کتاب البیوع، باب المتفرقات.
[2] عالمگیری، ص ۱۱۴ ج ۳، الباب التاسع، الفصل الرابع فی بیع الحیوانات، بزازیة علی الهندیة کوئٹه ص ۳۹۲ ج ۴ کتاب البیوع، الثالث فیما یجوز بیعه وما لا یجوز نوع فی المتفرقات.

منفعت ہے، تو اس کی بیع جائز ہے، جیسے کلب، فہد وغیرہ کی بیع جائز ہے، اور ثمن کا استعمال کرنا درست ہے۔'' قال الشامی، ص ۱۱۱ / ج ۴ / [۱] نعمانیہ۔

بعد نقل العبارات ونقل السائحانی عن الهندية ويجوز بيع سائر الحيوانات سوى الخنزير وهو المختار قال الحصكفی والحاصل أن جواز البيع يدور مع حل الانتفاع، مجتبىٰ واعتمده المصنف۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۱۲ / ۱ / ۹۱ھ

الجواب صحیح العبد نظام الدین غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۱۳ / ۱ / ۹۱ھ

لومڑی مینڈک وغیرہ کی بیع

سوال: ۔ لومڑی مینڈک اور کھٹمل بال وغیرہ کا خرید و فروخت کرنا اور اس آمدنی سے اپنا گزران کرنا شریعت کی نظر میں کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

لومڑے کی کھال دباغت دیکر کام میں لائی جاتی ہے، اسکی تجارت جائز ہے، [۲] مینڈک کی کوئی چیز جائز طور پر استعمال کی جاتی ہو تو اس کی تجارت بھی درست ہے۔ [۳]

---

[۱] شامی ص ۲۶۰ / ج ۷ / (مطبع زکریا دیوبند) کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، مطلب فی بیع دودة القرمز، هندیه کوئٹه ص ۱۱۴ ج ۳ کتاب البیوع، الباب التاسع فیما یجوز بیعه وما لا یجوز الفصل الرابع فی بیع الحیوانات، مجمع الأنهر ص ۱۵۱ ج ۳ کتاب البیوع، مسائل شتی دار الکتب العلمیة بیروت.

[۲] والصحیح انه یجوز بیع کل شیء ینتفع به وکذالک بیع السنور وسباع الوحش والطیر جائز عندنا .عالمگیری، ص ۱۱۴ / ج ۳ / کتاب البیوع، الباب التاسع فیما یجوز بیعه ومالا، یجوز الفصل الرابع فی بیع الحیوانات، الدر مع الشامی کراچی ص ۲۲۶ ج ۵ کتاب البیوع، باب المتفرقات.

[۳] ولایجوز بیع مایکون فی البحر کالضفدع الیٰ قوله والصحیح انه یجوز بیع کل شئی ینتفع به الخ عالمگیری، ص ۱۱۴ / ج ۳ / کتاب البیوع، الباب التاسع، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

یہی حال کھٹمل کا ہے، لیکن یہ ذہن میں رہے کہ مردار مرے ہوئے) جانور کی بیع جائز نہیں بلکہ یہ بیع باطل ہے[1] جانوروں کے بال بھی کام میں آتے ہیں، ان کی تجارت بھی درست ہے، البتہ انسان کے بال بیچنا اور خریدنا بالکل جائز نہیں، یہ اسکے احترام کے خلاف ہے، خنزیر نجس العین ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۰/۹۲ھ

کتے کی خرید وفروخت

سوال:۔ مسلمان کے لئے کتے کی بیع جائز ہے کہ نہیں؟ ایک شخص کتا پالتا ہے، یا کتے کے بچے کو بھی فروخت کرتا ہے، کتے کے بچے کے بدلے میں بکری کا بچہ لیتا ہے، اور پھر اس بکری کے بچے کو پال کر بیچتا ہے، یا اس بچے سے اس کی بکریوں کی نسلیں بڑھتی ہیں، اس میں سے بیچتا بھی ہے، اور قربانیاں بھی کرتا ہے، اور خیرات بھی دیتا ہے، ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بعض جگہوں سے معلوم ہوا کہ کتے کی بیع وشراء حرام ہے، حرام کس کے نزدیک ہے، اور حرام

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) الفصل الرابع فی بیع الحیوانات، شامی کراچی ص۲۲۷ ج۵ کتاب البیوع باب المتفرقات، بحر کوئٹہ ص۱۷۲ ج۶ کتاب البیوع، باب المتفرقات.

(صفحہ ہٰذا) [1] لم یجز بیع المیتة والدم لانعدام المالیة وهو من قسم الباطل، بحر کوئٹہ ص۷۰ ج۶، باب البیع الفاسد، الدر مع الشامی کراچی ص۵۵ ج۵، باب البیع الفاسد، مجمع الأنهر ص۷۷ ج۳ کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] واما شعرالمیتة وعظمها وصوفها وقرنها فلاباس بالانتفاع بها وبیع ذلک کله جائز ولایجوز بیع شعر الخنزیر ولایجوز بیع شعور الانسان الخ عالمگیری، ص ۱۱۵ ج۳ کتاب البیوع، باب مایجوز بیعه ومالایجوز، مطلب بیع المحرمات، بدائع زکریا ص۳۳۳ ج۴ کتاب البیوع، حکم عظم الخنزیر والآدمی، عالمگیری کوئٹہ ص۱۱۵ ج۳، الباب التاسع فیما یجوز بیعه وما لا یجوز، الفصل الخامس فی بیع المحرم الصید، وفی بیع المحرمات.

کی علت کیا ہے؟ اور اگر حلال ہے تو احناف کی دلیل تحریر فرمائیں، کیا عام طریقہ سے کتوں کی تجارت کا رواج پیدا کرنا جائز ہے؟ مع حوالۂ کتب تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

امام شافعیؒ کے نزدیک کتا نجس العین ہے، خنزیر کی طرح اس کی بیع ناجائز ہے،[1] امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کے نجس العین ہونے کی کوئی دلیل نہیں، شکار کے لئے کتا پالنا جائز ہے،[2] کتے کے ذریعہ شکار کی اجازت قرآن کریم میں ہے "**وماعلمتم من الجوارح مکلبین تعلمونهن مماعلمكم الله فكلوامما امسكن عليكم الاية**[3]) نیز کھیت اور جانوروں کی حفاظت کیلئے کتا پالنے کی اجازت حدیث شریف میں مذکور ہے،[4] جب کتا پالنا

---

[1] قال الرافعي : يعتبر في المبيع ليصح بيعه شروط احدها : الطهارة فالشئ النجس ينقسم إلي ما هو نجس العين وإلي ما هو نجس بعارض فاما القسم الاول فلا يصح بيعه فمنه الكلب والخنزير، شرح الوجيز المعروف بالشرح الكبير ص۲۳ ج۴ كتاب البيع، النظر الاول، الباب الاول، فى اركانه الركن الثالث المعقود عليه، طبع دار الكتب العلمية بيروت، تحفة المحتاج ص۸۹ ج۲ كتاب البيع طبع بيروت، المجموع شرح المهذب ص۲۱۶ ج۹ كتاب البيوع باب ما يجوز بيعه وما لا يجوز، مطبوعه دار الفكر بيروت.

[2] سورۃ المائدۃ آیت ۴/ **ترجمہ**:۔ اور جن شکاری جانوروں کو تم تعلیم دو، اور تم ان کو چھوڑو بھی، اور ان کو اس طریقہ سے تعلیم دو جو تم کو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے، تو ایسے شکاری جانور جس شکار کو تمہارے لئے پکڑیں، اسکو کھاؤ۔ (از بیان القرآن)

[3] والصحيح أنه لا يفسد ما لم يدخل فاه لانه (الكلب) ليس بنجس العين لجواز الانتفاع به حراسة واصطياداً واجارة وبيعا، تبيين الحقائق ص۳۰/۱، كتاب الطهارة، طبع امداديه ملتان، بدائع زكريا ص۲۰۱ ج۱ كتاب الطهارة احكام السور، هدايه ص۴۰ ج۱ كتاب الطهارة باب الماء الذى يجوز به الوضوء الخ دار الكتاب ديوبند.

[4] عن النبى صلى الله عليه وسلم قال من اتخذ كلبا إلا كلب زرع أو غنم أو صيد ينقص من اجره كل يوم قيراط، مسلم شريف ص۲۱ ج۲ كتاب المساقاة، باب الأمر بقتل الكلاب الخ سعد بكڈپو ديوبند، ترمذى شريف ص۲۷۴ ج۱ ابواب الصيد، باب ما جاء فى قتل الكلاب، مكتبه بلال ديوبند.

اوراس سے نفع اٹھانا اوراسکو تعلیم دینا اوراسکے ذریعہ حاصل شدہ شکار کھانا، نصوص وقرآن وحدیث سے ثابت ہے، تو پھراسکی بیع کا مسئلہ خود بخود ثابت ہوجاتا ہے، اورکتب فقہ ردالمحتار[1] اور بحرالرائق[2] وغیرہ میں اس کی بیع کودرست لکھا ہے، بیع خواہ نقد کے عوض میں ہو یا کسی اور شئی بکری وغیرہ کے عوض میں ہو اسکی قیمت (نقد) کو جس طرح کام میں لانا درست ہے، اسی طرح اسکو بکری کے عوض فروخت کیا ہو تو اس بکری کو اس کی نسل کو سب کو کام میں لانا درست ہے، جیسا زیلعی[3] میں تصریح ہے "عن جابرؓ ان رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم نھی عن ثمن السنور والکلب الا کلب صیداھ نسائی شریف[4]، ج۲ ص ۲۳۰ جمع الفوائد[5]، ص ۶۳۸ ج ۱، الاعلام[6] باحادیث الاحکام، ص ۳۱۴۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کتے کی بیع

سوال:۔ کتے کی تجارت جائز ہے یا ناجائز؟

---

[1] وصح بیع کلب ولوعقوراً الخ، شامی زکریا ج۷/ ص۴۷۸/ کتاب البیوع باب المتفرقات، مجمع الأنھر ص ۱۵۱ ج۳ کتاب البیوع مسائل شتی، دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] البحرالرائق ج۶/ص ۱۷۲/ کتاب البیوع، باب المتفرقات، مطبوعه کوئٹه،

[3] إن الشرع اباح الانتفاع به حراسة واصطیاداً فکذا بیعا ولانه یجوز تملیکه بغیر عوض کالھبة والوصیة فکذا بعوض، تبیین الحقائق ص۱۲۵ ج۴، کتاب البیوع، باب المتفرقات، طبع امدادیه ملتان.

[4] نسائی شریف، ج۲/ص ۲۰۱/ کتاب البیوع، باب بیع الکلب، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[5] جمع الفوائد ص۷، ج۲، حدیث۴۵۵۸/ کتاب البیوع، الکسب والمعاش ومایتعلق بالتجارة،

[6] لم اجد ھذا الکتاب.

الجواب حامداً ومصلیاً

محض شوق کے طور پر بلاضرورت حفاظت وشکار وغیرہ کے لئے کتا پالنا منع ہے، اور بضرورت جائز ہے[۱] اور کتے کی بیع بھی درست ہے[۲] " **قوله نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ثمن الكلب وهذا التحريم كان اذاامربقتل الكلاب وحرم الانتفاع بهافاذا استثنىٰ كلب الماشية والصيد وغيره جاز بيعه اھ الكوكب الدرى**[۳] ص۳۳۷/ ج۱/۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبداللطیف ۱۸/ ج ۱/ ۶۰ھ

خچر کی بیع

سوال:۔ خچروں کی تجارت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جائز ہے[۴] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] من اتخذ كلبا إلا كلب زرع أو غنم أو صيد ينقص من أجره كل يوم قيراط، مسلم ص ۲۱ ج ۲ كتاب المساقاة، باب الامر بقتل الكلاب، سعد بکڈپو دیوبند، ترمذی شریف ص ۲۷۴ ج ۱ ابواب الصيد، باب ما جاء في قتل الكلاب، مكتبه بلال ديوبند.

[۲] صح بيع كلب ولو عقوراً، شامی زکریا ص ۴۷۸ ج ۷ كتاب البيوع، باب المتفرقات، بحر كوئٹہ ص ۱۷۲ ج ۶ كتاب البيوع، باب المتفرقات، زيلعى ص ۱۲۵ ج ۴ كتاب البيوع، باب المتفرقات، طبع امداديه ملتان.

[۳] الكوكب الدرى، ج ۱/ ص ۳۳۷/ كتاب النكاح باب فى كراهية مهر البغى، ص ۳۳۷ ج ۱، طبع مكتبه يحيوى سهارنپور. (حاشیہ ۴ اگلے صفحہ پر)

مینڈک، گوہ، پانی کا سانپ، کیکڑہ وغیرہ کا کھانا، فروخت کرنا

سوال:۔ مینڈک، گوہ، پانی کا سانپ یا کیکڑہ وغیرہ احناف کے نزدیک کھانا یا فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ ان سب چیزوں کے بارے میں دیگر ائمہ ومجتہدین کی کیا رائے ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ان جانوروں کا کھانا احناف کے نزدیک جائز نہیں[1]، اگر یہ چیزیں کسی ضرورت میں مثلاً دوا کے طور پر خارجی استعمال میں مفید ہوں یا گوہ کی کھال کارآمد ہو تو ان زندہ جانوروں کی بیع وشراء شرعاً درست ہے، دیگر ائمہ کرام کے مذہب کی تحقیق ان کے محققین اہل فتاوی سے کی جائے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۴] ویجوز بیع جمیع الحیوانات سوی الخنزیر (وھوالمختار) کذا فی جواھر الاخلاطی (عالمگیری ص ۱۱۴/۳، الباب التاسع فیما یجوز بیعه وما لا یجوز، الفصل الرابع فی بیع الحیوانات، مجمع الانهر ص ۱۵۱/۳، کتاب البیوع، مسائل شتی، طبع دارالکتب العلمیة بیروت، الدر مع الشامی کراچی ص ۲۲۶/۵، کتاب البیوع، باب المتفرقات)

(صفحہ ہذا) [۱] اما الذی یعیش فی البحر، فجمیع مافی البحر من الحیوان یحرم اکله الا السمک خاصة فانه یحل اکله الاماطفامنه وکذلک مالیس له دم سائل مثل الحیة والوزغ والضب والیربوع وابن عرس ونحوها ولاخلاف فی حرمة هذه الاشیاء الافی الضب فانه حلال عند الشافعیؒ، (الهندیة، ص ۲۸۹/ ج۵/ الباب الثانی فی بیان ما یؤکل من الحیوان ومالایؤکل، کتاب الذبائح، هدایه ص ۴۴۰تا۴۴۲/۴، کتاب الذبائح، فصل فیما یحل اکله وما لا یحل، مطبوعه تهانوی دیوبند، مجمع الأنهر ص ۱۶۰تا۱۶۳ ج۴ کتاب الذبائح، فصل فیما یحل اکله وما لا یحل، دار الکتب العلمیة بیروت.

[۲] ولایجوز بیع هوام الارض کالحیة والعقرب والوزغ وماشبه ذلک ولایجوز بیع مایکون فی البحر کالضفدع والسرطان وغیره الا السمک والصحیح انه یجوز بیع کل شئی ینتفع به، (الهندیة ص ۱۱۴/ ج۳، کتاب البیوع، الباب التاسع فیما یجوز بیعه وما لا یجوز الفصل الرابع فی بیع الحیوانات الدر مع الشامی کراچی ص ۶۹ ج۵ باب البیع الفاسد، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مچھلی تالاب سے نکالکر ملاح کے ہاتھ فروخت کرنا

سوال:۔ اگر مچھلی نکال کر ملاح کے ہاتھ فروخت کردی جائے، تو کوئی شرعی قباحت ورکاوٹ تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خود مچھلی نکال کر ملاح کے ہاتھ فروخت کردینا درست ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۱/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۱/۸۸ھ

تالاب سے مچھلی پکڑ کر فروخت کرنا

سوال:۔ زید نے ایک تالاب گورنمنٹ سے دس سال کے لئے خریدا اوراس میں سے مچھلی پکڑ کر بازار میں فروخت کرتے ہیں تو کیا یہ شرعاً درست ہے؟ یعنی خاص مچھلی پکڑنے کے لئے تالاب خریدا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو مچھلی خود پیدا ہو اس کو فروخت کرنا بغیر اس کو پکڑے ہوئے شرعاً درست نہیں، اور

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) مطلب فی بیع دودة القرمز، الدر المنتقی علی المجمع ص۸۴ ج۳ باب البیع الفاسد، دار الکتب العلمیة بیروت)

(صفحہ ہٰذا) [1] وفسد بیع سمک لم یصد اوصید ثم القی فی مکان لایؤخذ منه الا بحیلة وان اخذ بدونه صح وفی الشامی وانه (ای السمک) یملک بالقبض الدرمختار علی الشامی،ص ۲۴۸/ج۷/ مطبوعه زکریا دیوبند ،باب البیع الفاسد، قبیل مطلب فی حکم ایجار البرک بحر کوئٹه ص۷۳ ج۶ باب البیع الفاسد، النهر الفائق ص۴۱۹ ج۳ باب البیع الفاسد، طبع بیروت فتح القدیر ص۴۰۹ ج۶ باب البیع الفاسد، مطبوعه دار الفکر بیروت،

اس مقصد کے لئے تالاب کرایہ پر لینا بھی درست نہیں[۱] لیکن مچھلی کا بیج اگر ڈال کر پرورش کی جائے تو اس پر پابندی عائد کردینا کہ کوئی اور شخص نہ پکڑنے پائے درست ہے، اسی طرح اگر تالاب کرایہ پر لیا اور اس میں بیج ڈالا مچھلی کی تربیت اور اس کی پرورش کی پھر پکڑ کر فروخت کیا تو اس کا یہ پکڑنا اور فروخت کرنا سب درست ہے[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴۰۰/۸/۷ھ

مچھلیاں کس طرح پکڑیں

سوال:۔ تالاب خریدنے کے بعد مچھلیاں کس طرح پکڑیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مچھلیاں پکڑنا ہر شخص کو درست ہے خواہ تالاب ٹھیکہ پر لیا ہو یا نہ لیا ہو ہاں اگر کسی نے اپنے ذاتی تالاب میں مچھلیاں لاکر ڈالی ہوں اس طرح پر کہ جب دل چاہے ان کو پکڑ لے کوئی دشواری پیش نہ آئے، جیسے اپنے مکان میں گڑھا کھود کر اس میں پانی بھر کر اس میں مچھلیاں ڈال دی جائیں، تو ایسی مچھلیوں کو بغیر مالک کی اجازت کے پکڑنا درست نہیں ہے۔[۳]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۶/۱۱/۱۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۶/۱۱/۱۷ھ

---

[۱] لم تجز اجارة بركة ليصاد منها السمک، الدر مع الشامی کراچی ص ۶۱ ج۵، باب البيع الفاسد، مطلب فی البيع الفاسد، بحر کوئٹہ ص۷۳ ج۶، باب البيع الفاسد، النهر الفائق ص ۴۱۹ ج۳ باب البيع الفاسد، طبع بيروت.

[۲] ولا يجوز بيع السمک قبل أن يصطاد لأنه باع ما لا يملكه ولا فی حظيرة إذا كان لا يؤخذ إلا بصيد لأنه غير مقدور التسليم ومعناه إذا اخذه ثم القاه فيها (بقیہ اگلے صفحہ پر)

لونڈی کے احکام بیع استیلاد وغیرہ

سوال:۔استفتاء از منشور احمد اعظمی ،سی سی سی،صندوق البرید ۳۴/المطار الظہران سعودی عربیہ ۲۳/مارچ ۸۰ءء

(۱) اسلام میں لونڈی رکھنے کی اجازت ہے،تو اسکی شرطیں کیا ہیں،یا وقتی اجازت تھی بعد میں منسوخ ہوگئی؟

(۲) کیا خریدی ہوئی لونڈی کے ساتھ مباشرت جائز ہے اگر جائز ہے تو کس صورت میں؟

(۳) کیا بچے پیدا ہونے پر وراثت میں حصہ پائیں گے؟

(۴) اگر منکوحہ بھی ہو تو کیا لونڈی کے ساتھ جماع جائز ہے؟

(۵) اگر کوئی آدمی پچاس ہزار روپے میں لونڈی خریدتا ہے ساری عمر کے لئے ،تو ایک طوائف جو پچاس روپیہ یومیہ لیتی ہے کیوں حلال نہیں ہے؟

(۶) کیا منکوحہ کے بچے اور لونڈی کے بچے وراثت میں برابر حصہ پائیں گے؟

(۷) بغیر نکاح کے لونڈی کیسے حلال ہوگئی،اسے زناء کیوں نہیں قرار دیا جاتا؟

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) ولو كان يؤخذ من غير حيلة جاز إلا إذا اجتمعت فيها بأنفسها ولم يسد عليها المدخل لعدم الملک، هدايه مع فتح القدير ص ۴۰۹ ج۶ باب البيع الفاسد، طبع دار الفكر بيروت، الدر مع الشامی كراچی ص ۶۱ ج۵ باب البيع الفاسد، مطلب فی البيع الفاسد، بحر كوئٹه ص ۷۳ ج۶ باب البيع الفاسد.

۳؎ إذا دخل السمک فی حظيرة فأما أن يعدها لذالک أو لا ففی الاول يملكه وليس لأحد اخذه ...... وفی الثانی لا يملكه (إلی قوله) وإن لم يعدها لذالک لكنه اخذه وأرسله فيها ملكه الخ، شامی كراچی ص ۶۱ ج۵ باب البيع الفاسد، مطلب فی البيع الفاسد، النهر الفائق ص ۴۱۹ ج۳ باب البيع الفاسد، طبع بيروت، بحر كوئٹه ص ۷۳ ج۶ باب البيع الفاسد.

E:\F.M.Fainal\Jild-24\01-Bai Saheeh

(۸) جس طرح بیک وقت دو یا زائد بیوی رکھنے پر اسلام کہتا ہے کہ مباشرت برابر کی جائے تو کیا منکوحہ اور لونڈی دونوں رہنے پر بھی یکساں مباشرت کی قید ہے؟

(۹) لونڈی خدمت کے لئے رکھی جاتی ہے، مباشرت حلال کیوں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) شرعی طریقہ پر جہاد کیا جائے، اوراس میں دشمن اسلام گرفتار کرکے قیدی بنائے جائیں، جن کو امیر المومنین غازیوں کے درمیان تقسیم کردے، ایسے قیدی مرد ہوں تو غلام کہتے ہیں، عورت ہوتو لونڈی کہلاتی ہیں[۱] یہ حکم منسوخ نہیں وقتی نہیں جب بھی اللہ پاک مسلمانوں کو ایسی شوکت عطا فرمائے کہ امیر المومنین شرعی طریقہ پر جہاد کرے، اوراس میں اعداء اسلام گرفتار ہوکر آئیں وہ غلام لونڈی بن جائیں گے۔[۲]

(۲) نمبر ا ر میں جس لونڈی کی تشریح کی گئی ہے، اس کی خرید وفروخت درست ہے اور جب تک اس کی شادی نہ کردی ہو مالک اس سے مباشرت کرسکتا ہے۔[۳]

---

[۱] كان العرب فی جاهليتهم يغزو بعضهم بعضاً ويستولون على النساء والرجال فيكون ارقاء وكان لهم اسواق يباع فيها الرقيق الیٰ ماقال جاء الاسلام والرقيق موجود بأيدی العرب فاقرهم عليه ولم يسد عليهم بابه وقد قسم رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم على المسلمين الخ هامش الشامی زكريا ،ج۵/ص۳۷۸/اول كتاب العتاق، تكملة فتح الملهم ص۲۶۴ ج ۱ كتاب العتق، الرق فی الاسلام، دار العلوم كراچی.

[۲] فالحق الواضح الصريح أن الاسترقاق مباح فی الاسلام باحكامه وحدوده التی سبقت لم ينسخه شئ والقول بنسخه مردود مخالف للاجماع لا حجة له فی الادلة الشرعية، تكملة فتح الملهم ص۲۷۲ ج ۱ كتاب العتق رد من زعم أن الاسترقاق منسوخ، دار العلوكراچی.

[۳] والمحصنٰت من النساء إلا ما ملكت ايمانكم فهٰذه الاية تدل على ان المرأة اذا سبيت الى قوله يحل لمن ملكها وطيها بعد الاستبراء، تفسير مظهری ص۲/۶۵، سورۂ نساء آيت:۲۴/ مطبوعه رشيديه كوئٹه، روح المعانی ص۴ج۵، سورۂ نساء آيت:۲۴، مطبوعه مصطفائی ديوبند، احكام القرآن للجصاص ص۱۹۴/۲، سورۂ نساء آيت:۲۴، باب تحريم نكاح ذوات الازواج، مطبوعه كراچی،

(۳) مالک نے جب شرعی لونڈی سے مباشرت کی اور اس سے بچے پیدا ہوئے وہ بچے مالک کے بیٹے ہونگے، مالک انکا باپ ہوگا، مگر وہ بیٹے آزاد ہونگے، انکو وارثت ملے گی[۱]

(۴) ایک شخص کے نکاح میں بیوی موجود ہے، وہ کسی لونڈی کا مالک ہوجاوے تو اس کو اس لونڈی سے مباشرت درست ہے،[۲] جب تک اس کا نکاح کسی سے نہ کردے[۳]

(۵) طوائف کسی کی ملک نہیں وہ اپنے عضو سے کسی شخص کو پچاس روپیہ میں نفع اٹھانے کی اجازت دے تو یہ اجارہ ہوا جو کہ شرعاً ناجائز اور حرام ہے[۴] اپنے عضو کو اجارہ پر دینے کا حق نہیں ہے، لونڈی مملوک ہے، مالک کی، شریعت نے مالک کو اس سے انتفاع کی اجازت دی ہے، ہاں اگر مالک اس کا نکاح کسی سے کردے تو مالک کو اس سے انتفاع کا حق نہیں رہا۔[۵]

---

[۱] اذاولدت الامة من مولاها فقد صارت ام ولد له سواء كان الولد حيا اوميتاً اذا اقربه فهوبمنزلة الولد الحی الكامل .عالمگیری کوئٹه ،ج۲/ص۴۵/ کتاب العتاق الباب السابع فی الاستیلاد. وولد هامن سیدها اوابنه اوابیه حر، الدرالمختار علی هامش رد المختار زکریا، ج۵/ص۴۰۵، کتاب العتق، مطلب یتصور هاشمی رقیق والداه هاشمیان النهر الفائق ص۱۴ ج۳ کتاب العتق، دار الکتب العلمیة بیروت.

[۲] قد يناقش فيه بالامة المملوكة بعد الحرة فانه يجوز وطؤها ملكاً، شامی زکریا ج۴/ ص۱۳۷/ باب المحرمات.

[۳] ومن زوج فلیس علیه ان یبوّئها لکنها تخدم ویقال للزوج متٰی ظفرت بها وطئتها وحاصله ان حق المولیٰ ثابت فی الرقبة والمنافع سوی منفعة البضع وحق الزوج انما فیه الخ عنایة علی هامش فتح القدیر ،ج۳/ص۳۹۶/باب نکاح الرقیق ،مطبوعه دارالفکر بیروت.

[۴] والمعنى مهر الزانية خبيث أى حرام اجماعا لأنها تأخذه عوضا عن الزنا المحرم ووسيلة الحرام حرام وسماه مهرا مجازا لأنه فی مقابلة البضع، مرقاة ص۲۹۱ ج۳ باب الکسب، طبع بمبئی، بحر کوئٹه ص۱۹ ج۸ کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة.

[۵] ملاحظہ ہو حاشیہ ۲۔

E:\F.M.Fainal\Jild-24\01-Bai Saheeh

(۶) بیٹا ہونے میں جب برابر ہیں کہ دونوں قسم کی اولاد ایک شخص سے شرعی طریقہ پر پیدا ہوئی ہے، تو ان دونوں قسم کی اولاد کا وہ باپ ہے، اس لئے وراثت بھی برابر ملے گی۔

(۷) اسلئے کہ قرآن کریم نے اس کو حلال قرار دیا ہے ''**اوماملکت ایمانکم**''[۱] اور زنا کو حرام قرار دیا ہے ''**ولاتقربوا الزنا**''[۲]

(۸) نہیں۔[۳]

(۹) مباشرت کے حلال ہونے کی وجہ اوپر بیان ہو چکی ہے، مالک کو اختیار ہے کہ صرف خدمت لے یا مباشرت بھی کرے، اس کا نکاح جب کسی سے کر دے گا تو مالک کو اس سے مباشرت درست نہ ہوگی۔[۴] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۵/۱۴۰۰ھ

کانجی ہاؤس سے جانور خریدنا

سوال:۔ کانجی ہاؤس وغیرہ میں جب جانور زیادہ دنوں تک رہ جاتے ہیں تو سرکار کی جانب سے اس کو فروخت کر دیتے ہیں، سوال یہ ہے کہ جو لوگ اس جانور کو خریدتے ہیں کیا شرعاً ان کی ملک ہو جاتی ہے؟

---

[۱] سورۂ نسا آیت ۳، **ترجمہ**:۔ یا جو لونڈی تمہاری ملک میں ہوں (از بیان القرآن)

[۲] سورہ بنی اسرائیل آیت ۳۲، **ترجمہ**:۔ اور زنا کے پاس بھی مت پھٹکو۔ (از بیان القرآن)

[۳] **ولاقسم للمملوکات بملک یمین، عالمگیری کوئٹہ، ج ۱/ ص ۳۴۰/ الباب الحادی، عشر فی القسم، فتح القدیر ص ۴۳۳ ج ۳ کتاب النکاح، باب القسم، دار الفکر بیروت، مجمع الأنهر ص ۵۴۹ ج ۱ کتاب النکاح، باب القسم، طبع بیروت.**

[۴] **ومن زوج امته فلیس علیه أن یبوّئها لکنها تخدم...... وحاصله أن حق المولی ثابت فی الرقبة والمنافع سوی منفعة البضع وحق الزوج إنما فیه، عنایة مع فتح القدیر ص ۳۹۶ ج ۳ کتاب النکاح، باب نکاح الرقیق، دار الفکر بیروت.**

الجواب حامداً ومصلیاً

اس جانور پر سرکار کو استیلاء ملک حاصل ہو جاتی ہے، تو اب خریدنے والا مالک سے ہی خریدتا ہے، اور مالک سے خریدنے میں ثبوت ملک میں کوئی اشکال نہیں "وان غلبو (ای اھل الحرب) علیٰ اموالنا واحرزوھا بدارھم ملکوھا الخ درمختار"[1] نیز حضرت مولانا تھانوی نوراللہ مرقدہٗ نے امدادالفتاویٰ میں ایسا ہی تحریر فرمایا ہے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

گوشت کی تجارت

سوال: ۔کیا یہ تجارت شرعاً جائز ہے کہ ہر روز ایک دو یا دس پانچ گائے ذبح کر کے گوشت فروخت کرے اس میں نفع زیادہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جائز ہے، "لانه متوارث من خیر القرون شرعاً وعرفاً من غیر نکیر"[3]۔

فقط واللہ وسبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹؍شوال ۶۱ھ

صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹؍۶۱ھ

---

[1] درمختار مع شامی نعمانیه، ص ۲۴۳؍ج ۳؍ باب استیلاء الکفار، النھر الفائق ص ۲۲۴ ج ۳ کتاب الجھاد، باب استیلاء الکفار، دار الکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹه ص ۹۵ ج ۵ کتاب السیر باب استیلاء الکفار.

[2] امداد الفتاوی ص ۵۴۱ ج ۳ کتاب الذبائح والاضحیة، کانجی ہاؤس سے نیلام خریدے ہوئے جانور کی قربانی کا حکم، مطبوعہ ادارہ تالیفات اولیاء دیوبند۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

E:\F.M.Fainal\Jild-24\01-Bai Saheeh

ہڈی کی خرید وفروخت

سوال:۔ جو شخص ہڈیوں کی خرید وفروخت سوکھی اور گیلی دونوں کی کرتا ہے، ان کے یہاں کھانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہڈی کی خرید وفروخت جائز ہے گیلی ہو یا سوکھی اس کی آمدنی درست ہے، اس کا کھانا بھی درست ہے، لیکن خنزیر کی ہڈی نہ ہو کہ اس کی خرید وفروخت جائز نہیں[۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۳/ ۸۹ھ

لفافہ کے ساتھ چینی تول کر دینا

سوال:۔ دوکاندار چینی لفافہ میں تول کر دیتا ہے، جب کہ لفافہ کی قیمت بھی ہے، اور اس کا کچھ وزن بھی ہے، اسی وزن کی چینی گاہک کو کم ملتی ہے، کیا یہ لینا دینا درست ہے؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۳] عن علیؓ انه التقط دینارا،فاشتری به دقیقا فعرفه صاحب الدقیق(بأنه ختن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وابن عمه) فردعلیه الدینار فأخذه علی فقطع منه قیر اطین فاشتری به لحماً.ابوداؤد شریف مع البذل،ص۵۷/ج۳/کتاب اللقطة، مکتبه رشیدیه سهارنپور.

(صفحہ ہٰذا) [۱] وفی العیون لا بأس ببیع عظام الفیل وغیره من المیتات إلّاعظم الآدمی والخنزیر، (عالمگیری ص۱۱۵/ج۳، الباب التاسع فیما یجوز بیعه ومالا یجوز الفصل الخامس فی بیع المحرم الصید وفی بیع المحرمات، النهر الفائق ص۴۲۹ج۳ کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، دار الکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹه ص۸۱ج۶ باب البیع الفاسد.

الجواب حامداً ومصلیاً

لینے والا اور دینے والا راضی ہوں، تو درست ہے [۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیو بند ۲۱/۹/۹۷ھ

جومرغی پڑوسیوں کا نقصان کرے اس کے انڈے خریدنا

سوال:۔ایک شخص نے مرغی پالی ہے، وہ پڑوسیوں کا کافی نقصان کرتی ہے، وہ شخص اسکے انڈے فروخت کرتا ہے، اس سے انڈے خرید کر ہم استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کو ضروری ہے کہ اپنی مرغی کا انتظام کرے، جس سے پڑوسیوں کا وہ نقصان نہ کر سکے، [۲] مگر اس کے انڈے خریدنا ناجائز نہیں، بلکہ وہ حلال ہیں۔ [۳] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیو بند

---

[۱] ينعقد بالتعاطى فى النفيس والخسيس وهوالصحيح لتحقق المراضاة. (هدايه، ج۳ص ۱۹ كتاب البيوع، مطبوعه ديوبند، مجمع الأنهر ص۷ج۳، كتاب البيوع، دار الكتب العلمية بيروت، البحر ص ۲۶۹ ج۵ كتاب البيوع، مطبوعه ايچ ايم سعيد كراچى؛

[۲] رجل له كلاب لايحتاج اليها ولجيرانه فيها ضررفان امسكها فى ملكه فليس لجيرانه منعه وان أرسلها فى السكة فلهم منعه وكذالک من امسک دجاجة اوجحشا اوعجولا فهوعلىٰ هذاالوجهين، عالمگيرى ، ج۵/ص ۳۶۱/كتاب الكراهية ،الباب الحادى عشرالخ.

[۳] لان المعصية لاتقوم بعينه الخ ،الدرالمختار على الشامى زكريا ص۵۶۰/۹/ كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع، البحر الرائق ص۲۰۲ ج۸ كتاب الحظر والاباحة فصل فى البيع مطبوعه الماجديه كوئٹه، زيلعى ص۲۸ ج۶ كتاب الحظر والاباحة فصل فى البيع مطبوعه امداديه ملتان.

نابالغ سے خرید وفروخت کا معاملہ

سوال: ۔نابالغ بچہ سے خرید وفروخت کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو نابالغ بچہ خرید وفروخت کو سمجھتا ہو اور اس کے ولی کی طرف سے اجازت ہو اس سے خرید وفروخت درست ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۳/۹۲ھ

نابالغ بچوں کا خرید وفروخت کرنا

سوال: ۔دیہاتوں میں جو دوکانیں ہیں، ان پر سب ہی قسم کے بچے لین دین کرتے ہیں، چھوٹے بڑے مسئلہ یہ ہے کہ بیع کے لئے بالغ کا ہونا ضروری ہے یا نہیں جائز ہے یا ناجائز حکم شرع سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نابالغ بچے اگر اپنے ولی کی اجازت سے خرید وفروخت کرتے ہیں تو درست ہے[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۱۸/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۱۸/۸۸ھ

---

[1] فصح بيع الصبى والمعتوه اللذين يعقلان البيع الخ فتح القدير، ج۶/ص۲۴۸/ مطبوعه دارالفكر بيروت) اول كتاب البيوع،عالمگيرى ، ج۳/ص ۲/ (مطبوعه كوئٹه) كتاب البيوع، الباب الاول الخ، شامى زكريا ص ۱۴ ج۷ كتاب البيوع قبيل مطلب شرائط البيع.

[2] فصح بيع الصبى والمعتوه اللذين يعقلان البيع الخ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

نابالغ بھتیجہ کی زمین فروخت کرنا

سوال:۔ایک غیر مسلم کا لڑکا نابالغ جس کا باپ مرچکا ہے، اس لڑکے کے حقیقی چچا موجود ہیں، چچا اپنی زمین اور اس لڑکے کے باپ کی زمین ولی بنکر فروخت کرنا چاہتے ہیں، ایک مسلمان شخص کے ہاتھ یہ بیع جائز ہے یا نہیں، مسلمان خرید سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

اگران کے مذہب میں چچا کو حق ہے کہ بھتیجے کی زمین کو ولی ہونے کی حیثیت سے فروخت کردے، تو مسلمان کو اس کا خریدنا درست ہے ورنہ نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۱۰/۵۶ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبداللطیف ۱۴/شوال ۵۶ھ

زمین کی بیع کے بعد اس میں کمی نکلنا

سوال:۔حمید نے ایک آراضی ۲۹۰۰/روپیہ بیگھہ کی شرح سے خریدی اور اسی وقت قیمت بھی ادا کردی، لیکن زید نے کہا کہ ابھی ہم اس پیسہ سے کچھ کمالیں اور چند دنوں کے بعد یہ آراضی آپ کے نام بیع نامہ لکھ دیں گے، حمید نے بھی اس بات کو تسلیم کرلیا، بعد میں معلوم

(**گذشتہ صفحہ کا بقیہ**) فتح القدیر، ج۶/ص۲۴۸/ مطبوعه دارالفکر بیروت) اول کتاب البیوع،عالمگیری، ج۳/ص۲/ (مطبوعه کوئٹه) کتاب البیوع، الباب الاول الخ.

(**صفحہ ہذا**) [1] لو قهر حربی بعض احرارهم ثم جاء بهم إلى المسلم المستأمن فباعهم منه ينظر إن كان الحكم عندهم أن من قهر منهم صاحبه فقد صار ملكه جاز الشراء لانه باع المملوك وإن لم يملكه لا يجوز لأنه باع الحر، بحر كوئٹه ص ۹۹ ج۵ كتاب السير، باب السير، النهر الفائق ص۲۲۸ ج۳ كتاب الجهاد، باب المستامن، دار الكتب العلمية بيروت.

ہوا کہ جس آراضی کیلئے زید کو پیسہ دیا گیا ہے وہ کم ہے اس پر حمید نے زید سے کہا کہ آراضی کم ہے آپ کی جتنی آراضی ہے اس کا پیسہ لیں یا نشان دہی کرا کے پوری آراضی دیں، تو زید نے کہا ہم بیوقوف نہیں کہ نشان دہی کرا کے دیں یا پیسہ کم لیں اگر آپ کو گراں ہو تو پیسہ لے لیجئے، اس پر حمید نے کہا کہ پیسہ ہی دید یجئے لیکن زید نے اس وقت کوئی رقم نہیں دی اور نہ ہی وعدہ کیا کہ ہم فلاں تاریخ تک رقم دیدیں گے، اب ایسی صورت میں بیع باقی رہی یا ٹوٹ گئی

الجواب حامداً ومصلیاً

بیع میں تو کوئی شرط نہیں لگائی، جو کچھ بات چیت ہوئی بیع مکمل ہو جانے کے بعد ہوئی اس کا بیع پر کوئی اثر نہیں ہوگا[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴۰۰/۶/۱۸ھ

زمین کی بیع ہونے اور قیمت ادا کرنے کے بعد رجسٹری نہ ہونے کی وجہ سے بیع کی واپسی کا حق نہیں رہا

سوال:۔ عبدالحمید خاں نے محمد عاشق سے ایک زمین کا ساڑھے چار روپیہ میں سودا کیا وہ زمین اس کی اہلیہ کی تھی، بحیثیت شوہر یہ معاملہ کیا محمد عاشق خاں کو مسجد میں نمازیوں کے سامنے روپیہ ادا کئے ہیں، اور زمین پر قبضہ کر لیا، اور باقاعدہ رجسٹری کے لئے اس کو عبدالحمید خاں کہتا رہا مگر اس نے کہا کہ کر دیں گے، ہم تمہارے سے واپس نہیں لیتے کئی سال کے بعد

[۱] واذا وجدا (ای الایجاب والقبول) لزم البیع بلاخیار الا لعیب او رویة الدرالمختار علی الشامی، ج۷/ ص۴۷/ مطبوعه زکریا مطبوعه کراچی، ج۴/ص۵۲۸/ اول کتاب البیوع، البحر الرائق ص۲۶۲ ج۵ کتاب البیع مطبوعه الماجدیه کوئٹه، هدایه ص۲۰ ج۳ کتاب البیوع، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

اس نے زمین دوسرے کے ہاتھ فروخت کرڈالی، اور چک بندی کے دوران کچھ پر قبضہ کرلیا اور مشتری کو جواب دیتا ہے کہ تم نے بہت عرصہ اس سے فائدہ اٹھایا ہے، لہٰذا اس بائع کے متعلق کیا حکم ہے اس نے نہ روپیہ واپس کیا اور زمین بھی چھین لی آپ حکم شرع سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب زمین کا معاملہ بیع کا مکمل ہوگیا اور قیمت بھی ادا کردی گئی، اور مشتری نے زمین پر قبضہ بھی کرلیا تو محض رجسٹری نہ ہونے کی وجہ سے معاملہ میں کوئی کمی نہیں رہی [1]

پھر بائع کو زمین واپس چھیننے کا کوئی حق نہیں رہا، [2] بائع اپنی اس حرکت کی وجہ سے غاصب اور ظالم ہے اس کے ذمہ لازم ہے کہ زمین مشتری کے حوالہ کردے، [3] یا اگر وہ رضامند ہو تو اس کی قیمت دیدے ورنہ اس کا وبال دنیا میں بھی بھگتنے کا اور آخرت میں بھی [4]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] واذا حصل الایجاب والقبول لزم البیع ولاخیار لواحد الخ هدایه ،ص ۲۰/ ج۳/ (اول کتاب البیوع) مطبوعه تهانوی، دیوبند، البحر الرائق کوئٹه ص۲۶۲ ج۵ کتاب البیع ملتقی الابحر مع مجمع الانهر ص ۱۰ ج۳ کتاب البیوع مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] لایجوز لاحدمن المسلمین اخذ مال احد بغیر سبب شرعی الخ البحرالرائق، ج۵ ص ۴۱ (مکتبه الماجدیه کوئٹه) کتاب الحدود فصل فی التعزیر، شامی زکریا ص۱۰۶ ج۶ باب التعزیر، عالمگیری کوئٹه ص۱۶۷ ج۲ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر.

[3] ویجب رد عین المغصوب الخ درمختارمع الشامی زکریا ،ج۹/ص ۲۶۶/ کتاب الغصب، مطلب فی رد المغصوب، زیلعی ص۲۲۲ ج۵ کتاب الغصب، مطبوعه امدادیه ملتان، بحر کوئٹه ص ۱۰۹ ج۸ کتاب الغصب. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

قبر والی زمین کی بیع

سوال:۔ایک شخص نے ایک قطعۂ زمین خریدی اور خریدنے والے کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ اس زمین میں بہت سی قبریں ہیں اب صاحب مذکور نے اس زمین میں تالاب کھدوایا ہے، کھودتے وقت مردار کے سر اور ہاتھ کی ہڈی اور لاشیں پائی گئیں ،سب ہڈیاں دوسری جگہ زمین میں دفن کردیں، آیا اب قبر والی زمین کو تالاب بنانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب مالک سے کسی نے زمین خرید لی ،تو اب مالک کو اختیار ہے کہ اس زمین میں تالاب بنائے یا کچھ اور کام کرے، البتہ ان ہڈیوں کو توڑنا درست نہیں[1] ،بلکہ احتیاط سے ان کو ایک جگہ دفن کردیا جائے ،فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے، اگر قبرستان وقف ہو تو اس کی بیع اور اس میں تالاب وغیرہ بنانا، ناجائز ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۴] عن ابی موسیٰ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم إن اللّٰہ لیملی الظالم حتی اذا اخذہ لم یُفْلِتْهُ ثمّ قرأ وکذلک اخذ ربک اذا اخذ القریٰ وھی ظالمۃ الآیۃ مشکوٰۃ شریف ص ۴۳۴ باب الظلم الفصل الاول مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، مسلم شریف ص ۲/۳۲۰، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم الظلم، مطبوعہ بلال دیوبند، عن سعید ابن زید قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من اخذ شبراً من الارض ظلماً فانہ یطوقہ یوم القیامۃ من سبع ارضین مشکوٰۃ شریف ص ۲۵۴ باب الغصب والعاریۃ مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، بخاری شریف ص ۳۳۱ ج ۱ ابواب المظالم باب اثم من ظلم شیئاً من الارض، مطبوعہ اشرفی دیوبند.

(صفحہ ہٰذا) [۱] وذکرہ فی التبیین ان صاحب الارض مخیر ان شاء اخرجہ منھا وان شاء ساواہ مع الارض وانتفع بھا زراعۃ اوغیرھا (وقال بعد اسطر)وفی الواقعات عظام الیھود لھا حرمۃ اذاوجدت فی قبورھم کحرمۃ عظام المسلمین حتی لاتکسر الخ (البحرالرائق کراچی، ج۲/ص ۱۹۵ /کتاب الجنائز)، تبیین الحقائق ص ۲۴۶ ج ۱ کتاب الجنائز، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

دوسرے کے نام پر زمین وجائیداد خریدنا

سوال:۔ میرا بھانجہ محمد اکرام ڈھائی سال کا تھا ان کے والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا، اور میری بہن لیکر میرے یہاں یعنی میکے چلی آئی اس کی پرورش و پرداخت میرے گھر پر ہوئی سارے اخراجات وغیرہ میرے ہی ذمہ رہے، شروع میں میرے بھانجے کے عادت واخلاق ہی گر چکے تھے، لیکن میں ان کے حق میں دعائیں کرتا رہا کہ اللہ تعالیٰ میرے بھانجے کو راہ راست پر لگادے، اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی، چنانچہ میرا بھانجہ جب تقریباً ۲۰؍سال کا ہوا تو میں ۴۸ء کو حج بیت اللہ گیا اور جانے سے پہلے سارا اثاثہ ان کے سپرد کردیا اور کچھ روپیہ نقدی اور موجودہ کاروبار بھی ان کے سپرد کردیئے، حج بیت اللہ کے واپسی کے بعد غلہ کی تجارت کی پھر اس کو بند کیا اور ساری رقم اپنے آبائی پیشہ بنکاری میں لگادی، اس کاروبار میں اللہ تعالیٰ نے میرے بھانجے کو بڑی ترقی دی ۱۶؍سال تک کاروبار میں لگارہا، ان کے خاندان کی پرورش اور اخراجات میرے ذمہ تھے، خرچ واخراجات سے ان کا کوئی تعلق نہ تھا، میرے اور میرے بھانجے کے درمیان کسی طرح کا کوئی حصہ وغیرہ طے نہیں تھا، نہ زبانی نہ ہی تحریری بلکہ میں یہ سمجھ رہا تھا کہ یہ میری ہی جائیداد ہے لیکن ۷۵ء میں میرے بھانجے نے بعض کاروبار رجسٹرڈ کرایا اور اپنی ممانی کو نصف شریک بنایا، دوران کاروبار میرے بھانجے نے کچھ

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) قبیل باب الشهيد، مكتبه امداديه ملتان، النهر الفائق ص۴۰۳ ج۱ قبيل باب صلاة الشهيد، مكتبه عباس احمد الباز مكه مكرمه،

۲؎ فاذا تم ولزم لايملك ولايملك ولايعار ولايرهن .الدرالمختار على الشامى كراچى، ج۴؍ص۳۵۱؍مطبع زكريا ،ج۶؍ص۵۳۹؍ كتاب الوقف ،عالمگيرى زكريا ، ج۲؍ص ۳۵۲؍ كتاب الوقف، مجمع الانهر ص ۲/۶۰۱، كتاب الوقف، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، البحرالرائق كوئٹه ص۵/۲۰۵، كتاب الوقف،

زمین اور جائیدادیں خریدیں وہ سب اپنے نام اور اپنی بیوی کے نام خریدیں گئیں، سب سے اخیر کی جائیداد میں مجھ کو شریک بنایا باقی جائداد جو خریدی گئی اس میں میرا نام تک نہیں، اسی درمیان میں میں نے اپنی بہن اوران کے خاندان کی کثرت کی وجہ سے ازراہ شفقت ومحبت ایک علیحدہ مکان بھی ان کے نام لکھ دیا جس پر اب بھی وہ لوگ قابض ہیں اور اس میں رہ رہے ہیں، اب جواب طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ جائداد میں میرے بھانجہ محمد اکرام کا کوئی حصہ ہوتا ہے کہ نہیں براہِ کرم جواب شریعت کے مطابق عنایت فرمائیں، نوازش ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ آپ نے بھانجے کو اپنا کاروبار سپرد کیا اور صاف لفظوں میں کہہ دیا یہ سب میرا ہے تو وہ سب کاروبار اس سے حاصل ہونے والا روپیہ اور اس سے خریدی ہوئی جائیداد خواہ کسی کے نام سے خریدی گئی ہو وہ سب آپ کی ملک ہے، نہ بھانجہ کی ملک ہے نہ اس کی بیوی کی ہے البتہ جو مکان آپ نے جس کے لئے لکھ دیا اور قبضہ کرادیا وہ اس کا ہوگیا[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۷/۱۴۰۰ھ

بیٹے کے نام پر مکان خریدنے سے وہ مالک نہیں ہوتا

سوال:۔ زید نے اپنے بیٹے بکر کو اپنے روپیہ سے تجارت کرائی اور ایک مکان بھی اس کے نام خریدا لیکن زید کی نیت اس کو مالک بنانے کی نہیں تھی، بلکہ اپنی مصلحت کی بناء پر ایسا

---

[1] وتتم الهبة بالقبض الكامل الخ وحكمه ثبوت الملك للموهوب له الخ درمختار على الشامى ،ج۸/ص۴۹۰-۴۹۳/(مطبوعه زكريا ديوبند)كتاب الهبة، عالمگیری کوئٹه ص۳۷۴ج۴ كتاب الهبة، الباب الاول، مجمع الأنهر ص ۴۹۱ج۳ كتاب الهبة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

کیا تھا، اور بعد میں تجارت کو بکر سے دوسرے کے نام منتقل بھی کر دیا، اور بکر بطور ملازم کام کرتا رہا، با قاعدہ دستاویز تحریر کی گئی ہے، اب بکر کا انتقال ہو گیا اب اس کے ورثاء کو کوئی حق وراثت پہنچتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بیع کا رکن ایجاب وقبول ہے[1] اگر زید نے اپنے لئے مکان خریدا ہے اور بکر سے اس کا اظہار کر دیا کہ میں اپنے لئے مکان خریدتا ہوں اور کسی مصلحت سے تیرے نام سے خریدتا ہوں تو اس کا مالک زید ہے پس اگر اس کے بعد زید نے ہبہ وغیرہ نہیں کیا تو اس میں بکر کے ورثہ کا حق نہیں، کیونکہ محض بکر کے نام خریدنے سے زید کی جو کہ اصل مشتری ہے ملک زائل نہیں ہوئی،[2] علیٰ ہذا القیاس جب کہ بکر بطور ملازم تجارت میں کام کرتا تھا، اور اس کا ثبوت بھی زید کے پاس موجود ہے، نیز زید نے مالک ہونے کی حیثیت سے اس تجارت کو بکر سے دوسرے کے نام منتقل بھی کر دیا، تو اب بعد انتقال بکر کے ورثہ اس تجارت کے مالک نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۱۲/۵۶ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۱۲/۵۶ھ

صحیح عبد اللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۶/۱۲/۵۶ھ

---

[1] ویکون أی البیع بقول أو فعل أما القول فالایجاب والقبول وهما رکنه، الدر مع الشامی کراچی ص ۵۰۴ ج ۴ کتاب البیوع، مطلب فی بیع المکره والموقوف مجمع الأنهر ص ۵، ۶ ج ۳ اول کتاب البیوع، دار الکتب العلمیة بیروت، هندیه کوئٹه ص ۲ ج ۳ اول کتاب البیوع.

[2] وبیع التلجئة وهوان یظهرا عقداً وهما لایریدانه یلجاء الیه لخوف عد وهو لیس ببیع فی الحقیقة الدرالمختار علی الشامی کراچی، ج۵ ص ۲۷۳ ومطبع زکریا دیوبند، ج۷ ص ۵۴۲ کتاب البیوع، باب الصرف، مطلب فی بیع التلجئة، هندیه کوئٹه ص ۲۰۹ ج ۳ الباب العشرون فی البیاعات المکروهة الخ مطلب فی بیع التلجئة.

بیع مشاع

سوال:۔ مسمیٰ بشیر علی نے اپنے حصہ مکانات کا بیعنامہ بحق مسجد معروف حسن والی کیا اور زرِ ثمن کو بحق مسجد ہبہ و بخشش کر دیا، من جانب مسجد بذریعۂ متولی دعویٰ تقسیم عدالت میں دائر کیا گیا، مدعیٰ علیہ بسم اللہ کی طرف سے جواب دہی ہوئی، کہ یہ دستاویز بیعنامہ نہیں بلکہ ہبہ نامہ ہے، اور ہبہ نامہ مشاع جائز نہیں ہے، اس لئے دعویٰ تقسیم صحیح نہیں ہے، نقل بیعنامہ[1] و نقل عرض[2]، دعویٰ و نقل جواب[3] دعویٰ و نقل سفینہ جات[4]، ہم رشتۂ سوال ہیں۔

دریافت طلب یہ امر ہے کہ شرعاً یہ بیعنامہ ہے یا ہبہ نامہ اور زرِ ثمن کا ہبہ یا اسقاط ہوا یا نہیں یا زرِ ثمن باقی ہے، جواب مفصل مع حوالہ کتب تحریر فرمایا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ حسب عبارت بیعنامہ منسلکہ بیع ہے، ہبہ نہیں، کیونکہ صراحۃً بیع اور فروخت کا لفظ مذکور ہے، نیز بیع کی تعریف "[1]**هومبادلة المال بالمال بالتراضی بحر** ج۵، ص[2] ۲۵۶، اس پر صادق آتی ہے، ہبہ اگرچہ مشاع جائز نہیں، لیکن بیع و شراء مشاع کی بالاتفاق جائز ہے۔"**لایفسد بیع عشق اسهم من مائة سهم اتفاقاً لشیوع السهم**، **درمختار**[3]، ص ۸/ج ۱/ **وان اشتریٰ عشرة اسهم من مأ ئة سهم جاز فی**

---

۱ **ترجمہ** (وہ بدلہ کرنا ہے مال کا مال کے ساتھ رضامندی کے ساتھ)

۲ **البحر، ص ۲۵۶/ج۵/ (طبع کوئٹہ) اول کتاب البیوع الدر مع الشامی کراچی ص۵۰۲ج۴ کتاب البیوع، مطلب فی تعریف المال والملک والمتقوم النهر الفائق ص۳۳۴ج۳ اول کتاب البیوع، طبع بیروت.**

۳ **الدرالمختار مع الشامی نعمانیه ص:۳۲، ج:۴، کتاب البیوع، مطلب المعتبر ماوقع علیه العقد الخ،**

قولهم جميعاً هدايه[۱] ص۲۹/ج۳/لہٰذا یہ بیع شرعاً تام اور صحیح ہے، زرِ ثمن میں قبضہ سے پہلے ہبہ وغیرہ کا تصرف کرنا بھی شرعاً جائز ہے "**والتصرف فی الثمن قبل القبض جائز بالبيع والهبة والاجارة والوصية سواء كا ن ممايتعين اولا يتعين عندنا سوىٰ بدل الصرف والسلم لان الملک مطلق، فتح القدير**[۲] **ص ۲۶۹/ج۵/**۔

مکانات کا حصہ بیع کی وجہ سے مسجد کی ملک ہوگیا اور زرِ ثمن ہبہ کی وجہ سے مسجد کی ملک ہوگیا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/۵/۵۲ھ

صحیح عبد الرحمٰن غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

صورت مذکورہ میں حسب تحریر بیعنامہ بیع ہے ہبہ نہیں اور ثمن کا ابراء ہے اور اگر ہبہ بھی مان لیا جائے تو ثمن کا ہبہ مشتری کو بلا اسکے کہ بائع قبضہ کرے درست ہے اور مشتری کے لئے ثمن پر قبضہ سابق تمامی ہبہ کیلئے کافی ہے، جدید قبضہ کی ضرورت نہیں، لہٰذا فریق ثانی کا یہ دعویٰ کہ یہ ہبہ مشاع ہے غلط ہے جائداد کا بائع نے ہبہ نہیں کیا تاکہ مشاع ہونے کی وجہ سے ناجائز قرار دیا جائے، بلکہ ہبہ زرِ ثمن کیا ہے، جو شرعاً قبل قبضۂ ثمن کے بھی درست ہے "**وجاز التصرف فی الثمن بهبة اوبيع اوغيرهما لوعيناً ای مشاراليه ولودينا**[۳] **كمكيل**

---

[۱] هدايه ،ص ۲۳/ج۳/.كتاب البيوع،مطبوعه ياسرنديم ديوبند، النهر الفائق ص۳۵۲ج۳ كتاب البيوع، دار الكتب العلمية بيروت.

[۲] فتح القدير ،ص ۵۱۸/ج۶/(مطبوعه دارالفكر) فصل من اشترى شيئاً مما ينقل ويحول قبيل باب الربوا، النهر الفائق ص۴۶۵ ج۳ كتاب البيوع، باب التولية، طبع بيروت، الدر مع الشامي كراچى ص۱۵۲ ج۵ كتاب البيوع، باب التولية والمرابحة، فصل فى التصرف فى المبيع والثمن، مطلب فى بيان الثمن والمبيع والدين.

[۳] فالتصرف فيه تمليک ممن عليه الدين ولوبعوض ولايجوز من غيره قبل قبضه سواه تعين بالتعيين، (درمختار مع شامی کراچی،ج۵/ص۱۵۲/) باب المرابحة والتولية مطلب فى بيان الثمن والمبيع والدين.

أولا کنقود ومثال التملیک بغیر عوض هبة ووصیة له فاذا ابرأمنه الثمن ملکه بمجرد الهبة لعدم احتیاجه الیٰ القبض وکذا الصدقة "درمختار طحطاوی[1]

حررہٗ سعید احمد غفرلہٗ مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۳/ جمادی الاولیٰ ۵۲ھ

بائع مشتری کے درمیان قیمت کا اختلاف

سوال:۔ زید کے پاس قصاب کا لڑکا آیا اس نے گوشت کی قیمت چار روپیہ سیر بتلائی، زید نے کہا کہ تین روپیہ سیر دیں گے، لڑکا جانے لگا، مگر خاموش رہا، اور پھر آ کر گوشت دیدیا، لڑکا کچھ بولا نہیں، تھوڑی دیر بعد پھر سری پائے دیدیا اور قیمت دو روپیہ بتلائے زید نے قیمت ۴/...... بتلائی اس سے زائد نہیں تو اس کا کیا حکم ہے؟ زید نے گوشت کی قیمت ۳/ روپیہ کے حساب سے دیکر بات ختم کر دی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سری پائے کی قیمت تو طے ہوگئی تھی، اس میں تو کوئی شبہ نہیں، گوشت کی قیمت زید نے اپنی طرف سے طے کر کے بتادی کہ تین روپیہ سیر جس پر لڑکا خاموش ہو کر گیا اور گوشت لے آیا، لہٰذا یہ بیع فاسد نہیں ہوئی، پھر چار روپیہ سیر کے حساب سے دیکر بات ختم کردی گئی، تو بہتر ہوا[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۹/۵/۲۵ھ

---

[1] طحطاوی علی الدر ص ۱۰۱ ج۳ کتاب البیوع فصل فی التصرف فی المبیع، دار المعرفة بیروت.

[2] رجل ساوم رجلا بثوب فقال البائع ابیعه بخمسة عشر،وقال المشتری لاآخذه الابعشرة فذهب به ولم یقل البائع شیئاً فهوبخمسة عشران کان المبیع فی ید المشتری حین ساومه ،وان کان فی یدالبائع فأخذه منه المشتری ولم یمنعه البائع فهو بعشرة .الهندیة،ص۷/ج۳/کتاب البیوع الباب الثانی فیما یرجع الی انعقاد البیع، بحر کوئٹه ص۲۶۷ ج۵ کتاب البیوع، خانیه علی الهندیة کوئٹه ص ۱۲۹ ج۲ کتاب البیع.

کتاب کا مسودہ جس قیمت پر چاہے مصنف فروخت کرے پھر چھپنے کے بعد جو شخص خریدے اس کو اختیار ہے جتنی قیمت پر چاہے فروخت کرے

سوال:۔ عمرو زید سے کہتا ہے کہ کتاب متنازع فیہ کا حق طباعت مجھ کو دیا جائے، اس لئے کہ یہ کتاب میری وجہ سے چھپی ہے، اگر میں رقم نہ لگاتا تو کتاب طبع نہیں ہوتی زید اس کا انکار کرتا ہے، اور کہتا ہے میں نے آپ کے ساتھ معاملہ صرف پہلی طباعت کیلئے کیا تھا، آئندہ کیلئے وعدہ نہیں تھا، یہ ذہن میں رہے کہ آئندہ کیلئے وعدہ کا ہونا عمرو کو مسلم ہے، لہٰذا میں آئندہ کیلئے آپ کو اپنی طباعت نہیں دے سکتا، آپ فیصلہ فرمائیں، کہ از روئے شرع کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اصل مسودہ کی قیمت جو بھی چاہے تجویز کر دے کیونکہ وہ اس کی ملک ہے[1] اور خریدار اسے جس قیمت پر معاملہ بنے خرید لے، لیکن کتاب طبع ہو کر جب بازار میں آگئی تو جو شخص بھی اس کا نسخہ خریدے وہ خرید کر اس کو طبع کر سکتا ہے، اصل مصنف کو یا کسی اور کو منع کرنے کا حق نہیں، حق طبع مال متقوم نہیں[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] فالبیع ماشرع الابطلب الربح والفضل فالفضل الذی یقابله العوض حلال. مبسوط للسرخسی، ج۱۲/ص۱۱۹/ (مطبوعه دارالفکربیروت)کتاب البیوع، لو باع کاغذةً بالف یجوز ولا یکره الخ فتح القدیر ص۲۱۲ ج۷ کتاب الکفالة، مطبوعه دار الفکر بیروت.

[2] وبطل بیع مال غیر متقوم الخ الدرالمختار علی الشامی زکریا ،ج۷/ص۲۴۱/ باب البیع الفاسد، مجمع الأنهر ص۸۷ج۳ باب البیع الفاسد، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، فتح القدیر ص۲۴۸ ج۶ کتاب البیوع، مطبوعه دار الفکر بیروت.

ہندو لاش کو جلانے کیلئے مسلمان کا لکڑی فروخت کرنا

سوال: ۔ ہندو کی میت جلوانے کے واسطے ایک مسلمان کا لکڑی وغیرہ دینا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کسی مسلم سے اگر ہندو لکڑی خرید لے اور مسلم کو معلوم ہے کہ یہ اس سے مردہ جلاوے گا، اس کے ہاتھ فروخت کرنا درست ہے۔[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند

کرایہ پر لی ہوئی زمین میں تعمیر بنا کر فروخت کرنا

سوال: ۔ زید نے ایک زمیندار سے زمین سالانہ کرایہ پر لے کر اس پر مکان تعمیر کیا جسکو ۳۰/ برس کا عرصہ گزرا، اب زمیندار بوجہ ضروریات اپنی زمین کو فروخت کرنا چاہتا ہے، علاوہ ملبہ کے لہٰذا اس کا ملبہ چھوڑتے ہوئے بیع جائز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مالک کو اپنی زمین فروخت کرنے کا حق حاصل ہے،[۲] پھر خریدار اس کرایہ دار سے کہے

۱؎ وعلم من هذا انه لايكره بيع مالم تقم المعصية به كبيع الجارية المغنية والكبش النطوح والحمامة الطيارة والعصر والخشب ممن يتخذ منه المعازف شامي زكريا ،ج۹/ص ۵۶۱/ مطبع كراچی،ج۶/ص ۳۹۱/ كتاب الحظر والاباحة ،فصل فی البيع)، البحر كوئٹه ص ۲۰۲ ج۸ كتاب الكراهية، فصل فی البيع، مجمع الأنهر ص۱۸۷ ج۴ كتاب الكراهية، فصل فی الكسب، دار الكتب العلمية بيروت.

۲؎ المالک هوالمتصرف فی الاعيان المملوكة كيف شاء الخ (بيضاوی شريف ، ج ۱/ص۷/ مطبع رشيد يه دهلی.تحت تفسير سورة الفاتحة، شرح المجلة ص۶۵۴ ج۱ رقم المادة ص ۱۱۹، اتحاد بكڈپو ديوبند.

کہ تم اپنا ملبہ یہاں سے ہٹا کر زمین خالی کردو یا میرے ہاتھ فروخت کردو، بہتر یہ ہے کہ زمین فروخت کرنے سے پہلے کرایہ دار سے مالک خود ہی معاملہ کرلے، اسکے بعد فروخت کرے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۳/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۳/۸۸ھ

ایک روپیہ پر کتنا نفع لینا درست ہے

سوال:۔ بیوپار میں ایک روپیہ پر زیادہ سے زیادہ کتنے منافع لینا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شریعت میں اس کے متعلق کوئی پابندی نہیں[2] مگر اتنا نفع لینا جو عرفاً زیادہ شمار ہوتا ہو اور خاص کر غریب حاجت مند سے خلاف مروت[3] اور مکروہ ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] وتصح اجارة ارض للبناء والغرس فان مضت المدة قلعها وسلمها فارغة الخ (الدر المختار على الشامى زكريا ، ج۹/ص ۴۰-۴۱/ كتاب الاجارة هدايه ، ج۳/ص۲۹۸/ مطبع تهانوى ديوبند، كتاب الاجارة)، البحر كوئٹه ص ۱۱ ج۸ كتاب الإجارة، باب ما يجوز من الإجارة وما لا يجوز الدر المنتقٰى على المجمع ص ۵۲۲ ج۴ كتاب الإجارة، دار الكتب العلمية بيروت.

[2] لوباع كاغذة بألف يجوز ولايكره فتح القدير ، ج۷/ص ۲۱۲/ (مطبوعه دارالفكر) كتاب الكفالة، عالمگيرى كوئٹه ص ۱۶۰ ج۳ الباب الرابع فى المرابحة، المبسوط للسرخسى ص ۹۱ ج۱۳ باب المرابحة دار الفكر.

[3] الرحمون يرحمهم الرحمٰن ارحموا من فى الأرض يرحمكم من فى السماء وفى رواية من لا يرحم لا يرحم مشكوٰة شريف ص ۴۲۱ باب الشفعة والرحمة، مطبوعه ديوبند.

پوسٹ کارڈ وغیرہ زیادہ قیمت لے کر بیچنا

سوال:۔ پوسٹ کارڈ یا لفافہ کے ٹکٹ ایک تاجر ڈاک خانہ سے خرید کر اپنی دوکان پر رکھتا ہے اور ضرورت مندوں کو ہر لفافہ کارڈ پر پانچ پیسہ نفع چڑھا کر لیتا ہے، آیا وہ نفع لینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کس علت سے وجہ اور علت ہی کے مقصد سے سوال مقصود ہے، کیونکہ ہم تو اس کو علی حالہ جائز ہی سمجھتے تھے، مگر بعض سے نقل عدم جواز کا کیا گیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کسی نے ٹکٹ یا کارڈ یا لفافہ خرید لیا تو وہ اس کا مالک ہو گیا، اس کو نفع کے ساتھ فروخت کرنے کا حق ہے[1]، مگر یہ دیکھ لیا جائے کہ یہ قانون کی خلاف ورزی تو نہیں، کبھی معلوم ہو جانے پر جرمانہ یا قید کی ذلت برداشت کرنی پڑے، اپنے آپ کو ذلت کے کام میں ملوث کرنا درست نہیں[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۲/۱۴۰۰ھ

شرعاً کم یا زیادہ قیمت پر بیچنے کا اختیار ہے

سوال:۔غریب لوگوں کی پریشانی دور کرنے کے لئے گورنمنٹ نے نظام بنایا ہے کہ نان پاؤ بسکٹ پر پندرہ فی صد نفع لو اس سے زائد لینا جرم ہے، مگر تاجر حضرات کو ٹھیکہ بھی

---

[1] المالک هوالمتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء (بیضاوی شریف ج ۱/ص ۷/ سورة الفاتحة)، شرح المجلة ص ۶۵۴ ج ۱ رقم المادة ۱۱۹۲، اتحاد بکڈپو دیوبند.

[2] لاینبغی للمؤمن ان یذل نفسه الحدیث ترمذی شریف ، ص ۵۰/ ج ۲ (مطبوعه رشید یه دهلی) کتاب الفتن.

ترجمہ:۔ کسی مومن کے لئے مناسب نہیں کہ اپنے آپ کو ذلیل کرے۔

اسی شرط کے ساتھ دیا گیا ہے، تو ان کا زیادہ قیمت پر لینا جائز ہے؟ شرط یا عدم شرط سے کوئی فرق ہوگا تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مالک کو اپنی مملوک شئی کم زیادہ قیمت پر فروخت کرنے کا اختیار ہوتا ہے[۱] لیکن حکومت کے قانون کے خلاف کرنا عزت اور مال وجان کو خطرہ میں ڈالنا ہے، کیونکہ یہ حکومت کی چوری ہے جس پر سزا ہوسکتی ہے، خلاف قانون کر کے جان عزت مال کو خطرہ میں ڈالنا قرین دانشمندی نہیں ہے، لہٰذا اس سے پورا پرہیز کیا جائے[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۳/۹۷ھ

نادار ضرورت مند سے تجارت میں زیادہ نفع لینا خلاف مروت ہے

سوال: ۔ میں دوکانداری کا کام کرتا ہوں اور نفع لے کر سودا فروخت کرتا ہوں بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ تم من مانی نفع لیتے ہو زیادہ نفع لینا حرام ہے، تو مجھے ایک روپیہ پر کتنا نفع لینا چاہئے یا بغیر نفع چیز کو فروخت کر دینا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تجارت کی ہی جاتی ہے نفع کے لئے نفع لینا جائز ہے[۳] لیکن نادار ضرورت مند سے

---

[۱] المالک هو المتصرف فی الأعیان المملوکة کیف شاء بیضاوی شریف ص۷ ج۱ سورة الفاتحة شرح المجلة ص۶۵۴ ج۱ رقم المادة ۱۱۹۲، اتحاد بکڈپو دیوبند، شامی زکریا ص۱۰ ج۷ کتاب البیوع، مطلب فی تعریف المال والملک والمتقوم.

[۲] لاینبغی للمؤمن ان یذل نفسه الحدیث ترمذی شریف، ج۲/ص۵۰/ (مطبوعه رشیدیه دهلی، کتاب الفتن. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

زیادہ نفع لینا خلاف مروت ہے۔[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱۰/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۱۶/۱۰/۸۸ھ

تجارت میں نفع کی حد

سوال:۔ مال تجارت پر منافع لینے کی کوئی تعداد اگر ہو تو ضرور تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شرعاً کوئی تعداد مقرر نہیں[۲] مگر زیادہ نفع لینا مروت کے خلاف ہے۔[۳]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ ۹/۱۰/۹۰ھ

زیادہ بھاؤ پر خریدنا

سوال:۔ (۱) گیارہ آدمی ساڑھے اکتالیس من دھان خرید کر لے جارہے ہیں

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) [۳] فالبیع ماشرع الالطلب الربح والفضل فالفضل الذی یقابله العوض حلال مبسوط. ج ۱۱/ ص ۱۱۹/ (مطبوعه دارالفکر بیروت) کتاب البیوع.

(صفحہ ہٰذا) [۱] الرحمون یرحمهم الرحمٰن ارحموا من فی الأرض یرحمکم من فی السماء وفی روایة من لا یرحم لا یرحم مشکوٰۃ شریف ص ۴۲۱ باب الشفعة والرحمة، مطبوعه دیوبند.

[۲] المرابحة بیع بمثل الثمن الاول وزیادة ربح وان باعه بربح "ده یازده" لایجوز الا اذا علم الثمن فی المجلس فیجوز وله الخیار فاذا اختارالعقد یلزمه احدعشراستحسانا . عالمگیری ،ج۳/ص۱۶۰/الباب الرابع عشرفی المرابحة وکذا فی مجمع الانهر ، ج۳/ص۱۰۷/ مطبوعه الباز مکه، المبسوط للسرخسی ص۱۹ ج۱۳ باب المرابحة، دار الفکر بیروت.

جسکی قیمت گیارہ سو بارہ سو روپے ہوگی، جب وہ گیارہ آدمی ہمارے گاؤں پہنچے تو گاؤں کے کچھ لوگوں نے انکے تمام دھان بیل کی پیٹھ سے اتار لیا اور کہا کہ بتاؤ تم لوگوں نے تیس روپے من دھان کیوں خریدا، حالانکہ بازا کا بھاؤ اٹھائیس روپے تھا، تم لوگوں نے دو روپیہ زیادہ کر دیا، آج چھوڑینگے نہیں، تمام لوٹ لینگے، سارا دن ان گیارہ آدمی کے اوپر ظلم کیا، کیا اس طرح پر شریعت نے جائز رکھا ہے، کہ دوسرے مسلمان بھائی کو اس طرح پریشان کیا جائے؟

(۲) جب لوگوں نے گیارہ آدمیوں کے دھان روک لئے تو مذکورہ عالم صاحب زور سے کہنے لگے کہ ان کے تمام دھان روک لو، کیونکہ انہوں نے بھاؤ زیادہ کر دیا، کیا شرعاً کوئی ایسا قانون ہے کہ لوگوں کے مال کو غصب کرنے کے لئے حکم دیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) یہ بھی سخت ظلم کیا گیا، ظالم کو مرنے سے پہلے دنیا میں بھی ظلم کا وبال بھگتنا پڑتا ہے، اس پر لعنت بھی آئی ہے، "عن ابی بکر الصدیقؓ قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ملعون من ضار مومنا اومکر بہ اھ مشکوٰۃ شریف، ص ۴۲۸"[۱]

(۲) عالم کا منصب یہ تھا کہ مسئلہ صحیح بتا کر ظالموں کو ظلم سے باز رکھتے، مگر انہوں نے ظالموں کی تائید کی، یہ بہت بڑا ظلم ہے،[۲] انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

---

[۱] مشکوٰۃ شریف، ص ۴۲۸ مکتبہ یاسر ندیم، باب ماینھیٰ عنہ من التھاجر والتقاطع الخ الفصل الثانی.

ترجمہ:. حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ملعون ہے وہ شخص جو کسی مومن کو نقصان پہنچائے، یا اس کے ساتھ مکر کرے۔

[۲] لا تعاونوا علی ارتکاب المنھیات ولا علی الظلم الخ، تفسیر قرطبی ص ۱۹ ج ۳ تحت الآیۃ ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان، سورۃ المائدۃ، آیت ۲، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، احکام القرآن للقرطبی ص ۱۸ ج ۳، دار الفکر.

کم قیمت میں خرید کر زیادہ قیمت میں فروخت کرنا

سوال:۔ زید نے گڑ چالیس روپے ۳۶؍ من خریدا دو ماہ بعد گڑ کا بھاؤ چھتیس روپے فی من ہو گیا، ایک شخص عمر نے زید سے بطور قرض سو روپیہ مانگے زید نے اس کو سو روپیہ نقد تو نہ دیئے بلکہ وہی گڑ جو چالیس کے بھاؤ خریدا تھا، ۴۰؍ کے بھاؤ سے ہی دیدیا جب کہ اب بھاؤ موجودہ چھتیس روپے ہے کیا زید نے یہ ٹھیک کیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر عمر نے زید سے روپیہ قرض مانگا اور زید نے روپیہ نہیں دیا بلکہ گڑ چالیس روپے من دیا، یعنی فروخت کر دیا اور عمر نے اس کو لے لیا یعنی خرید لیا تو شرعاً یہ بیع درست ہوگئی[۱] عمر کے ذمہ چالیس روپیہ من کے حساب سے خریدے ہوئے گڑ کی قیمت لازم ہوگی اگر چہ اس گڑ کی قیمت چھتیس روپے من بازار میں ہے اور زید نے چالیس روپیہ من خریدا تھا۔

(۲) نقد اُدھار کی قیمت میں فرق ہوتا ہی ہے، اور یہ شرعاً درست ہے[۲] لیکن جو غریب اپنی ضرورت سے کوئی چیز خریدتا ہے اور قیمت اسکے پاس موجود نہیں تو وہ مستحق شفقت ہے مستحق رحم وکرم ہے، اس سے اتنی زیادہ قیمت لینا جس سے اس کو خسارہ ہو یہ بات خلاف مروت ہے[۳] لیکن مجلس عقد میں بھی یہ طے ہو جائے کہ یہ معاملہ ادھار ہے اگر یہ بات طے نہیں

---

[۱] البيع شرعاً مبادلة شئى مرغوب فيه بمثله علىٰ وجه مخصوص وحكمه ثبوت الملك فى البد لين لكل منهما فى بدل الخ درمختار مع الشامى ،ج۷/ص ۱۱ /مطبوعه زكريا ديوبند اول كتاب البيوع، مجمع الأنهر ص۴ ج۳ كتاب البيوع، دار الكتب العلمية بيروت، بدائع الصنائع ص۳۱۸ ج۴ كتاب البيوع، مكتبه زكريا ديوبند.

[۲] الا يرى انه يزاد فى الثمن لاجل الاجل الخ هدايه ،ج۳/ص ۷۴/(مطبوعه تهانوى ديوبند) باب المرابحة والتولية، فتح القدير ص۲۶۲ ج۶ كتاب البيوع، دار الفكر بيروت، مجمع الأنهر ص۱۳ ج۳ كتاب البيوع، دار الكتب العلمية بيروت. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ہوئی بلکہ بات گول مول رہی کہ نقد ہے تو یہ قیمت ہے ادھار ہے تو یہ قیمت ہے اس طرح معاملہ کرنا درست نہیں ہے بلکہ ناجائز ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۵/۸۹ھ

ایک روپیہ میں ڈیڑھ روپیہ کا سامان دینا

سوال:۔ اگر کوئی بائع کسی کو رعایۃً ایک روپیہ میں ۸/ کا مال دیدے تو مشتری آٹھ آنہ اگر اس بہانہ سے کہ مجھ پر قرض ہے، بائع کو دیدے جبکہ بائع کسی دوسری تدبیر سے لینے کو تیار نہ ہو تو یہ فریب جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب بائع قصداً رعایت کرکے ایک روپیہ میں ڈیڑھ روپیہ کا مال دے رہا ہے تو یہ آٹھ آنہ اسکے قرض نہیں ان کو قرض کہنا غلط ہے، اور خلاف واقعہ ہے[2] اگر رعایۃً کا بدل کرنا ہی ہے

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) [3] الراحمون یرحمهم الرحمن ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء، مشکوٰۃ شریف، ص ۴۲۳/ باب الشفقة والرحمة علی الخلق، مطبوعه دیوبند،

(صفحہ ہٰذا) [1] وکذا اذا قال بعتک هذا العبد بالف درهم الیٰ سنة وخمسمائة الیٰ سنتین لان الثمن مجهول فاذا علم ورضی به جاز البیع الخ بدائع ، ج۴/ص۳۵۸/(مطبوعه زکریا دیوبند کتاب البیوع، قبیل فی جهالة الثمن، المبسوط للسرخسی ص۸ ج۱۳ باب البیوع الفاسدة، مطبوعه دار الفکر، بذل المجهود ص۲۷۸ ج۴ باب من باع بیعتین فی بیعة، مکتبه یحیوی سهارنپور.

[2] صح الزیادة فی المبیع أو لزم البائع دفعها إن قبل المشتری ذالک لأنه تصرف فی حقه وملکه ویلتحق بالعقد فیصیر حصته من الثمن مجمع الأنهر ص۱۱۶ ج۳ کتاب البیوع، فصل، دار الکتب العلمیة بیروت، شرح المجلة ص۱۳۴ ج۱ رقم المادة ۲۵۸، اتحاد بکڈپو دیوبند، المحیط البرهانی ص۵۰۶ ج۹ کتاب البیوع، الفصل الحادی عشر الحط والزیادة فی الثمن.

تو ہدیۃً کچھ اس کو دیدے[۱] جس سے اس کا ذہن بھی منتقل نہ ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۶/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۶/۸۷ھ

بیش قیمت چیز کم قیمت پر خریدنا

سوال:۔ ایک فرضی مسئلہ دریافت ہے تاکہ اس کے ذریعہ اس کی مثال کا جواب مستنبط ہوجائے جو وقتاً فوقتاً پیش آتی رہتی ہیں، وہ یہ کہ مثلاً ایک شخص زید عمرو کے پاس ایک قیمتی چیز (جسکی قیمت تقریباً سودوسو تک ہوگی) لایا اور کہا کہ یہ میری چیز ہے میں کسی ضرورت کے بناء پر اس کو فروخت کرنا چاہتا ہوں، تم خریدلو عمرو نے انکار کیا کہ میرے پاس اتنی رقم ہے میں نہ لونگا، اس پر زید نے کہا کہ جو کچھ تم اس کی قیمت دیدو میں اسے فروخت کردونگا، عمر نے کہا میں پانچ روپیہ میں لے سکتا ہوں زید نے فروخت کردیا، اور چلا گیا اس کے چلے جانے کے بعد عمرو کو شبہ ہوا کہ مال کہیں چوری کا نہ ہو لیکن اب معاملہ کو رد کرنے کی صورت نہیں ہے زید پتہ نہیں کہاں کا ہے، اور کہاں گیا اب سوال یہ ہے کہ یہ مشتریٰ عمرو کے لئے حلال اور درست ہے یا نہیں اگر درست نہیں تو اب عمرو کیا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ظن غالب یہ ہے کہ یہ قیمتی چیز چوری کی ہے جو اس قدر ارزاں فروخت کرتا ہے، تو اس کا خریدنا جائز نہیں۔ فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۰۹/ ج ۲[۲] میں اس کی تصریح ہے، اگر خرید لی

---

[۱] قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم تصافحوا یذ ھب الغل وتھادوا تحابوا وتذھب الشحناء (مؤطا امام مالک ۳۶۵/ (مطبع اعزازیہ دیوبند) ماجاء فی المھاجرۃ.

ترجمہ:۔ حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آپس میں ایک دوسرے سے مصافحہ کیا کرو، کینہ جاتا رہے گا، ہدیہ دیا کرو تو آپس میں محبت ہوگی اور بخل جاتا رہیگا۔ (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

اوروالپسی دشوار ہے اور مالک کا پتہ نہیں، تو صدقہ کردے،[۱] اگر ظن غالب یہ نہ ہوتو اسکا خریدنا شرعاً درست ہے، "الایریٰ ان اسواق المسلمین لاتخلوعن المحرم والمسروق والمغصوب ومع ذٰلک یحل التناول اعتماداً علی الغالب وھذا لان القلیل لایمکن الاحتراز عنه ولایستطاع الا متناع فسقط اعتباره دفعاً للحرج .مجمع الانھر، ص ۳۴۷/ج ۲/" [۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/صفر المظفر ۱۷ھ

سود سے بچنے کے لئے بیع کی اصل قیمت پر زیادتی کا معاملہ کرنا

سوال:۔ ہمارے یہاں بازار کا عرف یہ ہے کہ ہر آڑت دار کے بارے میں مزدور اور کاریگر بھی بائع یہ جانتا ہے کہ قیمت اسکو نقد نہیں ملے گی، نیز ہر آڑت دار کا طریق جدا جدا ہے کوئی پندرہ، بیس دن کے بعد قیمت بصورت نقد چکا دیتا ہے، کوئی کچھ نقد دیتا ہے اور کچھ کے بدلے سوت دیتا ہے، کوئی کل کا سوت دیتا ہے، یہ تمام تفصیلات قریب قریب فی الجملہ تمام کاریگروں کو ہر آڑت دار کے بارے میں معلوم رہتی ہیں، مزدور چاہے طوعاً چاہے کرہاً

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) [۲] فتاویٰ رشید یہ ملاحظہ ہو، ص ۱۰۲/ج ۲/ مطبع رحیمیہ دھلی کتاب الحظر والاباحۃ)

(صفحہ ہٰذا) [۱] ویردونها علی اربابها إن عرفوهم، وإلا تصدقوا بها، لأن سبیل الکسب الخبیث التصدق إذا تعذر الرد علی صاحبه شامی کراچی ص ۳۸۵ ج ۶ کتاب الحظر والإباحة فصل فی البیع، الهندیة ص ۳۴۹ ج ۵ کتاب الکراهیة الباب الخامس عشر فی الکسب، البحر کوئٹه ص ۲۰۱ ج ۸ کتاب الکراهیة، فصل فی البیع.

[۲] مجمع الانھر، ص ۵۷۴/ج ۴/ مطبع دارالکتب العلمیه بیروت) مسائل شتی، عالمگیری زکریا ۳۶۴/ج ۵/ کتاب الکراهیة، الباب الخامس والعشرون فی البیع الخ)

مگر معاملہ اسی طریقہ سے رکھتے ہیں اور لین دین جاری رہتا ہے، لیکن جو لوگ نقد کے بجائے سوت دیتے ہیں، وہ کچھ اپنے من گھڑت اصول کے مطابق سوت کو اصل بازار سے دو تین روپیہ بڑھا کر دیتے ہیں، یعنی اگر بازار میں سوت کا بھاؤ ۵۵/روپیہ ہے تو وہ ۵۶/ یا ۵۷/ میں دیتے ہیں، دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ رقم جو سوت پر بڑھا کر لی گئی ہے، وہ کیسی ہے جب کہ کاریگر جانتے ہیں کہ اس آڑت دار کے یہاں اسی طرح کا سلوک کیا جائے گا۔ بطور وضاحت مکرر عرض ہے کہ بازار میں یہ طرز معاملے کا جز بن گیا ہے، اور لوگ اسی طرح طوعاً وکرہاً معاملہ کرتے ہیں، مذکورہ تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ معروف ومروج طریق پر سوت پر ایک دو روپیہ زائد لینے والی رقم کا کیا حکم ہے، آیا وہ حلال ہے مکروہ ہے حرام ہے؟

دوسری بات یہ دریافت طلب ہے کہ دو آدمیوں نے اسی طرح کی آڑت کا شرکت میں کاروبار شروع کیا کچھ دنوں کے بعد ایک نے خلاف مروت سمجھ کر اس طریق عمل کی مخالفت شروع کی، مگر دوسرا اپنے طریقے پر بدستور کاربند رہا، پہلا اس پوزیشن میں نہیں کہ وہ یکایک شرکت سے جدا ہو جائے، اس لئے کہ ایسا بغیر نقصان عظیم کے ممکن بھی نہیں آخر اسی طرح کاروبار چلتا رہا، لیکن کچھ دنوں کے بعد جدائیگی تک نوبت پہنچی، تقسیم کے بعد یہ معلوم ہوا کہ جتنی رقم خلاف مروت طریق پر لی گئی تھی قریب قریب اتنی ہی ڈوب بھی گئی گویا قدرتی نظام نے ٹوٹل برابر کر دیا، لیکن کھاتہ اعلان کرتا رہا ہے کہ ڈھائی ہزار سوت پر فائدہ ہوا چنانچہ اسی حساب سے وہ رقم ہر ایک کو ملی بھی اب یہ بتائیے یہ رقم فی نفسہٖ کیسی ہے اور شخص اول کے اعذار کو سامنے رکھ کر اس کے حق میں کیسی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اصل قیمت ''نقد'' لازم مگر بجائے اس نقد کے سوت دیتا ہے اور سوت بازاری نرخ سے کچھ فرق کے ساتھ دیتا ہے، تو اس کا معاملہ اس فرق کے ساتھ طے کر لینا بھی درست ہے

ناجائز نہیں [۱] بصورت شرکت اس قسم کی رقم ملے تو وہ بھی ناجائز نہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱/۹۱ھ

جواب صحیح ہے اور توضیح یہ ہے کہ کپڑے کی نقد قیمت طے و متعین ہوکر بائع کو بھی معلوم ہوچکی ہو۔

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱/۹۱ھ

ایک شہر سے دوسرے شہر میں مال تجارت منتقل کرنا

سوال:۔ایسی تجارت کے تعلق سے کہ گورنمنٹ ضلع بندی کرتی ہے اور اپنی جگہ سے دوسری جگہ کو مال یعنی غلہ وغیرہ لیجانے کو مجرم قرار دیتی ہے،اسکے باوجود تاجر لوگ غیر قانونی حرکت کرکے نگراں کاروں کو رشوت دیکر ایک جگہ سے دوسری جگہ میں غلہ وغیرہ منتقل کرکے تجارت کرتے ہیں تو ایسی تجارت شرعاً جائز ہے یا نہیں اگر ناجائز ہے تو جائز ہونے کی کیا صورت ہے کیا ایسا تاجر عنداللہ مجرم قرار دیا جائے گا یا نہیں اور جو ایسی تجارت سے نفع حاصل کیا جاتا ہے ثواب حاصل کرنے کی نیت سے کار خیر میں خرچ کیا جاسکتا ہے یا نہیں اس میں سے زکوٰۃ صدقۂ فطر قربانی وغیرہ کئے جاسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو شخص جو مال موافق شرع خرید کر مالک ہوجائے اس کو اس کے ہر جگہ فروخت کرنے

---

[۱] والتصرف فی الثمن قبل القبض جائز الخ .هدایه ،ج۳/ص۷۵/کتاب البیوع ، باب المرابحة التولیة (مطبوعه یاسرندیم دیوبند) وجاز التصرف فی الثمن قبل قبضه الیٰ ما قال فلو باع إبلاً بدراهم او بکر بر جاز اخذ بدلها شیئاً آخر الخ در مختار علی الشامی زکریا ص۳۷۷-۳۷۵ج۷ کتاب البیوع باب المرابحة والتولیة، مطلب فی بیان الثمن والمبیع الخ البحر الرائق ص۱۱۹ ج۶ کتاب البیوع باب المرابحة والتولیة فصل فی بیان التصرف فی المبیع الخ مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

کا پورا حق حاصل ہے[۱] اس فروخت کرنے سے جو روپیہ ملے وہ اس کا مالک ہو جائیگا[۲] حسب ضابطہ اس پر زکوۃ بھی واجب ہوگی[۳] قربانی بھی واجب ہوگی، ایسے مال کو کار خیر میں صرف کرنا بھی درست ہوگا، مگر اس کا لحاظ بھی ضروری ہے کہ قانونی خلاف ورزی کر کے اپنے مال اور عزت کو خطرہ میں ڈالنا ہرگز دانشمندی نہیں[۴] اور رشوت دینا تو قانونی جرم ہے، اور شرعی جرم بھی ہے۔[۵] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] والمالک هوالمتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء من الملک (بیضاوی شریف ص۷/ ج۱/ طبع رشیدیه دهلی، تحت تفسیر سورة الفاتحة، طبع رشیدیه دهلی، شرح المجلة ص۶۵۴ ج۱، رقم المادة ۱۱۹۲ اتحاد بکڈپو دیوبند، شامی زکریا ص۱۰ ج۷ کتاب البیوع، مطلب فی تعریف المال والملک والمتقوم.

[۲] وأما حکمه فثبوت الملک فی المبیع للمشتری وفی الثمن للبائع، هندیه کوئٹه ص۳ ج۳، اول کتاب البیوع، بحر کوئٹه ص۲۶۱ ج۵ اول کتاب البیوع، عنایه مع الفتح ص۲۴۷ ج۶ اول کتاب البیوع، دار الفکر بیروت.

[۳] وسببها أی سبب افتراضها ملک نصاب حولی تام فارغ عن دین له مطالب من جهة العباد وفارغ عن حاجته الاصلیة، در مختار مع الشامی زکریا ص۱۷۴ ج۳، النهر الفائق ص۴۱۳ ج۱ کتاب الزکاة، دار الکتب العلمیة بیروت، مجمع الأنهر ص۲۸۵ ج۱ کتاب الزکاة، طبع بیروت.

[۴] لا ینبغی للمؤمن أن یذل نفسه، ترمذی شریف ص۵۰ ج۲ ابواب الفتن، طبع رشیدیه دهلی.

[۵] لعن رسول الله صلی الله علیه وسلم الراشی والمرتشی .ترمذی شریف ، ج۱/ص۱۵۹/(مطبع رشیدیه دهلی)ابواب الاحکام ،باب ماجاء فی هدایا الامراء، شامی کراچی ص۳۶۲ ج۵ کتاب القضاء مطلب فی الکلام علی الرشوة والهدیة، النهر الفائق ص۶۰۸ ج۳ کتاب القضاء، دار الکتب العلمیة بیروت.

ترجمه:. رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت لینے والے اور رشوت دینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔

بیع میں رنگا

سوال:۔ اگر کوئی شخص ایک سودا خریدے، اور خریدار بیچنے والے سے علاوہ خرید شدہ چیز کے اور کوئی چیز مانگے جس کو رنگا کہتے ہیں اور بیچنے والا خوشی سے دے بھی دے، تو کیا وہ رنگا مانگنا اور لینا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ رنگا جزو بیع ہے لہٰذا اگر اس شئی کے واپس کرنے کی نوبت آئے تو رنگا بھی واپس کرنا ہوگا، ایسی صورت میں رنگے کا رواج ترک کر دینا چاہئے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/۲/۶۸ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/۲/۶۸ھ

بھیک کے مال کی فروختگی

سوال:۔ جو لوگ سوال کرتے ہیں، یعنی بھیک مانگتے ہیں اور اس غلہ کو دوکانوں پر فروخت کرتے ہیں، تو وہ غلہ دوکاندار کو خریدنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کسی نے بھیک مانگ کر جو غلہ جمع کیا ہے، وہ اس کا مالک ہوگیا، جب دوکان پر لے جا کر فروخت کرتا ہے تو دوکاندار کو اس کا خریدنا درست ہے[2]

---

[1] یجوز للمشتری ان یزیدفی الثمن ویجوز للبائع ان یحط من الثمن وان یزید فی المبیع ویلتحق بأصل العقد الخ (تبیین الحقائق مطبع امدایه ملتان پاکستان ،ج۴/ص ۸۳/ کتاب البیوع، فصل قال صح بیع العقار الخ)

[2] الغنی اذا اکل مماتصدق به علی الفقیر ان اباح له الفقیر (بقیہ اگلے صفحہ پر)

تنبیہ:۔جس کے پاس ایک دن کا کھانا موجود ہو اس کو بھیک مانگنا جائز نہیں، اس لئے اس پیشہ کو ترک کرنا ضروری ہے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تانبے پیتل وغیرہ کی بیع ادھار

سوال:۔تانبہ، پیتل، لوہے کا کاروبار ادھار خرید کر فروخت کرنا درست ہے یا نہیں؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ففی حل التناول اختلاف بين المشائخ وان ملكه الفقير الغنى لاباس به (الهندية ،ص ۳۴۰/ ج۵/ الباب الحادى عشرفى الكراهة فى الأكل ومايتصل به)

يكره ان ياكل الرجل من مال الفقير يعنى من مالٍ أخذه من الصدقة لاذاملكها بجهة اخرى عالمگيرى ،ص ۳۴۳/ج۵/ باب فى الهدايا والضيافات، اما شرائط المعقود عليه ...... وأن يكون ملک البائع فيما يبيعه لنفسه، بحر كوئٹه ص۲۵۹ ج۵ كتاب البيوع، شامى كراچى ص۵۰۵ ج۴ كتاب البيوع، مطلب شرائط البيع انواع اربعة، فتح القدير ص۲۴۸ ج۶ كتاب البيوع، دار الفكر بيروت.

(صفحہ ہذا) [۱] عن سهل بن الحنظلية قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من سأل وعنده مايغنيه فانما يستكثر من النار .قال النفيلى وهواحد رواته فى موضع آخر ومالغنى الذى لاينبغى معه المسئلة قال قدرما يغذيه ويعشيه وقال فى موضع آخر ان يكون له شبع يوم اوليلة ويوم رواه ابوداؤد كذافى المشكاة ،ج ۱/ص ۱۶۳/كتاب الزكوة، باب من لاتحل لهٗ المسئلة، دار الكتاب ديوبند، ابوداؤد شريف ص ۲۳۰ ج ۱ كتاب الزكاة، باب من يعطى من الصدقة وحد الغنى طبع سعد بكڈپو ديوبند.

ترجمہ:۔سہل بن حنظلیہؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص نے سوال کیا اور اس کے پاس اس قدر مال ہے کہ اس کو غنی کردے، تو پھر وہ گویا مانگتا ہے، بہت سی آگ نفیلی جو اس حدیث کے راوی ہیں، ایک دوسرے موقع پر کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ غنی کی کیا حد ہے اس کے بعد سوال کرنا جائز نہیں کہ آپؐ نے فرمایا جو اس کے لیے صبح وشام کی غذا کا کام دے سکے اور ایک جگہ اور کہا ہے کہ ایک دن اور رات کے پیٹ بھرنے کے لئے کافی ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

درست ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۵/۵/۱۴۰۰ھ

تالاب کے پانی کی بیع

سوال:۔ یہاں تقریباً ہر ایک کے پاس تالاب ہوتے ہیں، اوران تالابوں کے قرب وجوار میں زمین بھی ہوتی ہے، ان زمینوں میں کھیتی باڑی کرنے کے لئے پانی کی ضرورت پڑتی ہے زمین والا تالاب کا پانی پورا جو کہ تالاب میں موجود ہے، تالاب والے سے خرید لیتے ہیں، تو یہ جائز ہے یا کہ نہیں، بیع مجہول تو نہیں ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر گڈھا کھود کر تالاب بنایا گیا اور پانی کو اس میں محفوظ رکھا گیا اس کی حفاظت اورنگرانی کی گئی تو جس قدر پانی تالاب میں سامنے موجود ہے، اس کی بیع درست ہے[2] اگر چہ

---

[1] واذا عدم الوصفان الجنس والمعنیٰ المضموم اليه حل التفاضل والنسأ لعدم العلة المحرمة والاصل فيه الاباحة الخ، هدايه ص ۶۷/ج۳/ (مطبوعه تهانوی ديوبند) باب الربوا، النهر الفائق ص ۴۷۲ج۳ باب الربوا، دار الكتب العلمية بيروت، بحر كوئٹه ص ۱۲۹ ج۲ باب الربوا.

[2] وكذا لک ماء المطر يملک بالحيازة واما بيع ماجمعه الانسان فی حوضه ذكر شيخ الاسلام المعروف بخواهر زاده فی شرح كتاب الشرب ان الحوض اذكان مجصصاً اوكان الحوض من نجاس او صفرجاز البيع علیٰ كل حال وكانه جعل صاحب الحوض محرز الماء بجعله فی حوضه الخ عالمگيری ،ص ۱۲۱/ ج۳/ (مكتبه كوئٹه)كتاب البيوع ،الفصل السابع فی بيع الماء تحت الباب التاسع، محيط برهانی ص ۳۴۹ج۹ كتاب البيوع، الفصل السادس فيما يجوز بيعه وما لا يجوز نوع آخر فی بيع الماء والجمد، طبع مجلس علمی گجرات.

اس کی مقدار معلوم نہ ہو مشارٌ الیہ جب سامنے ہو تو اس کی مقدار معلوم ہونا ضروری نہیں ہے[۱]، جب کہ اس کی کل کی بیع بصفقۃ واحدۃ کی جائے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جو تاجر زکوٰۃ نہ دیتا ہو اس سے مکان خریدنا

سوال:۔ان اطراف میں مسلمان تاجر اکثر زکوٰۃ نہیں دیتے اور ان کے معاملات صاف نہیں رہتے، ایسے تاجر سے کھانے پینے کی چیزیں اور کپڑے وغیرہ خریدنا بہتر ہے، یا ہندو سے خریدنا بہتر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مسلمان سے خریدنا بہتر ہے[۲] جب تک متعین طور پر یہ معلوم نہ ہو کہ یہ حرام شے فروخت کر رہا ہے[۳] فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] والا عواض المشار الیها لایحتاج الیٰ معرفة مقدار ها فی جواز البیع الخ هدایه، ص ۲۰/ج۳/ (مکتبه یاسرندیم دیوبند)اول کتاب البیوع، شامی کراچی ص ۵۳۰ ج۴ کتاب البیوع، مطلب ما یبطل الایجاب سبعة بحر کوئٹه ص ۲۷٦ ج۵ اول کتاب البیوع.

[۲] أن لا یشتری المسلم الدقیق من طواحین أهل الکتاب ولا یطحن عندهم لوجوه احدها ما تقدم من أنه یعین أهل الکفر بذلک، الثانی أنه یترک اعانة اخوانه المسلمین الخ المدخل لابن امیر الحاج ص ۱٦۴ ج۴ باب النهی عن معاملة الکفار، مطبوعه مصر، بدائع الصنائع زکریا ص ۱۰۵ ج٦ کتاب السیر.

[۳] فکل عین قائمة یغلب علی ظنه انهم أخذوها من الغیر بالظلم وباعوها فی السوق فانه لاینبغی أن یشتری ذلک وإن تداولتها الایدی الی قوله (بقیہ اگلے صفحہ پر)

گورنمنٹ کی زمین کا نیلام خریدنا

سوال: ۔ایک زمین ہے، جس کی مالک گورنمنٹ ہے، اب اگراس زمین کی بولی بغیر گورنمنٹ کی اجازت کے بولی جائے، تواس کو لینا درست ہوگا یانہیں؟ اور جتنے میں نیلام ہو وہ روپیہ مسجد یا مدرسہ میں دے سکتے ہیں یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب زمیندار کی ملک ختم کر کے گورنمنٹ مالک ہوگئی[1] تو اس کی اجازت سے اس کا نیلام درست ہوگا، پس اگر پردھان کو اجازت تھی، اوراس نے نیلام کیا تو خریدنے والے کو خریدنا درست ہے[2] اوراس کی قیمت کا روپیہ اگر بہ نیت ثواب مسجد کے لئے دیا جائے تو اس کا مسجد میں خرچ کرنا بھی درست ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۷/۶/۲۵ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۸۷/۶/۲۵ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) قال بعض مشائخنا علیک بترک الحرام المحض فی هذاالزمان، فانک لا تجد شیئاً لا شبهة فیه، (عالمگیری زکریا دیوبند ، ج۵/ص۳۶۴/کتاب الکراهیة، الباب الخامس والعشرون فی البیع والاستیام الخ)، طحطاوی علی الدر المختار ص۱۹۲ ج۴ کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع مطبوعه دار المعرفة بیروت.

(صفحہ ہذا) [1] واذا غلب الترک علیٰ الروم فسبوهم واخذوااموالهم ملکوها لان الاستیلاء قد تحقق الخ هدایه،ج۲/ص۵۸۰/ کتاب السیر، باب استیلاء الکفار، مطبوعه دار الکتاب دیوبند، النهر الفائق ص۲۲۳ ج۳ کتاب الجهاد، باب استیلاء الکفار، طبع بیروت، الدر مع الشامی کراچی ص۱۵۹، ۱۶۰ ج۴ اول باب استیلاء الکفار.

[2] لا یجوز التصرف فی مال غیره بلا إذنه ولا ولایته، الدر مع الشامی کراچی ص۲۰۰، ج۶ کتاب الغصب، مطلب لا یجوز التصرف بمال الغیر بدون إذن صریح، الاشباه والنظائر ص۱۵۷ کتاب الغصب، طبع دار الاشاعة دهلی، قواعد الفقه ص۱۱۰ قاعده ۲۷۰، طبع دار الکتاب دیوبند.

غیر مسلم کا ذبیحہ شرعی کو فروخت کرنا

سوال:۔ مذبح سے اگر کوئی غیر مسلم گوشت خرید کر یا مذبوحہ جانور خرید کر اپنی دوکان پر لاکر فروخت کرے تو اس مسلمان کو اس غیر مسلم کی دوکان سے گوشت خریدنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کوئی غیر مسلم مذبح سے ذبیحہ خرید کر اپنی دوکان پر لاکر فروخت کرے اور اس کی اسی طرح نگرانی کی جائے کہ اس میں کسی دوسرے غیر مشروع گوشت کا احتمال وخطرہ نہ ہوسکے تو اس سے خریدنا درست ہے۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مردار کا چمڑا اُتارنا اور فروخت کرنا

سوال:۔ مردار جانور کا چمڑا پہلے چمار نکالتے تھے، مگر اب نہیں نکالتے، تو کیا خود چمڑا نکال کر کارآمد یا فروخت کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

گائے بھینس مردار کا چمڑا اسکے بدن سے چھڑانا شرعاً درست ہے، نیز اس کو دباغت

---

[1] ولا یقبل قول الکافر فی الدیانات الا اذاکان قبول قول الکافر، فی المعاملات یتضمن قبوله فی الدیانات فحینئذ تدخل الدیانات فی ضمن المعاملات فیقبل قوله فیها ضرورة من ارسل اجیراً له مجوسیاً اوخادمافاشتری لحما فقال اشتریته من یهودی اونصرانی اومسلم وسعه اکله الخ عالمگیری ،ج۵/ص ۳۰۸/ مطبوعه کوئٹه ،کتاب الکراهیة، الباب الاول، الدر مع الشامی کراچی ص۳۴۴ج۶ کتاب الحظر والاباحة، بحر کوئٹه ص۱۸۶ ج۸ کتاب الکراهیة، فصل فی الاکل والشرب.

دے کر خواہ پکا کر یا نمک وغیرہ کے ذریعہ اصلاح کر کے فروخت کرنا درست ہے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۹/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دیوبند ۲۰/۹/۸۷ھ

مردار کی کھال پر نمک لگا کر بیچنا

سوال:۔ مردہ مویشی کی کھال پر صرف نمک مل دینے سے بیچنا خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مردہ مویشی کی کھال پر نمک لگانے سے اگر وہ گلنے سڑنے سے محفوظ ہو جائے تو اس کا خریدنا اور بیچنا درست ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۳/۹۲ھ

---

[1] کل اهاب دبغ وهو يحتملها طهر درمع شامی کراچی، ص۲۰۴/ج۱/مطلب فی احکام الدباغة والصحيح انه يجوز بيع كل شئی ينتفع به. كذافی التتارخانية الهندية، ص۱۱۴/ج۳/ الفصل الرابع، وهذابناء على ان الجلود كلها تطهر بالذكاة اوبالدباغ الاجلد الانسان والخنزير. الهندية، ص۱۱۵/ج۳.

"وفی الدر ،وجلد ميته قبل الدبغ وبعده يباع وينتفع به (قوله وجلدميتة، قيدبها لانها لوكانت مذبوحة فباع لحمها اوجلد هاجاز لانه يطهر بالذكاة الاالخنزير. شامی کراچی، ص۷۳/ج۵ باب البيع الفاسد، مطلب فی التداوی بلبن البنت للرمد قولان، بحر کوئٹہ ص۸۱ج۶ باب البيع الفاسد، النهر الفائق ص۴۲۸ج۳ باب البيع الفاسد، طبع بيروت.

[2] لابيع جلود الميتة قبل الدباغ ويجوز بعده الخ ملتقى الابحر على مجمع الانهر، ص۸۵/ج۳/ (مكتبه دارالكتب العلمية بيروت) كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، بحر کوئٹہ ص۸۱ج۶ باب البيع الفاسد، النهر الفائق ص۴۲۸ج۳ باب البيع الفاسد، دار الكتب العلمية بيروت.

مردار کی کھال فروخت کرنا

سوال:۔ حلال مردار جانور جیسے گائے، بھینس، بکری، مینڈک، گوہ پانی کا سانپ یا گیدڑ وغیرہ کی کھال اتار کر بیچنا درست ہے، یانہیں؟ جواب اگر اثبات میں ہو تو اس کی کیا صورت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ جانور مرجائیں تو انکی کھال اتار کر دباغت دیکر فروخت کرنا درست ہے "کل اهاب دبغ فقد طهر کذافی کتب الفقه من الهداية[1] وغیرہ[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۵/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۴/۹۲ھ

اہاب کی خرید وفروخت

سوال:۔ مردار جانور یعنی شیر، چیتا وغیرہ کی گیلی کھال خرید کر پھر اس کو نمک وغیرہ لگا کر خشک کر کے فروخت کر سکتے ہیں یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مردار جانور کی تازہ کھال (بغیر دباغت دیئے) خریدنا جائزنہیں یہ بیع باطل ہے ہاں اس کی کھال کو نمک وغیرہ لگا کر ایسا بنالیا جائے کہ وہ گلنے سڑنے سے محفوظ ہو جائے، تو اس کو فروخت کرنا اور خریدنا سب جائز ہے سوائے خنزیر کے۔[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] الهدايه، ص ۲۴/ج ۱/ كتاب الطهارة، دار الكتاب ديوبند.

[2] شامی كراچی مع الدر، ص ۲۰۳/ج ۱/مطلب كتاب الطهارة فی احكام الدباغة، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

جلد میتۃ کی بیع

سوال:۔ میں بھینسوں کا بیوپار کرتا ہوں اور کئی پال بھینس مر بھی جاتی ہیں، تو ان مری ہوئی بھینسوں کے چمڑے کی قیمت لے سکتا ہوں یا نہیں؟ ایک مولوی صاحب نے بتلایا کہ چمڑے کی قیمت نہیں لینی چاہئے، اگر قیمت نہ لوں تو میرا کافی نقصان ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ان مولوی صاحب نے صحیح کہا ہے کہ مردار چمڑے کی خرید وفروخت جائز نہیں[۱]، البتہ اس کو اگر نمک وغیرہ لگا کر دباغت دے لیں تو گلنے سڑنے سے محفوظ ہوجائے، تو پھر اس کو فروخت کرنا قیمت وصول کرنا شرعاً درست ہوجائے گا۔ ہٰکذا فی درالمختار[۲]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۴/۸۹ھ

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) مجمع الأنهر ص ۱۵ ج ۱ كتاب الطهارة طبع دار الكتب العلمية بيروت.

[۳] و(بطل بيع) جلد ميتة قبل الذبح وبعده اى الذبح يباع الاجلد انسان وخنزير (درمختار مع الشامی كراچی ،ج۵/ص۷۳/ باب البيع الفاسد،مطلب فی التداوی بلبن البنت للرمد قولان)، بحر كوئٹه ص ۸۱ ج۶ باب الفاسد، النهر الفائق ص۴۲۸ ج۳ باب البيع الفاسد، طبع بيروت.

(صفحہ ہٰذا) [۱] (بطل بيع) جلدميتة قبل الدبغ وبعده يباع وينتفع به قوله وجلد ميتة قيدبها لانها لوكانت مذبوحة فباع لحمها اوجلدها جاز لانه يطهر بالذكاة الاالخنزير .شامی كراچی،ص ۷۳/ج۵/باب البيع الفاسد، بحر كوئٹه ص۸۱ج۶ باب البيع الفاسد، النهر الفائق ص۴۲۸ ج۳ باب البيع الفاسد، دار الكتب العلمية بيروت.

[۲] كل اهاب دبغ يحتملها طهر.درمع شامی كراچی، ص ۲۰۴/ج ۱ ، كتاب الطهارة مطلب فی احكام الدباغة، هدايه ص۲۴ ج ۱ كتاب الطهارة، طبع دار الكتاب ديوبند، مجمع الأنهر ص ۵۱ ج ۱ كتاب الطهارة.

سانپ کی کھال کی بیع

سوال:۔ ہمارے یہاں سانپ کے چمڑے کی تجارت ہوتی ہے، اسکی صورت یہ ہے کہ غیر مسلم قوم سانپ کو زندہ پکڑتی ہے اور سانپ کو بے ہوش کر کے اس کا چمڑا نکال لیتی ہے، اور مسلمان کچے چمڑے خرید تے ہیں اور دباغت کے بعد فروخت کرتے ہیں، تو یہ خرید وفروخت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سانپ کا کچا چمڑا دباغت سے قبل خریدنا بیچنا درست نہیں، دباغت کے بعد خریدا و بیچا جاوے، ''اذاکان احدالعوضین اوکلاهما محرمافالبیع فاسد کالبیع بالمیتة فنقول البیع بالمیتة والدم باطل، کذافی لهدایة[۱] ص۳۳/ج۳/والصحیح انه یجوز بیع کل شئی ینتفع به کذا فی التاتارخانیه وکذا فی الفتاویٰ الهندیة، ص ۱۱۶ ج۳''[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۷/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۱/۷/۸۸ھ

---

[۱] الهدایة ،ص ۴۹/ج۳/ باب البیع الفاسد، دار الکتاب دیوبند، الدر مع الشامی کراچی ص ۵۱ ج۵ باب البیع الفاسد، مطلب فی تعریف المال، النهر الفائق ص۴۱۶ ج۳ باب البیع الفاسد، دار الکتب العلمیة بیروت.

[۲] هندیه کوئٹه ص۱۱۴ ج۳ کتاب البیوع، الباب التاسع فیما یجوز بیعه وما لا یجوز، الفصل الرابع فی بیع الحیوانات، الدر مع الشامی کراچی ص۶۹ ج۵ باب البیع الفاسد، مطلب فی بیع دودة القرمز الدر المنتقی علی المجمع ص۸۴ ج۳ باب البیع الفاسد، طبع بیروت.

قربانی سے پہلے ہی کھال فروخت کر دینا

سوال:۔ یہاں پر مدرسہ اسلامیہ شیر کوٹ کے ممبران نے قربانی ہونے سے قبل ہی قربانی کے جانوروں کے چمڑوں کو بیچ ڈالا یہ بیع جائز ہے یا باطل، آیا قربانی کرنے والوں کی قربانی شرعاً جائز ہے یا باطل؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح چرم قربانی کی بیع ناجائز ہے[1] قربانی کرنے والوں کی قربانی شرعاً درست ہوگی، شرعی طور پر ذبح کرنے کے بعد جانور کی کھال بغیر دباغت کے ہی فروخت کرنا شرعاً درست ہے، لیکن اگر جانور مر جائے تو اسکی کھال بغیر دباغت کے فروخت کرنا درست نہیں[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۷/ ۸۵ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہ، ۱۲/۱۷/ ۸۵ھ

غبارے بیچنا

سوال:۔ ایسے ہی غبارے زید بیچتا ہے چونکہ غبارہ ایک ایسا کھیل ہے جو بے فائدہ

---

[1] ذکرصاحب الدرفی صورالبیع الفاسد ،وکذاکل مااتصاله خلقی کجلد حیوان ونوی تمروبن وبطیخ لمامر انه معدوم عرفا.درمع شامی کراچی،ص۶۳/ج۵/باب البیع الفاسد،مطلب استثناء الحمل فی العقود الخ، بحر کوئٹه ص۷۵ج۶ باب البیع الفاسد، النهر الفائق ص۴۲۱ج۳ باب البیع الفاسد، طبع بیروت.

[2] "وجلد میتة قبل الدبغ وبعده یباع وینتفع به وقوله جلد میتة) قیدبها لانها لوکانت مذبوحة فباع لحمها اوجلدها جاز لانه یطهربالذکاة الا الخنزیر خانیه،شامی کراچی، ص۷۳/ج۵/ باب البیع الفاسد، بحر کوئٹه ص۸۱ج۶ باب البیع الفاسد، النهر الفائق ص۴۲۸ج۳ باب البیع الفاسد، طبع بیروت.

نظر آتا ہے تو کیا غبارے کا بیچنا اسراف اور بیجا شرنہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اسم میں مضائقہ نہیں بچوں کے حق میں اتنی وسعت ہے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۱۷/۹۷ھ

---

[1] عن عائشة رضی اللّٰہ عنها قالت کنت العب بالبنات عندالنبی صلی اللّٰہ علیه وسلم وقال العینی وانهم اجازوابیع اللعب للبنات لتدربهم من صغر هن علی امربیوتهن واولادهن عمدة القاری ،ج۲۲/ص۱۷۰، کتاب الادب، باب الانبساط الی الناس، مطبوعه دار الفکر بیروت، یجوز بیع اللعبة وأن یلعب بها الصبیان الخ، در مختار علی الشامی زکریا ص۴۷۸ ج۷ کتاب البیوع باب المتفرقات،

باب دوم: بیع باطل وفاسد

خنزیر کی بیع

سوال:۔ ایک مسلم شخص کو جنگل میں ایک زخمی سور مل گیا ہے وہ اس کو سو روپیہ میں فروخت کرتا ہے، کیا مسلمان کے لئے یہ جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خنزیر نجس العین اور قطعی حرام ہے[1] اس کو فروخت کرنا بیع باطل ہے ہرگز جائز نہیں، جیسا کہ درمختار میں ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند

خنزیر کا پالنا، چرانا، بیچنا سب غلط ہے

سوال:۔ (۱) ایک مسلمان شخص نے کسی اخبار میں یا کسی تاریخ کی کتاب میں یہ شائع کر دیا کہ حضور ﷺ بکری اونٹ خنزیر پالتے تھے، اور چراتے تھے، (العیاذ باللہ) کیا اس بات کا کہیں کسی کتب تواریخ یا کتب فقہ وغیرہ میں ثبوت ملتا ہے، اگر نہیں ملتا ہے، تو اس بات پر مکمل تردید مع عبارت وحوالہ کتب وغیرہ ارسال فرمائیں؟

---

[1] وعند محمد کالخنزیر لأنه نجس العین، مجمع الانهر ص ۱۵ ج ۱ کتاب الطهارة، طبع بیروت، مراقی مع الطحطاوی مصری ص۲۳ کتا ب الطهارة، فصل فی بیان احکام السور، هدایه ص ۴۱ ج ۱ کتاب الطهارة، باب الماء الذی یجوز به الوضوء، دار الکتاب دیوبند.

[2] وبطل بیع مال غیر متقوم ای غیرمباح الانتفاع به ابن کمال فلیحفظ کخمر وخنزیر، (درمختارمع شامی کراچی، ص۵۵/۵/ باب البیع الفاسد)، مجمع الانهر ص۷۸ج۳ کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، دار الکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹه ۷۱ج۶ کتاب البیوع، باب البیع الفاسد

(۲) کیا اس نجس العین (خنزیر) کا پالنا کسی مسلمان کے لئے جائز ہے، یا اس کا خرید وفروخت کرنا یا اس خنزیر کو کرایہ پر چرانا کسی مسلمان کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ دونوں سوالوں کا جواب مفصل ومدلل تحریر فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) بکری کا چرانا تو حدیث شریف سے ثابت ہے، بخاری شریف[۱] میں موجود ہے، خنزیر کا چرانا خود اس سے دریافت کریں، جس نے لکھا ہے، وہی حوالہ دے، تو اس کی تردید کی جائے، بلاحوالہ بات کی تردید کے لئے تو اتنا ہی کافی ہے، کہ یہ غلط ہے بلا دلیل ہے، نہ خنزیر پالنا ثابت ہے نہ چرانا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان ہے۔

(۲) خنزیر کا پالنا اس کا چرانا اس کو خریدنا فروخت کرنا سب ناجائز ہے، یہ نجس العین ہے، اس سے انتفاع جائز نہیں، درمختار[۲]، بحر[۳]، فتح القدیر[۴]، زیلعی[۵]، وغیرہ کتب فقہ میں تصریح ہے کہ اس کی بیع باطل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۷/۹۲ھ

---

[۱] عن ابی هريرةؓ عن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم قال مابعث اللّٰه نبيا الا رعى الغنم، فقال اصحابه وانت فقال نعم كنت ارعاها على قراريط لاهل مكة (بخاری شریف، ج ۱/ص ۳۰۱/كتاب الاجارة، باب رعی الغنم علی قراريط، مطبوعه اشرفی بکڈپو ديوبند.

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ آپؐ نے فرمایا اللہ نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں، تو آپؐ کے اصحاب نے عرض کیا کہ آپؐ نے بھی؟ فرمایا ہاں میں بھی کچھ قیراطوں کے عوض مکہ والوں کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔

[۲] وبطل بيع مال غيرمتقوم أی غيرمباح الانتفاع به كخمر وخنزير (الدرالمختار على الرد ج۵/ص ۵۵/ باب البيع الفاسد، مطبوع کراچی.

[۳] البحرالرائق، ج۶/ص ۷۱/ باب البيع الفاسد ،مطبع کوئٹہ.

[۴] فتح القدير، ج۶/ص ۴۰۲/باب البيع الفاسد،مطبع مصری.

[۵] زيلعی، ج۴/ص ۴۴/ باب البيع الفاسد مطبع ملتان.

خنزیر وغیرہ کی تجارت مسلم کے حق میں

سوال:۔ افریقہ وغیرہ میں تجارت عام طور پر مسلمان کرتے ہیں، اس میں گوشت بندڈبوں میں بھی بیچتے ہیں، اوراس کوخریدنے والے سب غیرمسلم ہوتے ہیں، وہ گوشت عام طور پر ذبیحہ کانہیں ہوتا، بلکہ بعض مرتبہ خنزیر کا بھی ہوتا ہے،تو کیا مسلم تاجر کے لئے اس قسم کی خرید وفروخت شرعاً جائز ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

مردار کے گوشت کی خرید وفروخت مسلم کیلئے جائزنہیں یہ بیع باطل ہے[1]۔فقط واللہ اعلم

حررہ العبدمحمودغفرلہٗ دارالعلوم دیوبند۱۳/۹/۸۸ھ

الجواب صحیح نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند۱۵/۹/۸۸ھ

خنزیر کے بالوں کے برش کی بیع لکڑی کے تابع ہوکر

سوال:۔آج کل جوتاوغیرہ صاف کرنے کے جو برش آتے ہیں،ان میں بعض توایسے ہوتے ہیں جن میں خالص خنزیر کے بال ہوتے ہیں، چونکہ ان برشوں میں علاوہ ان بالوں کے لکڑی وغیرہ بھی ہوتی ہے،اس بناء پر بیع وشراء کی کسی درجہ میں کوئی گنجائش نکل سکتی ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

لکڑی وغیرہ جوکچھ ہوتی ہے اسکی خریداری اصالۃً مقصودنہیں ہوتی، وہ تابع ہوتی ہے، اسلئےلکڑی وغیرہ سےخنزیر کے بالوں کی بیع کی اجازت نہیں دیجائیگی[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمودغفرلہٗ دارالعلوم دیوبند۲/۲/۹۵ھ

---

[1] بطل بیع مال غیر متقوم أی غیر مباح الانتفاع به کخمر وخنزیر ومیتة الخ درمختار علی الشامی زکریا،ص ۲۴۱/ج۷/ کتاب البیوع، باب البیع الفاسد. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

سور کے دودھ کی بیع

سوال:۔امرتسر سے جو دودھ کشمیر میں برآمد ہوتا ہے اس میں غالب گمان ہے کہ اس کے ساتھ سور کا دودھ بھی شامل ہوتا ہے، کیونکہ وہاں کے لوگ سور کو پالتے ہیں، اوراس کا دودھ بھی استعمال کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ وہ دودھ فروخت بھی کرتے ہوں گے اور وہاں وہ دودھ کشمیر میں بھی آتا ہے، اس لئے آپ سے دریافت یہ کرنا ہے کہ ایسا دودھ استعمال کرنا جائز ہے یانہیں، اگر جائز ہے تو کس طرح ؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ تحقیق ہے کہ اس میں سور کا دودھ بھی ہوتا ہے تو اس کا خریدنا اوراستعمال کرنا حرام ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۵/۱۴۰۰ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [2] ولایجوز بیع شعر الخنزیر ویجوز الانتفاع به للخراز ین ولایجوز بیع شعور الانسان ولایجوز الانتفاع به. وهوالصحیح.كذافی الجامع الصغیر، عالمگیری، ج۳ص۱۱۵/۱۱۶، الباب التاسع فیما یجوز بیعه الفصل الخامس فی بیع المحرم والصید وفی بیع المحرمات، وفی البیوع الفاسدة من الدرالمختار وشعر الخنزیرلنجاسة عینه، فیبطل بیعه وان جاز الانتفاع به لضرورة الخرز، حتی لولم یوجد بلاثمن جاز الشراء للضرورة وكره البیع فلایطیب ثمنه. شامی كراچی، ج۵/ص۷۲/ باب البیع الفاسد، مطلب فی التداوی بلبن البنت الخ، شامی زكریا ص۲۶۴ ج۷ المصدر السابق، البحر الرائق كوئٹه ص۸۰ ج۶، باب البیع الفاسد.

(صفحہ ہٰذا) [1] واماالخنزیر فجمیع اجزائه نجسة الخ، عالمگیری كوئٹه ص۲۴/۱، كتاب الطهارة، الباب الثالث فی المیاه، الفصل الثانی فیمالایجوزبه التوضوء النهر الفائق ص۸۳/۱ كتاب الطهارة، مطلب فی طهارة الجلود ودباغتها، طبع دار الكتب العلمیة بیروت، مجمع الأنهر ص۵۱ ج۱ كتاب الطهارة، دار الكتب العلمیة بیروت وبطل بیع مال غیر متقوم (بقیہ اگلے صفحہ پر)

حرۃ کی بیع

سوال:۔ عورت کے وارث کو روپیہ دے کر نکاح کرنا یعنی عورت کی خرید کیسی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حرہ عورت کی خرید وفروخت حرام ہے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حرہ کی بیع پر ایک قیاس

سوال:۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ زرخرید عورت بغیر نکاح کے رکھنا درست ہے، اگر درست ہے تو پھر بازار کی طوائف عورت بھی درست ہونا چاہئے کیونکہ اسکو بھی انسان دس منٹ کے لئے خریدتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اسلامی طریقہ پر جب جہاد کیا جائے اس میں جو عورتیں گرفتار کر کے لائی جائیں، اور

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ)

ای غیر مباح الانتفاع به کخمر وخنزیرالخ، درمختار علی الشامی زکریا ص: ۲۴۱، ج:۷، باب البیع الفاسد، الدر المنتقی مع المجمع ص:۷۸، ج:۳ باب البیع الفاسد، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

(صفحہ ہذا)

[۱] بطل بیع مالیس بمال کالدم والمیتة والحر (شامی کراچی ص۵۲، ۴/۵۰، باب البیع الفاسد، دارالکتب العلمیة بیروت، بخاری مع شرح الکرمانی ص۷۷/۱۰، دالاحیاء التراث العربی بیروت، فتح الباری ص ۵/۱۶۹، کتاب البیوع، باب اثم من باع حرا، مطبوعه دارالفکر بیروت)

امیر المومنین ان کو غازیوں میں تقسیم کرے تو وہ شرعی باندی ہوتی ہیں[۱] جس کی ملک میں شرعی طریقہ سے آجائیں اس کو بلا نکاح استعمال کرنے کا حق ہے[۲] آج ایسی باندیاں موجود نہیں، نہ اسلامی طریقہ پر جہاد ہے، بازار سے کسی حرہ عورت کو خریدنا اور بلا نکاح اس کو استعمال کرنا حرام ہے، اور دس منٹ کے لئے خریدنا، خریدنا نہیں، بلکہ حرامکاری کر کے منہ کالا کرنا ہے۔[۳]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۰/۹/۸۹ھ

حرہ مال نہیں اس کو امۃ بنالینا درست نہیں

سوال:۔ زید اپنا نکاح سعیدہ بیگم سے کرنا چاہتا ہے پھر سعیدہ کی حقیقی بہن شریفہ

---

[۱] ما فتح الامام عنوة قسمه بين المسلمين، قوله (بين المسلمين) فيه اشعار بأنه يسترق نساؤهم وذراريهم أو أقر أهله عليه (إلى قوله) وقتل الاسرى وفى القهستانى لا يقتل النساء والذرارى بل يسترقون لمنفعة المسلمين، مجمع الأنهر ص ۴۲۱ ج ۲، كتاب السير والجهاد باب الغنائم وقسمتها، دار الكتب العلمية بيروت، الدر المنتقى مع المجمع ص ۴۲۲ ج ۲ حوالۂ بالا.

[۲] والذين هم لفروجهم حفظون الا على ازواجهم او ما ملكت ايمانه (سورۂ مومنون آیت: ۵)

[۳] عن ابى هريرة مرفوعاً قال الله ثلاثة اناخصمهم يوم القيمة. رجل باع حرا، فأكل ثمنه أى تصرف فيه وخص الأكل بالذكر لأنه اعظم مقصود البخارى شرح الكرمانى، ص ۷۷/ ج ۱۰ دار الاحياء التراث العربى، بيروت، (فتح البارى لابن حجر، ص ۱۶۹/ ج ۵/ كتاب البيوع دار الفكر، باب اثم من باع حرا) (ونحوه فى الهندية كوئٹه، ص ۱۱۶/ ج ۳/ كتاب البيوع، الباب التاسع، الفصل الخامس)

بالغہ کو یا اس کے والدین کو کچھ رقم نقد دے کر باندی جیسی بنالے کہ باندی کی حیثیت سے بغیر نکاح کئے شریفہ سے ہمبستری حلال ہوتی ہے، زید سعیدہ اور اس کی بہن شریفہ سے نکاح یک دم ازدواجی وہمبستری کرنا جائز سمجھتا ہے، زید کا عمل جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید کا شریفہ کے ساتھ یہ عمل قطعاً حرام اور زنا ہے، اس کو فوراً الگ کرنا ضروری ہے، شریفہ حرہ ہے حرہ کی بیع باطل ہے، کچھ روپیہ دینے سے وہ شرعی باندی نہیں بنی، باندی کی تعریف اس پر صادق نہیں آتی،[1] "**بطل بيع ماليس بمال كالدم والميتة والحر (درمختار على هامش الشامى،نعمانيه ، ج۴/ص ۱۰۰/ باب البيع الفاسد**"[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ مدرسہ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱/۸۶ھ

الجواب صحیح سید احمد علی سعید نائب مفتی دارالعلوم دیوبند

بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ما فتح الإمام عنوة قسمه بين المسلمين (بين المسلمين) فيه اشعار بانه يسترق نساؤهم وذراريهم، أو اقرا اهله عليه (إلى قوله) وقتل الأسرى وفى القسهتانى لا يقتل النساء والذرارى بل يسترقون لمنفعة المسلمين، مجمع الأنهر ص ۴۲۱ ج۲ كتاب السير والجهاد، باب الغنائم وقسمتها، دار الكتب العلمية بيروت، الدر المنتقى مع المجمع ص ۴۲۲ ج۲ حوالۂ بالا.

[2] در مختار على الشامى زكريا، ج۷ص۲۳۵-۲۳۶ كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، هنديه كوئٹه ص۱۱۶ ج۳ الباب التاسع فيما يجوز بيعه وما لا يجوز، الفصل الخامس فى بيع المحرم الصيد وفى بيع المحرمات النهر الفائق ص۴۱۷ ج۳ كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، دار الكتب العلمية بيروت.

بیوی کو بیچنا

سوال:۔ جو اپنی بیوی کو بیچتا ہو اس کے لئے اللہ ورسول کا کیا حکم ہے اور بائع سے پھر روپیہ واپس لے لے، اب اس کے لئے اللہ ورسول کا کیا حکم ہے، اور محلّہ دار جو زور دے کے اسے روپیہ دلواتے ہوں تو ان کے لئے اللہ ورسول کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بیوی کو بیچنا حرام ہے[۱] بیچنے والا اور خریدنے والا دونوں گنہگار ہیں[۲] روپیہ واپس کرنا فرض ہے، خریدنے سے اس سے جماع حلال نہ ہوگا بلکہ وہ زناء ہوگا لہٰذا بیوی جس کی ہے اس کو واپس کردی جائے، اور روپیہ جس کا ہے واپس کردیا جائے[۳] محلّہ والوں کو حرام کام کی امداد کرنا حرام ہے[۴] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۱۱/۵۶ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبداللطیف ۱۶/ذی الحجہ ۵۶ھ

---

[۱] عن ابی هريرة رضى الله تعالىٰ عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال قال الله تعالىٰ ثلاثة أنا خصمهم يوم القيامة رجل اعطى بى ثم غدر ورجل باع حرا فاكل ثمنه، بخارى شريف ص۲۹۷ ج۱ كتاب البيوع، باب اثم من باع حراً، طبع اشرفى ديوبند.

[۲] بطل بيع ماليس بمال كالدم والميتة والحر درمختار مع الشامى كراچى (ص۵۰-۵۲/) باب البيع الفاسد، وكذافى الهندية، ص۱۱۶/ج۳/ كتاب البيوع الباب التاسع الفصل الخامس فى بيع المحرم الصيد، النهر الفائق ص۴۱۷ ج۳ باب البيع الفاسد، طبع بيروت.

[۳] البيع نوعان باطل وفاسد فالباطل ما لم يكن محله مالا متقوما ...... فهو لا يفيد الملك، هنديه كوئٹه ص۱۴۶ ج۳ كتاب البيوع الباب الحادى عشر فى احكام البيع الغير الجائز، الدر مع الشامى كراچى ص۵۹ ج۵ باب البيع الفاسد، مطلب الآدمى مكرم شرعا ولو كافراً، مجمع الأنهر ص۹۴ ج۳ كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، فصل، دار الكتب العلمية بيروت.

[۴] قال الله تعالىٰ وتعاونوا على البر والتقوىٰ ولاتعاونوا على الاثم والعدوان. (المائدة آيت ۲)

نشہ آور چیزوں کی خرید وفروخت

سوال:۔ افیون اور اسپرٹ اور اسی جیسی نشہ آور اشیاء مثلاً گانجہ وغیرہ کی تجارت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر ان کو دواء استعمال کیا جائے، خارجاً یا داخلاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

چار قسم کی شراب تو حرام ہے اور اسکی تجارت بھی حرام ہے[۱] اور اس کے علاوہ جو چیزیں نشہ آور ہیں ان کا استعمال بطور دوا اتنی مقدار میں کہ نشہ نہ ہو بوقت ضرورت جائز ہے[۲] اور ان کی تجارت حرام نہیں البتہ مکروہ ہے۔[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۸۹/۲/۲۸ھ

شراب وغیرہ کی بیع

سوال:۔ ایک مسلم یا غیر مسلم کے ذریعہ شراب کی تجارت کرتا ہے اور شراب خود بناتا ہے، اور سلفہ ،افیون کی تجارت بھی کرتا ہے،اس کی شریعت مطہرہ میں جواز کی کیا صورت ہے؟

---

۱ الشراب مایسکر والمحرم منها اربعة وحرم الانتفاع بها ولایجوز بیعها درمختار مع شامی کراچی ،ص۴۴۸-۴۴۹/ج۷/کتاب الاشربة .

۲ الصواب ان مراد صاحب الهدایةاباحة قلیله للتداوی ونحوه یدل علیه مافی غایة البیان عن شرح شیخ الاسلام اکل قلیل السقمونیا والبنج مباح للتداوی شامی کراچی ، ج۶/ص۴۵۷/ کتاب الاشربة، بزازیه علی الهندیه کوئٹه ص۱۲۶ ج۶ کتاب الاشربة.

۳ وصح بیع غیرالخمری ای عنده خلافالهما فی البیع والضمان لکن الفتویٰ علی قوله فی البیع ثم ان البیع وان صح لکنه یکره کمافی الغایة.(شامی کراچی،ص ۴۵۴/ج۶/)کتاب الاشربة.

الجواب حامداًومصلیاً:۔

شراب کی بیع جائز نہیں، کتب فقہ، بحر وغیرہ میں تصریح ہے[۱]، سلفہ افیون وغیرہ کی تجارت بھی منع ومکروہ ہے[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۱۰/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۱۰/۹۰ھ

فوجی کا شراب فروخت کر کے دوسرے کام میں استعمال کرنا

سوال:۔فوج میں رہنے والے حضرات کو شراب، چاول اور آٹا ملتا ہے، وہ اگر اس شراب کو فروخت کر کے اپنے لوگوں کے لئے کوئی کھیل کود کا سامان لینا چاہیں تو کیا حکم ہے؟ یا اگر اس رقم سے دعوت کریں جس میں مسلم وغیر مسلم دونوں شریک ہوں تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

شراب پینا، فروخت کرنا، خریدنا، پلانا، سب ناجائز اور حرام ہے،[۳] موجب لعنت ہے

---

[۱] السابع لایجوز بیعها لقوله صلی اللّٰہ علیه وسلم ان الذی حرم شربها حرم بیعها، البحرالرائق کوئٹه، ص۲۱۷/ج۸/کتاب الاشربة. مسلم شریف،ص ۲۲/ج۲/ کتاب المساقاة، باب بیع تحریم الخمر، مکتبه بلال دیوبند لم یجز بیع المیتة والدم والخنزیر والخمر، بحر کوئٹه ص ۷۱ج۶ باب البیع الفاسد، الدر مع الشامی کراچی ص۵۵ج۵ باب البیع الفاسد، مطلب فیما اذا اجتمعت الاشارة مع التسمیة، مجمع الأنهر ص۷۸ج۳ باب البیع الفاسد، دار الکتب العلمیة بیروت.

[۲] وصح بیع غیر الخمر ای عنده خلافالهما فی البیع والضمان لکن الفتویٰ علیٰ قوله فی البیع ثم ان البیع وان صح لکنه یکره کمافی الغایة ،شامی کراچی،ص ۴۵۴/ج۶/)کتاب الاشربة.

[۳] اما الخمر فلها احکام ستة احدها أنه یحرم شرب قلیلها وکثیرها ویحرم الانتفاع بها للتداوی وغیره ...... والثالث انه یحرم تملیکها بالبیع والهبة وغیرهما، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مسلم کو پلائے یا غیر مسلم کو پلائے کچھ بھی جائز نہیں [1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۲/ ۸۹ھ

دارالاسلام میں ذمی کو حرام اشیاء فروخت کرنے کی اجازت جزیہ کے بدلے

سوال:۔ کتاب غنیۃ الطالبین مترجم امان اللہ خاں سرحدی، ناشر ملک پبلشرز پرائیویٹ لمٹیڈ دیوبند ضلع سہارنپور، ص۲۶۳/ پر تحریر ہے کہ ذمی، یہودی، نصرانی، مجوسی، سوّر شراب وغیرہ جیسی حرام چیزیں فروخت کرنا چاہیں، تو ان کو اس کی اجازت دینی چاہئے، ہاں قیمت کا دسواں حصہ وصول کرنا مقرر کرلیا جائے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان لوگوں کو یہ چیزیں فروخت کرنے کی اجازت دیدو اور ان کی قیمت کا دسواں حصہ ان سے لے لو، گذارش یہ ہے کہ حکومت اسلامی میں رہنے والے غیر مسلموں سے جزیہ لیا جاتا ہے، اور اس کے بدلے ان کے جان و مال کی حفاظت کی جاتی ہے، تو کیا

(بقیہ گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) هندیه کوئٹه ص ۴۱۰ ج۵ کتاب الاشربة، الباب الاول، بحر کوئٹه ص ۲۱۷ ج۸ کتاب الاشربة، الدر مع الشامی کراچی ص ۴۴۸، ۴۴۹ ج۶ کتاب الاشربة.

(صفحہ ہٰذا) [1] عن انس بن مالک ؓ قال لعن رسول اللّٰہ ﷺ فی الخمر عشرة عاصرها ومعتصرها وشاربها وحاملها والمحمولة الیه وساقیها وبائعها وآکل ثمنها والمشتری لها والمشتراة لهٗ (الترمذی ج ۱/ص ۲۴۱/ کتاب البیوع، باب ماجاء فی بیع الخمر والنهی عن ذٰلک) مطبوعه اشرفی دیوبند

ترجمہ:۔ حضرت انس بن مالک ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کے متعلق دس شخص پر لعنت بھیجی ہے، دوسرے کے لئے شراب نچوڑنے والے پر، اپنے لئے شراب نچوڑنے والے پر اس کے پینے والے پر، اس کے اُٹھانے والے پر، جس کی طرف اُٹھا کر لیجائے اس پر، اس کے پلانے والے پر اس کے بیچنے والے پر، اس کی قیمت کھانے والے پر، اسکے خریدنے والے پر، جس لئے خریدی جائے اس پر۔

جزیہ لینے کے بعد حرام چیزوں کی فروخت پر قیمت کا دسواں حصہ وصول کرنا شرعاً جائز ہوگا یا ناجائز؟ اور کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو کفار ذمی بن کر دارالاسلام میں رہیں ان سے جزیہ وصول کیا جاتا ہے، اوران کے جان ومال کی حفاظت کی جاتی ہے[۱]، اور شراب وخنزیر کی بیع ان کے مذہب میں جائز ہے اس پر پابندی عائد نہیں کی جاتی ہے، بلکہ ان کو فروخت کرنے کی اجازت ہے، یہ حنفیہ کا مسلک ہے، جو کتب فقہ میں مذکور ہے[۲] اور جزیہ یا خراج حسبِ اصول لیا جاتا ہے، دسواں حصہ متعین نہیں، غنیۃ الطالبین حنفی مسلک کی کتاب نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱/۱۴۰۱ھ

چڑھاوے کے بکرے کی خرید وفروخت

سوال:۔ دریائے گنگ کو ہندو دیوتا مانتے ہیں، اور ہندو عورتیں اس سے اولاد کی مرادیں مانگتی ہیں، اولاد ہونے پر عورتیں بکری کا بچہ لے کر بال منڈوانے کی غرض سے گنگا کے کنارے جاتی ہیں، جہاں بچہ کا سر منڈاتی ہیں، اور بکری کے بچہ کو بطور چڑھاوے یا دان کے

---

[۱] والجزية اسم لما يؤخذ من اهل الذمة وانما سميت بها لانهاتجزى عن الذمى اى تقضى وتكفى عن القتل فانه اذا قبلها سقط عنه القتل والجزية توضع بالتراضى والصلح فتتقدر بحسب مايقع عليه الاتفاق. فتح القدير مع هدايه ،ج٦/ص٤٤/ كتاب السير، باب الجزية مطبوعه دارالفكر بيروت، بحر ص١١٠ ج٥ كتاب السير فصل فى الجزية، قواعد الفقه ص ٢٥٠ مطبوعه اشرفى ديوبند.

[۲] لان اهل الذمة مايمنعون من بيعها اى الخمر والخنزير فقال بعضهم يباح الانتفاع بهما لهم شرعاً كالخل والشاة فكان مالاً فى حقهم .البحرالرائق كوئٹه ،ج٦/ص ٧١/ باب البيع الفاسد، مجمع الأنهر ص١٥٢ ج٣ كتاب البيوع مسائل شتىٰ، دار الكتب العلمية بيروت، شامى زكريا ص ٢٨٠ ج٧ كتاب البيوع، باب المتفرقات.

زندہ پانی میں ڈال دیتی ہیں، گھاٹ کے ٹھیکیدار بکری کو پانی سے نکال لیتے ہیں، اور فروخت کرتے ہیں، جسے ہندو مسلمان سب ہی خریدتے ہیں، لہٰذا مسلمانوں کے لئے اس کی خرید وفروخت اور ذبح کرکے کھانا جائز وحلال ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

جو جانور غیر اللہ کے نام پر نامزد کردیا گیا اور چڑھاوے کے طور پر چڑھادیا گیا، وہ بالکل مردار اور میتۃ کے حکم میں ہے، اس کا خریدنا اور فروخت کرنا اور ذبح کرکے کھانا سب حرام ہوگا[1] اس کی تفصیل اور دلیل اگر مطلوب ہو تو فتاویٰ عزیزیہ، ص۲۲رج ۱ر[2] دیکھئے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یکم جمادی الاولیٰ ۶۳ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور // //

چڑھاوے کی خرید وفروخت کرنا

سوال:۔ (۱) جو ہندو لوگ رام کے نام پر برہمنوں کو پن کرتے ہیں، اور خیرات کرتے ہیں، کپڑا یا جانور دیتے ہیں تو وہ جانور یا کپڑا مسلمانوں کو خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) مسلمان لوگ یا ہندو لوگ جو چڑھاوا چڑھاتے ہیں یعنی مسلمان پیر کے نام

---

[1] اعلم أن النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام وما یؤخذ من الدراھم والشمع والزیت ونحوھا إلی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیھم باطل وحرام، طحطاوی علی المراقی مصری ص ۱ ۵۷ کتاب الصوم، باب ما یلزم الوفاء بہ، مع الشامی کراچی ص ۴۳۹ ج ۲ کتاب الصوم، مطلب النذر الذی یقع للاموات الخ، بحر کوئٹہ ص ۲۹۸ ج ۲ کتاب الصوم، فصل فی العوارض.

[2] فتاوی عزیزی ص ۳۵ ج ۱ بیان گاؤ سید احمد کبیر وگوسپند شیخ سدو مطبوعہ رحیمیہ دیوبند، معارف القرین ص ۳۶۴ ج ۲ پارہ ۵ تحت الآیۃ إلا ما ملکت أیمانکم.

پر کپڑا یا جانور چڑھاتے ہیں تو اس چیز کو خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) جو ہندو لوگ دیوی یا بت کے نام پر جانور یا کپڑا چڑھاتے ہیں تو یہ مسلمانوں کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) جائز ہے[۱] (۲) وہ بکرا یا کپڑا وغیرہ اس چڑھانے والے کی ملک ہے کسی دوسرے کی ملک میں داخل نہیں ہوا[۲] پس اگر اصل مالک سے خریدے تو درست ہے، اور کسی دوسرے فقیر وغیرہ سے جو کہ چڑھوائے اسکا خریدنا درست نہیں،[۳] اصل مالک اس کے متعلق نیت فاسد کر چکا ہے، اس سے توبہ ضروری ہے۔[۴]

(۳) جائز نہیں ہے۔[۵] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] یکره أن يأكل الرجل من مال الفقير يعنى من مالٍ أخذه من الصدقة لاذاملكها بجهة أخرى. عالمگیری، ص۳۴۳/ ج۵/ کتاب الکراهیة. الباب الثانی عشر فی الهدایا والضیافات.

[۲] يستدل بالأية على نظر ذالک وهو ما يلقى فى الانهار والطريق وقرب الاشجار من طرح البيض والفراريج ونحو ذلک فلا يجوز فعله ولا يزول ملک المالک، تفسير قاسمى ص۴۰۴ ج۶ سورۂ مائده آیت ۱۰۳ دار الفكر، وفى الصيد أنه لا يملكه إذا لم يبعه وكذا فى الدابة إذا سيبها، شامى كراچى ص۴۷۷ ج۶ آخر كتاب الصيد.

[۳] وشرط المعقود عليه ستة ...... وكون الملک للبائع فيما يبيعه لنفسه، شامى كراچى ص۵۰۵ ج۴ كتاب البيوع، مطلب شرائط البيع انواع اربعة، بحر كوئٹه ص۲۵۹ ج۵ كتاب البيوع، هنديه كوئٹه ص۲ ج۳، كتاب البيوع، الباب الاول.

[۴] قال فى الدر: واعلم ان النذر الذى يقع للاموات من اكثر العوام ،ومايؤخذ من الدراهم والشمع والزيت ونحوها الى ضرائح الاولياء الكرام تقرباً اليهم باطل وحرام ١٥ قال فى البحرلوجوه منها انه نذر لمخلوق ،ولايجوز لانه عبادة والعبادة لايكون لمخلوق ومنها ان المنذور له ميت والميت لايملک .طحطاوى على المراقى، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مردار کی گیلی کھال فروخت کرنا

سوال:۔ مردہ جانور کی گیلی کھال بکرا یا بھیڑ کی جو چمار لوگ نکال کر لاتے ہیں، جو گیلی ہوتی ہے، وہ کھال مسلمان خرید کر اس پر نمک وغیرہ اپنے ہاتھ سے لگاتے ہیں، ایسی صورت میں نمک لگانا اپنے ہاتھ سے کیسا ہے اور کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

مردار کی گیلی کھال بغیر دباغت دیئے ناپاک اور حرام ہے، اس کو خریدنا بھی حرام ہے، یہ بیع باطل ہے، دباغت کے بعد وہ پاک ہوجائیگی، اور خرید وفروخت بھی درست ہوگی، اولاً چمار وغیرہ سے نمک وغیرہ لگوا کر اسکو دباغت دے لیا جائے، پھر اسکو خریدا جائے، مردار کی گیلی کھال کو ہاتھ لگا کر دباغت دینا جائز ہے، ہاتھ ناپاک ہونے پر ہاتھ پاک کرلیا جائے [۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۵/۱۲/۴ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۵/۱۲/۴ھ

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) ص ۱۷۱/۵ کتاب الصوم باب مایلزم الوفاء به من منذور الصوم والصلوٰة وغیرها، الدر مع الشامی کراچی ص ۴۳۹ ج ۲ کتاب الصوم، مطلب النذر الذی یقع للاموات بحر کوئٹه ص ۲۹۸ ج ۲ کتاب الصوم، فصل فی العوارض، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو امداد الفتاوی ص ۹۹، کھانے پینے کی حلال وحرام مکروہ ومباح چیزوں کا بیان، غیر اللہ کے نام پر چھوڑے ہوئے جانوروں کا حکم فتاویٰ عزیزی ص ۳۵ ج ۱ بیان گاؤ سید احمد کبیر وگوسپند شیخ سدو، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند، احسن الفتاوی ص ۵۰ ج ۱ کتاب الایمان والعقائد، سائبہ کی تحقیق، زکریا دیوبند۔

[۵] حوالۂ بالا.

(صفحه هذا) [۱] وفی الدر وکل اهاب دبغ وهویحتملها طهر ،شامی کراچی،ص ۲۰۴/ج ۱/ مطلب فی احکام الدباغة وجلدمیتة قبل الدبغ وبعده یباع وینتفع به . (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کٹے ہوئے موئے انسان کی کھاد اور اس کی تجارت

سوال:۔موئے انسان جو نائی کاٹ کر پھینک دیتا ہے، بطور کھاد کے کھیتوں میں استعمال کرنا اور اس کی تجارت کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جائز نہیں ہے[1] فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲؍۳؍۹۶ھ

خون کی بیع وشراء

سوال:۔ایک تندرست آدمی اپنا خون بینک میں جمع کرواسکتا ہے یا نہیں؟ یا اگر کسی کی جان خطرہ میں ہو تو اپنا خون دے سکتا ہے یا نہیں؟

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) (قوله وجلد ميتة) قيدبها لانهالوكانت مذبوحة فباع لحمها اوجلدها جاز لأنه يطهر بالذكاة الاالخنزير، (قوله ولو بالعرض) أى أن بيعه فاسد لو بيع بالعرض ...... مع أن الزيلعى علل عدم جواز بيعه بان نجاسته من الرطوبة المتصلة باصل الحلقة فصار حكم الميتة زاد فى الفتح فيكون نجس العين (إلى قوله) وهذا يفيد بطلان بيعه مطلقا. شامى كراچى ،باب البيع الفاسد ،ص ۷۳/ج۵/)، النهر الفائق ص۴۲۸ ج۳ باب البيع الفاسد، طبع بيروت، بحر كوئٹه ص ۷۱ ج۶ باب البيع الفاسد.

(صفحه هذا) [1] كمابطل بيع صبى لايعقل ومجنون شيئاً وبول ورجيع آدمى لم يغلب عليه التراب فلو مغلوبابه جاز كسرقين وبعر واكتفى فى البحر بمجرد خلطه التراب وشعرالانسان لكرامة الآدمى ولوكافراً. (شامى كراچى،ص ۵۸/ج۵/ مطلب الادمى مكرم شرعاً ولوكافراً،باب البيع الفاسد)، لم يجز بيع شعر الانسان ولا الانتفاع به لان الآدمى غير مبتذل الخ، النهر الفائق ص۴۲۸ ج۳ باب البيع الفاسد، دار الكتب العلمية بيروت، هنديه كوئٹه ص۱۱۵ ج۳ الباب التاسع فيما يجوز بيعه وما لا يجوز، الفصل الخامس فى بيع المحرم الصيد وبيع المحرمات.

الجواب حامداً ومصلیاً

خون کی خرید وفروخت جائز نہیں[۱] یہ بیع باطل ہے، اگر ایسی حالت ہو کہ جان بچنے کی کوئی صورت نہ ہو مجبوراً بقدر ضرورت خون کا ایثار کرنا درست ہے[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۳/۲/۹۵ھ

پتہ کی بیع وشراء

سوال:۔ ریچھ کا پتہ جو جگر کے اوپر ایک تھیلی ہوتی ہے اس پر زرد رنگ کا تلخ پانی ہوتا ہے، اور وہ عموماً ہر جانور کے اندر ہوتی ہے، اس کو خشک خرید کر کے بیچنا اور گیلا خرید کر گیلا ہی فروخت کر دینا درست ہے یا نہیں، یہ دوا کے کام آتا ہے اور باہر جاتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

ریچھ کا پتہ بھی نجس اور مردار ہے[۳] اس کی خرید وفروخت بھی ناجائز ہے گیلا ہو یا خشک ہو سب کا ایک حکم ہے[۴] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱۱/۸۷ھ

---

[۱] بطل بیع مالیس بمال کالدم والمیتة درمختار مع الشامی کراچی،ص۵۰-۵۱/ باب البیع الفاسد، النہر الفائق ص۴۱۶ ج۳ باب البیع الفاسد، دار الکتب العلمیة بیروت، مجمع الأنہر ص۷۷ ج۳ باب البیع الفاسد، دار الکتب العلمیة بیروت.

[۲] الضرورات تبیح المحظورات ومن ثم جاز اکل المیتة عند المخمصة واساغة اللقمة بالخمر الخ، الاشباہ ص۴۳ الفن الاول القاعدة الخامسة، دار الاشاعة دھلی، شرح المجلة ص۲۹ ج۱ رقم المادة ۲۱ طبع اتحاد بکڈپو دیوبند، قواعد الفقہ ص۸۹ قاعدہ ۱۷۰ الرسالة الثالثة، دارالکتاب دیوبند،

[۳] اذا المرارة نجسة الخ تقریرات رافعی علی الشامی زکریا ،ج۹/ص۳۰۵/ کتاب الحظر والاباحة. (حاشیہ ۴ اگلے صفحہ پر)

شئی مسروق کی خریداری

سوال:۔ایک لڑکا مراہق بازار میں چلا جارہا تھا، اوراس کے پاس قیمتی شئی ہے وہ کہتا ہے کہ میں اس کو بیچتا ہوں، قیمت بہت کم بتلائی اورانتہائی کم قیمت میں وہ شئی خریدی گئی اس سے معلوم کیا کہ چوری کی تو نہیں اس نے انکار کیا، لیکن قرائن سے اغلب یہی ہے کہ وہ چوری کی شئی تھی، اب اسے کیا کریں آیا صدقہ کریں یا کچھ اور کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس شئی کے متعلق قرائن سے غالب خیال یہ ہو کہ یہ چوری کی ہے اس کو خریدنا درست نہیں[۱] اگر خرید چکا ہے تو واپس کردے، اگر مالک کا علم ہو جائے تو اسکے حوالہ کردے پھر چاہے تو اس سے معاملہ کرکے خرید لے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بیع میں شرط فاسد

سوال:۔قربانی کی کھالوں کو ایک جگہ جمع کرکے اور پھر ان کو فروخت کرکے اس کے مصارف میں رقم صرف کی جاتی ہے، لیکن کھالوں کی بکری کے وقت خریدار سے یہ شرط کرلی جاتی ہے، کہ گیارہ بارہ ذی الحجہ کی جتنی کھالیں جمع ہوں گی، انہیں تمہیں اسی نرخ پر خریدنا ہوگا

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) [۲] بیع ما لیس بمال والبیع به باطل کالدم والمیتة والحر، مجمع الأنهر ص۷۷ج۳ باب البیع الفاسد، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، الدر مع الشامی کراچی ص۵۱ج۵ باب البیع الفاسد، مطلب فی تعریف المال، بحر کوئٹه ص۷۱ج۶ باب البیع الفاسد.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] کل عین قائمة یغلب علی ظنه انهم اخذوها من الغیر بالظلم وباعوها فی السوق فانه لاینبغی ان یشتری ذٰلک وان تداولته الایدی (عالمگیری مطبع کوئٹه پاکستان، ص۳۶۴ج۵ کتاب الکراهیة، الباب الخامس والعشرون فی البیع والاستیام علی سوم الغیر.

اسطرح بیع کرنا درست ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

بیع کے لئے شرطیں لگانا مفسد عقد ہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ علم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

شرط فاسد سے بیع

سوال:۔ایک شخص کی زمین ہے اس میں چونہ کا بھٹہ اور گدام ہے، وہ کرایہ پر دے رکھا ہے، دوسرا شخص اس زمین کا خریدار ہے لینا چاہتا ہے، اس زمین کا بھٹہ وغیرہ توڑ کر اپنا مکان بنائے گا، کمپنی کی طرف سے قانون ہوگیا ہے، کہ بھٹہ ایک سال میں اٹھا دیئے جائیں، لہٰذا وہ خریدار اس بات کو کہتا ہے کہ جب تک کمپنی اجازت دے اس وقت تک کرایہ بھٹہ آپ لئے جائیں، خواہ ایک سال ہو یا دو سال ہو اس وقت تک کوئی مکان وغیرہ نہیں بناوے گا، اس صورت میں بائع کو کرایہ لینا جائز ہوگا یانہیں؟ اگر جائز بھی ہو اس میں کوئی میعاد کی جاوے یا بلا میعاد بھی جائز ہوسکتا ہے جو کہ شرع شریف کا حکم ہو اس سے مطلع کیا جاوے، تا کہ عنداللہ ماخوذ نہ ہوں؟

الجواب حامداًومصلیاً

جس وقت بیع کی جاوے گی، وہ زمین مشتری کی ملک میں آجائے گی، اور بائع کی

---

[1] ولابیع بشرط لایقتضیہ العقد ولایلا ئمہ وفیہ نفع لاحد ھما اولمبیع من اھل الاستحقاق ولم یجرالعرف بہ ولم یرد الشرع بجوازہ .شامی کراچی، ص۸۵/ج۵/ ونعمانی، ص۱۲۰ ج۴ باب البیع الفاسد ،مطلب فی الشرط الفاسد اذاذکر بعد العقد اوقبلہ، مجمع الانھر ص۹۰ ج۳ باب البیع الفاسد، طبع بیروت، ھدایہ ص۵۹ ج۳ کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، دار الکتاب دیوبند.

ملک سے خارج ہوجائے گی، بائع کواس سے کرایہ وصول کرنے کا حق نہیں رہے گا، اوراس شرط سے فروخت کرنا کہ زمین مشتری کے قبضہ میں فی الحال نہ جائے، بلکہ بائع بدستور اس سے نفع حاصل کرتا رہے اور بھٹہ اٹھنے کے بعد زمین پر مشتری کا قبضہ ہو یہ ناجائز ہے[1] خواہ اس کی کچھ میعاد مقرر ہو یا نہ ہو، لہٰذا جواز کی صورت یہ ہے کہ ابھی مشتری کو جلدی بھی نہیں اس لئے ابھی فروخت نہ کی جاوے، جب بھٹہ اٹھ جاوے اور زمین فارغ ہوجائے، اس وقت بیع کرکے اس پر مشتری کا قبضہ کرادیا جاوے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۲/۹/ ۵۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ،

صحیح عبداللطیف غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۲/۶/ ۵۹ھ

بیع واپسی کی شرط پر

سوال:۔ میں نے اپنی ایک شدید اور فوری ضرورت کیلئے اپنے ایک مخلص دوست مسمی زید سے ۷۰۰۰/ ہزار روپیہ قرض لئے اور اس رقم کے عوض دس مربعہ زمین زید مذکور کے ہاتھ فروخت کردی، بیع کے وقت مسجد میں امام مسجد کے روبرو زید نے میرے ساتھ یہ معاہدہ کیا کہ جب تمہارے پاس رقم مہیا ہوجائے گی، تو میں زمین تم کو واپس کردونگا، گویا دس مربعہ زمین سات ہزار روپے کے عوض اسی شرط اور معاہدے پر زید مذکور کے ہاتھ فروخت کردی یہ تمام سترہ مربعہ زمین میرے ہی قبضہ میں رہی اور اس پر مختلف اوقات میں فصل کی کاشت کرتا رہا اور کبھی کبھی زید مذکور کو فصلانہ بھی دیا، اگرچہ کاشت کی بٹائی یا ٹھیکہ کا کوئی معاہدہ نہیں ہوا تھا،

[1] ذکر صاحب الدرالمختار فی صور الشروط الفاسدة لا بیع بشرط لایقتضیه العقد ولا یلائمة وفیه نفع لاحد هما اولمبیع من اهل الاستحقاق ولم یجر العرف به ولم یرد الشرع بجوازه. شامی کراچی، ص۸۵/ ج۵/ مطلب فی الشرط الفاسد اذا ذکر بعدالعقد اوقبله، مجمع الانهر ص۹۰ /۳، باب البیع الفاسد، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، هدایه ص۵۹ /۳، کتاب البیو ع، باب البیع الفسد، مطبوعه دارالکتاب دیوبند،

بلا معاہدہ زمین میرے قبضہ میں تھی، اب تقریباً سات سال کے بعد جب زید نے مجھ سے ستر ہ مربعہ زمین کا قبضہ مانگا تو میں نے کہا کہ آپ کا زمین کی واپسی کا معاہدہ ہے، اور میں یہ زمین واپس لینا چاہتا ہوں تو زید نے کہا کہ اب تم زمین کا قبضہ دے دو میں معاہدے سے منحرف نہیں ہوں، معاہدے کی بات قبضہ دینے کے بعد کرنا میں نے جواباً کہا کہ شریعت کو فیصل مان لو فتویٰ منگوالو جو شریعت کا حکم ہو ہم دونوں اس کی پابندی کریں گے، لیکن زید نے شریعت کا حکم ماننے اور فتویٰ منگوانے سے گریز کیا اور قبضہ لینے پر اصرار کیا چنانچہ میں نے قبضہ دے دیا، اور کہا کہ میں قبضہ دیتا ہوں، لیکن میرا مطالبہ باقی ہے، قبضہ دینے کے چند روز بعد میں نے پھر زید کو مسجد میں بلا کر معاہدہ یاد دلایا، تو زید نے کہا کہ میں معاہدہ پر قائم ہوں زمین کی قیمت اب دس ہزار روپیہ مربعہ ہے میں دو ہزار چھوڑتا ہوں آٹھ ہزار روپیہ فی مربعہ قیمت دے کر اپنی زمین واپس لے لو تو میں نے کہا کہ معاہدہ واپسی کا ہوا ہے، اور واپسی کا مفہوم سب سمجھتے ہیں کہ وہ پہلی ہی قیمت پر واپسی ہوتی ہے، نہ کہ نئی بیع زید نے اس کو تسلیم نہیں کیا میں نے پھر اس سے کہا کہ شریعت کا فتویٰ منگوالو تو اس نے جواب دیا کہ مجھے فتویٰ منگوانے کی کیا ضرورت ہے؟

(۱) سوال یہ ہے کہ ستر ہ مربعہ زمین کی بیع جو کہ واپسی کی شرط پر ہوئی تھی یہ بیع صحیح ہے یا فاسد؟

(۲) زید اس معاہدہ کو تسلیم کرتا ہے، کہ واپسی کی شرط تسلیم کی گئی تھی، اگر چہ یہ بات اس وقت صاف نہیں کہی گئی تھی، کہ واپسی کس قیمت پر ہوگی، لیکن عرفاً اور شرعاً واپسی کا مطلب پہلی ہی رقم پر واپسی ہے یا نئی بیع؟

(۳) کیا اس معاہدے کے ہوتے ہوئے زید قیمت اول پر زمین کو واپس کرنے کا پابند ہے یا نہیں، اور کیا زید کے لئے بحالت موجودہ وہ زمین رکھنا حلال ہے؟

(۴) گذشتہ سال میں جو میں اس زمین پر کاشت کرتا رہا، کیا زید مذکور کو اس کی

بٹائی دینا میرے ذمہ واجب الاداء ہے جب کہ بٹائی کا کوئی معاہدہ نہیں ہوا تھا، بلا معاہدہ زمین میرے قبضہ میں تھی؟

(۵) شریعت کے حکم اور فتویٰ سے گریز کرنے پر ایمان میں خلل تو نہیں آتا

(۶) نیز یہ بھی تحریر فرمائیں اگر زید مذکور اس فتویٰ کو دیکھنے کے بعد متنازعہ زمین واپس نہ کرے تو؟

(الف) کیا اس کے لئے یہ زمین اپنے تصرف میں رکھنا حلال ہوگا؟

(ب) کیا یہ زمین ان کی ملکیت متصور ہوگی؟

(ج) کیا یہ ملکیت طیب اور پاکیزہ ہوگی؟

(۷) تحریر فرمائیں کہ زید کا یہ کہنا کہاں تک صحیح ہے کہ واپسی کی شرط کا مطلب نئی بیع ہے پہلی قیمت پر واپسی نہیں ہے؟

(۸) یہ زید وعدہ خلافی کا مرتکب ہوا ہے یا نہیں اور وعدہ خلافی کا گناہ صغیرہ ہے یا کبیرہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بیع میں یہ ہوتا ہے کہ مبیع ملک بائع سے نکل کر ملک مشتری میں چلی جاتی ہے، اور بائع کو اس میں تصرف کا حق نہیں رہتا، یہاں آپ بیع کے بعد بھی خود ہی کاشت کرتے رہے، اور مشتری سے بٹائی یا ٹھیکہ کی بات نہیں کی گئی بس اگر آپ نے یہ شرط کر لی تھی کہ زمین میرے ہی قبضہ میں رہے گی اس میں تصرف کروں نگا، تو یہ بیع صحیح نہیں ہوئی، اس کا فسخ کرنا اصلی قیمت پر لازم ہوگا، نیز مبیع میں واپسی کی شرط کرنے سے بھی بیع فاسد ہو جاتی ہے[1]، اگر مبیع تو بلا شرط

[1] وهو ان يقول منک علیٰ ان تبيعه منی متی جئت بالثمن فهذالبيع باطل الخ شامی زکریا ،ص ۵۴۵/ج۷/ باب الصرف مطلب فی بيع الوفاء، هنديه کوئٹه ص ۲۰۹ ج۳ کتاب البيوع الباب العشرون فی البياعات المکروهة والارباح الفاسدة بحر کوئٹه ص۷ ج۶ باب خيار الشرط.

واپسی کے کی گئی، مگر بعد میں ایک معاہدہ علیحدہ سے واپسی کا کرلیا گیا، تو یہ بیع صحیح ہوگئی[۱]، مگر آپ کو کاشت کرنے اور پیداوار کھانے کا حق نہیں تھا، یہ آپ نے غلط کام کیا ہے[۲] یہ سب خرابی حکم شرعی کی پابندی نہ کرنے سے پیدا ہوئی۔

(۲) بیع میں واپسی کی شرط لگانے سے بیع فاسد ہوگئی، جس کا فسخ کرنا واجب ہے[۳] نہ یہ بیع جدید ہے نہ اقالہ (واپسی) ہے۔

(۳) جو روپیہ آپ نے لیا آپ زید کو دے دیں، اور زید زمین آپ کو دیدے یہ فسخ بیع ہے[۴]۔

(۴) زمین فروخت کرنے کے بعد سات سال تک آپ اس میں کاشت کرتے اور کھاتے رہے، یہ آپ نے ناجائز کام کیا ناجائز کھایا روپیہ بھی آپ نے لیا، اور زمین بھی اپنے قبضہ میں رکھی۔

(۵) جو شخص فتویٰ دریافت کرنا ہی نہیں چاہتا اس کے متعلق ایسی بات جس سے

---

[۱] وإن ذكرا البيع بلا شرط ثم شرطاه على وجه المواعدة جاز البيع ولزم الوفاء، بحر كوئٹه ص۸ ج۶ باب خيار الشرط، تبيين الحقائق ص۱۸۴ ج۵ كتاب الاكراه، مطبوعه امداديه ملتان، الدر مع الشامى كراچى ص۲۷۷ ج۵ باب الصرف، مطلب فى بيع الوفاء.

[۲] لايجوز التصرف فى ملک غيره بلااذنه الخ درمختار مع الشامى زكريا،ص ۲۹۱/ ج۹/ كتاب الغصب.مطلب فيما يجوز التصرف فى مال الغير قواعد الفقه ص۱۱۰ قاعده ۲۷۰ مطبوعه دار الكتاب ديوبند، الاشباه والنظائر ص۱۵۷ كتاب الغصب، طبع دار الاشاعة دهلى الخ.

[۳] ولكل واحد من المتعاقدين فسخه الخ هدايه ،ص۶۴/ ج۳/ (مكتبه تهانوى ديوبند) باب البيع الفاسد فصل فى احكامه، الدر مع الشامى كراچى ص۹۰ باب البيع الفاسد، مطلب فى الشرط الفاسد إذا ذكر بعد العقد أو قبله النهر الفائق ص۴۴۲ ج۳ باب البيع الفاسد، دار الكتب العلمية بيروت.

[۴] حوالۂ بالا

E:\F.M.Fainal\Jild-24\02-Bai Batil

ایمان میں خلل آئے ہرگز نہیں چاہئے، وہ آپ کے متعلق دریافت کرے گا، کہ آپ سات برس تک حرام آمدنی کھاتے رہے اور فتویٰ نہیں پوچھا تو سخت مشکل پیش آئے گی۔

(۶) الف، ب، ج، تحریر کردہ جوابات میں ان کا جواب آ گیا۔

(۷) بیع ہی واجب الفسخ ہے تو اب واپسی کی تشریح بے محل ہے۔

(۸) واپسی کی شرط کے ساتھ بیع کر کے دونوں گنہگار ہوئے، واپسی کی تشریح جو کچھ زید کرتا ہے، اسی کے لئے وہ اب بھی اس پر قائم ہے وعدہ کرتے وقت یہ نیت رکھنا کہ میں اس کو پورا نہیں کرونگا، کبیرہ گنا ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۷/۱۴۰۰ھ

زمین وغیرہ کی بیع میں واپسی کی شرط

سوال:۔ کھیت زمین مکانات اور نسبی ملکیت پر جو بیع نامہ لکھواتے ہیں یہ کیسے ہیں جائز ہے یا ناجائز، اس کے علاوہ اس میں حد متعین بھی کرتے ہیں، یہ جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بیع کا حاصل یہ ہے کہ اپنی مملوکہ شئی بعوض قیمت اپنی ملک سے نکال کر ہمیشہ کے لئے دوسروں کو دیدی جائے[2] خواہ زمین ہو یا مکان دوکان وغیرہ کچھ ہو پھر اس ملک کی بناء پر کوئی

---

[1] فان کان عندالوعد عازماعلیٰ ان لایفی به فهذا هوالنفاق ،مرقات ،ص ۲۵۳/ج۴/ (مطبع اصح المطا بع بمبئی)باب المزاح ،قبیل باب المفاخرة والعصبية، طیبی ص۱۵۷ ج۹ آخر باب المزاح، طبع زکریا دیوبند.

[2] البیع شرعاً تملیک المال بمال الخ الدرالمنتقیٰ علی مجمع الانهر ، ص۴/ج۳/ (مطبع دارالکتب العلمیة (اول کتاب البیوع)، الدر مع الشامی کراچی ص۵۰۲ ج۴ اول کتاب البیوع، النهر الفائق ص۳۳۵ ج۳ اول کتاب البیوع، طبع بیروت.

حق امتیاز باقی نہ رکھا جائے، پھر نہ اس میں واپسی کی شرط کی جائے، نہ کوئی حد مقرر کی جائے، اس کے علاوہ جو صورت ہو اس کو صاف صاف لکھ کر اس کا حکم دریافت کریں؟

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۳/۲۳ھ

بیع بشرط اقالہ

سوال:۔ زید نے تقریباً پانچ بیگہ زمین آبادی کے متصل اس شرط پر خریدی کہ جب تک تم یہاں رہو اس وقت تک زمین میں جو چاہوں بناؤ، اور تم جب جانا چاہو تو اپنی قیمت واپس لے کر ہماری زمین واپس کردو، زید نے اس زمین میں رہنے کا مکان اور نماز پڑھنے کا چبوترہ بنایا جس پر وہ باضابطہ باجماعت نماز پڑھتا ہے، اب وہاں سے وہ جانا چاہتا ہے، تو کیا شرط کے مطابق قیمت واپس لیکر زمین واپس کرنا اور زمین دار کا چبوترہ توڑ کر رہائش کا مکان بنانا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس شرط پر خرید وفروخت کرنا ناجائز ہے، اس سے بیع فاسد ہوئی، جس کا فسخ کرنا واجب ہے، قیمت واپس لیکر زمین بائع کے حوالے کردے پھر وہ اپنی زمین میں جو چاہے کرے، بیع فاسد کے ذریعہ زمین حاصل کر کے نماز کیلئے چبوترہ بنایا ہے وہ مسجد شرعی نہیں ہے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۹/۵/۱۰ھ

---

[1] ولابیع بشرط لایقتضیه العقدولایلائمه وفیه نفع لاحدهما شامی کراچی، ص ۸۴-۸۵/ ج۵/ کتاب الیوع باب البیع الفاسد، مطلب فی الشرط الفاسد إذا ذکر بعد العقد أو قبله، مجمع الأنهر ص ۹۰ ج۳ باب البیع الفاسد، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بیع قبل القبض

سوال:۔ زید نے عمر کو بارہ آنہ کے حساب سے مختلف قسم کے صندوق بنانے کے لئے قیمت دی اور بتلایا کہ بیس دن میں بنا دینا، اب عمر صندوق بنا رہا ہے، بیس روز پورے نہیں ہوئے، زید نے عمر سے کہا کہ تم صندوق چودہ آنہ کے حساب سے بیچ کر چودہ آنہ کے حساب سے مجھ کو قیمت دینا، اب عمر نے رکھ لیا کہ میں ایک روپیہ کے حساب سے بیچ کر دوآنہ نفع حاصل کرونگا، یہ معاملہ جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ناجائز ہے زید کو چاہئے کہ پہلے اپنے صندوق پر قبضہ کرے اس کے بعد اگر چاہے تو عمر کے حوالہ کردے کہ میں نے یہ صندوق ۱۴/آنہ میں تیرے ہاتھ فروخت کردیا، اور عمر اس کو خریدنے پر جس قیمت پر چاہے فروخت کردے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۳/۵۸ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبداللطیف مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۳/۵۸ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) دار الكتب العلمية بيروت، هدايه ص۵۹ ج۳ كتاب البيوع باب البيع الفاسد دار الكتاب ديوبند وعلى كل واحد منهما فسخه قبل القبض اوبعده مادام فى يدالمشترى اعداماللفساد لانه معصية،فيجب رفعها،شامى كراچى، ص۹۰-۹۱/ج۵/باب البيع الفاسد، مطلب فى الشرط الفاسد إذا ذكر بعد العقد أو قبله، النهر الفائق ص۴۴۲ج۳ فصل فى احكام البيع الفاسد، دار الكتب العلمية بيروت، بحر كوئٹه ص۹۴ ج۶ باب البيع الفاسد، فصل فى بيان احكام البيع الفاسد.

(صفحہ ہذا) [1] من شروط صحة البيع القبض فى بيع المشترى المنقول ،فلا يصح بيعه قبل القبض لماروى ان النبى عليه الصلوٰة والسلام نهى عن بيع مالم يقبض.بدائع، ص۳۹۴/ج۴/ كتاب البيوعع النهر الفائق ص۴۶۳ ج۳ باب التولية، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بیع فاسد کو صحیح کرنے کی صورت

سوال: ۔ زید نے بکر سے سو کروے رس خرید افی کروہ ۵۱/ من کا ہوتا ہے، خرید تے وقت زید نے بکر سے یہ شرط طے کی کہ اگر آپ نے رس سو کروؤں سے کم دیا تو میں فی کروہ پچیس روپیہ لونگا، سو کروؤں سے جتنے بھی کم ہوں گے، خواہ ایک کروہ کم ہو پچیس کے حساب سے وصول کرونگا، بکر نے شرط زید کی منظور کرلی لیکن بکر نے ۹۰/ کروے رس دیا، شرط سو کروؤں کی تھی، دس کروے کم آئے شرط کے مطابق فی کروہ کمی پر ۲۵/ روپیہ کے حساب سے ڈھائی سو ہوئے زید کو بکر سے یہ قیمت لینا جائز ہے یا نہیں، از روئے شرح تحریر فرمادیں، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس شرط پر خرید وفروخت کرنا منع ہے، اس سے بیع فاسد ہو جاتی ہے[۱]، زید کو چاہئے کہ یہ ڈھائی سو روپیہ بکر سے نہ لے تا کہ شرط فاسد ختم ہو کر بیع صحیح ہو جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند

ٹھیکا کی بیع

سوال: ۔ کسی چیز کا اس شرط پر خریدنا یا بیچنا جیسے گنے کا کھڑا کھیت یا آلو کا کھڑا کھیت

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) فصل فی التصرف فی المبیع والثمن قبل القبض، طبع بیروت، بحر کوئٹہ ص ۱۱۶ ج ۶ باب التولیۃ، فصل فی بیان التصرف فی المبیع.

(**صفحہ هذا**) [۱] وکل شرط لایقتضیه العقد وفیه منفعة لاحد المتعاقدین اوللمعقود علیه وهومن اهل الاستحقاق یفسده الخ هدایه، ص ۵۹/ ج۳/ (مکتبه تهانویؒ دیوبند) کتاب البیوع. باب البیع الفاسد، الدر مع الشامی کراچی ص ۸۴–۸۵ ج۵ باب البیع الفاسد، مطلب فی الشرط الفاسد إذا ذکر بعد العقد أو قبله، مجمع الأنهر ص ۹۰ ج۳ باب البیع الفاسد، دار الکتب العلمیة بیروت.

جس کو ٹھیکا کہا جاتا ہے، درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر خریدار کو اس چیز کا پورا علم ہے اور کوئی شرط اسمیں خلاف شرع نہیں تو اسطرح بیچنا اور خریدنا درست ہے، اپنی خریدی ہوئی چیز لے کر اپنا قبضہ کر لے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۸/۹۱ھ

الجواب صحیح العبد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۸/۹۱ھ

بادلی ملاح کے ہاتھ فروخت کرنا

سوال:۔ ملاح سے ایک مشت قیمت طے کر کے روپیہ کچھ پیشگی اور کچھ بعد میں لئے جائیں، اور مچھلی نکلوا کر وزن کر کے دیدی جائے، تو جائز ہے، یا نہیں، جب کہ محنت مجرا ہوتی رہے، کیا یہ صورت ممکن ہے کہ مسلم بادلی ملاح کے ہاتھ فروخت کر دی جائے اور ملاح جس طرح چاہے مچھلی نکالے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ملاح سے ایک مشت قیمت طے کر کے کچھ پیشگی روپیہ بطور بیعانہ لینا بھی درست ہے پھر بقیہ روپیہ مچھلی نکلوا کر دینے پر وصول کر لیا جائے[۲]

---

[۱] وکذا بیع الثمر والذرع قبل ظهوره لانهما معدوم وان کان بعد الطلوع جاز اذالم یشترط الترک الخ بدائع، ص ۱۳۸/ج۵/(مکتبه ایچ ایم سعید کمپنی کراچی) کتاب البیوع، فصل واما الذی یرجع الیٰ المعقودعلیه، الدر مع الشامی کراچی ص ۵۵۴،۵۵۵ ج۴ کتاب البیوع، مطلب فی بیع الثمر والزرع والشجر مقصوداً، النهر الفائق ص ۳۵۹ ج۳ کتاب البیوع، فصل یدخل البناء الخ طبع بیروت.

[۲] ولایصح ماروی عنه ﷺ من اجازته فان صح احتمل انه یحسب علیٰ البائع من الثمن ان تم البیع وهذا جائز عندالجمیع الخ عون المعبود شرح ابوداؤد، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

وہ قطعہ زمین جس میں بادلی ہے ملاح کے ہاتھ فروخت کرنا بھی درست ہے پھر ملاح کو اختیار ہے وہ مالک ہے جب چاہے جس طرح چاہے اس میں تصرف کرے، اس سے واپس لینے کا حق نہیں [۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۱/۸۸ھ

جواب صحیح ہے اور یہ جو رواج ہے کہ مسلم بادلی ملاح کے ہاتھ فروخت کردیتے ہیں، پھر ملاح حسب منشاء مچھلیاں پکڑ کر فروخت کرتا ہے، یہ درست نہیں، اس لئے کہ اس میں زمین تو فروخت نہیں ہوئی، صرف مچھلیاں فروخت ہوئی ہیں، اور مچھلیوں کا اس طرح فروخت کرنا درست نہیں، یہ بیع مالم یقبض ہو جاتی ہے [۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد نظام الدین

عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱۱/۸۸ھ

مچھلیاں خریدنا

سوال: بستی یا گاؤں کے تالاب کو مچھلیوں کے لئے خریدنا کیسا ہے؟

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) ص ۳۰۲/ج۳/(مطبع نشرالسنة ملتان) کتاب الاجارة باب فی العربان، بذل المجهود ص۲۸۷ ج۴ کتاب الاجارة، باب فی العربان، طبع رشیدیه سهارنپور.

(صفحہ ہٰذا) [۱] المالک هوالمتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء بیضاوی شریف، ص۷/ج۱/ سوره الفاتحة تحت قوله تعالیٰ مالک یوم الدین، طبع رشیدیه دهلی، شرح المجلة ص۶۵۴ ج۱ رقم المادة ۱۱۹۲، مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند، شامی زکریا ص۱۰ کتاب البیوع، مطلب فی تعریف المال والملک والمتقوم.

[۲] ولایجوز بیع السمک قبل ان یصطاد لانه باع مالا یملکه ولافی حظیرة اذاکان لایؤخذ الابصید لانه غیر مقدورالتسلیم، هدایه، ص ۵۱/ج۳/ (مکتبه تهانوی دیوبند) باب البیع الفاسد.

الجواب حامداً ومصلیاً

مچھلیوں کے لئے تالاب کی خریداری کا جو بعض جگہ رواج ہے وہ درست نہیں ہے[۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱۱/۸۶ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱۱/۸۶ھ

پوشیدہ اشیاء کی بیع

سوال:۔ کسی چیز کو جب کہ وہ سامنے موجود نہ ہو، اندازہ لگا کر بغیر وزن کئے ہوئے خرید سکتے ہیں یا نہیں؟ مثلاً جبکہ چیز نظر کے سامنے ہو نہ بلکہ چھپی ہوئی جیسا کہ کھیت میں ایک چیز تیار ہوگئی مگر مٹی سے چھپی ہوئی ہے، جیسے پیاز آلو وغیرہ تو ان صورتوں میں کون کونسی صورت ٹھیک ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو چیز نظر کے سامنے ہے، اسکو اس طرح خریدنا بھی درست ہے کہ یہ چیز اتنی قیمت کی ہے، اگرچہ اسکا وزن معلوم نہ ہو مثلاً ایک ٹوکری میں آلو موجود ہیں، وہ آٹھ آنے کے خرید لئے، اور یہ معلوم نہیں کہ وزن کیا ہے، تو یہ صورت درست ہے، اور جو چیز نظر سے غائب ہے مثلاً آلو زمین میں چھپے ہوئے ہیں، انکو کھود کر سامنے لاکر فروخت کیا جائے، وزن معلوم ہو یا نہ معلوم ہو، غائب ہونے کی حالت میں اندیشہ ہے کہ خدا جانے کم ہیں یا زیادہ اور ہیں بھی

---

[۱] ولم تجز اجارة بركة ليصاد منها السمک الخ درمختار علی الشامی ،ص ۲۴۹ /ج۷/(مطبوعه زکریا دیوبند ،کتاب البیوع،باب البیع الفاسد، مطلب فی حکم ایجار البرک الخ، فتح القدیر ص۴۰۹ج۶، باب البیع الفاسد، دار الفکر بیروت، النهر الفائق ص۴۱۹ج۳ باب البیع الفاسد، دار الکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹه ص۷۳ج۶ باب البیع الفاسد.

یا نہیں، یہ جہالت مفضی الی النزاع ہے، جو مفسد بیع ہے، کمافی الہدایہ[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم ۱/۵/۹۲ھ

الجواب صحیح سید احمد علی سعید دارالعلوم دیوبند ۱/۵/۹۲ھ

بہشتی زیور کے حاشیہ پر ایک اشکال بیع مجہول سے متعلق

سوال:۔ بہشتی زیور اختری پانچواں حصہ، ص ۷/ مسئلہ نمبر ۴/ پر ایک حاشیہ جناب کا ہے، ؏ نشان دے کر بظاہر آپ کے حاشیہ کا مطلب متن کی عبارت سے میل نہیں کھاتی، کیونکہ متن میں بیس سیر اور پندرہ سیر کے الفاظ صاف درج ہیں، اور آپ نے لکھا ہے کہ طے نہیں ہوا بات گول مول رہ گئی ذرا اس کو دیکھ لیجئے، اگر مسامحۃً ہو تو درست کر دیا جائے، ورنہ میری جسارت معاف فرما کر مجھے اس کی مختصر وضاحت لکھ بھیجی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عبارت حاشیہ بالکل متن کے مطابق ہے، متن میں دو صورتیں بیان کی گئی ہیں، ایک جواز کی جس میں نقد یا ادھار کی تعیین ہو جائے، دوسری عدم جواز کی جس میں نقد یا ادھار کی تعیین نہ ہو کہ نقد لے گی یا ادھار اسی کے حاشیہ پر ہے کہ بات گول مول رہ گئی، نہ یہ طے ہوا کہ ادھار لے گی، نہ یہ طے ہوا کہ نقد لے گی، اور اس تعین نقد ونسیہ وعدم تعین نقد ونسیہ پر جواز وعدم جواز کا مدار ہے، اس تعین وعدم تعین سے نرخ کی تعیین وعدم تعیین مراد نہیں، کیونکہ

---

[۱] والاعواض المشاراليها لايحتاج الى معرفة مقدارها فى جواز البيع لان بالاشارة كفاية فى التعريف وجهالة الوصف فيه لاتفضى الى المنازعة الى قوله وكل جهالة هذه صفتها تمنع الجواز هذا هوالاصل (هدايه ، ج۳/ص ۲۰-۲۱)كتاب البيوع، مكتبه تهانوى ديوبند، بحر كوئٹه ص۲۷۳ ج۵ كتاب البيوع، الدر مع الشامى كراچى ص ۵۳۰ ج۴ كتاب البيوع، مطلب ما يبطل الايجاب سبعة.

نرخ دونوں صورتوں میں بیس سیر اور پندرہ سیر متعین ہے، اور عربی عبارت جو حاشیہ پر ہندیہ سے نقل کی ہے " **واما البطلان فیما اذاقال بعتک بالف حالا** الخ" اس میں عدم جواز کی علت جہالت ثمن کو قرار دیا ہے، حالانکہ اس میں الف اور الفین کے الفاظ صاف درج ہیں، لیکن چونکہ حالاً یا الیٰ سنۃ کی تعیین نہیں ہوئی، اس لئے ثمن کی بھی تعیین نہیں ہوئی، اسی طرح متن چونکہ نقد یا اُدھار کی تعیین نہیں ہوئی، بلکہ بات گول مول رہ گئی، اس لئے کہا جائے گا کہ بیس سیر یا پندرہ سیر کی بھی تعیین نہیں ہوئی، کہ کس نرخ سے بیع ہوئی، لہٰذا اس طرح بیع ناجائز ہے، ہاں اگر یہ طے ہو جائے کہ نقد ہے یا اُدھار ہے تو بیع درست ہے، امید ہے کہ اشکال حل ہو کر انطباق حاشیہ علی المتن واضح ہو جائے گا۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/رجب ۶۶ھ

خریدے ہوئے مال پر قبضہ کرنے سے پہلے بیع

سوال:۔(۱) زید نے باہر سے مال برائے تجارت بذریعہ بینک منگایا، مال آجانے پر زید چھڑا نہیں سکا مال چھوٹا نہیں، جس قدر زید سے تاخیر ہوئی، اسی قدر اس پر محصول روز بروز بڑھتا جاتا ہے، زید نے بکر سے کہا میں نے اپنا مال جو منگایا ہے چھڑا نہیں سکتا ہوں، اس لئے اس مال کو بلا منافع تمہارے ہاتھ فروخت کرتا ہوں، جو بلٹی بذریعہ بینک آئی ہے، تم اس کو خرید لو، بکر نے اس مال کا روپیہ اور جو کچھ اس پر محصول تھا، سب کچھ ادا کر کے مال کو اپنے قبضہ میں کر کے سنبھال لیا، اس کے بعد بکر نے زید کے ہاتھ پر وہی مال منافع سے فروخت کر دیا، منافع تمام اس رقم پر لگایا جو اس پر خرچ ہوا؟

(۲) زید اور بکر دونوں کا دلی منشاء بھی یہی تھا کہ اول زید اپنے مال کو بلا منافع بکر

---

[1] بہشتی زیور مکمل ومدلل، ص ۸/حصہ ۵/ادھار لینے کا بیان، مسئلہ ۴ مطبوعہ تھانوی دیوبند۔

کے ہاتھ فروخت کرے اور بکر اپنے روپئے سے اس مال کو چھڑا کر مقرر کردہ منافع پر زید ہی کو فروخت کردے۔

مقرر کردہ طریقہ پر آپس میں زید اور بکر مال کو خرید وفروخت کرتے ہیں؟

(۳) بکر نے زید سے یہ شرط بھی کہ جس وقت تک میرا کل مطالبہ تحریر نہ ہو جائے، اس وقت تک آپ کو روازنہ کی بکری مجھے دینی ہوگی، اوراس درمیان میں جو مال آپ منگایا کرینگے وہ مال، اسی طرح پر میرے ہاتھ مقررہ شرائط پر فروخت کرنا پڑیگا اوراسی طرح مال پر منافع لگا کر آپ کو فروخت کر دیا کروں گا، زید نے شرط منظور کرکی۔ مندرجۂ بالا طریقہ عندالشرع درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مندرجہ بالا طریقہ خلاف شرع وناجائز ہے جب تک زید اس مال پر اپنا قبضہ نہ کرے اس کو فروخت نہیں کرسکتا[1] جواز کا طریقہ یہ ہے کہ کسی سے قرض لے کر اول مال چھڑالے ،پھر جس کے ہاتھ جس قیمت پر چاہے فروخت کرے، روزانہ کی بکری کا مطالبہ بھی صورت مسئولہ میں ناجائز ہے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸/۸/۶۲ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۸/۸/۶۲ھ

---

[1] ومنها القبض فی بیع المشتری المنقول ،فلایصح بیعه قبل القبض لماروی ان النبی علیه الصلوٰة والسلام نهی عن بیع مالم یقبض ،بدائع، زکریا ص۳۹۴/ج۴/ کتاب البیوع من شروط صحة البیع، النهر الفائق ص۴۶۳ ج۳ باب التولیة، فصل فی التصرف فی المبیع والثمن قبل القبض دار الکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹه ص۱۱۶ ج۶ باب التولیة، فصل فی بیان التصرف فی المبیع.

[2] کل شرط لا یقتضیه العقد وفیه منفعة لاحد المعاقدین أو للمعقود علیه وهو من اهل الاستحقاق یفسده، هدایه ص ۵۹ ج۳ کتاب البیوع، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

افیون وغیرہ کی بیع

سوال: ۔گانجہ، بھنگ، افیون کی تجارت کیسی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

گانجہ، بھنگ، افیون کی تجارت مکروہ تحریمی ہے، لیکن اگر کسی نے کرلیا توصحیح ہوجائیگی ''وصح بیع الخمر ای عندہٗ خلافاً لهما فی البیع والضمان لکن الفتویٰ علیٰ قوله فی البیع وعلیٰ قولهمافی الضمان ان قصد المتلف الحسبةوذٰلک یعرف بالقرائن والافعلیٰ قوله کمافی التاتارخانیة وغیرهاثم ان البیع وان صح لکنه یکره کمافی الغایة شامی، ص۴۴۹/ج ۵/[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمودغفرلہٗ دارالعلوم دیوبند۷/۹/۸۸ھ

افیون کی تجارت اوراس کی آمدنی کا حکم

سوال: ۔ہمارے علاقے میں خاص طور سے ہمارے گاؤں میں لوگ افیون کا کاروبار کرتے ہیں، اسی کاروبار سے جورقم حاصل ہوئی، زمین ،کھیت اور باغ خریدے اب ان میں کاشت بھی ہوتی ہے، اورافیون کا کاروبار بھی جاری ہے، کیا ایسے لوگوں کی آمدنی درست ہے،ان کے یہاں کھانا کیسا ہے؟ اگرافیون کی کمائی سے مسجد،سرائے، یادینی مدارس میں چندہ دیں توکیسا ہے؟

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) باب البیع الفاسد، مکتبہ تھانوی دیوبند، الدر مع الشامی کراچی ص ۸۴،۸۵ ج۵ باب البیع الفاسد، مطلب فی الشرط الفاسد إذا ذکر بعد العقد أو قبله، مجمع الأنهر ص ۹۰ ج۳ باب البیع الفاسد، دار الکتب العلمیة بیروت.

(صفحہ ہٰذا) [1] شامی کراچی، ص ۴۵۴/ج۶/ کتاب الاشربة.

الجواب حامداً ومصلیاً

افیون کی تجارت مکروہ ہے افیون کی آمدنی سے جو زمین خرید کر اس میں کاشت کرتے ہیں اس کاشت کی آمدنی کو حرام نہیں کہا جائے گا، ایسی آمدنی سے چندہ لینا بھی درست ہے، اوران کے یہاں کھانا پینا بھی درست ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

افیون کی بیع اور کاشت

سوال:۔ افیون کی کاشت کرنا کیسا ہے، نیز اس کی تجارت کے لئے کیا حکم ہے، اس کا حکم بحکم شراب ہے یا اس سے جدا ہے؟ بالتفصیل بیان فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

افیون کا کھانا حرام ہے، اگر چہ اس کی حرمت شراب کی حرمت سے کم درجہ کی ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر اسلامی حکومت ہو تو شراب پینے والے پر حد جاری کی جاتی ہے، اورافیون کھانے والے پر حد جاری نہیں کی جاتی، البتہ تعزیری سزادی جاتی ہے،" **ویحرم اکل البنج والا فیون والحشیشة لکن دون حرمة الخمر فان اکل شیئاً من ذٰلک لاحد علیه وان سکربل یعزربمادون الحد**(شامی ،درمختار[2]) کاشت خشخاش کی کی جاتی ہے، اس میں کوئی حرج نہیں،اس کی تجارت بھی جائز ہے، البتہ اس سے افیون نکال کر اس کی

---

[1] **وصح بیع غیر الخمر ای عنده خلافالهما فی البیع والضمان، لکن الفتویٰ علی قوله فی البیع ثم ان البیع وان صح لکنه یکره کمافی الغاية ،شامی کراچی،ص ۴۵۴/ج۶/ کتاب الاشربة.**

[2] **درمختار مع شامی کراچی ،ص ۴۵۸/ج۶/ کتاب الاشربة، الدر المنتقی مع المجمع ص ۲۵۱ ج۴ کتاب الاشربة، دار الکتب العلمية بيروت.**

تجارت مکروہ ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۵/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۵/۸۸ھ

بوڑی کی بیع

سوال: ۔ بوڑی کی بیع وشراء جائز ہے یانہیں؟ بوڑی کی اصل یہ ہے کہ ایک درخت جس سے کہ افیم نکلتی ہے اس میں پھول آتا ہے، اس کو بوڑی بولتے ہیں، اس کے پینے سے معمولی نشہ آتا ہے، چائے کی طرح اس کو پیا جاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر بوڑی نشہ ہی کے لئے استعمال ہو دوسرا کوئی فائدہ اس سے نہ ہو تو اس کی بیع مکروہ ہے، اگرچہ نشہ اس سے تھوڑا ہی ہوتا ہو[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۵/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۴/۱/۷۷ھ

---

[1] (وصح بیع غیر الخمر)ثم ان البیع وان صح لکنه یکره، کمافی الغایة.(شامی کراچی، ص ۴۵۴/ج ۶/) کتاب الاشربة.

[2] وصح بیع غیر الخمرای عند ہ خلافا لهما فی البیع والضمان ،لکن الفتوی علی قوله فی البیع ثم ان البیع وان صح لکنه یکره کمافی الغایة، شامی کراچی ص ۴۵۴/ج۶/ کتاب الاشربة ما قامت المعصیة بعینه یکره تحریماً وإلا فتنزیها، در مختار مع الشامی کراچی ص ۳۹۱ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، بحر کوئٹہ ص۱۴۳ ج۵ کتاب السیر، باب البغاة، الدر المنتقی مع المجمع ص ۲۱۲ ج۴ کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، طبع بیروت.

گوبر کی بیع

سوال:۔ گوبر کی کھاد بیچنا اور خریدنا جائز ہے یا ناجائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

گوبر جب مٹی بن جائے، تو اس کا خریدنا اور بیچنا جائز ہے [۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

آبپاشی پانی کی بیع کی ایک صورت

سوال:۔ محکمۂ آب رسانی پانی کی قیمت وصول کرتا ہے مگر پانی کی مقدار کچھ متعین نہیں اس کا کوئی میٹر وغیرہ نہیں بلکہ فی پلاٹ سالانہ معاوضہ پانی کا متعین ہے، محکمہ کی طرف سے شرط یہ ہے کہ ایک پلاٹ کا پانی دوسرے پلاٹ میں بالعوض یا بلاعوض نہ دیا جائے، اس صورت میں محکمہ کی اس شرط کی پابندی شرعاً لازم ہے یا کہ دوسروں کو پانی دینے کی گنجائش ہے، اگر گنجائش رہے تو اپنی ٹنکی وغیرہ میں پانی کے اخراج سے قبل اس پانی کی بیع درست ہے

---

[۱] کرہ بیع العذرة خالصة لاالسرقین ای الزبل وفی الشرنبلالیة هورجیع ماسوی الانسان شامی کراچی، ص۳۸۵/ج۶/ کتاب الکراهیة ،فصل فی البیع، محیط برهانی ص۳۳۴ج۹ کتاب البیوع، الفصل السادس، ما یجوز بیعه ومالا یجوز نوع آخر فی بیع المحرمات، مجلس علمی گجرات، هندیه کوئٹه ص۱۱۶ج۳ کتاب البیوع، الباب التاسع، الفصل الخامس فی بیع المحرم الصید.

یا نہیں، جو سرکاری لائن سے گھر کی لائن میں آرہا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قبل القبض بیع کا ناجائز ہونا کتب فقہ میں مصرح ہے[1] لیکن اگر اسکو اجارہ قرار دیا جائے، اور ثمن کو اجرت کہا جائے، تو مطلب یہ ہوگا کہ فلاں پلاٹ میں مشین کے ذریعہ پانی پہنچانے کی اجرت یہ ہے مستاجر کو اس کا حق ہے کہ دوسرے کو منفعت حاصل کرنے کا حق دیدے بالعوض ہو یا بلاعوض جیسا کہ درمختار وغیرہ میں تصریح ہے، لیکن خلاف قانون کرنا جس سے عزت یا مال کا خطرہ لاحق ہو قرین دانشمندی نہیں[2] "**وفیما لایختلف مافیه بطل تقییده به کما لو شرط سکنی واحدله ان یسکن غیره اھ درمختار کتاب الاجارة علی هامش ردالمحتار ص ۲۲/ ج۵/ الشامی نعمانیه.**"[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند

---

[1] من شروط صحة البیع القبض فی بیع المشتری المنقول فلا یصح بیعه قبل القبض، بدائع زکریا ص۳۹۴ ج۴ کتاب البیوع، النهر الفائق ص۴۶۳ ج۳ باب التولیة، فصل فی التصرف فی المبیع والثمن قبل القبض، طبع بیروت، بحر کوئٹه ص۱۱۶ ج۶ باب التولیة فصل فی بیان التصرف فی المبیع.

[2] لا ینبغی للمؤمن أن یذل نفسه، ترمذی شریف ص۵۰ ج۲ ابواب الفتن، طبع رشیدیه دهلی المعجم الکبیر ص۱۲/۳۱۲، رقم الحدیث:۱۳۵۰۷، دار احیاء التراث العربی بیروت، جامع الاصول ص۱۲/۳۲۳، قبیل وصیة عائشةؓ لمعاویةؓ رقم الحدیث ۹۳۱۱ طبع دار احیاء التراث العربی بیروت.

[3] شامی ص۴۸/ ج۹/ (مطبوعه زکریا دیوبند) کتاب الاجارة باب مایجوز من الاجارة ومایکون خلافاً فیها، مطلب فی الارض المحتکرة ومعنی الاستحکار، بحر کوئٹه ص۳۰۸ ج۷ کتاب الاجارة، باب ما یجوز من الاجارة وما یکون خلافا فیها، مجمع الانهر ص۵۲۴ ج۳ کتاب الاجارة، باب ما یجوز من الاجارة وما لا یجوز دارالکتب العلمیة بیروت.

باغ کی بہار خریدتے وقت یہ شرط لگانا کہ اتنے بہار دینے ہونگے

سوال:۔ایک شخص نے آم یا کوئی دوسرا باغ بیچتے وقت باغ کی بہار لینے والے سے یہ کہا کہ میں مثلاً دو ہزار روپے لونگا، اور پانچ من آم لونگا، تو کیا ایسی بھی کوئی صورت ہے جس میں جنس لینا درست ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر پانچ من آم کی صفات ایسی طرح بیان کردی گئیں ہیں کہ کوئی خلجان نہیں رہا ہے اور یہ شرط نہ کی گئی کہ اس باغ کے یا فلاں درخت کے ہوں گے بلکہ خریدنے والے کو اختیار ہے کہ وہ بازار سے خرید کر دیدے تو یہ معاملہ اس طرح درست ہے یہ پانچ من آم مستثنیٰ نہیں بلکہ جزو ثمن ہیں [1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند ۲۰/۵/۱۴۱۵ھ

بیع پختہ ہوجانے کے بعد بائع کا شرط لگانا

سوال:۔عمر نے زید کو زمین فروخت کی بغیر کسی شرط کے مگر روپیہ لینے کے بعد عمر

---

[1] والحيلة أن يغرز الأجر أولا أو يسمى قفيزا بلا تعيين ثم يعطى قفيزا منه فيجوز وبه علم جواز مايفعل فى ديار نا من اخذ الاجرة من الحنطة والدراهم معاً ولاشک فى جوازه شامى زكريا، ص ۷۹/ج۹/ باب الاجارة الفاسدة، قبيل مطلب يخص القياس والاثر بالعرف العام الخ، الدر المنتقى مع المجمع ص۵۳۹ ج۳ باب الاجارة الفاسدة، دار الكتب العلمية بيروت، بحر كوئٹه ص۲۴ ج۸ باب الاجارة الفاسدة.

زمین نہ دے کر اس میں شرط لگا رہا ہے عمر کا ایسا شرط لگانا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بیع کا ایجاب وقبول پختہ ہو جانے کے بعد کوئی شرط لگانا درست نہیں اب کوئی حق نہیں رہا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۱/۷/۹۴ھ

غیر کی زمین کو فروخت کرنا

سوال: ۔تیس سال قبل حامد نے خالد کو ایک قطعۂ زمین قبولیت لے کر مالک بنا دیا، خالد چند دن تک دخل لیکر اپنے نابالغ لڑکے رحیم کو چھوڑ کر مر گیا، لیکن رحیم مجبوری کی وجہ سے دوسری جگہ چلا گیا، مذکورہ حامد نے بارہ سال بعد دوبارہ اسی زمین پر دخل لے کر اپنے نام کرالیا اور بارہ سال بعد قاسم کے ہاتھ فروخت کر دیا، ایسی صورت میں قاسم کیلئے ازروئے شریعت مذکورہ زمین پر قبضہ کرنا، نفع اٹھانا جائز ہوگا یا نہیں، اور رحیم کی ملکیت زائل ہوگئی کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر حامد نے وہ زمین خالد کے ہاتھ فروخت کردی تھی، تو خالد اس کا مالک ہوگیا تھا،[2]

---

[1] واذا حصل الایجاب والقبول لزم البیع ولاخیار لواحد منهما الخ هدایه، ص ۲۰/ ج ۳ (مطبوعه تهانوی دیوبند) اول کتاب البیوع، الدر مع الشامی کراچی ص ۵۲۸ ج ۴ کتاب البیوع، مطلب ما یبطل الایجاب سبعة النهر الفائق ص ۳۳۷ ج ۳ کتاب البیوع، دار الکتب العلمیة بیروت. (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

پھر خالد کے انتقال کے بعد وہ زمین بطور ترکہ ورثہ کی ہوگی، اگر اس کا وارث صرف ایک لڑکا ہے تو وہی وارث اور مالک ہے، اس کے کسی دوسری جگہ چلے جانے سے اس کی ملک ختم نہیں ہوئی، پھر حامد کا بغیر کسی وجہ شرعی کے اس زمین کو اپنے نام کرالینا غصب اور ظلم ہے[1]، اس سے وہ مالک نہیں ہوا پھر قاسم کے ہاتھ اس کو فروخت کردینا بھی صحیح نہیں ہوا[2] اس لئے قاسم کو اس زمین سے نفع اٹھانا جائز نہیں[3]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۵/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۸/۵/۸۸ھ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۲] وحکمه (البیع) ثبوت الملک، الدر مع الشامی کراچی ص۵۰۶ کتاب البیوع، مطلب شرائط البیع انواع اربعة، بحر کوئٹه ص۲۵۸ ج۵ کتاب البیوع، فتح القدیر ص۲۴۸ ج۶ کتاب البیوع، دار الفکر بیروت.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] لایجوز لاحد من المسلمین اخذ مال احد بغیر سبب شرعی الخ البحرالرائق ،ص ۴۱/ج۵/ (مکتبه الماجدیه کوئٹه) کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، هندیه کوئٹه ص۱۶۷ ج۲ کتاب الحدود، الباب السابع، فصل فی التعزیر، النهر الفائق ص۱۶۵ ج۳ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، طبع بیروت.

[۲] أما شرائط المعقود علیه ...... وأن یکون ملک البائع فیما یبیعه لنفسه، بحر کوئٹه ص ۲۵۹ ج۵ کتاب البیوع، شامی کراچی ص۵۰۵ ج۴ کتاب البیوع، مطلب شرائط البیع انواع اربعة، فتح القدیر ص۲۴۸ ج۶ کتاب البیوع، دار الفکر بیروت.

[۳] الحرام ینتقل ای ینتقل حرمته وان تداولته الایدی وتبدلت الا ملاک الخ شامی زکریا، ص:۳۰۰/ ج:۷/ کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، قبیل مطلب البیع الفاسد لایطیب له الخ، الحرمة تتعدی فی الاموال، الاشباه والنظائر ص:۱۵۹، کتاب الحظر والاباحة، دار الاشاعة دهلی.

ذبح سے پہلے جانور کا گوشت فروخت کرنا

سوال:۔زندہ جانور کی کھال گوشت ران وغیرہ ذبح کرنے سے پہلے فروخت کردیتے ہیں،اورایک دوکاندارخرید کر گوشت وغیرہ بیچتاہے، گاہک دوکان دار سے لیکر استعمال میں لاتے ہیں، یہ بیع درست ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

اس طرح فروخت کرنا بیع فاسد ہے[۱] بیچنے والے خریدنے والے کے ذمہ ایسی بیع کا فسخ کرنا واجب ہے[۲] اگر فسخ نہیں کیا تو دونوں گنہگار رہوں گے،اور جس شخص نے اس سے اس گوشت کوخریدا ہے،اس کے حق میں اس خریدنے سے فساد نہیں آئے گا،بیع درست ہوجائے گی،خواہ اس کواصل بیع کاعلم نہ ہو[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمودغفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

۱ (فسد بیع) صوف علی ظهر غنم کذاکل مااتصاله خلقی کجلدالحیوان الخ درمختار علی الشامی ،ص ۲۵۲/ج۷/ (مطبع زکریا دیوبند)وکراچی،ص ۶۳/ج۵/ کتاب البیوع باب البیع الفاسد، مطلب استثناء الحمل فی العقود علی ثلاث مراتب، بحر کوئٹه ص۷۵ج۶ باب البیع الفاسد، النهر الفائق ص ۴۲۱ ج۳ باب البیع الفاسد، طبع بیروت.

۲ ویجب علی کل واحد منهما فسخه أی فسخ البیع الفاسد قبل القبض، الدر مع الشامی کراچی ص ۹۰ ج۵ باب البیع الفاسد، مطلب فی الشرط الفاسد، إذا ذکر بعد العقد أو قبله بحر کوئٹه ص۹۴ ج۶ فصل فی البیع الفاسد، النهر الفائق ص ۴۴۲ ج۳ فصل فی احکام البیع البیع الفاسد، طبع بیروت،

۳ إذا قبض المشتری المبیع برضا بائعه فی البیع الفاسد ولم ینهه البائع عنه ملکه، بحر کوئٹه ص ۹۱ ج۶ فصل فی البیع الفاسد، النهر الفائق ص ۴۴۰ ج۳ فی احکام البیع الفاسد، طبع بیروت.

بڑے کے گوشت کو بکرے کا گوشت بتا کر فروخت کرنا

سوال:۔(۱) ایک شخص یا دو چار لوگ یہ کام کرتے ہیں کہ بکرے کا گوشت فروخت کرتے ہیں اور اس کے ساتھ بڑے یعنی بیل، بھینس وغیرہ کا قیمہ بکرے کا کہہ کر فروخت کرتے ہیں، اور ایسا کرنے کے باوجود وہ لوگ مال زکوٰۃ یا قربانی یا حج وغیرہ کرتے ہیں تو یہ درست ہے یا نہیں؟

(۲) دو چار لوگ وہ قیمہ تیار کرکے اپنی دوکان پر رکھتے ہیں، اور وہ جانتے ہیں کہ یہ لوگ اس کو بکرے کا کہہ کر فروخت کریں گے، مندرجہ بالا لوگوں کو واضح کرانے کے باوجود بھی کہ آپ ایسا کرتے ہیں تو ایسا ہوتا ہے ان لوگوں کے بارے میں تحریر فرمایئے کہ ان کا حج، زکوٰۃ، قربانی وغیرہ ادا ہوگا، یا نہیں؟ اور کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جھوٹ بولنا اور دھوکہ دینا حرام ہے[۱]، اس روپے سے جو زکوٰۃ دیتے ہیں اور حج کرتے ہیں تو فریضہ ادا ہو جاتا ہے[۲]، جھوٹ اور دھوکہ دینے سے توبہ لازم ہے۔

---

[۱] من غش فلیس منا الحدیث ترمذی، ج ۱ / ص ۱۵۷ / (مطبع رشیدیہ دھلی) کتاب البیوع، باب ماجاء فی کراھیة الغش، لان الغش حرام الخ در محتارعلی الشامی زکریا ص ۲۳۰ ج ۶ باب خیار العیب.

ترجمہ:۔ جو شخص دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں۔

[۲] لایقبل الحج بالنفقة الحرام مع انه یسقط به الفرض الخ عالمگیری، ج ۱ / ص ۲۲۰ / مطبوعه کوئٹه کتاب الحج الباب الاول، شامی زکریا ص ۴۵۳ ج ۳ کتاب الحج، مطلب فیمن حج بمال حرام، سکب الانهر ص ۳۸۵ ج ۱ کتاب الحج دار الکتب العلمیة بیروت.

[۳] ولاتزروازرة وزر اخری سوره بنی اسرائیل آیت ۱۵ .

(۲) اگر وہ خود دھوکہ نہیں دیتے تو ان سے خرید کر دھوکہ دینے والوں کی ذمہ داری ان پر نہیں اگر چہ وہ جانتے ہوں کہ یہ دھوکہ دیں گے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیو بند ۱/۴/۹۲ھ

الجواب صحیح العبد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیو بند ۲/۴/۹۲ھ

بلا اذن مالک پتوں کی بیع

جس جانور کو ناجائز پتے کھلائے اسکے دودھ اور گوشت کا حکم

سوال:۔ مالک کی اجازت کے بغیر بعض لوگ پتے توڑ کر لاتے ہیں، اور ان کو لوگ خرید کر اپنے جانوروں کو کھلاتے ہیں ان جانوروں کا دودھ پینے اور انکی قربانی اور عقیقہ کا حکم؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بغیر اجازت مالک کے پتے توڑنا اور فروخت کرنا منع ہے،[2] ایسے لوگوں سے پتے خریدنا بھی منع ہے، (اجازت کیلئے اتنا بھی کافی ہے، کہ مالک کو معلوم ہو اور وہ منع نہ کرے[3]) لیکن جس جانور کو یہ پتے کھلائے اس کا دودھ گوشت، حرام نہیں[4]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیو بند

---

[1] ولاتزروازرة وزر اخرى سورۂ بنی اسرائیل آیت ۱۵ .

[2] لا يجوز التصرف فی مال غيره بلا إذنه ولا ولايته، شامی کراچی ص ۲۰۰ ج ۶ کتاب الغصب، مطلب فيما يجوز من التصرف بمال الغير بدون إذن صريح، الاشباه ص ۱۵۷ الفن الثانی کتاب الغصب، دار الاشاعة دهلی، قواعد الفقه ص ۱۱۰ قاعده ۲۷۰ دار الکتاب دیوبند.

[3] ان الثمار إذا كانت ساقطة تحت الاشجار فلو فی المصر لا يأخذ شيئا منها ما لم يعلم أن صاحبها اباح ذلک نصا أو دلالة ...... وإن كان فی البستان فلو الثمار مما يبقى ولا يفسد لا يأخذ ما لم يعلم الاذن ولو مما لا يبقى فقيل كذلک والمعتمد انه لا بأس به إذا لم يعلم النهی صريحا أو دلالة أو عادةً، شامی کراچی ص ۲۸۴ ج ۴ کتاب اللقطة، مطلب فيمن وجد حطبا فی نهر الخ.

خودرو بانس کی بیع بلا اجازت مالک

سوال:۔ ہمارے یہاں ایک زمیندار کی تقریباً ہزار بیگہ زمین ہوگی اس میں چائے کی کاشت ہوتی ہے، لیکن اس زمین میں بانس وغیرہ کے درخت اُگ آتے ہیں، جن کو کھیت کے سپاہی اور مزدور مالک کی چوری سے فروخت کر دیتے ہیں، تو کیا ان کا خریدنا اور فروخت کرنا درست ہے، یا نہیں؟ ابتلائے عام ہے ہماری طرف تو کچھ تخفیف ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بغیر مالک کی اجازت کے چوری سے خریدنا اور فروخت کرنا درست نہیں، وہ گھاس کے حکم میں نہیں [۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۹/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۹/۹۰ھ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۲] الجدی اذاکان یربی بلبن الاتان والخنزیر ان اعتلف ایاماً فلابأس عالمگیری ص ۲۹۰/۵، کتاب الذبائح الباب الثانی فی بیان مایؤکل لحمه، الدر مع الشامی کراچی ص ۳۴۱، ج۶، کتاب الحظر والاباحة، خانیه علی الهندیه کوئٹه ص ۳/۳۵۹، کتاب الصید والذبائح، "وفی الدرالمختار ولوسقی مایؤکل لحمه خمرا فذبح من ساعته حل اکله ویکره وقال الشامی نقلا عن ابی السعود ،الزروع السقیة بالنجاساة لاتحرم ولاتکره عند اکثر الفقهاء . شامی کراچی، ص ۳۳۱/ج ۶/ کتاب الحظر والاباحة"

(صفحہ هذا) [۱] ومنه لوخندق حول ارضه وهیأها للانبات حتی نبت القصب صار ملکا له وعلیه الاکثرکذافی البحر الهندیة ،ص ۱۰۹/ج۳/ الفصل الثانی فی بیع الثمار،الباب التاسع فیما یجوز بیعه ومالایجوز،فتح القدیر ،ص۴۱۸/ج۶/ باب البیع الفاسد، دار الفکر بیروت، لا یجوز التصرف فی مال غیره بلا إذنه ولا ولایته،شامی کراچی ص ۲۰۰، ج۶، کتاب الغصب، مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر بدون اذن صریح، الاشباه ص۱۵۷، الفن الثانی، کتاب الغصب، طبع دارالاشاعت دهلی، قواعد الفقه ص ۱۱۰، قاعده: ۲۷۰، دار الکتاب دیوبند،

دودھ کی قیمت جانچ کر متعین کرنا

سوال:۔ (۱) ہمارے علاقہ میں رواج ہے کہ لوگ دودھ خریدتے ہیں اوراس کا دام اس طرح کرتے ہیں کہ دودھ کا جائزہ لینے کی جوشیشی آتی ہے، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آیادودھ خراب ہے یااچھاہے، اگرتغیرنہیں ہواتوسترہ روپے بیس کلو کے ہوتے ہیں، اوراگر ڈھائی نمبر نکلاتوسولہ روپے اوراگر دودونمبر نکلاتو پندرہ روپے، اوراس کوروزانہ نہیں ناپتے بلکہ مہینہ میں دوتین مرتبہ ناپ لیتے ہیں تو یہ صورت جائز ہے کہ نہیں؟ اگر جائز نہیں تو کیوں؟

(۲) بعض دودھ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ناپویانہ ناپوایک ہی سیر کے نکلتے ہیں،تو اس صورت کا کیاحکم ہے؟ اوراس کے علاوہ اکثر دودھ ایسے ہیں کہ کبھی اچھے ہوتے ہیں،کبھی پانی ملے ہوئے ہوتے ہیں، دوتین مرتبہ ناپ کر پورے مہینہ کااسی طرح شمار کرکے پیسے متعین کئے جاتے ہیں،تحریرفرماویں، کہ اس طرح خریداری جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

۱/۲/عقد بیع کرتے وقت قیمت کامعلوم ہوناضروری ہے، قیمت مجہول ہونے سے بیع صحیح نہیں ہوتی ہے،صورتِ مسئولہ میں وقت عقد قیمت معلوم ومتعین نہیں بلکہ متردد ہے،اس لئے یہ بیع صحیح نہیں ہے[1]خریدتے وقت روزانہ ہی ناپ لیا جائے ، اوراسی وقت قیمت تجویز ہوجائے یاپھرایک دفعہ ناپ کرکہدیاجاوے، کہ مہینہ بھرتک اسی قیمت سے لیں گے،تب بھی درست ہے،" **ویمکن ان یشم رائحة الا ستدلال لعدم الجواز ممافی الهندیة ، ص ۲۷/ج۳/ عن الخلاصة رجل باع علیٰ انه بالنقد هکذاوبالنسیة هکذا**

---

[1] **وشرط لصحته معرفة قدر مبیع وثمن ووصف ثمن، الدر مع الشامی کراچی ص۵۲۹ ج۴ کتاب البیوع، مطلب ما یبطل الایجاب سبعة، النهر الفائق ص۳۴۲ج۳ کتاب البیوع، دار الکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹه ص۲۷۳ ج۵ کتاب البیوع.**

اوالیٰ شھر کذا والیٰ شھرین ھکذافلا یجوز الخ۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

جو تیل بچ گیا ہے وہ تیلی سے خریدنا

سوال:۔ تیلی سے تیل خریدنا جو خلط ملط تیل نکالنے والوں سے بچا کھچا اکٹھا کرتا ہے، یا کٹ فٹ کر لیتا ہو اس کے ساتھ جائز تیل بھی ملا ہوا ہوگا وہ فروخت کرتا ہے اس سے لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ سرقہ کر کے دوسروں کا تیل فروخت کرتا ہے، تو اس کا خریدنا جائز نہیں[2] اگر اپنا ذاتی بھی اس میں مخلوط ہوتا ہے تو خلط کی وجہ سے وہ مالک ہو جاتا ہے لیکن قبل اداء ضمان تیلی کو اس میں بیع وغیرہ کا تصرف ناجائز ہوتا ہے،[3] تاہم اگر کوئی خریدیگا تو وہ مالک ہو جائے گا، بایں

---

[1] الهندية، ص ۱۳۶/ج۳/ الباب العاشرفی الشروط اللتی تفسد البیع، فتح القدیر ص ۲۶۲ ج۶ کتاب البیوع، طبع دار الفکر بیروت.

[2] لا يجوز لأحد أن يتصرف فی ملک غیره بلا إذنه أو وكالة منه أو ولاية عليه، وإن فعل كان ضامناً، شرح المجلة لرستم الباز ص ۶۱ ج ۱، رقم المادة (۹۶) المقالة الثانية فی القواعد الكلية، مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند، الأشباه والنظائر ص۱۵۷ كتاب الغصب، الفن الثانی، مطبوعه مکتبه اشاعت الإسلام دهلی. قواعد الفقه ص۱۱۰ رقم القاعدة (۲۷۰) الرسالة الثالثة، مطبوعه دار الكتاب دیوبند.

[3] وفی حظر الاشباه : الحرمة تتعددمع العلم الافی حق الوارث وقال فی موضع لاتاخذ بهذه الرواية وهوحرام مطلقا على الورثة ......وينبغی تقييد بما اذا كان عين الحرام ليوافق مانقلناه اذلواختلط بحيث لايتميز يملكه ملكا خبيثاً لكن لايحل التصرف فيه مالم يؤدبد له .شامی کراچی ،ج۵/ص ۹۹/ باب البيع الفاسد مطلب فيمن ورث مالاً حراماً،

ہمہ خریدنے سے اجتناب احوط ہے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کھیت میں بیج ڈالنے سے پہلے پیداوار کی بیع

سوال:۔ کھیت میں بیج ڈالنے سے پہلے اسکی پیداوار کو فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ناجائز ہے[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵۹ھ

صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ ہذا ۱۳/ جمادی الاولیٰ ۵۹ھ

بازار میں فروخت ہونے والے پھلوں سے افطار

سوال:۔ ہمارے شہر میں یہ رواج ہوگیا ہے کہ اکثر وبیشتر آم وامرود وبیر وغیرہ کی بیع

---

[۱] الحرام ینتقل فلو دخل بأمان وأخذ مال حربی بلا رضاہ وأخرجہ الینا ملکہ وصح بیعہ، لکن لا یطیب لہ ولا للمشتری منہ فیکون بشرائہ منہ مسیئاً لأنہ ملکہ بکسب خبیث، در مختار مع الشامی کراچی ص۹۸ ج۵ باب البیع الفاسد، قبیل مطلب، البیع الفاسد لا یطیب لہ ویطیب للمشتری منہ، وعن الحسن بن علی قال: حفظت من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم : دع ما یریبک إلی ما لا یریبک، الحدیث مشکوٰۃ شریف ص۲۴۲ ج۱ کتاب البیوع، باب الکسب وطلب الحلال، الفصل الثانی، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

[۲] منہا ان یکون موجوداً فلاینعقد بیع المعدوم ومالہ خطر العدم کبیع نتاج النتائج وکذا بیع الثمر والزرع قبل ظہورہ لانہما معدوم (بدائع زکریا، ص۳۲۶/ ج۴/کتاب البیوع فصل مایرجع الی المعقود علیہ، عالمگیری کوئٹہ ص۲ ج۳ اول کتاب البیوع، بحر کوئٹہ ص۲۵۹ ج۵ اول کتاب البیوع)

پھول اور پھل آنے سے قبل کردی جاتی ہے، اس قسم کا پھل کھانا حرام یا مکروہ ہے، حضرت تھانویؒ کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ اس قسم کے پھل نہیں کھاتے تھے، مگر دور حاضر کے علماء وصلحا واتقیاء کی اکثریت اس قسم کے کھانے سے قطعاً احتراز نہیں کرتے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عوام اس کو بلاتکلف کھاتے ہیں، اور ناجائز بھی نہیں سمجھتے ہیں، تو کیا اس کی وجہ سے کچھ گنجائش نکل آئی ہے، اور حرمت میں کچھ تخفیف ہوگئی ہے، نیز رمضان المبارک میں اس قسم کے پھلوں سے افطار کرنا کیسا ہے؟ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب قدس سرہٗ "**رب صائم لیس لۂ من صیامه الاالجوع**" کے تحت فضائل رمضان المبارک میں رقمطراز ہیں کہ اس سے مراد مال حرام سے افطار کرنا ہے، کیا ثمرات مذکورہ سے روزہ افطار کرنا تو اس میں داخل نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

یہ بیع باطل ہے[۱] جس پھل کے متعلق پختہ معلوم ہو کہ اس کی بیع باطل ہوئی ہے، اسکا کھانا جائز نہیں نہ افطار میں نہ بغیر رمضان کے[۲] حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے متعلق یقین ہے کہ وہ ایسا پھل نوش نہیں فرماتے تھے، مگر یہ بھی صحیح نہیں کہ وہ پھل بالکل ہی نوش نہیں فرماتے تھے، اگر کاشت کی زمین کو سال دوسال کیلئے اجارہ پر لے لیا جائے، تو اس کی پیداوار درست ہے[۳] بہت سے لوگ یہ معاملہ کرتے ہیں، اس لئے پھل کو کلیتاً ناجائز نہیں کہا جائیگا[۴]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۸/۹۰ھ

---

[۱] بیع الثمارقبل الظهور ،لایصح اتفاقاً .عالمگیری ،ص۱۰۶/ج۳/ کتاب البیوع الباب التاسع ،الفصل الثانی فی بیع الثمار، بحر کوئٹه ص۲۵۹ ج۵ اول کتاب البیوع، الدر مع الشامی کراچی ص۵۵۵ ج۴، کتاب البیوع، مطلب فی بیع الثمن والزرع والشجر مقصوداً.

[۲] البیع الباطل لا یفید الملک وإن اتصل به القبض، خانیه علی الهندیه کوئٹه ص۱۳۳ ج۲ کتاب البیوع، فصل فی البیع الباطل، مجمع الأنهر ص۹۴ ج۳ کتاب البیوع، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

پھل آنے سے پہلے ان کی بیع

سوال:۔ جن درختوں پر پھل نہ آیا ہو خرید سے پہلے ٹھیکہ لینا جائز نہیں یا پھل آنے پر ٹھیکا لینا چاہئے، ایسے پھلوں کا کھانا حلال ہے یا حرام؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

جب پھل نہیں آیا تو پھل کا خریدنا ناجائز ہے،[۱] البتہ اگر زمین ٹھیکے پر لے لے اور اس کے بعد پھل آئے تو وہ پھل بھی درست ہے۔[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) باب البیع الفاسد، فصل، طبع دار الکتب العلمیة بیروت، الدر مع الشامی کراچی ص ۵۹ ج۵ باب البیع الفاسد، مطلب الآدمی مکرم شرعا الخ.

[۳] ولو اشتری نخلة فیها ثمر لیقلعها ثم استأجر الارض لیبقیها جاز، کذلک لواشتری الرطبة بأصلها لیقلعها ثم استاجر الارض لیبقیها جاز ولواستعار الارض فی ذٰلک کله جاز . عالمگیری ،ص ۴۴۷/ج۴/ کتاب الاجارہ ،الفصل الرابع فی فساد الاجارة، محیط برهانی ص ۳۴۲ ج ۱۱ کتاب الاجارة الباب الخامس عشر فی بیان ما یجوز من الاجارة وما لا یجوز الفصل الخامس عشر فی بیان ما یجوز من الاجارة، نوع آخر فی فساد الاجارة إذا کان المستاجر مشغولا بغیره، طبع مجلس علمی گجرات، شامی کراچی ص۵۵۷ ج۴ کتاب البیوع، مطلب فساد المتضمن یوجب فساد المتضمن.

[۴] الأصل ان امور المسلمین محمولة علی السداد والصلاح حتی یظهر غیره.قواعد الفقه، ص ۱۲ قاعده ۲، الرسالة الاولی اصول الکرخی مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

(صفحه هذا) [۱] بیع الثمار قبل الظهور لایصح اتفاقاً .هندیه ،ص ۱۰۶/ج۳/ الفصل الثانی فی بیع الثمار.

[۲] ولواشتری نخلة فیها ثمر لیقلعها ثم استأجر الارض لیبقیها جاز الهندیة، ص۴۴۷/ج۴/ کتاب الاجارة، الباب الخامس عشر فی بیان ما یجوز من الاجارة وما لا یجوز الفصل الرابع فی فساد الاجارة، محیط برهانی ص ۳۴۲ ج ۱۱ کتاب الاجارة، الفصل الخامس عشر فی بیان ما یجوز من الاجارة، نوع آخر فی فساد الاجارة إذ المستاجر مشغولا بغیره، طبع مجلس علمی گجرات.

پھل کی بیع پکنے اور بڑے ہونے سے پہلے

سوال:۔ ہمارے دیار میں یہ رواج ہے کہ آم درخت پر جب چھوٹے چھوٹے ہی رہتے ہیں تو مالکان اسے فروخت کردیتے ہیں، اور پک جانے کے بعد مشتری (خریدار) اپنے کام میں لاتا ہے، تو کیا اس طرح بیع وشراء (خرید وفروخت) جائز ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح باغ کو خریدنا درست ہے، لیکن مشتری (خریدار) کے ذمہ واجب ہے کہ فوراً آم توڑ لے اور اور بائع (بیچنے والا) کے درخت سے اپنی ملک علیحدہ کرلے، اگر خریدتے وقت شرط کرلی ہے، کہ آم پکنے تک درخت پر لگے رہیں گے اور پکنے کے بعد توڑوں گا تو یہ شرط فاسد ہے، اور مفسد بیع ہے، ہاں اگر بیع میں شرط کا کوئی ذکر نہ ہوا اور بیع کے بعد بائع سے اجازت لے لی جائے تو جائز ہے، "**ومن باع ثمرة لم يبد صلاحها اوقد بداجازاھ** ہدایہ"[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

درختوں پر پھلوں کی بیع

سوال:۔ آج کل عموماً پھلوں کی بیع قبل صلاحیت خوردگی ہوتی ہے، کیا جو پھل

---

[1] ومن باع ثمرة لم يبد صلاحها اوقد بداجاز البيع ،وعلى المشترى قطعها فى الحال تفريغا وان شرط تركها على النخيل فسدالبيع ولواشتراها مطلقا وتركها باذن البائع طاب له الفضل.هدايه ،ص٢٦، ٢٧/ج٣/. كتاب البيوع،فصل، مطبوعه ياسرنديم ديوبند، الدر مع الشامى كراچى ص٥٥٥،٥٥٦ج۴ كتاب البيوع، مطلب فى بيع الثمر والزرع والشجر مقصوداً، بحر كوئٹه ص٣٠٢ج٥ كتاب البيوع.

فروخت ہوتے ہیں، ان کا استعمال کیسا ہے؟ کہا جاتا ہے کہ اگر کوئی کافر باغ خرید کر پھلوں کو بیچتا ہے، اور مسلمان خرید لے تو جائز ہے اور اس قول کو حضرت تھانویؒ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، بلکہ چند سال پیشگی باغات کی فروختگی ہوجاتی ہے، یہ مبیع معدوم ہونے کی وجہ سے بیع باطل معلوم ہوتی ہے، تو کیا ایسی صورت میں کافر سے پھل خرید سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کچے پھلوں کی بیع جائز ہے اور وقوع بیع کے بعد اگر مالک درخت کی اجازت سے پھل درخت پر رکھے جائیں تو بھی درست ہے، البتہ اگر درمیان عقد پھلوں کو درختوں پر چھوڑنے کی شرط لگائی تو بیع فاسد ہوگی، اور بیع فاسد کا حکم یہ ہے کہ مشتری مبیع کے قبضہ کے بعد مالک ہوجاتا ہے، البتہ اس کا استعمال کرنا مشتری کو درست نہیں ہے، فسخ بیع لازم ہے، تاہم اگر مشتری نے کسی اور کے ہاتھ اس مبیع کو فروخت کردیا تو مشتری ثانی کو اس کا استعمال ہر طرح درست ہے، "**ومن باع ثمرة لم يبد صلاحها اوقد بدا جاز البيع لانه مال متقوم الخ وعلى المشترى قطعها فى الحال تفريغاً لملك البائع وهذا اذاشتراها مطلقاً اوبشرط القطع وان اشترط تركها على الشجر فسد البيع لانه شرط لايقتضيه العقد ولواشتراها مطلقا وتركها باذن البائع طالب له الفضل كذافى الهداية ،ص ۱۰ /ج۳**/"[1]

اور مذکورہ تاویل صحیح نہیں، جس طرح بیع فاسد سے مسلم کے حق میں مبیع میں خبث ہوتا ہے، اسی طرح کافر کے حق میں بھی بیع فاسد اور بیع باطل کے احکام کے سلسلہ میں کافر اور مسلم

[1] الهداية ،ص ۲٦-۲۷/ ج۳/، كتاب البيوع، فصل، مطبوعه ياسرنديم ديوبند، هنديه كوئٹه ص۱۰٦ ج۳ الباب التاسع فيما يجوز بيعه وما لا يجوز، الفصل الثانى فى بيع الثمار الخ، الدر مع الشامى كراچى ص۵۵٦ج۴ كتاب البيوع، مطلب فى بيع الثمر والزرع والشجر مقصوداً،

دونوں برابر ہیں ”واما اسلام المتبایعین فلیس بشرط لجریان الربوٰ فیجری الربوا بین اھل الذمة وبین المسلم والذمی لأن حرمة الربوا ثابتة فی حقھم کذافی البدائع ،ص ۱۹۳ / ج۳ /[۱] حضرت تھانویؒ کا یہ قول تتمہ امداد الفتاویٰ[۲] میں مذکور ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۶/ ۸۸ھ

مول پر آم کی بیع

سوال:۔ آج کل جو آم اور دیگر پھل خریدے جاتے ہیں ان کی عموماً بیع ناجائز ہوتی ہے، کیونکہ اکثر اس طریقہ سے خریدے جاتے ہیں کہ آم چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں، اسی وقت خرید لیتے ہیں، اور بعضے مول آتے آتے خرید لیتے ہیں، جب بیع ناجائز ہوچکی تو پکنے کے بعد جو خرید کر کھائے جاتے ہیں، ان کا کھانا جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے تو کیا وجہ؟

جب بیع اول باطل ہوچکی، اگر نا جائز ہے تو کیا وجہ اس کے اندر اکثر علماء بھی شرکت فرماتے ہیں، کیا کوئی وجہ جواز کی اس میں نکلتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مول پر آم کی بیع باطل ہے،[۳] ایسی بیع کے خریدے ہوئے آم کھانا اور خریدنا منع ہے

---

[۱] البدائع زکریا ،ص ۴۱۸/ ج۴/ شرائط جریان الربا، شامی کراچی ص۱۸۶ ج۵ باب الربا.

[۲] امدادالفتاویٰ ، ج۳/ص۹۶ / پھلوں اورپھولوں کی بیع ،مطبوعہ زکریا دیوبند.

[۳] بیع الثمار قبل الظھور لا یصح اتفاقا، ھندیه کوئٹه ص۱۰۶ ج۳ کتاب البیوع، الباب التاسع فیما یجوز بیعه ومالا یجوز، الفصل الثانی فی بیع الثمار، بحر کوئٹه ص۲۵۹ ج۵ اول کتاب البیوع، الدر مع الشامی کراچی ص۵۵۵ ج۴ کتاب البیوع، مطلب فی بیع الثمن والزرع والشجر مقصوداً.

E:\F.M.Fainal\Jild-24\02-Bai Batil

،جس کو بھی معلوم ہو خواہ وہ عالم ہو یا جاہل اس کا خریدنا ناجائز ہے[۱] ہاں اگر درخت پر آم آ چکے ہیں اور ان کی کچھ قیمت مل سکتی ہے تو ان کی بیع درست ہے، لیکن اسی وقت ان کا توڑنا لازم ہے[۲] اگر بائع کی مرضی کے خلاف ان کو نہ توڑا تو جس قدر زیادتی آموں میں ہوگی، وہ مشتری کی ملک میں نہ ہوگی، بلکہ بائع کی ہوگی[۳] اور اگر آم بالکل بڑے ہونے کے بعد بیع کی اور نفس عقد کے وقت بائع سے مشتری نے اجازت لے لی خواہ بذریعہ اعارہ خواہ بطریق اجارہ یا بطریق شرط یہ بھی ناجائز ہے، لیکن اس صورت میں بیع فاسد ہوگی[۴] جس کا فسخ کرنا واجب

۱؎ البيع الباطل لا يفيد الملك وإن اتصل به القبض، خانيه على الهنديه كوئٹه ص۱۳۳ ج۲ كتاب البيوع، فصل فى البيع الباطل مجمع الأنهر ص۹۴ ج۳ كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، فصل، طبع بيروت الدر مع الشامى كراچى ص۵۹ ج۵ باب البيع الفاسد، مطلب الآدمى مكرم شرعا ولو كافراً.

۲؎ بيع الثمار قبل الظهور لايصح اتفاقاً فان باعها بعد ان تصير منتفعا بها يصح وعلى المشترى قطعها فى الحال هذااذا باع مطلقاً اوبشرط القطع فان باع بشرط الترک فسد البيع الخ .الهندية ص ۱۰۶/ج۳/ الفصل الثانى فى بيع الثمار ،والهداية ،ص ۲۶/ج۳/كتاب البيوع،فصل، مطبوعه ياسر نديم ديوبند،

۳؎ ولو اشتراها مطلقا وتركها باذن البائع طاب له الفضل وإن تركها بلا إذنه وزاد او ذاتا تصدق بما زاد فى ذاته، هنديه كوئٹه ص۱۰۶ ج۳ الباب التاسع، الفصل الثانى فى بيع الثمار، هدايه ص۲۷ ج۳ كتاب البيوع فصل، دار الكتاب ديوبند، الدر مع الشامى كراچى ص۵۵۶ ج۴ كتاب البيوع، مطلب فى بيع الثمن الخ.

۴؎ وإن شرط تركها على الاشجار فسد البيع وقيل لايفسد إذا تناهت الثمرة للتعارف فكان شرطا يقتضيه العقد وبه يفتى لكن فى القهستانى أنه على قولهما الفتوى فتنبه اشاربه إلى اختلاف التصحيح وتخيير المفتى فى الافتاء بأيهما شاء، الدر مع الشامى كراچى ص۵۵۶ ج۴ كتاب البيوع، مطلب فى بيع الثمن والزرع الخ هنديه كوئٹه ص۱۰۶ ج۳ الباب التاسع، الفصل الثانى فى بيع الثمار الخ النهر الفائق ص۳۶۰ ج۳ كتاب البيوع، دار الكتب العلمية بيروت.

ہے[۱] تاہم مفید ملک ہوگی یعنی اگر مشتری سے کسی اور نے وہ آم خریدے تو وہ بیع صحیح ہوگی، تاہم ایسی چیز خریدنے سے بھی علم کے بعد احتیاط چاہئے[۲] اور اگر نفس عقد ختم ہونے کے بعد مشتری نے بائع سے اجازت لے لی[۳] یا زمین ہی کرایہ پر لے لی ہے[۴] یا کسی دوسرے طریق سے معلوم ہوگیا، کہ بائع رضامند ہے تو اسکو اسی وقت آموں کا توڑنا لازم نہیں اور نیز بیع دربیع سب درست ہے، عالم اور جاہل کو ان آموں کا خریدنا درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۵/۵۶ھ

---

[۱] ویجب علی کل واحد منهما فسخ أی فسخ البیع الفاسد قبل القبض، الدر مع الشامی کراچی ص ۹۰ ج۵ باب البیع الفاسد، مطلب فی الشرط الفاسد، إذا ذکر بعد او قبله، النهر الفائق ص ۴۴۲ ج۳ فصل فی احکام البیع الفاسد، طبع بیروت.

[۲] بخلاف البیع الفاسد فانه لایطیب له لفساد عقده ویطیب للمشتری منه لصحة عقده وفی حظر الاشباه، الحرمة تتعد دمع العلم بها الا فی حق الوارث. درمختار مع شامی کراچی، ج۵/ص۹۸/باب البیع الفاسد مطلب البیع الفاسد لایطیب ویطیب للمشتری منه، النهر الفائق ص۴۴۰ج۳ باب البیع الفاسد، فصل فی احکام البیع الفاسد، دار الکتب العلمیة بیروت، هندیه کوئٹه ص۱۴۷ ج۳ الباب الحادی عشر فی احکام البیع الغیر الجائز، اشباه ص ۱۵۹ الفن الثانی، حظر واباحت دهلی.

[۳] ولو اشتراها مطلقاً وترکها باذن البائع طاب له الفضل .هدایه، ص۲۷/ج۳/کتاب البیوع، فصل، مطبوعه یاسرندیم دیوبند، بحر کوئٹه ص۳۰۳ج۵ کتاب البیوع، الدر مع الشامی کراچی ص ۵۵۶ ج۴ کتاب البیوع، مطلب فی بیع الثمن والزرع والشجر مقصوداً.

[۴] ولو اشتری نخلة فیها ثمر لیقلعها ثم استاجر الأرض لیبقیها جاز ...... ولو استعار فی ذالک کله جاز، هندیه کوئٹه ص۴۴۷ج۴ کتاب الاجارة، الباب الخامس عشر فی بیان ما یجوز من الاجارة الفصل الرابع، محیط برهانی ص ۳۴۲ ج ۱۱ کتاب الاجارة الفصل الخامس عشر فی بیان ما یجوز من الاجارة نوع آخر فی فساد الاجارة إذ کان المستاجر مشغولا بغیره، طبع مجلس علمی گجرات، شامی کراچی ص۵۵۷ ج۴ کتاب البیوع، مطلب فساد المتضمن یوجب فساد المتضمن.

اندرونِ زمین آلو وغیرہ کی بیع

سوال: ۔زمین کے اندر جو چیزیں جیسے آلو، پیاز تو وہ اندازے سے خرید نا درست ہے یا نہیں؟ اگر دونوں رضامند ہوں تو حکم عدم جواز کا رہے گا یا جواز کا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

آلو وغیرہ بغیر اکھاڑے خریدنے میں بسا اوقات دھوکہ ہوتا ہے، جس سے خریدار یا مالک کو نقصان ہوتا ہے، اور نزاع بھی ہوتا ہے، اس لئے اس طرح فروخت نہ کیا جائے، نہ خریدا جائے،[1] ہاں اگر دھوکہ نہ ہو اور نزاع نہ ہو تو درست ہے، مثلاً خرید کر جب ہی سامنے اکھاڑ لیا جائے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۳/۸۹ھ

باغ کے درخت کی بیع مکرر

سوال: ۔زید نے ایک درخت بکر سے خریدا طے شدہ رقم بھی بکر کو دیدیا بوجہ تنگدستی

---

[1] وكذا لا يجوز بيع اللؤلؤ في الصدف فانه فاسد للغرر وهو مجهول لا يعلم وجوده ولا قدره، مجمع الأنهر ص ۱۸ ج۳ كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، دار الكتب العلمية بيروت، النهر الفائق ص ۴۲۱ ج۳ باب البيع الفاسد، طبع بيروت، الدر مع الشامى كراچى ص ۶۳ ج۵ باب البيع الفاسد، مطلب استثناء الحمل فى العقود على ثلاث مراتب.

[2] ذكرصاحب الدر المختار فى صورالبيع الفاسد ومنه بيع مااصله غائب قال الشامى اى ماينبت فى باطن الارض وهذا اذا كان لم ينبت اوينبت ولم يعلم وجوده وقت البيع والاجاز بيعه شامى كراچى/ ۵۲/ ج۵/ مطلب فى بيع المغيب فى الارض. باب البيع الفاسد، مجمع الأنهر ص۵۵ ج۳ كتاب البيوع، باب الخيارات، فصل من اشترى ما لم يره، طبع بيروت، هنديه كوئٹه ص ۶۴ ج۳ كتاب البيوع، الباب السابع فى خيار الرؤية، الفصل الثانى فيما تكون رؤية بعضه كرؤية الكل.

E:\F.M.Fainal\Jild-24\02-Bai Batil

زید اسے جلدی نہ کٹوا سکا، چند دنوں بعد عمرو غیرہ نے بکر کو کچھ الٹا سیدھا پڑھا کر کچھ قیمت بڑھا کر مذکورہ درخت کو دوبارہ خرید کر اسے لکھوالیا اور درخت کٹوانا شروع کر دیا، زید کو اطلاع ملی تو اس نے عمرو غیرہ کو روکا اور کہا کہ یہ درخت میں خرید چکا ہوں تم کو کٹوانے کا حق نہیں ہے مگر چونکہ عمرو غیرہ صاحب اثر شخص ہیں زید کی فریاد کو ٹھکرا دیا اور درخت کٹوا لے گئے، بلکہ زید کا روپیہ ابھی تک بکر کے ذمہ باقی ہے، بتلائیے کہ ایسے شخص کے لئے شرعاً کیا حکم ہے، جو کہ ناحق و ناجائز کاموں سے پرہیز نہ کریں، کیا ایسے آدمیوں کے یہاں کھانا یا ان کی امامت درست ہے جو کہ حق و ناحق کا پرہیز نہ کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب بکر سے زید نے درخت خرید لیا اور طے شدہ رقم (قیمت) بھی دیدی تو پھر بکر کو کسی اور کے ہاتھ فروخت کرنے کا حق نہیں رہا[۱] بکر نے جس کے ہاتھ فروخت کیا وہ بیع زید کی رضامندی واجازت پر موقوف ہے[۲] اب بہتر یہ ہے کہ زید اجازت دیدے اور بکر سے قیمت لیلے بکر نے دوجگہ سے قیمت وصول کی ہے، یہ اس کے لئے جائز نہیں ہے، اگر وہ زید کو قیمت نہیں دے گا تو خائن وغاصب ہوگا[۳] اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہوگا[۴] دوسرے خریدار

---

[۱] واذا وجدا (ای الایجاب والقبول) لزم البیع بلاخیار الخ .درمختار علی الشامی ص۴۷/ ج۷/ کتاب البیوع، مطبع زکریا دیوبند، بحر کوئٹہ ص۲۶۲ ج۵ کتاب البیوع، فتح القدیر ص۲۵۷ ج۶ کتاب البیوع، طبع دار الفکر بیروت.

[۲] وکل تصرف صدرمنه (الفضولی) کبیع ولهٗ مجیز حال وقوعه انعقد موقوفاً الخ درمختار علی الشامی زکریا ،ص ۳۱۱/ج۷/ باب البیع الفاسد، فصل فی الفضولی، مجمع الأنهر ص۱۳۴ ج۳ کتاب البیوع، فصل فی بیع الفضولی، دار الکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص۴۹۰ ج۳ کتاب البیوع، فصل فی بیع الفضولی، طبع بیروت.

[۳] لا یجوز لاحد من المسلمین أخذ مال احد بغیر سبب شرعی، بحر کوئٹہ ص۴۱ ج۵ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، هندیه کوئٹه ص۱۶۷ ج۲ کتاب الحدود، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

نے اگر یہ معلوم ہونے پر خریدا ہے کہ زید اس کو خرید کر قیمت دے چکا ہے تو وہ بھی گنہگار رہے[1]، اگر اس کو خریدنا ہی تھا تو زید سے خریدتا اور اسی کو قیمت دیتا اس کے ذمہ بھی توبہ کرنا اور زید سے معافی مانگنا اور زید کو قیمت پوری دینا ضروری ہے، مسئلہ سمجھا دیا ہے تاکہ معاملہ کو اب صحیح کرلیں جس کی صورت اوپر درج ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ، دارالعلوم دیوبند ۲/۶/۸۵ھ

زندہ درخت کی بیع اوراس سے اگنے والی شاخوں کا حکم

سوال:۔ زندہ درخت بغیر زمین کے زید نے بکر کو فروخت کیا بکر عرصۂ دراز سے اس پر قابض ہے اس درخت سے لکڑیاں وغیرہ زید ہی لیتا رہا ہے، مذکورہ صورت میں دریافت کرنا ہے کہ زندہ درخت کا بغیر زمین کے بیچنا اوراس کو بائع کی زمین پر اس طرح عرصہ تک رکھ کر لکڑیاں حاصل کرنا کہ نئی نئی شاخ اوراصل درخت کا بڑھنا جو عندالبیع مجہول تھا اس کا حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) فصل فی التعزیر، طبع بیروت.

[4] مشی فی شرح المنية علیٰ ان كراهة تقديمه (الفاسق) كراهة تحريم الخ شامی زكريا، ص ۲۹۹/ج۲/ باب الامامة،قبيل مطلب البدعة خمسة اقسام، حلبی كبير ص۵۱۳ فصل فی الامامة، طبع سهيل اكيڈمی لاهور، طحطاوی علی المراقی ص۲۴۴ فصل فی بيان الاحق بالامامة، طبع مصر.

(صفحہ ہذا) [1] وكره النجش والسوم علی سوم غيره وكذا البيع علی بيع غيره ففی الصحيحين نهی رسول الله عليه وسلم عن تلقی الركبان إلی أن قال وأن يستام الرجل علی سوم اخيه وفی الصحيحين أيضا لا يبع الرجل علی بيع أخيه الخ، شامی كراچی ص۱۰۱ ج۵ باب البيع الفاسد، مطلب احكام نقصان المبيع فاسداً، مجمع الأنهر ص۱۰۰ ج۳ باب البيع الفاسد، فصل، دار الكتب العلمية بيروت، النهر الفائق ص۴۴۷ ج۳ باب البيع الفاسد، طبع بيروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کاٹنے کے لئے فروخت کیا گیا اور مشتری کا مقصود بھی کاٹنا ہی ہے تو اس کے ذمہ لازم ہے کہ اپنا درخت کاٹ کر بائع کی زمین کو خالی کردے اگر برقرار رہنے کے لئے بیع ہوئی ہے، یا کوئی تذکرہ ہی نہیں آیا ہے، کہ یہ بیع قطع کے لئے ہے یا برقرار رکھنے کے تو ان دونوں صورتوں میں درخت کا جو حصہ زمین کے اندر ہے وہ بھی ملک مشتری ہوگا، اور اس کی جڑ سے متصل زمین کا حصہ بھی ملک مشتری ہوگا، اگر درخت کا بالائی حصہ کاٹ لیا، لیکن جڑ سے نہیں کاٹا، پھر اوراگ آیا تو وہ نیا اگا ہوا حصہ مشتری کی ملک ہوگا۔

”اشترى شجرة للقلع يؤمر بقلعها بعروقها وليس له حفر الارض الى انتهاء العروق بل يقلعها على العادة الا ان شرط البائع القطع على وجه الارض فان قطعها اوقلعها فنبت مكانها اخرى فالنا بت للبائع الااذا قطع من اعلاها فهو للمشترى (سراج) ولو اشترىٰ نخلة ولم يبين انها للقلع اوللقرار قال ابويوسفؒ لايملك ارضها وادخل محمد ماتحتها وهو المختار وان اشتراها للقطع لاتدخل الارض اتفاقاً وان للقرار تدخل اتفاقاً اھ ردالمحتار نعمانيه، ص۳۸/ ج۴/“[۱]

صورت مسئولہ میں جب درخت زندہ فروخت کیا گیا اور یہ شرط نہیں کی گئی اس کو کاٹ لیا جائے نہ مشتری نے کہا کہ میں کاٹنے کے لئے خرید تا ہوں تو اس پر جس قدر اور جو شاخیں پیدا ہوں تو وہ سب مشتری کی ملک ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] ردالمحتار، ص ۸۴/ ج۷/ (مطبع زكريا ديوبند) كتاب البيوع، مطلب فى بيع الثمر والزرع والشجر مقصوداً) بحر كوئٹه ص۲۹۴ ج۵ كتاب البيوع، النهر الفائق ص۳۵۶ ج۳ كتاب البيوع، دار الكتب العلمية بيروت.

پھل کی فصل کی بیع یا ٹھیکہ

سوال:۔(۱) انجمن اسلامیہ کے متعلق وسیع قبرستان میں امرود کا باغ جدید نصب کردیا گیا ہے، اور کچھ قدیم آم بیل وغیرہ کے بھی درخت ہیں عرصہ سے امرود کی دوفصلیں اورآم وباغ کی ایک فصل مع گھاس اراضی قبرستان کے ایک ساتھ بذریعۂ نیلام فروخت کی جاتی ہے، نگرانی تحفظ آبپاشی کی بھی کرلی جاتی ہے، مشتری ایک سال تک باغ پر قابض رہتے ہیں، اورتدریجاً قیمت ادا کرتے ہیں اس فصل کی بیع شرعاً درست ہے یانہیں؟

(۲) اگر درست نہ ہوتو کیا ایک سال کے لئے اراضی قبرستان کا ٹھیکہ اس شرط پر دیا جاسکتا ہے، کہ باستثناء محاصل گورکنی دیگر جملہ پیداوار اراضی قبرستان سے بائع نفع اٹھائے اور جواراضی ابھی قبرستان سے خالی ہیں، اگر بائع چاہے اس پر مناسب کاشت کرائے اورٹھیکہ کی معینہ مدت پوری ہونے کے بعد اراضی سے اپنا قبضہ اٹھائے۔

(۳) ایک صورت یہ ہے کہ انجمن ملازم رکھ کر فصل کا تحفظ کرائے جوصورت مشروع اقرب الی النفع فی حق الوقف ہے اس کو شرح فرمایا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پہلی صورت درست نہیں[۱]، دوسری صورت تاویل کرکے درست ہوسکتی ہے[۲]، تیسری

---

[۱] لاخلاف فی عدم جواز بیع الثمار قبل ان تظهر ولافی عدم جوازہ بعد الظهور قبل بدوالصلاح بشرط الترک الی قوله ان استاجرالشجر الیٰ وقت الادراک بطلت الاجارۃ الخ الدرالمختار مع الشامی زکریا، ص۸۵-۸۷/ج۸/ اول کتاب البیوع،مطلب فی بیع الثمر والزرع والشجر مقصوداً، بحر کوئٹه ص۲۵۹ ج۵ کتاب البیوع هندیه کوئٹه ص۱۰۶ ج۳ الباب التاسع، الفصل الثانی فی بیع الثمار.

[۲] وتصح اجارۃ أرض للبناء والغرس وسائر الانتفاعات الخ، الدرالمختار علی الشامی زکریا، ص۴۰/ ج۹/ کتاب الاجارۃ باب مایجوز من الاجارۃ، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

صورت بے غبار ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بازار سے پھل خریدتے وقت تحقیق کی ضرورت

سوال:۔ آج کل جو آم بازاروں میں فروخت ہوتے ہیں ان کے متعلق معلوم نہیں کہ خریدار نے جو باغ خریدا ہے کس وقت خریدا ہے، آیا زمانۂ کو ہر میں خریدا ہے، ایسی حالت میں بازار سے آم خرید کر کھانا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ تحقیق اور ظن غالب ہو کہ اس بائع نے بیع باطل سے خریدا ہے تو اس کا خریدنا ناجائز ہے، اگر اس کی تحقیق یا ظن غالب نہ ہو تو اس کے خریدنے میں گنجائش ہے، "**وحمل فعل المسلم علیٰ الصحة والحل واجب ماامکن الا ان تقوم البینةاھ مبسوط سرخسی، ص ۲۵ /ج ۱۷ /**"[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) لو اشترى نخلة فيها ثمر ليقلعها ثم استأجر الارض ليبقيها جاز، هنديه كوئٹه ص۴۴۷ ج۴ كتاب الاجارة، الباب الخامس عشر، الفصل الرابع، محيط برهانى ص۳۴۲ ج۱۱ كتاب الاجارة، الفصل الخامس عشر، نوع آخر فى فساد الاجارة إذا كان المستاجر مشغولا بغيره، طبع مجلس علمى گجرات.

(**صفحہ ہٰذا**) [1] مبسوط سرخسي، ج۸ جز۱۷ ص۶۲ /كتاب الدعوى، باب اختلاف الاوقات فى الدعوى الخ مطبوعه دارالفكر بيروت، ونحوه فى قواعد الفقه، الاصل ان امور المسلمين محمولة على السداد والصلاح حتى يظهر غيره، ص۱۲ قاعده۶ الرسالة الاولى اصول الكرخى، طبع دار الكتاب ديوبند،

کچا پھل خرید کر اس کو بائع کے درخت سے توڑنے کی شرط

سوال:۔ یہ جو شرط ہے کہ جب آم کچے بالکل تیار ہوجائیں تو اس کو مشتری درخت سے علیحدہ کرلے اور اسکا درخت خالی کردے اور اس کو درخت پر نہ پکاوے اور اگر اس نے درخت پر پکالیا جیسا کہ یہاں دستور ہے تو اس پھل کی خرید وفروخت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

یہ شرط صحیح ہے، معاملہ صیحہ کے بعد اگر بائع نے اپنے درخت پر لگے رہنے کی اجازت دیدی ہے تو درست ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند

باغ فروخت کرکے کچھ آم مستثنیٰ کرنا

سوال:۔زید ایک باغ نیلام کرتا ہے، اور نیلام کے لئے کچھ شرائط مقرر کرتا ہے، مثلاً (۱) اس کی قیمت کے علاوہ چار من آم کچے اور دو من پکے لئے جائیں گے، ان آموں کا دارومدار قیمت پر ہوتا ہے، اگر دام کم ہوں گے تو آم زیادہ لئے جائیں گے، اگر دام زیادہ ہوں گے تو آم کم لئے جائیں گے، (۲) نصف قیمت ایک ہفتہ میں اور نصف قیمت آم پکنے کے بعد

---

[1] وان شرط ترکها علی النخیل فسد البیع ولواشتراها مطلقاً وترکها باذن البائع طاب له الفضل الهداية ،ص۲۶-۲۷/ج۳/کتاب البیوع، دار الکتاب دیوبند، شامی کراچی مع درمختار ،ص ۵۵۶/ج۴/ کتاب البیوع، مطلب فی بیع الثمر والزرع مقصوداً، هندیه کوئٹه ص۱۰۶ ج۳ الباب التاسع فیما یجوز من البیع ومالا یجوز، الفصل الثانی فی بیع الثمار الخ.

لی جائے گی وغیرہ وغیرہ تو یہ صورتیں جائز ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ شرط ہے کہ آم اسی باغ پر لئے جائیں گے تو درست نہیں، کہ یہ استثناء باطل ہے جس کو قدوری[۱]، ہدایہ[۲] وغیرہ جملہ کتب فقہ میں منع لکھا ہے، اگر اس باغ کے آم ہونا شرط نہیں اور قسم آم کی متعین کر لی جائے، کہ جہالت مفضی الی النزاع مرتفع ہوجائے تو ان کو جزو ثمن قرار دیا جائے گا، اور بقیہ مذکورہ شرائط طرفین کی اجازت سے طے شدہ سب جائز ہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۱۸/۷/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

پھل کی جنس

سوال: جنس کی شئے کسی کو تحفہ دینا اس حال میں کہ وہ جانتا ہے کہ یہ شے جو مجھ کو دیتا ہے جنس کی ہے تو اس کے لئے کھانا درست ہے، یا نہیں، اور جنس کو فروخت کرنا جبکہ خریدار کو علم ہے، کہ یہ جنس کی ہے تو اس کے لئے خریدنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جنس میں اگر درخت کی تعیین تھی تو ایسی جنس کرنا اور اس کو فروخت کرنا منع ہے، ورنہ درست ہے، بشرطیکہ طرفین کی رضامندی کے ساتھ ہو کوئی اور امر مفضی الیٰ النزاع یا کوئی اور

---

[۱] قدوری، ص ۷۴، کتاب البیوع قبیل باب خیار الشرط، طبع دار الکتاب دیوبند.

[۲] ولایجوز ان یبیع ثمرة ویستثنی منها ارطالاً معلومة لان الباقی بعد الاستثناء مجهول هدایه کتاب البیوع، فصل، طبع دار الکتاب دیوبند، ص ۲۷/ ج۳/ شامی کراچی، ص ۵۵۹/ ج۴/ کتاب البیوع، مطلب فساد المتضمن یوجب فساد المتضمن الخ.

امر خلاف شرع نہ ہو، اگر درخت کی تعیین نہیں کی مثلاً یہ کہا کہ اس باغ کی قیمت میں سو روپیہ لونگا، اور سو آم لونگا، خواہ کسی درخت یا باغ کے دے یا یہ کہا کہ کل باغ میں جس قدر آم ہیں اس میں سے ایک چوتھائی مثلاً لوں گا، تو یہ جائز ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/ جمادی الاولیٰ ۵۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ،

صحیح عبد اللطیف غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/ جمادی الاولیٰ ۵۷ھ

فصل پر جو غلہ کا نرخ ہو اس حساب سے خریدنا

سوال:۔ ہمارے اطراف میں غریب کو غلہ اس شرط پر دیتے ہیں کہ آج سے دو ماہ کے بعد جو غلہ کا بھاؤ ہوتا ہے، اسی حساب سے اس غلہ کی قیمت لوں گا، یا اس قیمت کا جو غلہ ہوگا وہ لوں گا، اسی طرح مکئی اس شرط پر دیتے ہیں کہ دو تین ماہ کے بعد اس کے عوض میں اتنا ہی چاول لونگا۔

---

[1] (قوله وأرطال معلومة) افادأن محل الاختلاف الاتى ماإذا استثنى معيناً فان استثنى جزءاً كربع وثلث ،فانه صحيح اتفاقاً كمافى البحر عن البدائع.
قلت وجهه أن مايقدر بالرطل شئى معين بخلاف الربع مثلاً فانه غيرمعين بل هو جزء شائع كما قلنا انفا.شامى كراچى،ص ٥٥٩/ج٤/كتاب البيوع، قبيل مطلب فى حبس المبيع لقبض الثمن، فالحاصل أن كل جهالة تقضى إلى المنازعة مبطلة فليس يلزم أن ما لا يفضى إليها يصح معها بل لا بد مع عدم الافضاء إليها فى الصحة من كون المبيع على حدود الشرع ألا ترى أن المتبايعين قد يتراضيا على شرط لا يقتضيه العقد ...... لا يعتبر ذالك مصححا الخ، بحر كوئٹه ص٣٠٣،٣٠٤ كتاب البيوع، فصل يدخل البناء والمفاتيح فى بيع الدار، مجمع الأنهر ص٣٠ج٣ كتاب البيوع، فصل فيما يدخل فى البيع تبعا، دار الكتب العلمية بيروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگراس طرح قیمت لینا تجویز ہوتو وہ بوقت عقد مجہول ہے، اور جہالت ثمن مفسد بیع ہے، اگر قیمت میں غلہ لینا قرار پائے جس کا نرخ بھی وقت عقد معلوم نہیں، تو اس میں جہالت ثمن کے ساتھ قیمت غلہ قرار دینے کی وجہ سے غلہ کی بیع غلہ سے ہوئی جو کہ نہ یداً بید ہے، اور نہ مثلاً بمثل، اگر مکئی کے عوض چاول لینا طے ہو اس میں یداً بید نہیں کہ ربوٰ نسیۃ ہے،" وعلته ای علة تحريم الزيادة القدرمع الجنس فان وجدا حرم الفضل والنسا فلم يجز بيع قفيز بر بقفيز منه متساوياً واحدها نسأوان وجد احدهما ای القدر وحده اوالجنس حل الفضل وحرم النسأ فحرم بيع كيلى ووزنى بجنسه متفاضلاً وحل متماثلاً(درمختار[1]) وشرط لصحته معرفة قدرمبيع وثمن اھ وخرج ايضاً ما لو كان الثمن مجهولا كالبيع بقيمته أو برأس ماله أو بما اشتراه أو بمثل ما اشتراه فلان فإن علم المشترى بالقدر فى المجلس جاز ومنه أيضا مالوباعه بمثل ما يبيع الناس الا ان يكون شيئاً لايتفاوت . (رد المحتار كتاب البيوع)[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بیع پر بیع

سوال:۔ حضرت مفتی صاحب سلام مسنون ! عرض ہے کہ عمر نے بکر سے ایک زمین

---

[1] درمختار مع شامی کراچی، ص ۱۷۱-۱۷۴/ج۵/باب الربوا، النهر الفائق ص ۴۶۹ تا ۴۷۱ باب الرباء، طبع دار الكتب العلمية بيروت، بحر كوئٹه ص ۱۲۶ تا ۱۲۹ ج۶ باب الرباء.

[2] شامی کراچی ص ۵۲۹/ج۴/ كتاب البيوع مطلب مايبطل الايجاب سبعة، النهر الفائق ص ۳۴۲ ج۳ كتاب البيوع، دار الكتب العلمية بيروت، خانيه على الهنديه كوئٹه ص ۱۳۹ ج۲ كتاب البيوع، باب البيع الفاسد.

ومکان پچھتر ۷۵/ہزار روپے میں خرید لیا اور اس کی قیمت ادا کرنے کے لئے ایک مدت متعینہ طے کردی کہ اس مدت میں کامل رقم تم کو ادا کردیں گے، اور اس وقت تحریری خریدی دستاویز سرکاری طور پر بھی رجسٹرڈ کرلیا جائیگا، اور فی الحال خرید وفروخت کا معاملہ طے ہونے کے بعد ۵۰۰۰/ہزار روپے عمر نے بکر کو دیدیئے اور دس روز کے بعد مزید دس ہزار کی رقم مکان کی قیمت کے ماتحت عمر نے بکر کو دی گویا کل پندرہ ہزار کی رقم مکان کے ضمن میں عمر نے بکر کو دیئے اس کی اطلاع زید کو ہوئی تو بکر کے پاس گیا اور عمر کی مقرر شدہ رقم سے مزید رقم مذکورہ زمین ومکان کی قیمت میں بکر کو دینے کو کہا اور عمر کی قوم کے چند بااثر افراد کے ذریعہ بکر کو زید کے ہاتھ مذکورہ مکان (جو کہ پہلے عمر کو فروخت کردیا ہے) پھر اس فروخت کرنے پر مجبور کرایا لہٰذا بکر نے عمر کی بیع کے چند روز بعد زید کو پچاس ہزار کی رقم کا خرید دستاویز کرا کر رجسٹرڈ کرادیا بکر نے اس دوسری بیع کی عمر کو نہ اطلاع دی نہ پندرہ ہزار کی رقم جو مذکورہ زمین مکان کی قیمت کے تحت اس کو عمر نے دی تھی، وہ واپس کی اب سوال یہ ہے کہ عمر کو زمین ومکان فروخت کرنے کے بعد زید کو چند روزہ بعد وہ زمین ومکان فروخت کرنے کا بکر کے لئے شرعاً حق ہے یا نہیں اور یہ بیع ثانی شرعاً درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ایجاب وقبول سے بیع منعقد ہوجاتی ہے[1] تحریری بیع نامہ قانونی رعایت کے پیش نظر ہوتا ہے، جب کہ بیع ہوگئی اور قیمت کا بھی ایک حصہ دے دیا گیا، تو پھر بائع کو اس کے فروخت کرنے کا حق نہیں[2] رہا بیع ثانی غلط ہوئی مشتری ثانی کو لازم ہے کہ اس بیع کو واپس

---

[1] البیع ینعقد بالایجاب والقبول الیٰ قولہ واذاحصل الایجاب والقبول لزم البیع ولاخیار لواحدٍ الخ .ھدایہ ،ج۳/ص۱۸/۲۰ اول کتاب البیوع ، مطبوعہ مکتبۂ تھانوی دیوبند، البحر الرائق کوئٹہ ص۲۶۲ ج۵ کتاب البیع، ملتقی الابحر مع مجمع الأنھر ص۱۰ ج۳ کتاب البیوع، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت. (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

کردے، پندرہ ہزار کی رقم بیع اول کی قیمت کا جز ہے، اسکو بلاوجہ رکھنے کا کوئی حق نہیں[۱]، اگر اول مرتبہ محض وعدہ بیع تھا کہ جملہ قیمت وصول ہونے پر بیع کردی جائے تو اس بیع نہیں ہوئی، مگر وعدہ خلافی کرنا گناہ ہے[۲]، اور پندرہ ہزار روپے کی واپسی لازم ہے اس کو نہ دینا غصب ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۱/۴/۳ھ

دوسرے کے درخت فروخت کرکے قیمت خود رکھنا

سوال:۔ زید وعمر دو اشخاص کا ایک مشترک باغ تھا جس کے سرکاری وذاتی کاغذات تھے، باہم رضامندی سے بٹوارہ ہوگیا، اور تقسیم کے بعد دونوں کے حصے کاغذات میں درج ہوگئے، مگر ۳۵/ درختوں کی ایک قطار کے سلسلہ میں زید کا یہ رویہ رہا کہ ہر فصل یہ کہہ کر فروخت کرلیتے ہیں کہ یہ میرا حصہ ہے، اور زید کو ایسا کرتے ہوئے دس سال ہوگئے، اس درمیان ان درختوں کی آمدنی تقریباً بائیس ہزار روپیہ ہے، عمر چاہتا ہے کہ زید سے اپنی یہ تمام رقم وصول

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) [۲] لایجوز التصرف فی مال غیربلااذنہ الخ درمختار مع الشامی زکریا ،ج۹/ ص ۲۹۱/ کتاب الغصب، لا یجوز لاحد ان یتصرف فی ملک غیرہ بلا اذنہ أو وکالتہ أو ولایتہ علیہ، شرح المجلۃ ص ۶۱ ج ۱ رقم المادۃ ۹۶ مطبوعہ اتحاد بکڈپو دیوبند، الاشباہ والنظائر ص۱۵۷ الفن الثانی کتاب الغصب مطبوعہ اشاعت الاسلام دھلی.

(**صفحہ ہٰذا**) [۱] لایجوز لاحد من المسلمین أخذ مال أحد بغیر سبب شرعی الخ البحرالرائق، ج۵/ص ۴۱/ (مکتبہ الماجدیہ کوئٹہ) کتاب الحدود،فصل فی التعزیر، شامی زکریا ص ۱۰۶ ج۶ باب التعزیر عالمگیری کوئٹہ ص۱۶۷ ج ۲ کتاب الحدود، فصل فی التعزیر.

[۲] اٰیۃ المنافق ثلٰثۃ وفیہ اذاوعدہ اخلف الحدیث.مشکوٰۃ شریف،ص۱۷/باب الکبائر وعلامات النفاق الفصل الاول، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، أن من وعد ولیس من نیتہ أن یفی فعلیہ الاثم، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص۶۴۷ ج۴ باب الوعد، مطبوعہ بمبئی،

کرلے، لہٰذا از روئے شرع اس رقم کو وصول کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ جبکہ زید اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ یہ درخت عمر کے ہی ہیں، تفصیلی جواب سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جبکہ زید کو اس بات کا اقرار ہے کہ یہ درخت عمر کے ہیں، اور عمر نے اسکو اجازت نہیں دی کہ وہ اسکے درختوں کو فروخت کر کے اسکی قیمت خود رکھے، تو زید کے ذمہ لازم ہے کہ وہ قیمت عمر کو دیدے[۱] فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۷/۱۴۰۶ھ

فون پر بیع

سوال:۔ یہاں دو کانیں کافی دور ہیں، فون پر سودا لکھا دیا جب تیار ہو کر بوری بندھ گئی، تو ملازم جا کر لاتا ہے، حضرت مفتی رشید احمد صاحب نے فرمایا کہ اگر خریدار بوقت وزن مبیع موجود نہ ہو تو اس کا ظرف ہونا چاہئے اور فرمایا کہ یہ امر تصدی ہے، حضرت مفتی شفیع صاحب نے فرمایا اگر مشتری کے نزدیک بائع قابل اعتماد ہو تو خود موجود ہونا ضروری نہیں ہے اور ظرف بائع کی طرف سے ہونے کی قید نہیں لگائی، اپنی تحقیق سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس سے بھی آسان طریقہ یہ ہے کہ بیع بشرط الکیل والوزن نہ ہو بلکہ یہ کہد یا جائے کہ اتنے روپے کی فلاں چیز دیدو ہمارا آدمی آکر لے جائیگا یا آپ اپنے آدمی کے ہاتھ بھیجدیں یہ

---

[۱] وفی الدابة بین رجلین استعملها احدهما فی الرکوب اوحمل المتاع بغیر اذن الشریک ضمن نصیب شریکه (عالمگیری کوئٹه ،ج۵/ص۳۷۰/ کتاب الکراهیة، الباب التاسع والعشرون فی الانتفاع بالاشیاء المشترکة)، المحیط البرهانی ص ۱۲۱ ج۸ کتاب الکراهیة، الفصل الحادی والثلاثون فی الانتفاع بالاشیاء المشترکة، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل.

بحث ہی نہ ہو کہ کس نرخ کا ہے، پھر بوری یا تھیلا کسی کا بھی ہو سب طرح درست ہے۔[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۹/۹/۵ھ

ریلوے کی چوری

سوال:۔ایک شخص ریلوے ویگن توڑ کر چوری کیا اور اس مال کو دوسرے شخص نے اس سے خرید کر اس کو فروخت کرنا شروع کر دیا اسی طرح برابر سلسلہ جاری رہا، کہ ایک شخص ریلوے سے چوری کرتا تھا اور دوسرا اس سے خرید کر فروخت کرتا تھا، جب خرید نے والے کے پاس کچھ پیسے ہوگئے تو اس نے چوری کا مال خریدنا ترک کر دیا اور ایک ٹرک (گاڑی)

---

[1] جواز بیع سے متعلق احسن الفتاویٰ میں یہ توجیہ مذکور ہے جو سوال وجواب کی صورت میں مختصراً درج کی جاتی ہے۔

سوال: آج کل کثرت مشاغل کی بناء پر شہری لوگوں نے یہ وطیرہ اختیار کیا ہے کہ دکاندار کو فون پر کہہ دیا کہ فلاں فلاں اشیاء اتنی اتنی مقدار میں تول کر رکھ دو پھر کسی ذریعہ سے وہ تلی ہوئی اشیاء منگاتے ہیں یا دوکاندار خود پہنچا دیتا ہے اور مشتری دوبارہ وزن کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا یہ طریقہ شرعاً درست ہے؟

الجواب باسم ملهم الصواب: ان دونوں صورتوں میں بیع بالتعاطی ہے اس لیے خریدار پر دوبارہ وزن کرنا ضروری نہیں ان اشیاء کی قیمت اگر چہ بعد میں مہینہ گزرنے پر ادا کرتے ہوں تو بھی یہی حکم ہے بالمشافہہ خرید وفروخت بھی عموماً بالتعاطی ہی ہوتی ہے قال فی التنویر: **اشترى مكيلا بشرط الكيل حرم بيعه واكله حتى يكيله ومثله الموزون والمعدود غير الدراهم والدنانير وفي الشرح: لجواز التصرف فيهما بعد القبض قبل الوزن كبيع التعاطي فانه لا يحتاج في الموزونات إلى وزن المشتري ثانيا لأنه صار بيعا بالقبض بعد الوزن قنية وعليه الفتوى خلاصة، الدر مع رد المحتار ص۲۸۴ ج۴ والله سبحانه وتعالىٰ اعلم.** ۱۲/صفر ۱۳۹۸ھ

احسن الفتاوی مختصراً ص۴۹۷، ۴۹۸ ج۶ کتاب البیوع، مروجہ بیوع میں مشتری پر اعادۂ وزن کی تحقیق، زکریا بکڈپو یدبوند، الدر مع الشامی کراچی ص۱۴۹، ۱۵۰ ج۵ فصل فی التصرف فی المبیع والثمن قبل القبض، مطلب فی تصرف البائع فی المبیع قبل القبض، بحر کوئٹہ ص۲۷۰، ۲۷۱ ج۵ کتاب البیوع.

خرید کراس کوکرایہ پر لگادیا ہے، اب میری تحریر کا مقصد یہ ہے کہ ریلوے کی چوری جائز ہے؟ یا جس نے خرید کراپنی تجارت کی وہ جائز ہے؟ پھراس تجارت کو ترک کر کے ٹرک خرید کر کرایہ پر لگا رکھا ہے، تو کیا اس ٹرک کی آمدنی جو بھاڑے کی صورت میں آتی ہے، جائز ہے؟ اگر اس کا جواب نفی میں ہے تو کیا اس تجارت کے جواز کی کوئی صورت از روئے شرع ہے؟ ریلوے چوری کا مال خریدنیوالا شخص چاہتا ہے کہ ہمارا مال پاک ہوجائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

چوری ریلوے کی بھی ناجائز ہے، ایسے مال کو بھی چوری کر کے تجارت کرنا ناجائز ہے، ایسی ناجائز تجارت کر کے مال جمع کرنا اوراس سے ٹرک خریدنا بھی ناجائز ہے، اب یہ صورت ہے کہ جس قدر مال چوری کا خریدا ہے اس کی قیمت مالک کو پہنچائے اگر وہ معلوم نہ ہوتو اتنا مال غریبوں کو بلانیت ثواب صدقہ کردے ٹرک کی آمدنی جائز ہوجائے گی [۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۳/۲۸ھ

الجواب صحیح العبد نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۳/۲۹ھ

---

[۱] اذاکان عندرجل مال خبیث فاما ان ملکه بعقد فاسد اوحصل له بغیر عقد ولایمکنه ان یرده الیٰ مالکه یرید ان یدفع مظلمته عن نفسه فلیس له حیلة الا ان یدفعه الی الفقراء الخ.بذل المجهود ،ج ۱/ص۳۷(مطبوعه یحیوی سهارنپور) باب فی فرض الوضو، مجمع الأنهر ص ۲۸۵ ج ۱ کتاب الزکاة مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، عالمگیری کوئٹه ص ۳۴۹ ج۵ کتاب الکراهیة الباب الخامس عشر فی الکسب.

باب سوم: بیع مکروہ

شعار کفار کی خرید وفروخت

سوال:۔ ہمارے ملک برما میں ہندو مسلم کی مشترکہ آبادی ہے، اور ہندؤں کے یہاں ایک رسم رائج ہے وہ یہ کہ جب ان میں کی کوئی اولاد حد بلوغ کو پہنچ جاتی ہے تو اس کے سر منڈوا دیتے ہیں، اور ایک کپڑا بطور کفنی کے بمقدار تیرہ ہاتھ لمبائی کے ہلدی سے رنگ کر اس لڑکے کو پہنا دیتے ہیں، پہنانے کے بعد کسی مندر کے سادھو کو دیتے ہیں، اس قسم کے کپڑے کو برہمی زبان میں پھونگی تنگا (سادھو کا لباس) کہتے ہیں پھونگی بمعنی" سادھو" چاؤں بمعنی "مندر" اور یہ لباس مذکور سوائے سادھوؤں کے کوئی استعمال نہیں کرتا، اس قسم کا کپڑا مسلمانوں کو خرید وفروخت کرنا جائز ہے یا نہیں جو کہ خاص سادھوں کے شعار میں سے ہے بینوا بالدلیل والتفصیل وتوجروا باجر جزیل۔

الجواب حامداً ومصلیاً

کپڑے کی خرید وفروخت مسلمان کے لئے شرعاً درست ہے، پھر کفار اس کو خرید کر اور رنگ کر جس طرح اور جس کام کیلئے چاہیں استعمال کریں مسلمان پر اسکی کوئی ذمہ داری نہیں[1] اور مخصوص طور پر ایسا کپڑا ابھی فروخت کرنا درست ہے جو کہ مخصوص ہے اور سادھوؤں کا شعار ہے شریعت اسلامیہ کے نزدیک یہ کفار کا شعار کچھ اعزاز کی چیز نہیں بلکہ وضع کے اعتبار سے اس میں ان کی تذلیل ہے، "**وفی المحیط لایکرہ بیع الزنا نیر من النصرانی**

[1] وکذا لایکرہ بیع الجاریة المغنیة والکبش النطوح والدیک المقاتل والحمامة الطیارة لأنه لیس عینها منکراً وإنما المنکر فی استعمالها المحظور، شامی کراچی ص۲۶۸/۴، کتاب الجهاد، باب البغاة، مطلب فی کراهة بیع ما تقوم المعصیة بعینه، بحر کوئٹہ ص۱۴۳ ج۵ کتاب السیر، ومابابِ البغاة، زیلعی شرح کنز ص۲۹۷ ج۳ کتاب السیر، باب البغاة، مطبوعه امدادیه ملتان.

والقلنسوة من المجوسی لان ذٰلک اذلال لهط ردالمحتار[۱]، ج۵/ ص ۳۴۵/
تاہم ایسی تجارت سے اجتناب واحتیاط بہتر ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ مفتی دارالعلوم دیوبند

پوجا میں کام آنے والی چیزیں فروخت کرنا

سوال:۔ ہمارے محلّہ میں ایک عطار طبقہ ہے وہ تمام ناجائز طریقہ سے روزی کماتا ہے، جیسا کہ کافور، سندور، گنیش کی مورتی، نرسودھا، ہندو دیوتاؤں سے جو روزی کمائی جاتی ہے، وہ جائز ہے یا نہیں، براہ کرم آپ جلد سے جلد جواب سے نوازیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عطار طبقہ اگر ایسی چیزیں فروخت کرتا ہے، کہ وہ غیر مسلم کے پوجا میں بھی کام آتی ہیں، اور خود وہ چیزیں نجس یا حرام نہیں، جیسے کافور تو ایسی چیزوں کی قیمت جائز ہے، اور ان کا مسجد میں دینا درست ہے، اگر مورتی کی تجارت کرتا ہے، تو وہ منع ہے[۲] ان سے کہد یا جائے کہ جائز چیزوں کی قیمت سے روپیہ حاصل کر کے دیں، تو مسجد میں لیا جائیگا، ورنہ نہیں اﷲ

[۱] شامی کراچی، ج۶/ص ۳۹۲/کتاب الحظروالاباحة، فصل فی البیع، تبیین الحقائق ص ۲۹ ج۶ کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، مطبوعه امدادیه ملتان.

[۲] إن اللّٰه ورسوله حرم بیع الخمر والمیتة والخنزیر والاصنام، بخاری شریف ص۲۹۸ ج ۱ کتاب البیوع، باب بیع المیتة والاصنام، مطبوعه اشرفی دیوبند، الاجماع قائم علی أنه لا یجوز بیع المیتة والاصنام، عمدة القاری ص۵۵ ج۶ الجزء الثانی عشر باب بیع المیتة والاصنام، مطبوعه دار الفکر بیروت، فتح الباری ص:۱۷۸، ج:۵، باب بیع المیتة والاصنام، رقم الحدیث:۲۲۳۶، مطبوعه درالفکر بیروت،

پاک مال کو قبول فرماتے ہیں[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۱/۹/۹۴ھ

پلاسٹک کی گڑیاں اور تصویریں بیچنا

سوال:۔ زید نماز اور زکوٰۃ کا پابند ہے زید حج بیت اللہ میں تھا اس کے بعض ذمہ داروں نے دوکان پر کچھ تصویر، ہولی کی پچکاریاں، چڑیاں، گڑیاں، پلاسٹک وغیرہ کی منگوالیں اور دوسرے سامان کے ساتھ اس کو بھی منگوالی اور فروخت کرنے لگا زید کہتا ہے کہ ان کو فروخت کرنے سے پرہیز لازم ہے، البتہ مہر بند سامان پر اس قدر شدت نہیں برتی جاسکتی کہ وہ عموم بلویٰ میں شامل ہے، اب زید کو اپنا کاروبار کس طرح جاری رکھنا چاہئے تاکہ وہ کھلی ہوئی قباحت سے بچے اور سبب معاش کا طریقہ حلال اور طیب ہوسکے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید کا یہ خیال بہت مبارک ہے اس کو اپنے سابق طور پر رہنا ہی چاہئے نامناسب چیزوں کی تجارت سے پرہیز کرے خواہ وہ مکروہ کے درجہ میں ہوں، یا حرام ہوں، مہر بند سامان پر کسی چیز کی تصویر ہو تو اس تصویر کی خرید وفروخت مقصود نہیں ہوتی وہ تو محض مارک ہے

---

[1] لان اللّٰہ تعالیٰ لایقبل الا الطیب فیکرہ تلویث بیتہ بمالایقبلہ (شامی کراچی، ج ۱/ص ۶۵۸/ مکروھاۃ صلوٰۃ،مطلب کلمۃ لابأس دلیل علی أن المستحب غیرہ لأن البأس الشدۃ)، مشکوٰۃ شریف ص ۲۴۱ کتاب البیوع، باب الکسب وطلب الحلال الفصل الاول مطبوعہ دار الکتاب دیوبند، طحطاوی علی الدر ص ۲۷۸/۱، باب مایفسد الصلاۃ الخ، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، مرقاۃ ص ۲۸۷/۳، کتاب البیوع، باب الکسب، الفصل الاول، مطبوعہ ممبئی،

بخلاف گڑیاں اور جاندار کی تصویر کے کھلونے کہ وہ مقصود ہوتی ہے[۱]، فرق ظاہر ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیو بند ۹۲/۶/۲۵ھ

مسلم اور غیر مسلم کا مائک وگراموفون مشترک خریدنا

سوال:۔ اگر کوئی مسلمان اور غیر مسلم دونوں مل کر مشترکہ لاؤڈ اسپیکر مع گراموفون خریدیں تا کہ کرایہ پر چلا کر آمدنی حاصل کریں، اور مسلمان اپنے جلسوں میں کرایہ پر چلا کر آمدنی حاصل کریں، اور غیر مسلم ناٹک شادی وغیرہ میں چلا کر وصول کریں، اور خود لے لیں، یہ دونوں صورتوں کی کمائی کو تقسیم کرلیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر مالک صرف مسلمان ہوں اور یہ اشیاء ہندو کو کرایہ پر دیدیں تو یہ کیسا ہے؟ مدلل مفصل تسلی بخش جواب دے کر ممنون فرماویں، احسان عظیم ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح مل کر یہ دونوں چیزیں مشترک خریدنا درست نہیں[۲]، اگر صلح کر کے گراموفون غیر مسلم کو دے کر لاؤڈ اسپیکر خود مسلمان رکھے لے اگر چہ کچھ نقد بھی دینا پڑے تو بہتر ہے، پھر لاؤڈ اسپیکر جائز جلسوں اور تقریروں میں لے جا کر اس کا کرایہ وصول کرلیا کرے، تو یہ آمدنی

[۱] اشتریٰ ثوراً اوفرساً من خزف لاجل استئناس الصبی لایصح ولا قیمة له، درمختار علی الشامی، ص۴۷۸/ج۷/ (مطبوعه زکریا دیوبند) کتاب البیوع ،باب المتفرقات، المنتقی مع المجمع ص۷۸ج۳ باب البیع الفاسد، دار الکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹه ص۱۷۲ ج۶ کتاب البیوع، باب المتفرقات، (حاشیہ نمبر:۲/ اگلے صفحہ پر)

درست ہوگی، اگر دونوں چیزیں مشترک دیں، اور مسلمان صرف جائز جلسوں میں اسپیکر کی آمدنی لیا کرے، تب بھی درست ہے، اگر آمدنی مشترک ہی رہے تو پھر غلبہ کا اعتبار ہوگا، اگر زائد آمدنی جائز مقامات پر لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کی ہو اور کم آمدنی ناجائز ہو تو بھی مسلمان کے لئے نصف آمدنی بہ حصہ رسد اس آمدنی کا لینا درست ہے[1] گراموفون کی آمدنی درست نہیں[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کنٹرول نرخ کے خلاف بیع صدقہ فطر کس نرخ سے ادا کیا جائے

سوال:۔ کنٹرول کی حالت سب پر روشن ہے، اگر دلال لوگ خفیہ طور سے قیمت

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۲] اس لیے کہ ان کے استعمال کی بعض صورتیں استیجار علی المعصیت کے قبیل سے ہیں مثلاً غیر مسلم وغیرہ میں کرایہ پر چلانا اور یہ ناجائز ہے ولا (تصح الاجارة) لاجل المعاصی مثل الغناء والنوح والملاهی، الدر مع الشامی کراچی ص۵۵ ج۶ باب الاجارة الفاسدة، مطلب فی الاستیجار علی المعاصی، مجمع الأنهر ص۵۳۳ ج۳ باب الاجارة الفاسدة، دار الکتب العلمیة بیروت، سکب الأنهر مع المجمع ص۵۳۳ ج۳ باب الاجارة الفاسدة.

(حاشیہ صفحہ ہذا) [۱] وکذا دعوة من کان غالب ماله من حرا م مالم یخبرانه حلال وبالعکس یجیب مالم یتبین عنده انه حرام الخ، عالمگیری کوئٹه ج۵/ص۳۴۳/ کتاب الکراهیة، الباب الثانی عشر، الاشباه والنظائر ص۱۷۵ الفن الاول، القاعدة الثانیة اذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام الثامنة، اذا کان غلب مال المهدی الخ، مطبوعه ادارة النشر والاشاعة دار العلوم دیوبند، مجمع الأنهر ص۱۸۶ ج۴ کتاب الکراهیة، دار الکتب العلمیة بیروت.

[۲] ماقامت المعصیة بعینه یکره بیعه تحریما والافتنزیهاً الخ الدرالمختار علی الشامی زکریا ج۹/ ص ۵۶۱/ کتاب الحظر والاباحة ،فصل فی البیع ، الدر المنتقی مع المجمع ص۲۱۲، ج۴، کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، دار الکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹه ص۱۴۳ ، ج۵، کتاب السیر، باب البغاة.

مقررہ سے زیادہ قیمت لے کر مال فروخت کردے تو یہ جائز ہے، یا نہیں؟ (دلال اپنے پیسے سے مال خرید کر لایا ہے صرف اتنی بات ہے کہ حکومت نے کتنی شرائط جبریہ مقرر کردی ہے، نہ کہ مالک نے) اور کنٹرول ریٹ کے دام سے فطرہ ادا ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وعدہ خلافی اور دروغ گوئی کی نوبت نہ آئے نیز عزت اور نقصانِ مال کا خطرہ نہ ہو[1]، (جیسا کہ علم ہونے پر مقدمہ چلتا ہے، اور جرمانہ ہوجاتا ہے) تو درست ہے[2] اگر اپنے اخراجات بھی کنٹرول نرخ سے لیتا ہے تو صدقۂ فطر بھی اس نرخ سے ادا کرنا درست ہے[3]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۱/۶۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۱/۶۷ھ

---

[1] ویشم رائحة الاستدلال من قوله تعالیٰ فی کفارة الیمین من اوسط ماتطعمون اهلیکم الایة (سورہ مائدہ آیت ۸۹)

[2] قال رسول الله ﷺ لاینبغی للمؤمن ان یذل نفسه الحدیث .ترمذی شریف ، ج۲/ص۵۰/ ابواب الفتن، باب ما جاء فی النهی عن سب الریاح، باب، مطبوعه رشیدیه دهلی، المعجم الکبیر ص۳۱۲ج۱۲ مجاهد عن ابن عمر، حدیث ۱۳۵۰۷ مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت، جامع الاصول ص۳۲۳ج۱۲ قبیل وصیة عائشةؓ لمعاویة، حدیث ۹۳۱۱ مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت.

[3] وظاهره انه لو باعه باکثر یحل وینفذ البیع ولا ینافی ما ذکره الزیلعی وغیره من انه لو تعدی رجل وباع باکثر اجازه القاضی لان المراد ان القاضی یمضیه ولا یفسخه شامی زکریا ص۵۸۴ج۹ کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع، البحر الرائق کوئٹه ص۲۰۲ج۸ کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، هدایه علی فتح القدیر ص۵۹، ج۱۰، کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، مطبوعه دار الفکر بیروت،

کنٹرول کے نرخ سے کمی زیادتی پر بیع

سوال:۔ ساجھہ کے غلہ پر کنٹرول کی دوکان ہے اس کے یہاں غلہ آیا اور حکومت کی جانب سے تاریخ متعین ہوگئی فلاں تاریخ تک غلہ تقسیم ہوگا، کچھ افراد تاریخ موقت پر نہ پہنچے اب متعین تاریخ کے بعد کیا صاحب دوکان کو یہ جائز ہے کہ وہ حکومت کے متعین کردہ ریٹ پر اضافہ کرکے دوسروں کے ہاتھ فروخت کردے، یا ان افراد کا انتظار کرے جس کے حق میں غلہ آیا تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

غلہ کنٹرول کی دوکانیں دوطرح کی ہوتی ہیں، (۱) دوکاندار خود غلہ گورنمنٹ سے نہیں خریدتا ہے، بلکہ غلہ گورنمنٹ کا ہی ہوتا ہے، دوکاندار کو بکری کے فیصلے کے حساب سے کمیشن ملتا ہے، اگر ایسی صورت ہے تو دوکاندار کا حکومت کے متعین کردہ ریٹ پر اضافہ کرکے فروخت کرنا کسی دوسرے کے ہاتھ درست نہیں[۱]۔

(۲) دوکاندار جو غلہ دوکان میں لاتا ہے، اس کی قیمت اپنے پاس سے حکومت میں جمع کرکے خود غلہ خرید لیتا ہے، اور پھر حکومت کے مقرر کردہ میں بیچتا ہے، اس صورت میں دوکاندار چوں کہ خود غلہ خرید لیتا ہے، اور خرید لینے کی وجہ سے غلہ کا مالک ہوگیا، اور محض قانون وقت کی پابندی کی وجہ سے حکومت کے مقرر کردہ نرخ پر فروخت کرتا ہے، مگر مالک ومشتری ہے عندالشرع اس لئے حکومت کے مقرر کردہ نرخ سے زائد پر یا کسی دوسرے شخص کے ہاتھ

---

[۱] الوکیل یتصرف بتفویض المؤکل فیملک قدر ما فوض إلیه، بدائع زکریا ص۲۴ ج۵، کتاب الوکالة، بیان حکم التوکیل.

میں شرعاً فروخت کرسکتا ہے[1]، باقی حکومت کے قانون کی خلاف ورزی کی وجہ سے بے آبرو کا بھی خطرہ ہوتو ایسا نہ کرنا ہوگا اس سے پورا پرہیز ہونا چاہئے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۵/۹۳ھ

کنٹرول کا مال زیادہ قیمت پر فروخت کرنا اور نفع کمانا

سوال:۔ زید ایک تاجر آدمی ہے، اس کے پاس غلہ کی دوکان ہے، نیز آج کل غلہ کنٹرول سے بک رہا ہے، لیکن ہر ایک فرد کو نہیں ملتا اور زید اگر دوسری جگہ سے غلہ خرید کر منگا تا ہے، تو گرفتاری کا خطرہ ہے، چونکہ گورنمنٹ کا یہ اعلان ہے کہ بیس کلو سے زائد کوئی نہیں لاسکتا، اس صورت میں اگر وہ غلہ کنٹرول دوکان سے لینے کے لئے تیار ہے، اور وہ واقعی سستا بھی ہے، جو بازار میں عام ریٹ پر فروخت کرسکتا ہے، آیا شریعت کی رو سے اس کا خریدنا اور اس کا بیچنا کیسا ہے، جب کہ حکومت نے عمر کو گورنمنٹ کا غلہ فروخت کرنے کا امین بنایا ہے، اور آج کل یہ خیانت عام ہے، نیز مٹی کا تیل بھی سرکاری دوکانوں میں نہیں ملتا، اور وہ زائد قیمت لے کر دوکانداروں کو فروخت کرتے ہیں، بظاہر یہ چوری کا مال ہوا اور جان بوجھ کر چوری کا مال خریدنا کیسا ہے، نیز اس میں کوئی گنجائش ہے یا نہیں؟ نیز یہ بھی تحریر فرمائیں کہ زید

---

[1] المالک ھوالمتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء بیضاوی شریف ص۷/ج۱/ سورة الفاتحة تحت قوله تعالیٰ مالک یوم الدین، طبع رشیدیه دھلی، شرح المجلة ص۶۵۴ ج۱ رقم المادة ۱۱۹۲ مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند، شامی زکریا ص۱۰ ج۷ کتاب البیوع، مطلب فی تعریف المال والملک المتقوم.

[2] لاینبغی للمؤمن أن یذل نفسه، ترمذی شریف ص۵۰ ج۲ ابواب الفتن، طبع رشیدیه دھلی.

عمر سے غلہ لے کر فروخت کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر زید غلہ کنٹرول دوکان سے خرید کر عام ریٹ پر فروخت کرے تو شرعاً جائز ہے، ہاں اگر مقدار معین سے زائد کسی کو دینے کی اجازت نہ ہو تو پھر زائد دینا قانونی جرم ہے، درحقیقت عمر اس غلہ کا مالک نہیں، مالک حکومت ہے، عمر فروخت کرنے کا امین ہے، اس کے لئے قانون کے خلاف کرنا جرم ہے[1] پھر اگر وہ قیمت حکومت ہی کو دیتا ہے تو زید کا خریدا ہوا وہ غلہ چوری کا مال نہیں اس لئے زید اس کا مالک ہو جائے گا، یہی حال تیل وغیرہ کا ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

گورنمنٹ سے راشن لیکر نفع کے ساتھ فروخت کرنا

سوال:۔ میں گورنمنٹ راشن دوکان سے اناج خرید کر فروخت کرتا ہوں، جس پر مجھے پچاس فی صد سے لے کر ۸۰/ فیصد تک منافع حاصل ہوتا ہے، یہ تجارت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر آپ کی اپنی دوکان ہے آپ مالک ہیں تو آپ کو اپنے مال پر نفع لینے کا اختیار ہے[2]، مگر اتنا زائد نفع نہ لیں، جو خلاف مروت ہو اگر آپ حکومت یا سوسائٹی کی طرف سے اناج

---

[1] لاینبغی للمؤمن ان یذل نفسه الحدیث ،ترمذی شریف، ص۵۰/ج۲/ ابواب الفتن (مطبوعه رشیدیه دهلی) (حاشیہ نمبر:۲/اگلے صفحہ پر)

فروخت کرتے ہیں اوراس پر آپ کوکمیشن ملتا ہے،تو وہ کمیشن آپ کے لیے درست ہے،مگر جو نرخ تجویز کر دیا گیا اسی نرخ پر فروخت کریں زیادہ پر نہیں۔[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۳/۹۳ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲/۳/۹۳ھ

راشن کارڈ سے مال لیکر زیادہ قیمت پر فروخت کرنا

سوال:۔ آج کل راشن میں شکر اورڈالڈا اوردیگر اشیاء جو راشن کارڈ میں ملتی ہیں، اپنے کارڈ سے حاصل کر کے اس کو بلیک دام میں جوعموماً زیادہ ہوتے ہیں، لوگ فروخت کر لیتے ہیں، اس سے ان کو فائدہ ہوجاتا ہے یہ صورت شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

راشن کارڈ کے ذریعہ سے خرید کر آدمی مالک ہوجاتا ہے[۲] مالک کو اپنی چیز فروخت

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۲] المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوكة كيف شاء. بيضاوی شريف، ص ۷/ج ۱/ تحت قوله تعالیٰ مالک يوم الدين الاية، طبع رشيديه دهلی، شرح المجلة ص ۶۵۴ ج ۱ رقم المادة ۱۱۹۲ مطبوعه اتحاد بکڈپو ديوبند، شامی زکريا ص ۱۰ ج ۷ کتاب البيوع، مطلب فی تعريف المال والملک والمتقوم.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] اس لیے کہ اس کے خلاف فروخت کرنے میں عزت وجان کا خطرہ ہے لاينبغی للمؤمن أن يذل نفسه، ترمذی شريف ص ۵۰ ج ۲ ابواب الفتن، طبع رشيديه دهلی.

[۲] اما حكمه فهو ثبوت الملک للمشتری فی المبيع وللبائع فی الثمن للحال بدائع الصنائع كراچی ص ۲۳۳ ج ۵ كتاب البيوع، فصل وأما حكم البيع، عالمگيری كوئٹه ص ۳، ج ۳، كتاب البيوع، شامی كراچی ص ۵۰۶ ج ۴ كتاب البيوع،

کرنے کا حق ہے جس قیمت پر چاہے فروخت کرے[۱] لیکن اس کا لحاظ ضروری ہے کہ اگر یہ خلاف قانون ہے تو پھر عزت اور مال کا خطرہ ہے، نفع کی خاطر عزت اور مال کو خطرہ میں ڈالنا دانشمندی کی بات نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۶/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۹/۶/۸۸ھ

غیر قانونی مال خرید کر دوسرے ملک میں فروخت کرنا

سوال:۔ بنگلہ دیش کا سامان لاکر انڈیا میں فروخت کرتے ہیں، جو انڈیا کی سرکار کے خلاف ہے، تو انڈیا کے لوگوں کو وہ سامان خرید کر استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو شخص جو سامان خریدے وہ اس کا مالک ہو جاتا ہے،[۲] اسکو اپنے سامان کا حق ہو جاتا ہے کہ خود استعمال کرے یا کسی کو ہبہ کردے یا فروخت کرے،[۳] اور پھر اس سے خریدنے

(صفحہ ہذا) [۱] المالک هوالمتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء من الملک، بیضاوی س۷/ ج۱، تحت تفسیر سورہ فاتحہ، شرح المجلة ص۶۵۴/۱ مادة ۱۱۹۲ الکتاب العاشر فی انواع الشرکة، الفصل الاول فی احکام الاملاک، مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند، معجم المصطلحات والالفاظ الفقهیة ص۳۵۱ ج۳ حرف المیم، الملک التام، مطبوعه دار الفضیلة القاهرة.

[۲] وأما حکامه فالاصلی له الملک فی البدلین لکل منهما فی بدل، بحر کوئٹه ص۲۶۱ ج۵ اول کتاب البیوع، عنایه مع الفتح ص۲۴۷ ج۶ اول کتاب البیوع، دار الفکر بیروت، هندیه کوئٹه ص۳ ج۳ اول کتاب البیوع.

[۳] المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء من الملک (بیضاوی شریف، ص۷ ج۱ طبع رشیدیه دهلی، تحت تفسیر سورۂ الفاتحة، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

والے کو اس کا استعمال جائز ہوتا ہے، کیونکہ وہ مالک ہوگیا، لیکن آدمی جب کسی حکومت کے ماتحت رہتا ہے، تو اسکے قانون کی پابندی قانوناً لازم ہوتی ہے، اس کے خلاف کرنا قانونی چوری ہے، جس سے عزت و مال دونوں کا خطرہ ہوتا ہے، اپنی عزت و مال کو خطرہ میں ڈالنا دانشمندی نہیں ہے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۱۱/۶ ۱۴۰ھ

بلیک کرنے کا حکم

سوال:۔ کیا بلیک کرنا گناہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اصل یہ ہے کہ مالک کو شرعاً حق حاصل ہے کہ اپنی ملکیت جس قیمت پر چاہے فروخت کرے، لیکن مالک اگر مال کو زیادہ قیمت پر فروخت کریں، اور عام مخلوق قیمت کی زیادتی کی وجہ سے سخت پریشان ہو اور اس کا حل بجز نرخ متعین کرنے (کنٹرول) کے کچھ نہ ہو تو حکومت کیلئے درست ہے کہ اہل الرائے کے مشورے سے قیمت متعین (کنٹرول) کردے جس میں مالک کا نقصان بھی نہ ہو اور عام مخلوق کو پریشانی سے نجات مل جائے[۲] پھر بلیک کرنا

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) شرح المجلة ص۶۵۴ ج۱ رقم المادة ۱۱۹۲ مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند، شامی زکریا ص۱۰ ج۷، کتاب البیوع، مطلب فی تعریف المال والملک والمتقوم.

(صفحہ ہذا) [۱] لاینبغی للمؤمن ان یذل نفسه الحدیث (ترمذی شریف ۵۰/ ج۲/ ابواب الفتن مطبوعه رشیدیه دهلی)

[۲] لایسعر حاکم لقوله علیه الصلاة والسلام لا تسعروا فان الله هو المسعر القابض الباسط الرزاق الا اذا تعدی الارباب عن القیمة تعدیا فاحشاً فیسعر بمشورة اهل الرائ الخ (الدر المختار علی الشامی کراچی، ج۶/ ص۴۰۰/مطبوعه زکریا، ج۹/ص ۵۷۳/کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع، هندیه کوئٹه ص۲۱۴ ج۳ کتاب البیوع، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

یعنی متعینہ نرخ سے زائد نرخ پر فروخت کرنا قانون شکنی ہے جس کے نتیجہ میں خطرہ ہے اس لئے اس سے بچنا چاہئے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بلیک مارکیٹ

سوال:۔ بغیر سیل ٹیکس ادا کئے پوشیدہ طور پر مال کی فروختگی کیسی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اپنے مال کی تجارت کی خاطر خواہ طریقہ پر جائز ہونے کے باوجود سیل ٹیکس انسپکٹر سے چھپانا اور چوری سے فروخت کرنا، اپنی عزت اور مال کو خطرہ میں ڈالنا ہے، جو کہ قرین دانشمندی کی نہیں[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

تمباکو کی کاشت، تجارت اور استعمال

سوال:۔ ہمارے یہاں تمباکو کی کاشت ہوتی ہے پھر اس کی تجارت ہوتی ہے،

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) الباب العشرون فی البیاعات المکروهة فصل فی الاحتکار، مجمع الأنهر ص۲۱۵ ج۴ کتا ب الکراهیة، فصل فی البیع، دار الکتب العلمیة بیروت)

(**صفحہ ہذا**) [1] عن حذیفة رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله ﷺ لاینبغی للمؤمن ان یذل نفسه الحدیث (ترمذی شریف، ج۲/ص۵۰/ ابواب الفتن مطبوعه رشیدیه دهلی)

ترجمہ:. حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کسی مؤمن کیلئے مناسب نہیں کہ اپنے آپ کو ذلیل کرے۔

[2] لاینبغی للمؤمن ان یذل نفسه الحدیث ترمذی شریف، ج۲/ص۵۰/ (مطبوعه رشیدیه دهلی ابواب الفتن.

ترجمہ:. کسی مومن کیلئے مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو ذلت میں ڈالے۔

اس میں سب مبتلا ہیں، یعنی مسلم اور غیر مسلم کاشت کر کے ایک دوسرے کے ہاتھ فروخت کرتے ہیں، اور استعمال کے بارے میں کچھ لوگ حرام بتاتے ہیں، کچھ لوگ مکروہ کہتے ہیں، تو شرعاً کیا حکم ہے؟ کاشت اور تجارت اسی طرح استعمال کے بارے میں وضاحت فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تمباکو کی کاشت بھی جائز ہے، تجارت بھی جائز ہے، استعمال بھی جائز ہے، الا یہ کہ وہ نشہ آور ہو تب منع کیا جائے گا۔ مسجد میں جانے کیلئے منہ صاف کر کے اسکی بدبو کو زائل کرنے کا اہتمام کیا جائے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند

افیم کی بلیک

سوال:۔ افیم کی بلیک کا کیا حکم ہے؟

---

[1] فیفهم منه حكم النباتات الذى شاع فى زماننا بالتتن فتنبه وقد كرهه شيخنا العمادى فى هديته الحاقا بالثوم والبصل بالأولى، (در مختار) قوله حكم النبات وهو الاباحة على المختار، وفيه اشارة إلى عدم تسليم اسكاره وتفتيره وإضراره وإلا لم يصح ادخاله تحت القاعدة، (قوله وقد كرهه الخ) اقول ظاهر كلام العمادى أنه مكروه تحريما ويفسق متعاطيه ...... ورد عليه سيدنا عبد الغنى فقول الشارح الحاقا له بالثوم والبصل فيه نظر إذ لا يناسب كلام العمادى نعم الحاقه بما ذكر هو الانصاف قال ابوالسعود فتكون الكراهة تنزيهية والمكروه تنزيها يجامع الاباحة وقال ط : ويوخذ منه كراهة التحريم فى المسجد (شامى كراچى ص ۴۶۰ ج۶ كتاب الاشربة قبيل كتاب الصيد، الاشباه مع حموى ص۱۱۵، ۱۱۶ الفن الاول، القاعدة الثالثة، الاصل فى الاشياء الاباحة، طبع مكتبه دار العلوم ديوبند، طحطاوى على المراقى مصرى ص۵۴۸ باب ما يفسد به الصوم وتجب به الكفارة مع القضاء.

الجواب حامداً ومصلیاً

بلیک قانونی جرم ہے، منفعت کی خاطر جان، مال، عزت، کو خطرہ میں ڈالنا درست نہیں [1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مہوا کی بیع غلہ سے

سوال:۔مہوا (موہا) سے کوئی اناج برابر وزن یا کم وبیش بدل سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بدل سکتے ہیں [2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مہوا کی بیع

سوال:۔مہوا کی خرید وفروخت جائز ہے یا نہیں جبکہ لینے والا اس سے شراب کشید کرتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مہوا خود نجس یا نشہ آور نہیں، اس کی بیع جائز ہے پھر خریدار اپنے عمل سے خود اس سے

---

[1] قال رسول اللہ ﷺ لاینبغی للمؤمن ان یذل نفسه الحدیث (ترمذی شریف ، ج۲/ص۵۰/ ابواب الفتن مطبوعه رشیدیه دهلی)

[2] علة تحریم الزیادة القدر مع الجنس فان وجدا حرم الفضل والنساء وإن عدما حلا، الدر مع الشامی کراچی ص۱۷۲ ج۵ باب الرباء، مطلب فی الابراء عن الرباء، النهر الفائق ص۴۷۲ ج۳ کتاب البیوع، باب الرباء، دار الکتب العلمية بیروت، بحر کوئٹه ص۱۲۹ ج۶ باب الرباء.

شراب بناتا ہے، تو یہ اسکا عمل ہے، مہوا فروخت کرنے والے پر اس کی ذمہ داری نہیں،[۱] خود یہ نیت نہ کرے کہ شراب بنانے کے لئے فروخت کررہا ہے[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۸۹/۱۲/۲۵ھ

غلہ بیچتے وقت مٹی کی قیمت لگانا

سوال:۔ تاجروں کی عادت ہے جب کسی سے مال خریدتے ہیں چونکہ عام طور پر غلہ میں مٹی ہوتی ہے، اس لئے اس کے عوض میں ہر ایک من غلہ کے اوپر مثلاً ایک کلو غلہ دوسرے کو فروخت کرتے ہیں، تو مٹی کے عوض کچھ بھی نہیں دیتے بلکہ مشتری اگر مانگتا ہے تو تاجر کہتا ہے کہ یہ تو تاجروں کی عادت ہے، اس لئے مٹی کے عوض میں کچھ بھی نہیں ملے گا، دریافت طلب یہ ہے کہ آیا تاجروں کا ایسا معاملہ کرنا جائز ہے کہ نہیں؟ اگر جائز نہیں تو جواز کی کیا شکل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ ناانصافی ہے تاہم اگر طرفین اس پر رضامند ہوجائیں تو بیع درست ہوجائے گی لعدم المفسد[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۹۰/۵/۲۶ھ

---

[۱] وجاز بيع عصير عنب ممن يعلم انه يتخذه خمرا، لان المعصية لا تقوم بعينه بل بعد تغيره وقيل يكره لاعانته على المعصية، در مختار مع شامي كراچی، ص ۳۹۱ ج ۶ كتاب الحظر والاباحة، فصل فی البيع، بحر كوئٹه ص ۲۰۳ ج ۸ كتاب الكراهية، فصل فی البيع، مجمع الأنهر ص ۲۱۴ ج ۴ كتاب الكراهية فصل فی البيع، دار الكتب العلمية بيروت.

[۲] إن بيع العصير ممن يتخذه خمرا إن قصد به التجارة فلا يحرم وإن قصد به لاجل التخمير حرم، الاشباه والنظائر ص ۵۳ الفن الاول، القاعدة الثانية الامور بمقاصدها، طبع مكتبه دارالعلوم ديوبند. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بینڈ باجوں میں استعمال ہونے والے چمڑے کی بیع

سوال:۔ زید بینڈ باجوں میں لگنے والے چمڑے (کھال) مختلف سائز کے ان کی خرید وفروخت کا کاروبار کرتا ہے، شرعی اعتبار سے یہ روزگار اور اس سے ہونے والی آمدنی جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ چمڑے صرف اسی کام میں آتے ہیں تو یہ کاروبار مکروہ ہے[۱] اگرچہ حاصل شدہ قیمت اس کی وجہ سے ناجائز نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۳/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۵/۳/۹۲ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۳] رجل اشتری حنطة فوجد فیها ترابا قال الشیخ الامام هذا رحمه الله تعالیٰ اذاکان التراب مثل مایکون فی الحنطة ولایعد عیباً عند الناس لیس له ان یرد وان کان یعد عیباً عند الناس الاانه لیس بفاحش کان له ان یرد وان کان التراب فاحشا کان الخیار للمشتری ان شاء اخذ الحنطة بقسطها من الثمن وان شاء ردالحنطة ویاخذکل الثمن خانیه علی هامش عالمگیری، کوئٹه ص۱۹۹/ج۲/ فصل فی العیوب، شامی کراچی،ص۲۶/ج۵/ باب خیار العیب، مطلب وجد فی الحنطة ترابا، عالمگیری ،ص۷۴/ج۳/، الباب الثامن فی خیار العیب، الفصل الثانی فی معرفة عیوب الدواب وغیرها.

(صفحہ ہذا) [۱] ماقامت المعصیة بعینه یکره بیعه تحریماً والافتنزیهاً.درمختار علی الشامی ،ص ۵۶۱/ج۹/ (مطبع زکریا دیوبند)کتاب الحظر والاباحة،فصل فی البیع، الدر المنتقی علی المجمع ص۲۱۲ ج۴ کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، دار الکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹه ص۱۴۳ ج۵ کتاب السیر، باب البغاة.

اگربتی مزار پر جلانے کے لئے خریدنا

سوال:۔ ایک شخص اگربتی لوبان خوشبو کی تجارت کرتا ہے، لوگ اس سے خرید کر دیوی دیوتا کے پاس جلاتے ہیں، اور جاہل مسلمان مزارات پر جلاتے ہیں، ایسی حالت میں یہ شخص گنہگار رہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگربتی اور لوبان کا فروخت کرنا شرعاً جائز ہے، جو لوگ اس کو خرید کر غلط طرح استعمال کریں گے وہ خود اس کے ذمہ دار ہوں گے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

آتش بازی کی تجارت

سوال:۔ ہم آتش بازی کا کاروبار کرتے ہیں جس کو مسلم غیرمسلم سب ہی خرید کر استعمال کرتے ہیں، یہ کاروبار اور اس کی آمدنی جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مکروہ ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۲/۱۴۰۱ھ

---

[1] وعلم من هذاانه لايكره بيع مالم تقم المعصية به الخ شامى زكريا ، ص ۵۶۱/ج۹/كتاب الخطر والاباحة، فصل فى البيع، النهر الفائق ص۲۶۸ ج۳ كتاب الجهاد، باب البغاة، طبع بيروت.

[2] ماقامت المعصية بعينه يكره بيعه تحريماً والا فتنزيها الخ درمختارعلى الشامى زكريا ج۹/ص۵۶۱/ كتاب الحظر والاباحة،فصل فى البيع، بحر كوئٹه ص۱۴۳ ج۵ كتاب السير، باب البغاة، الدر المنتقى مع المجمع ص۲۱۲ ج۴ كتاب الكراهية، فصل فى البيع، طبع بيروت.

تصاویر کی تجارت

سوال:۔ اکثر مسلم تاجر آتش بازی، تاش اور تصاویر جس میں فلمی فوٹو اور ہندو مذہب کے دیوتاؤں کی تصاویر ہوتی ہیں، فروخت کرتے ہیں ان کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تصاویر اور تاش و آتش بازی کی تجارت بھی منع ہے[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

تصاویر کی تجارت کرنا

سوال:۔ ایک شکل یہ بھی ہے کہ فریم کرنے والا اپنے پاس تصویر رکھتا ہے، اس میں جاندار اور غیر جاندار سب ہی کی تصویریں ہوتی ہیں، اب اس میں اپنی پسند کی تصویر لے کر فریم کا آرڈر دے دیتا ہے، اس میں بھی دریافت طلب یہ ہے کہ جاندار چیز کی تصویر دوکان میں رکھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی تصویر کا فروخت کرنے کے لئے دوکان میں رکھنا اور اس کی تجارت کرنا بھی اس کو فریم کرنے سے زیادہ مکروہ ہے[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱/۵/۹۴ھ

---

[۱] ماقامت المعصية بعينه يكره بيعه تحريماً والا فتنزيها الخ درمختار على الشامي كراچى، ج۶/ص ۳۹۱/ كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع، بحر كوئٹه ص ۱۴۳ ج۵ كتاب السير، باب البغاة، الدر المنتقى مع المجمع ص ۲۱۲ ج۴ كتاب الكراهية فصل فى البيع، دار الكتب العلمية بيروت. (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

پتنگ، ڈور اور آتش بازی کی تجارت

سوال:۔(۱) پتنگ کی ڈور کا کاروبار یعنی اس کی کمائی جائز ہے یا نہیں؟
(۲) آتش بازی کا کاروبار اور کمائی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) جو ڈور صرف پتنگ کے کام آتی ہے اور کسی کام میں نہیں آتی اس کا کاروبار مکروہ ہے[۱] (۲) یہی حکم آتش بازی کا ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۹/۵/۲ھ

آتش بازی بنانا اور تجارت کرنا

سوال:۔آتش بازی بنانیوالے کی آمدنی کیسی ہے کیا آتش بازی بنانا گناہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جی ہاں گناہ ہے مگر اسکی تجارت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مکروہ ہے۔[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۲] ماقامت المعصية بعينه يكره بيعه تحريماً والا فتنزيهاً الخ الدر المختار على الشامي زكريا ص ۵۶۱ ج۹ كتاب الحظر والاباحة، سكب الانهر على مجمع الأنهر ص ۲۱۲ ج۴ كتاب الكراهية، فصل فى البيع، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۴۳ ج۵ قبيل كتاب اللقيط.

(صفحہ ہذا) [۱] ان ماقامت المعصيةبعينه يكره بيعه تحريماً والا فتنزيها .شامی کراچی، ج۶/ص ۳۹۱/ كتاب الحظروالاباحة .فصل فى البيع، أحكام القرآن للمفتى محمد شفيعؒ ص ۶۷ ج۳ الكلام فى الإعانة على المعصية الخ، (بقيه اگلے صفحه پر)

جاسوسی فلمی کتابوں کی تجارت

سوال:۔ زید کی تجارت رومانی جاسوسی فلمی کتب ناول تلنگی کی ہے، اوپر اچھی بری تصویر رہتی ہیں، تجارت بالکل غیرمسلم بستی میں ہے تقریباً ۹۹ رفیصد غیرمسلم ان کتابوں کی خریداری کرتے ہیں، اس پر اچھا کمیشن ملتا ہے، دس سال سے یہ تجارت کررہے ہیں، ابھی تک زید کی زندگی اور زید کے خاندان کی زندگی غیراسلامی چل رہی تھی، اب اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور تبلیغی جماعت میں جڑ کر کام کررہے ہیں، اس تجارت سے جملہ تین خاندان کا گزر اچھی طرح ہوتا ہے، پہلے تین بھائی مل کر یہ تجارت کرتے تھے، اب دو بھائی مستقل دینی کام میں لگ گئے ہیں، اور ایک بھائی ہی یہ تجارت کرتا ہے، اور اب بھی تینوں بھائی کا گذر اس بھائی کی تجارت سے ہوتا ہے، اب معلوم یہ کرنا ہے، کہ آیا یہ تجارت زید کے لئے جائز ہے یا ناجائز؟ اگر جائز ہے تو کیا جاری رکھا جائے یا تجارت کی لائن بدل دی جائے، جب کہ تجارت کی لائن بدلنے میں دقت ہے، اور آمدنی بھی بہت کم ہوجائے گی، اور نہ بدلی جائے تو کیا تقویٰ اور شریعت کے خلاف اور دینی کام کرتے ہوئے اس تجارت پر گذارہ کرنے کی گنجائش ہے یا نہیں؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) مطبوعه إدارة القرآن كراچی، بحر كوئٹه ص۱۴۳ ج۵ باب البغاة، كتاب السير.

۲؎ ان ماقامت المعصية بعينه يكره بيعه تحريماً والا فتنزيها (شامی کراچی، ج۶/ص ۳۹۱/ كتاب الحظروالاباحة،فصل فی البيع، أحكام القرآن للمفتی محمد شفيع رحمه اللّٰه تعالىٰ ص۶۷ ج۳ الكلام فی الإعانة على المعصية الخ، مطبوعه ادارة القرآن كراچی، البحر الرائق كوئٹه ص۱۴۳ ج۵ كتاب السير، باب البغاة، سكب الأنهر على هامش المجمع ص۵۱۸ ج۲ كتاب السير والجهاد، آخر باب البغاة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

تجارت کو بدلنے میں دقت تو ضرور ہوگی، اسکو برداشت کرنا چاہئے، دیگر جائز کتب کا بھی میل شروع کردیں، آہستہ آہستہ ناجائز کتب کم کرتے رہیں، جائز کتب کی تجارت کو ترقی دیتے رہیں، یہاں تک کہ موجودہ صورت بالکل بدل جائے، یا کوئی اور تجارت شروع کردیں جب اس پر قابو ہوجائے تو موجودہ کو ترک کردیں حق تعالیٰ مدد فرمائے[۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۷/۹۴ھ

نیپال سے کپڑا لاکر فروخت کرنا

سوال:۔ کوئی شخص نیپال سے پارچہ لاکر ہندوستان میں اس کپڑے کے نفع کے ساتھ خرید وفروخت کرے باوجود اس کے کہ حکومت کی چوری ہے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ فعل خلاف قانون اور موجب سزا ہونے کی وجہ سے قابل پرہیز ہے، کیونکہ اس میں عزت کا بھی خطرہ ہے، مال کا بھی خطرہ ہے، ایسا خطرہ مول لینا خلاف دانشمندی ہے[۲] اگرچہ اس خرید وفروخت کے ذریعہ حاصل شدہ مال حرام نہ ہو[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] من ابتلی ببلیتین یختاراھونھما الخ الاشباہ والنظائر ،ص ۱۴۵/(مکتبہ دارالعلوم دیوبند) تحت القاعدۃ الخامسۃ.

[۲] لاینبغی للمؤمن ان یذل نفسہ الحدیث ترمذی شریف،ص ۵۰/ ج۲/ (مطبوعہ رشیدیہ دھلی) ابواب الفتن، المعجم الکبیر للطبرانی ص۳۱۲ج۱۲رقم الحدیث ص۱۳۵۰۷ مجاھد عن ابن عمر، طبع دار احیاء التراث بیروت، (**بقیہ اگلے صفحہ پر**)

کاسبِ حرام کے ہاتھ مال فروخت کرنا

سوال:۔ رنڈی اور ڈوم اور بھانڈ کے ہاتھ سودا بیچنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس کے پاس حرام کا پیسہ ہو اس کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کرکے مالِ حرام سے روپیہ لینا ناجائز ہے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حرام کے پیسہ کے عوض بیع کرنا

سوال:۔ دوکانداروں کے پاس خریدار سود، رشوت، قمار، سرقہ سبھی قسم کا پیسہ دے کر چیز خریدتے ہیں، یہ پیسہ جو مبیع کے بدل میں بائع کو حاصل ہو رہا ہے حلال ہے یا نہیں، اور اس سے مفر بھی آج کا مشکل ہے۔ بینوا توجروا؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) جامع الاصول ص۳۲۳ج۱۲ قبیل وصیة عائشةؓ لمعاویةؓ رقم الحدیث ۹۳۱۱ مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت.

[۳] وکره تحریما مع الصحة البیع عند الاذان الاول (در مختار) اشار إلی وجه تاخیر المکروه عن الفاسد وذلک أنه دونه من حیث صحته وعدم فساد لأن النهی باعتبار معنی مجاور للبیع لا فی صلبه ولا فی شرائط صحته ...... وفیها أیضا أنه لا یجب فسخه ویملک المبیع قبل القبض ویجب الثمن لا القیمة، شامی کراچی ص۱۰۱ج۵ باب البیع الفاسد، مطلب فی البیع المکروه، فتح القدیر ص۴۷۸ج۶ باب البیع الفاسد، فصل فیما یکره، دار الفکر بیروت.

(صفحہ ہٰذا) [۱] سألت عنه الشهاب بن الشلبی فقال: من رأی المکاس یاخذ من احدشیئاً من المکس ثم یعطیه آخرثم یأخذه من ذٰلک الاخر فهو حرام، شامی کراچی ج۶/ص۳۸۵/ کتاب الحظروالاباحة، فصل فی البیع، وایضا ص۵/۷۸، باب البیع الفاسد، مطلب الحرمة تتعدد،

الجواب حامداً ومصلیاً

جس پیسہ کے متعلق قطعی طور پر علم ہو کہ یہ حرام ہے اس کے عوض کوئی شئی فروخت کرنا اور وہ پیسہ حاصل کرنا درست نہیں، جہاں علم نہ ہو وہاں گنجائش ہے۔[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/ذیقعدہ ۶۷ھ

خریدنے کے بعد حرام ہونا معلوم ہوا تو اب کیا کرے

سوال:۔ جو حرام چیز مول لی جائے، بعد میں معلوم ہو جائے، کیونکہ جس شخص کے پاس سے مول لیا ہے وہ نہ لے تو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ شراب وغیرہ ہے تو کسی کافر کے ذریعہ سے فروخت کرادے، اگر وہ چڑھاوا وغیرہ ہے تو اصل مالک کو دے دے، یا اس سے کہہ دے کہ یہ شئی تمہاری ملک ہے، پر تم نے فلاں قبر پر چڑھائی ہے، اور یہ تمہاری ملک سے خارج نہیں ہوئی، میں نے غلطی سے خرید لی ہے، میرے لئے اس کا استعمال ناجائز ہے، میرے دام ضائع ہو گئے، اب تم یہ اپنی چیز لے لو اور چڑھانے کی نیت جو کی تھی اس سے توبہ کرو، پھر اگر وہ خدا کے لئے ثواب سمجھ کر دیدے، یا فروخت کردے تو پھر لینا اور استعمال کرنا درست ہوگا، اگر مالک کا علم نہ ہو تو کسی غریب کو وہ شئی صدقہ کردے، اس نیت سے کہ اللہ پاک اس حرام شی کے وبال

---

[۱] قال الشیخ عبدالوهاب الشعرانی فی کتاب المنن ومانقل عن بعض الحنفیة من ان الحرام لایتعدی الی ذمتین سألت عنه الشهاب ابن الشلبی فقال هومحمول علی ماإذا لم یعلم بذٰلک اما من رأی المکاس یأخذ من احد شیئاً من المکس ثم یعطیه آخر ثم یأخذ ہ من ذٰلک الاخر فهو حرام .شامی کراچی ،ج۶/ ص۳۸۵/ کتاب الحظروالاباحة ،فصل فی البیع، وایضا ص۵/۷۸، باب البیع الفاسد، مطلب الحرمة تتعدد،

سے مجھے چھٹکارہ دے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۱۰/۵۹ھ

الجواب صحیح عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۱۰/۵۹ھ

تعلیمی تاش کی بیع

سوال:۔ تعلیمی تاش اردو، گجراتی، ہندی، انگریزی کا خریدنا، فروخت کرنا اور کھیلنا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

فی نفسہ یہ مال متقوم ہے، خرید وفروخت درست ہے، لیکن یہ تاش اور اس کا کھیلنا بسا اوقات پیش خیمہ اور ذریعہ ہوتا ہے، قمار کا کہ اس پر مالی ہار جیت کا معاملہ ہونے لگتا ہے، اس لئے اس کی خرید وفروخت سے اور کھیل سے احتراز چاہئے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۱۰/۹/۹۱ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۱۰/۹/۹۱ھ

---

[1] واما اذا کان عندرجل مال خبیث فاما ملکه بعقد فاسد اوحصل له بغیر عقد ولا یمکنه ان یرده الیٰ مالکه ویریدان یدفع مظلمته عن نفسه فلیس له حیلة الا ان یدفعه الی الفقراء (بذل المجهود ج ۱/ص ۳۷/ کتاب الطهارة، باب فرض الوضو، مطبوعه سهارنپور)

[2] ویکره تحریماً بیع السلاح من اهل الفتنة ان علم لانه اعانة علی المعصیة وافادکلامهم ان ماقامت المعصیة بعینه یکره بیعة تحریماً والافتنزیها وفی الشامی ،کذا لایکره بیع الجاریة المغنیة لانه لیس عینها منکرا وانما المنکر فی استعمالها المحظور.شامی کراچی،ج۴/ ص ۲۶۸/ مطلب فی کراهة بیع ماتقوم المعصیة بعینه ،باب البغاة، النهر الفائق ص ۲۶۸ ج۳ باب البغاة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص ۱۴۳ ج۵ باب البغاة، وما کان سببا لمحظور شامی زکریا ص ۵۰۴ ج ۹ کتاب الحظر والاباحة، قبیل فصل فی اللباس.

آلات لہو کی بیع

سوال:۔ زید ایک دوکان کھولنا چاہتا ہے جس میں اس قسم کا سامان لگائے گا اور فروخت کرے گا کہ جس سے طبل ومزامیر تیار ہوتے ہیں، مثلاً چادر پیتل کی کہ جس سے باجے بنتے ہیں، اس قسم کا دیگر سامان جس سے باجے تیار ہوتے ہیں، اور ایسے موقع اور مقام پر کھولنا چاہتا ہے کہ جہاں پر باجے بہت بنتے ہیں، اور بازار بھی باجوں کا ہے تو اس قسم کے سامان کی دوکان ایسے موقع پر کھولنا جائز ہے اور مکروہ تو نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

"ویکرہ تحریماً بیع السلاح من اهل الفتنة ان علم لانه اعانة علی المعصیة وبیع مایتخذ منه کالحدید ونحوه اھ درمختار قوله لانه اعانة علیٰ المعصیة لانه یقاتل بعینه بخلاف مالایقاتل به الابصنعة تحدث فیه کالحدید ونظیره کراهة بیع المعازف لان المعصیة تقام بها عینها ولایکره بیع الخشب المتخذة هی منه[1]" اس سے معلوم ہوا کہ ایسی جگہ ایسی تجارت کراہت سے خالی نہیں، اگرچہ اس کو بالکل ناجائز بھی نہیں کہا جا سکتا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ہارمونیم کی تجارت

سوال:۔ میں ہارمونیم بنا کر سب عیب بتلا کر بیچتا ہوں گا تا بجاتا نہیں، خود دستکار ہوں، یہ کیسا ہے؟

---

[1] شامی کراچی، ج۴/ص۲۶۸/ باب البغاة، مطلب کراهة بیع ماتقوم المعصیةبعینه.

الجواب حامداً ومصلیاً

ہارمونیم گانے بجانے کا آلہ ہے اسکی تجارت مکروہ ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۹/۸/۱۶ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ مفتی دارالعلوم دیوبند ۸۹/۸/۱۷ھ

ریڈیو کی خرید وفروخت اور استعمال

سوال:۔ زید ریڈیو کا کام کرتا ہے اور گھر پر ریڈیو بھی رکھتا ہے، عمر اس پر اعتراض کرتا ہے، کہ ریڈیو رکھنا ناجائز ہے، سوال یہ ہے کہ ریڈیو کس صورت میں رکھا جاسکتا ہے، اور کس صورت میں نہیں رکھا جاسکتا؟

الجواب حامداً ومصلیا

ریڈیو پر قرآن کریم کی تلاوت ہوتی ہے، تفسیر ہوتی ہے، دینی تقریریں ہوتی ہیں، صحیح خبریں سنائی جاتی ہیں، حالاتِ حاضرہ پر صحیح تبصرہ کیا جاتا ہے، ان امور کا سننا جائز ہے، اور اس مقصد کے لئے ریڈیو گھر میں رکھنا بھی جائز ہے، ریڈیو پر گانا، بجانا ہوتا ہے، فحش مکالمہ ہوتا ہے، بلا وجہ کسی کو برا کہا جاتا ہے، اور بدنام کیا جاتا ہے، ان امور کا سننا اور اس مقصد کیلئے رکھنا درست نہیں،[2] ریڈیو کی بیع ومرمت درست ہے، پھر اگر خریدنے والا اسکو غلط استعمال

---

[1] ویکرہ تحریما بیع السلاح من اهل الفتنة ان علم لانه اعانة علی المعصیة قال الشامی قوله لانه اعانة علی المعصیة لانه یقاتل بعینه بخلاف مالایقاتل به الابصنعة تحدث فیه کالحدید ونظیره کراهة بیع المعازف لان المعصیة تقام بها عینها ولایکره بیع الخشب المتخذةهی منه شامی کراچی ،ج۴/ص۲۶۸/ باب البغاة، مطلب فی کراهة بیع ماتقوم المعصیة بعینه، النهر الفائق ص۲۶۸ ج۳ کتاب الجهاد، باب البغاة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹه ص۱۴۳ ج۵ کتاب الجهاد، باب البغاة.

[2] ثم السبب إن کان سبباً محرکا وداعیاً إلی المعصیة فالتسبب فیه حرام (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کرتا ہے تو وہ گنہگار رہے، فروخت کرنے والے پر اسکی ذمہ داری نہیں [۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۲/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵/۲/۹۰ھ

بینڈ باجہ فروخت کرنا اور حلال روزی کا عمل

سوال:۔ میری تمام گذر بسر اس بات پر ہے کہ میں بینڈ باجہ فروخت کرتا ہوں، مگر گھر میں ہمیشہ بربادی رہتی ہے، ہر وقت جیب خالی پیٹ خالی ہاتھ دوسروں کے سامنے پھیلا رہتا ہے، اسکے علاوہ کوئی اور کام جانتا نہیں، یہ میرا مشغلہ ہے، میرے لئے کیا مشورہ ہے کہ میں اس بربادی سے چھٹکارا پا جاؤں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بینڈ باجہ بجانا ناجائز ہے، اس کا سننا ناجائز [۲] اس کا فروخت کرنا ناجائز [۳] اس نحوست

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) وإن لم يكن محركا وداعياً بل موصلاً محضاً، وهو مع ذالک سبب قريب بحيث لا يحتاج فی إقامة المعصية به إلى احداث صنعة من الفاعل كبيع السلاح من أهل الفتنة، وبيع العصير ممن يتخذه خمرا ...... فكله مكروه تحريماً بشرط أن يعلم به البائع ...... فإن لم يعلم كان معذوراً، جواهر الفقه ص۴۴۷ ج۲ تفصيل الكلام فی مسئلة الإعانة على الحرام، بيان معنى التسبب وأقسامه الخ تنقيح الضابطة، مطبوعه مكتبه تفسير القرآن جامع مسجد ديوبند.

(**صفحہ ہذا**) [۱] ونظيره وكراهة بيع المعازف لان المعصية تقام بها عينها ولايكره بيع الخشب المتخذة هی منه وعلى هذابيع الخمر لايصح ويصح بيع العنب وكذا لايكره بيع الجارية المغنية والكبش النطوح والديک المقاتل والحمامة الطيارة لأنه ليس عينها منكرا وانماالمنكرفی استعمالها المحظور .شامی كراچی ،۴/ص۲۶۸/باب البغاة مطلب فی كراهة بيع ماتقدم المصعية بعينه، النهر الفائق ص۲۶۸ ج۳ كتاب الجهاد، باب البغاة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، بحر كوئٹه ص۱۴۳ ج۵ كتاب السير، باب البغاة.

[۲] قال ابن مسعودؓ صوت اللهو والغناء ينبت النفاق فی القلب (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کا یہ اثر ہے کہ آمدنی زیادہ ہونے کے باوجود کوئی خیر وبرکت نہیں ہوتی، اللہ کے سامنے روکر توبہ کرلیں، اورحلال روزی مانگیں خواہ تھوڑی ہی کیوں نہ ہو، معمولی مزدوری کرلیں، اگرچہ اپنی شان کے خلاف ہو، فجر کی سنت اور فرض کے درمیان سورہ الحمد شریف مع بسم اللہ ۴۱/ بار اوّل آخر درود شریف ۱۱/ بار نماز فجر کے بعد سورہ اذا جاء نصر اللہ ۲۱/ بار ظہر کے بعد ۲۲/ بار عصر کے بعد ۲۳/ بار مغرب کے بعد ۲۴/ بار، عشاء کے بعد ۲۵/ بار پڑھا کریں، نیز کوئی ایک وقت مقرر کے باوضو قبلہ رو بیٹھ کر درود شریف ۵۰۰/ بار پڑھا کریں، انشاء اللہ روزی فراغت کی ملے گی، اور پریشانی دور ہوگی، خدائے پاک اپنا فضل فرمائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۵/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۵/۸۹ھ

شراب کے لئے بوتل فروخت کرنا

سوال:۔ ایک شخص کباڑی کا کام کرتا ہے، جیسے پرانا لوہا اور پلاسٹک اور خالی شدہ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) کماینبت الماء النبات وفی البزازیة استماع صوت الملاهی کضرب قصب ونحوه حرام لقوله علیه الصلوٰة والسلام استماع الملاهی معصیة والجلوس علیها فسق والتلذذ بها کفرای بالنعمة .درمختار مع شامی کراچی ،ج۶/ ص۳۴۹/کتاب الحظر والاباحة، البحر الرائق کوئٹه ص۱۸۸ ج۸ کتاب الحظر والإباحة، قبیل فصل فی اللبس، سکب الأنهر علی هامش المجمع ص۲۲۳ ج۴ کتاب الکراهیة، فصل فی المتفرقات، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

۳؎ ویکره تحریماً بیع السلاح من اهل الفتنة ان علم لانه اعانة علی المعصیة قال الشامی لانه یقاتل بعینه بخلاف مالایقاتل به الا بصنعة تحدث فیه کالحدید ونظیره کراهة بیع المعازف لان المعصیة تقام بها عینها ولایکره بیع الخشب المتخذة هی منه. شامی کراچی، ج۴/ص۲۶۸/باب البغاة، النهر الفائق ص۲۶۸ ج۳ کتاب الجهاد، باب البغاة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹه ص۱۴۳ ج۵ کتاب السیر، باب البغاة.

بوتلیں خریدنے اور بیچنے کا کام کرتا ہے، اس میں شراب کی بھی خالی شدہ بوتلیں آجاتی ہیں، وہ بوتلیں شراب بنانے والے کوفروخت کرتا ہے، جس میں شراب ساز دوبارہ شراب بھی فروخت کرتا ہے کیا مذکورہ بالا کام کرنے کیلئے شراب کی بوتلیں بیچنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ بوتلیں صرف شراب ہی کے لئے استعمال ہوتی ہیں اور کسی کام میں استعمال نہیں ہوتیں تو ان کوفروخت کرنا ایک حیثیت سے شراب فروخت کرنے والوں اور خریدنے والوں کی اعانت ہے،[1] اور حدیث پاک میں شراب بیچنے والے پر بھی لعنت آئی ہے، خریدنے والے پر بھی لعنت آئی ہے، اگر چہ وہ اس کو پیتا نہ ہو،[2] اس لئے اس سے پرہیز کیا جائے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۱/۶ ۱۴۰ھ

شراب کی خالی بوتلوں کی بیع

سوال:۔ شراب کی خالی بوتلوں کولا کر بیچنا جائز ہے یا نہیں؟ یہ بوتلیں شراب کی کمپنی

---

[1] والثالث بيع أشياء ليس لها مصرف إلا فى المعصية فيتمحض بيعها واجارتها وإن لم يصرح بها ففى جميع هذه الصور قامت المعصية بعين هذا العقد، والعاقدان كلاهما آثمان بنفس العقد سواء يستعمل بعد ذلک فى المعصية أم لا الخ جواهر الفقه ص ۴۴۲ ج ۲ تفصيل الكلام فى مسئلة الإعانة على الحرام، مطبوعه مكتبه تفسير القرآن جامع مسجد ديوبند، أحكام القرآن للمفتى محمد شفيعؒ ص ۷۷ ج ۳ الإعانة على المعصية لا يتحقق إلا بالنية، مطبوعه إدارة القرآن كراچى.

[2] عن انس قال لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم فى الخمر عشرة عاصرها ومعتصرها وشاربها وحاملها والمحمولة اليه وساقيها وبائعهاوآكل ثمنها والمشترى لها والمشترى لهٗ رواه الترمذى وابن ماجه كذا فى المشكوٰة. ص ۲۴۲ / كتاب البيوع. باب الكسب وطلب الحلال، الفصل الثانى، مطبوعه ياسر نديم ديوبند،

میں جاتی ہیں اوران میں شراب بھری جاتی ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

بوتل مالِ متقوم ہے اس کا خریدنا اورفروخت کرنا فی نفسہ درست ہے، جوشخص اس میں شراب بھرتا ہے، وہ اپنے فعل کا خوذمہ دار ہے، بعض ائمہ نے اس کوبھی منع فرمایا ہے، کہ اس میں بھی ایک قسم کی اعانت علی المعصیۃ ہے" وھو الا حوط.[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمودغفرلہٗ دارالعلوم دیوبند۱۲/۴/۱۴۰۱ھ

الجواب صحیح محمدنظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند۱۲/۴/۱۴۰۱ھ

گھڑی کی چڑیاکی بیع

سوال:۔ مستفتی نے جواب سابق ۱۹۷/کا حوالہ دیاہے کہ میری سمجھ میں نہیں آیا، اور اسی پرمزیدسوالات مرتب کرکےان کی وضاحت طلب کی ہے۔

(۱) ایسی گھڑی کا بنانا اورفروخت کرنا اوراستعمال کرنا سب کاایک ہی حکم ہے یافرق ہے؟

(۲) اگرسب کاایک ہی حکم ہےتوقبیح ومذموم کالفظ جواستعمال کیا گیاہے، یہ مکروہ کادرجہ رکھتاہے، یاقطعی حرام کا؟ برائے مہربانی ذراصاف تحریرفرمائیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

جواب سابق میں جاندارکی تصویرہونے کی بناء پرتصویربنانے کوناجائزلکھاہے جس

---

[۱] وجاز بیع عصیر عنب ممن یتخذه خمرا لأن المعصیة لاتقوم بعینه بل بعد تغیره وقیل یکره لاعانته علی المعصیة .درمختار مع الشامی کراچی ، ج۶/ص۳۹۱/کتاب الحظروالاباحة، فصل فی البیع، مجمع الأنهر علی مع سکب الأنهر ص۲۱۴ ج۴ کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹه ص۲۰۲ ج۸ کتاب الکراهیة، فصل فی البیع.

کے معنیٰ حرام کے ہیں[۱]، استعمال کرنے کو قبیح و مذموم لکھا ہے، جس کے معنیٰ مکروہ کے ہیں،[۲] استعمال خواہ فروخت کرنے کی صورت میں ہو یا پاس رکھنے کی صورت میں مالِ متقوم ہونے کی وجہ سے بیع کو باطل نہیں کہا جائے گا،[۳] بلکہ بیع درست ہوگی، یعنی بدلین پر متعاقدین کی ملک حاصل ہوجائے گی،[۴] تصویر ذی روح ہونے کی بناء پر اس کا روبار کو قبیح و مذموم یعنی مکروہ کہا جائے گا،[۵] امید ہے کہ اب سمجھ میں آ جائیگا، تاہم اگر ذہن پھر کوئی اغلاق پیدا کردے

---

[۱] عن عبداللّٰہ بن مسعودؓ قال سمعت النبی ﷺ یقول ان اشد الناس عذاباً عند اللّٰہ المصورون. بخاری شریف ج۲/ص ۸۸۰/باب عذاب المصورین یوم القیمة)رشید یه دهلی)

ترجمہ:۔ *حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب لوگوں میں سب سے سخت عذاب والے تصویر بنانے والے ہوں گے۔*

[۲] المکروه : (وفی الموجز فی أصول الفقه) هو الفعل الذی طلب الشارع المکلف الکف عنه طلباً غیر جازم، معجم المصطلحات والألفاظ الفقهية ص۳۴۳ج۳ حرف المیم، مطبوعه دار الفضیلة، قاهرة مصر.

[۳] واعلم أن البیوع علی انواع : صحیح وهو المشروع بأصل ووصفه وباطل وهو ضده، ولایفید الملک بوجه، مجمع الأنهر ص۷۷ج۳ باب البیع الفاسد، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، زیلعی شرح کنز ص۴۴ ج۴ باب البیع الفاسد، مطبوعه امدادیه ملتان.

[۴] البیع لغة تملیک شیء بشیء، وشرعاً مبادلة مال بمال أی تملیک المال، سکب الأنهر علی هامش المجمع ص۴ج۳ کتاب البیوع، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، در مختار علی الشامی ص۵۰۲ج۴ کتاب البیوع، حاشیة الشلبی علی هامش الزیلعی ص۲ ج۴ کتاب البیوع، مطبوعه امدادیه ملتان.

[۵] ان ما قامت المعصیة بعینه یکره بیعه تحریماً والا فتنزیهاً(درمختارعلی الشامی کراچی، ج۶/ص ۳۹۱/ومطبع زکریا ، ج۹/ ص ۵۶۱/ کتاب الکراهیة فصل فی البیع) بحر الرائق کوئٹه ص۱۴۳ج۵، کتاب السیر، باب البغاة، سکب الأنهر علی هامش المجمع ص۵۱۸ ج۲ کتاب السیر والجهاد، باب البغاة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

تو پھر بھی دریافت کر سکتے ہیں، کیونکہ اغلاق پہلے جواب میں بھی نہیں تھا بلکہ ذہن نے پیدا کیا تھا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۳/۹۴ھ

بیع کے ایجاب کے بعد قبول سے پہلے مجلس ختم ہو جائے

سوال:۔ایک غیر مسلم نے اپنی مملوکہ زمین ایک مسلم کے ہاتھ فروخت کرنے کا ارادہ کیا، خریدار نے اس زمین کی قیمت ساڑھے آٹھ سو روپے لگائی، یہی گفتگو ایک دوسرا مسلمان سن رہا تھا، اس نے کہا کہ میں نے اس بات میں کوئی دخل نہیں دیا، مگر غیر مسلم مالک نے خریدار سے یہ کہا کہ میں سوچ کر تم کو اس کا جواب دوں گا، خرید وفروخت کی کوئی پختہ بات نہیں ہوئی تھی، کہ مجلس برخواست ہوگئی، ازاں بعد دوسرے مسلمان نے غیر مسلم مالک زمین سے زمین کو ۹۶۰/روپیہ میں خرید لیا پس اب دریافت امر یہ ہے کہ شرعی نقطۂ نظر سے استحقاق خریدار زمین پہلے شخص کو ہے جس نے ۸۵۰/روپیہ زمین کی قیمت لگائی تھی، یا دوسرے شخص کو ہے جس نے ۹۶۰/روپیہ میں وہ زمین خریدی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جس نے آٹھ سو پچاس روپیہ قیمت لگائی تھی، مالک نے زمین اسکے ہاتھ فروخت نہیں کی اور نہ یہ وعدہ کیا کہ میں تیرے ہاتھ اس قیمت پر فروخت کر دوں گا، بلکہ یہ کہا کہ سوچ کر جواب دوں گا، وہ مجلس بھی ختم ہوگئی، اس کے بعد دوسری مجلس میں دوسرے شخص نے ۹۶۰/روپیہ میں قطعی طور پر خرید لی، تو وہ اس کی ملک میں آگئی، پہلے شخص کا اس میں قضاءً کوئی حق نہیں رہا، البتہ دوسرے شخص کے لئے افضل یہ تھا کہ جب پہلے شخص کو اسکی تجویز کردہ قیمت پر فروخت کرنے سے مالک انکار کر دیتا تب اس سے معاملہ کر کے خریدتا، تاہم پہلا شخص اب

دوسرے شخص سے لینے کا حقدار نہیں" ولابأس ببيع من يزيد والا ستيام علىٰ سوم الغير مكروه والفرق بين المزايدة والاستيام علىٰ سوم الغير ان صاحب المال اذاكان ينادى علىٰ سلعة فطلبها انسان بثمن فكف عن النداء وركن الىٰ ماطلب منه ذٰلک الرجل فليس للغير ان يزيد فى ذٰلک وهذا استيام علىٰ سوم الغير وان لم يكف عن النداء فلابأس لغيره ان يزيد ويكون هذابيع المزايدة ولايكون استياماً علىٰ سوم الغير وان كان الدلال هوالذى ينادى على السلعة وطلبها انسان بثمن فقال الدلال حتى اسأل المالک فلابأس للغيره ان يزيد بعد ذٰلک فى هذه الحالة فان اخبر الدلال المالک فقال بعه بذلک واقبض الثمن فليس لاحد ان يزيد بعد ذٰلک وهذا استيام علىٰ سوم الغير كذافى المحيط فتاوىٰ عالمگيرى ص ۲۱۰/ ج ۳/[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

پیشگی قیمت دے کر تھوڑا تھوڑا مبیع کو وصول کرنا

سوال:۔ ہماری طرف جن کی گائے، بھینس دودھ دیتی ہیں وہ دودھ باندھ دیتے ہیں، اور ماہ بماہ قیمت کا حساب کر لیتے ہیں، بعض غریب وضرورت مند کچھ رقم پیشگی لے لیتے ہیں، اور دودھ میں حساب وضع ہوتا رہتا ہے، کیا یہ جائز ہے؟

[1] عالمگیری کوئٹہ، ص ۲۱۰-۲۱۱/ج۳/.الباب العشرون فى البياعات المكروهة الخ، محيط برهانى ص۳۷۰ج۱۰ كتاب البيوع، الفصل الخامس والعشرون فى البياعات المكروهة، طبع مجلس علمى گجرات، الدر مع الشامى كراچى ص۱۰۱ج۵ باب البيع الفاسد، مطلب فى البيع المكروه.

الجواب حامداًومصلیاً

دودھ دے کر ماہ بماہ قیمت لیتے رہنا تو درست ہے، مگر پیشگی روپیہ دے کر دودھ لینے دینے میں کراہت ہے[۱] فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۹/۸۷ھ

اسپرٹ کی تجارت

سوال:۔ اسپرٹ کی تجارت جائز ہے یا نہیں؟ اس کو بعض لوگ پینے کے لئے بھی لے جاتے ہیں، ان کیلئے کیا حکم ہے؟ ان کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

یہ تجارت حرام نہیں، جولوگ آپ کے علم میں پینے کے لئے خریدتے ہیں، اور اس سے نشہ ہوتا ہے، ان کے ہاتھ فروخت نہ کریں[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱۱/۸۸ھ

---

[۱] وکرہ اقراض ای اعطاء بقال کخباز وغیرہ دراھم اوبراً لخوف ھلکہ لوبقی بیدہ یشترط لیاخذ متفرقاً منہ بذالک ماشاء الخ (الدرالمختارعلی الشامی کراچی، ج۶/ص۳۹۴/ مطبوعہ زکریا، ج۹/ص۵۶۵/ کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع)، البحر کوئٹہ ص۲۰۳ ج۸ فصل فی البیع کتاب الکراھیۃ، الدر المنتقیٰ علی المجمع ص۲۲۵ ج۴ کتاب الکراھیۃ، فصل فی البیع دار الکتب العلمیۃ بیروت.

[۲] ماقامت المعصیۃ بعینہ یکرہ بیعہ تحریماً والافتنزیھاً الخ.الدرالمختار علی الشامی زکریا، ج۹/ص ۵۶۱/ کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع، البحر الرائق کوئٹہ ص۱۴۳ ج۵ قبیل کتاب اللقیط، النھر الفائق ص۲۶۸ ج۳ قبیل کتاب اللقیط، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت، والظاھر ان معظم الکوحل لا تصنع من عنب ولا تمر فینبغی ان یجوز بیعھا لاغراض مشروعۃ فی قول علماء الحنفیۃ جمیعا، تکلمۃ فتح الملھم ص۱۵۵ ج۱ کتاب المساقاۃ، باب تحریم بیع الخمر.

انسانی بول و براز کھاد کے طور پر بیچنا

سوال:۔انسان کا بول و براز جو کھاد کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے، اس کی تجارت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس میں مٹی ملا کر کھاد بنا دیتے ہیں تو اس کی بیع جائز ہے، خالص بول و براز کی بیع مکروہ ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند

---

[1] کرہ بیع العذرة رجیع الادمی خالصة قال الشامی وصح بیعها مخلوط بتراب او رماد غلب علیها فی الصحیح، در مختار مع الشامی زکریا، ص ۵۵۲ ج ۹، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، مجمع الأنهر ص ۲۲۱ ج ۴ کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ۱۹۹ ج ۸ کتاب الکراهیة، فصل فی البیع.

باب چہارم: خیارعیب

دوسال بعد خیارعیب نہیں

سوال:۔ میں نے مہاجن سے ایک مشین خریدی خریدتے وقت اس کی یہ شرط تھی کہ اگر سال بھرتک یہ مشین خراب ہوگئی تو ہم اس کے ذمہ دار ہیں اس کے کچھ ماہ بعد چلنا بند کر دیا ،ہم نے اس کی اطلاع کی وہ آکر ٹھیک کر کے اپنی سمجھ سے چلا گیا، مگر پھر بھی نہ چل سکی ، اسی طرح دوسال تک بگڑتی رہی پھر میں دوسال بعد مشین کولاکر کانپور مہاجن کو واپس کرنے لے گیا، جب واپس کرنے کو کہا تو اس نے کہا کہ ہم ٹھیک کر دیں گے ، میں نے کہا ہم اس کو لینا نہیں چاہتے اس کو وہ واپس نہیں لیتا براہ کرم تحریر فرمائیں کہ اس کا کیا کیا جائے؟

الجواب حامداًومصلیاً

جبکہ چار پانچ ماہ بعد میں خراب ہو جانے پر آپ نے اسکو واپس نہیں کیا، نہ قیمت کا کوئی حصہ اور خسارہ واپس لیا اب دوسال کے بعد وصول کرنیکا حق نہیں [۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۱/۹۳ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳/۱/۹۳ھ

دودھ میں پانی ملاکر بیع کرنا

سوال:۔ میں ایک دوکاندار ہوں اور دودھ کے بیچنے کا کام کرتا ہوں اور اس دودھ

---

[۱] المسلمون علیٰ شروطھم الحدیث، ترمذی ج۱/ص۲۵۱/ مکتبہ یاسرندیم دیوبند، ابواب الاحکام باب ماذکر عن النبی ﷺ فی الصلح بین الناس. کنزالعمال ص۳۶۳ج۴ رقم الحدیث ۱۰۹۱۷ ، الباب الثالث فی احکام الجھاد، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، المعجم الکبیر للطبرانی، ص۲۲ج۱۷ رقم الحدیث ۳۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، **ترجمہ**:. مسلمان اپنی شرطوں کے پابند ہیں۔

میں پانی ملاکر بیچتا ہوں، جب کہ اگر مجھ سے کوئی پوچھتا ہے کہ اس میں پانی ملائے ہو یا نہیں، تو میں اس سے فوراً کہہ دیتا ہوں کہ ہاں میں پانی ملاکر بیچتا ہوں، مگر میں کسی کو مقدار نہیں بتاتا ہوں، تو آپ یہ بتائیے کہ دودھ میں پانی ملانا جائز ہوا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً

جو آدمی دودھ خریدتے ہیں وہ دودھ کی قیمت دیتے ہیں، اور دودھ کہہ کر خریدتے ہیں، اگرچہ آپ سے یہ دریافت نہ کریں کہ آپ پانی ملاتے ہیں، یا نہیں، مگر معاملہ دودھ ہی کا کرتے ہیں اس لئے آپ اس میں پانی نہ ملائیں اگر ملانا ہو تو خریداروں پر ظاہر کردیں[۱]، کہ اس میں اتنا پانی ہے پھر جس کا دل چاہے خریدے نہ دل چاہے نہ خریدے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۲/۸۸ھ

پانی ملاکر ظاہر کرکے دودھ بیچنا

سوال:۔ایک شخص دودھ بیچتا ہے اور کہتا ہے میں نے پانی ملا رکھا ہے لیکن مقدار نہیں بتلاتا کیا ایسا فعل جائز ہے جب کہ ہندو دوکاندار پانی ملاکر ہی بیچتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:۔

جب وہ پانی ملانا ظاہر کردیتا ہے تو وہ دھوکہ نہیں دیتا ہے[۲] خریدنے والے کو اختیار رہے

---

[۱] اذاباع سلعة معيبة عليه البيان الخ، شامی زکریا ص ۲۳۰/ ج۷/ کتاب البیوع، باب خيار العيب، مطلب فی جملة مايسقط به الخيار، بحر کوئٹہ ص ۳۵ ج۶ اول باب خيار العيب، النهر الفائق ص ۳۸۹ ج۳ اول باب خيار العيب، دار الكتب العلمية بيروت،

[۲] لايحل كتمان العيب فی مبيع اوثمن لان الغش حرام قال الشامی اذاباع سلعة معيبة عليه البيان درمختار مع الشامی زکریا، ص ۲۳۰/ ج۷/ کتاب البیوع، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

E:\F.M.Fainal\Jild-24\04-Khiyre Aib

خریدے یا نہ خریدے، لیکن بغیر پانی پلائے فروخت کرنے میں بڑی خیر و برکت ہے جس سے پانی ملانے والے محروم ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۷/۹۴ھ

دودھ میں پانی ملا کر بیچنا

سوال:۔ آج کل جو لوگ دودھ کی تجارت کرتے ہیں دودھ میں پانی ملا کر بیچتے ہیں، کچھ بھینسوں والے پانی ملا کر دوکانداروں کو دیتے ہیں، پھر دوکاندار اس میں اور پانی ملا کر بیچتے ہیں اس لئے دودھ میں مزا بھی نہیں رہتا ہے، اگر دوکانداروں کو کہتے ہیں کہ بھائی جب ۵/اور ۶/سیر کے دام لیتے ہیں، تو دودھ میں پانی ملا کر نہ دو اس پر یہ جواب ملتا ہے کہ ہم پانی ملا کر ہی دیں گے، تمہارا جی چاہے لو یا نہ لو اس پر انہوں نے جواز کا فتویٰ گھڑ رکھا ہے، کہ ہم تو کہہ کر دیتے ہیں چونکہ ضرورت مند جیسا ملتا ہے، بہ مجبوری لیکر کھا پی لیتے ہیں لیکن دل بہت دکھتا ہے اس میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب وہ دھوکہ نہیں دیتے بلکہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے اس میں پانی ملا رکھا ہے، تو شرعاً درست ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) باب خیار العیب، مطلب فی جملة مایسقط به الخیار، بحر کوئٹه ص ۳۵ ج ۶ باب خیار العیب، النهر الفائق ص ۳۸۹ ج ۳ اول باب خیار العیب، طبع بیروت.

(صفحہ ہذا) [1] لایحل کتمان العیب فی مبیع اوثمن لان الغش حرام قال الشامی تحته اذا باع سلعة معیبة علیه البیان (شامی مطبع کراچی ج۵/ ص۴۷/ مطبع زکریا ج۷/ ص۲۳۰/ مطلب فی جملة مایسقط به الخیار، باب الخیار، بحر کوئٹه ص۳۵ ج۶ باب خیار العیب، تبیین الحقائق ص ۳۱ ج۴ باب خیار العیب، امدادیه ملتان.

E:\F.M.Fainal\Jild-24\04-Khiyre Aib

تمبا کو میں رہی ملا کر فروخت کرنا

سوال:۔ زید مدت سے تمبا کو کی تجارت کرتا ہے پہلے ہر جنس کا نرخ ارزاں تھا اس لئے تمبا کو میں صرف شیرہ ملا کر فروخت کرتے تھے، اس وقت تمبا کو دوسیر فروخت کر کے بھی مزدوری ہاتھ آ جاتی تھی، لیکن جب سے ہر چیز کی گرانی ہوئی ہے، ہر طرح کی دشواری ہوگئی ہے، تمبا کو پر سرکاری ٹیکس اور تاوان اور زیادہ ہوگیا ہے، اس لئے زید بہ مجبوری تمبا کو میں رہی ملا کر ۴ رسیر کے نرخ سے فروخت کر رہا ہے، اس کے سوا خالص تمبا کو بھی بنا تا ہے، چونکہ اس کا نرخ مہنگا ہے، اس لئے اس کی بکری بہت کم ہوتی ہے، اکثر خریداروں کو رہی کا ملانا بھی معلوم ہوگیا ہے، تاہم اسی کو زیادہ خریدتے ہیں پس یہ تجارت شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر خریداروں پر ظاہر کر دیتا ہے کہ اس میں رہی بھی ہے یہ خالص نہیں تو درست ہے اور اگر اس کو خالص کہہ کر فروخت کرتا ہے، تو یہ دھوکہ ہے جو ناجائز اور گناہ ہے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

دھان میں پانی ملا کر فروخت کرنا

سوال:۔ فی الحال گاؤں میں چالیس روپے کا ایک بورہ دھان فروخت ہوتا ہے، بیوپاری لوگ مالک سے دوروپیہ زیادہ دے کر خریدتے ہیں یعنی نقد بیالیس روپیہ سے

[1] لایحل کتمان العیب فی مبیع اوثمن لان الغش حرام قال الشامی تحته اذاباع سلعة معیبة علیه البیان (شامی کراچی ج۵/ ص۴۷/ شامی زکریا ج۷/ص۲۳۰/ مطلب فی جملة ما یسقط به الخیار، باب الخیار، تبیین الحقائق ص ۳۱ ج۴ باب خیار العیب، امدادیه ملتان، بحر کوئٹه ص۳۵ ج۶ باب خیار العیب.

خریدتے ہیں، پھر بیوپاری لوگ اس دھان میں پانی ملاکر آڑھت والے کوفروخت کرتے ہیں، اب لوگ کہتے ہیں کہ مالک جانتا ہے کہ بیوپاری اس دھان میں پانی ملاکرفروخت کرے گا، تو اس مالک کی بیع ناجائز ہے کیونکہ وہ جاننے کے باوجود بیوپاری کو دیتا ہے، کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ جب نقد روپے سے بیع ہورہی ہے تو ناجائز نہیں ہے، اب کہنا یہ ہے کہ مالک کے جاننے کے باوجود بیوپاری کو وہ مال فروخت کرلے یہ جائز ہے یانہیں؟ مع حوالہ کتب اور نام حوالہ فرماکر دین کی بڑی خدمت انجام دیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس علم کے باوجود مالک کے لئے بیوپاری کے ہاتھ اصل دھان کافروخت کرنا درست ہے، بیوپاری اگراس میں پانی ملاکر دھوکہ دے کرفروخت کرے گا، تو وہ خود گنہگار ہوگا ''**من غشنا فلیس منا**''[1] الحدیث، اصل مالک قدیم پر اسکا گناہ نہیں ہوگا ''**ولا تزر وازرة وزر اخری**''[2] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۶/۱۲/ ۵۹ھ

---

[1] مسلم شریف ص ۷۰/۱، کتاب الایمان، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من غشنا فلیس منا، طبع مکتبہ بلال دیوبند، سنن ابن ماجہ ص ۱۶۱ ج ۱ ابواب التجارات، باب النہی عن الغش، مطبوعہ اشرفی دیوبند. ''ترمذی شریف، ج ۱/ص ۱۵۷/باب ماجاء فی کراھیة الغش فی البیوع، طبع رشیدیہ دھلی'' **ترجمہ**:- جو ہم کو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ لایحل کتمان العیب فی مبیع أو ثمن لان الغش حرام، شامی کراچی ص ۴۷ ج ۵ باب الخیار، مطلب فی جملة ما یسقط به الخیار، بحر کوئٹہ ص ۳۵ ج ۶ باب خیار العیب، النهر الفائق ص ۳۸۹ ج ۳ باب خیار العیب، طبع بیروت.

[2] سورة فاطر آیت ۱۸/ **ترجمہ**:. اورکوئی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاویگا۔(از بیان القرآن)

چھوٹے گز سے کپڑا ناپ کر دینا

سوال:۔ چھوٹا گز رکھنا اور اس سے کپڑا ناپ کر دینا کیسا ہے؟ اس طرح کمائی ہوئی رقم کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عرفاً جس قدر طویل گز لوگوں میں مشہور ہے جس کو سب لوگ جانتے ہیں، اس سے چھوٹا گز رکھنا اور اس سے ناپ کر کپڑا بیچنا خریدار کو دھوکہ دینا ہے جو کہ شرعاً ناجائز ہے[1] خریدار نے بڑے گز کی قیمت دی ہے حالانکہ اس کو کپڑا چھوٹے گز سے دیا گیا ہے، تو جس قدر قیمت زائد وصول کی ہے وہ اس کے لئے ناجائز ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] من غشن فليس منا الحديث (ترمذی شريف، ج ۱/ص ۱۵۷/ ابواب البيوع، مطبع رشيديه دهلی، باب ماء جاء فی كراهية الغش فی البيوع) **ترجمه**:- جو ہم کو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں۔

[2] ولو قال بعت منک هذا الثوب على انها عشرة اذرع كل ذراع بدرهم فوجد عشرة لزمته بعشرة دراهم وإن وجدها خمسة عشر ذراعا فهو بالخيار إن شاء اخذ الجميع كل ذراع بدرهم وإن شاء تركها وإن وجدها تسعة اذرع أو اقل اخذها بحصتها إن شاء، هنديه كوئٹه ص ۱۲۴ ج ۳ الباب التاسع فيما يجوز بيعه، الفصل الثامن فی جهالة المبيع والثمن، الدر مع الشامی كراچی ص ۵۵۵ ج ۴ كتاب البيوع، مطلب المعتبر ما وقع عليه العقد وإن ظن البائع الخ، النهر الفائق ص ۳۵۴ ج ۳ كتاب البيوع، دار الكتب العلمية بيروت،

باب پنجم : نقد وادھار خرید وفروخت کے احکام

قیمت بڑھا کر قسط وار اُدھار بیچنا درست ہے

سوال:۔ کاشت کرنے والوں کیلئے ٹریکٹر بے انتہا ضرورت کی چیز بن گیا ہے، اور یہ چیزیں بازاروں میں نہیں ملتیں ہے بلکہ عالمی بنک سے ٹریکٹر ملتا ہے، جس کی شکل یہ ہے کہ عالمی بینک خریداری کی سہولت کیلئے ٹریکٹر کی رقم کے کئی ہفتہ متعین کر دیتی ہے، جس میں خریدار کو متعینہ ہفتہ میں لون کیساتھ رقم دینی پڑتی ہے، تو اس سوال میں قابل طلب دو چیزیں ہیں۔

(۱) عالمی بینک سے ٹریکٹر مذکورہ شکل کے ساتھ خرید سکتے ہیں، یا نہیں؟

(۲) لون سود ہے یا سود کی کوئی قسم ہے یا سود نہیں ہے، جو حقیقت ہو بیان فرمادیں

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) خرید سکتے ہیں، (۲) نقد کے اعتبار سے ادھار کی قیمت عامۃً کچھ زیادہ ہوتی ہے[۱]، اسطرح قیمت تجویز کرلیجائے، کہ اتنی قسطوں میں پوری قیمت ادا کی جائیگی، اور ہر قسط کی رقم اتنی ہوگی جو کہ نقد سے کچھ زیادہ ہے[۲] اس زیادتی کا نام لون ہے، یہ شرعی اصطلاح کے اعتبار سے سود نہیں عالمی بینک جو نام چاہے تجویز کرے احکام شرعی اسکے تابع نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] الایری انه یزاد فی الثمن لاجل الاجل الخ هدایه، ج۳/ص ۷۴/ (مطبوعه یاسرندیم دیوبند) باب المرابحة والتولية، فتح القدير ص ۲۶۲ ج۶ كتاب البيوع، دار الفكر مصر، مجمع الأنهر ص۱۳ ج۳ كتاب البيوع، دار الكتب العلمية بيروت.

[۲] البيع مع تأجيل الثمن وتقسيطه صحيح ...... يلزم ان تكون المدة معلومة فى البيع بالتأجيل والتقسيط، شرح المجلة ص۱۲۴ ج۱ رقم المادة ۲۴۵، اتحاد بکڈپو دیوبند، مجمع الأنهر ص۱۳ ج۳ كتاب البيوع، دار الكتب العلمية بيروت.

قسطوں پر کوئی شئی خریدنا

سوال: ۔ ایک موٹر سائیکل ہے، جو نقد لینے سے پانچ ہزار روپیہ میں ملتی ہے، اور قسطوار لینے سے پانچ ہزار پانچ سو روپیہ میں ملتی ہے، تو کیا قسطوار لینا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نقد اور اُدھار کی قیمت میں فرق ہونا منع نہیں، مگر قسطیں متعین ہو جائیں[۱]، اور پھر یہ نہ ہو کہ کسی قسط کے وقت متعین پر وصول نہ ہونے سے مزید اضافہ قیمت میں کیا جائے، وصول شدہ رقوم ہی ضبط ہو جائے، اور موٹر سائیکل بھی ہاتھ سے چلی جائے، ایسی صورت ہو تو شرعاً یہ معاملہ درست نہیں، بلکہ اس میں سود اور جوا ہوگا ان دونوں کی ممانعت نصوص میں مذکور ہے۔[۲]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۰/۹۰ھ

قسط پر خریدنا

سوال: ۔ کچھ دوکاندار، سائیکل، سلائی مشین انجن وغیرہ قسطوں پر فروخت کرتے

---

[۱] وفی الخانیة والتجنیس رجل قال لأخر بعت منک هذا الثوب بعشرة علی ان تعطینی کل یوم درهما وکل یوم درهمین ،البحر الرائق ،ص۲۸۰/ج۵/ کتاب البیوع تحت قول الکنز صح بثمن حال وبأجل معلوم.

[۲] احل الله البیع وحرم الربوا، سورۂ بقرہ آیت ۲۷۵ یا ایها الذین آمنوا لا تاکلوا الربا اضعافا مضاعفة، آل عمران آیت ۱۳۰، یسألونک عن الخمر والمیسر قل فیهما اثم کبیر ومنافع للناس، سورہ بقرہ آیت، ۲۱۹، انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ، مائدہ آیت ۹۰، لعن رسول الله صلی الله علیه وسلم آکل الربوا وموکله وکاتبه وشاهدیه وقال هم سواء، مشکوٰۃ شریف ص ۲۴۴.

ہیں، اوراس کی صورت ایسی ہوتی ہے کہ اکثر سوروپیہ کی قسط ہوتی ہے اوردوسال تک دس روپیہ ماہانہ حساب سے وصول کرتے ہیں، تواس طریقہ سے وہ ایک سال میں ایک سوبیس روپیہ ہوجاتے ہیں نقداً گرخریدا جائے توایک سوروپیہ میں اورقسط وار میں ایک سوبیس روپے دیناپڑتا ہے، یہ جائز ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

نقد اورادھار کی قیمت میں عموماً فرق ہوتاہی ہے، اس میں مضائقہ نہیں[1]، مگرایسا نہ ہوکہ کسی قسط کے وقت پرادانہ ہونے کی صورت میں اس کی چیز سائیکل مشین وغیرہ کی واپسی ہوجائے اوراداشدہ رقم بھی ضبط ہوجائے کہ یہ ناجائز ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمودغفرلہٗ دارالعلوم دیوبند۱/۵/۸۵ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند۱/۵/۸۵ھ

زیادہ نفع پربیع

سوال:۔ زیادہ نفع کی حرص میں کوئی چیز اضعافاً مضاعفۃً قیمت میں ادھارفروخت

---

[1] الایریٰ انه یزاد فی الثمن لاجل الاجل الخ هدایه ،ج۳/ص۷۴/ (مطبوعه یاسرندیم ، باب المرابحة والتولیة)فقه السنة ،ج۳/ص۷۳/ کتاب البیوع، البحر الرائق کوئٹه ص۱۱۴ ج۶ باب المرابحة والتولیة،

[2] مجلّہ ''بیع بالتقسیط'' ترتیب قاضی مجاہدالاسلام ص۱۲، ۱۹، ۲۰عنوان ''فیصلے'' اقساط پربیع وشراء، مطبوعہ اسلامک فقہ اکیڈمی الہند، عن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده أنه قال : نهی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عن بیع العربان، قال مالک : وذلک فیما نریٰ واللّٰه علم أن یشتری الرجل العبد أو یتکاری الدابة ثم یقول أعطیتک دیناراً علی أنی إن ترکت السلعة الکراء فیما أعطیتک لک، وما وقع فی تفسیر العربان فی المؤطا هو أوضح مما وقع فی أبی داؤد الخ ابوداؤد مع بذل المجهود ص۲۸۶و۲۸۷ ج۴ کتاب البیوع، باب فی العربان، مطبوعه رشیدیه سهارنپور.

کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جائز ہے مگر خلاف مروت ہے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اُدھار میں مال کی قیمت زیادہ لینا

سوال:۔ (۱) اگر کوئی شخص بوجہ مجبوری روپیہ ادھار لیتا ہے اور پھر کوئی چیز اس کی ادائیگی میں دیتا ہے تو روپیہ دینے والا شخص بازاری قیمت سے کافی کم قیمت لگاتا ہے، جیسے دھان کی قیمت ۱۶۰ر مگر بھاؤ طے کرتا ہے ۱۰۰/روپیہ یہ درست ہے یا نہیں؟

(۲) نقد بیل یا بھینس کی قیمت ۲/ہزار ہے تو ادھار میں کچھ دینے کے بعد بھی دوگنی سے ڈھائی گنی لی جاتی ہے، اس میں لینے والے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خریدوفروخت میں اگر قیمت نقد دیجائے تو عموماً وہ کم ہوتی ہے، ادھار کا معاملہ ہوتو قیمت زیادہ ہوتی ہے، شرعاً یہ درست ہے، لیکن زیادہ فرق بے مروتی ہے خاص کر جب کہ خریدار حاجت مند ہو کہ اس کے پاس گزارہ کرنے کے لئے غلہ نہیں ہے، یا کھیتی کا وقت ہے بیل نہیں ہے، نقد ادا کرنے کے لئے روپیہ بھی نہیں ہے، مجبوراً اُدھار لیتا ہے تو وہ مستحق رحم وشفقت ہے، اسکو مجبور اور بے بس پاتے ہوئے زیادہ قیمت لینا خلاف مروت ہے[۲]، حدیث

---

[۱] ومن اشتریٰ شیئاً واغلی فی ثمنه فباعه مرابحة علی ذلک جاز وقال ابو یوسف رحمه اللّٰه تعالیٰ إذا زاد زیادة لا یتغابن الناس فیها فانی لا احب أن یبیعه مرابحة حتی یبین، هندیه کوئٹه ص ۱۶۱ ج۳ کتاب البیوع، الباب الرابع عشر فی المرابحة الخ.

[۲] ولو اشتری شیئاً نسیئة لم یبعه مرابحة حتی یبین (بقیہ اگلے صفحہ پر)

میں ہےتم زمین والوں پررحم کروآسمان والاتم پررحم کریگا،اور جوشخص دوسروں پررحم نہیں کرتا اس پررحم نہیں ہوتا ہے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند۲۱/۱۱/۱۴۰۶ھ

اُدھار کی وجہ سے قیمت میں زیادتی

سوال:۔ زید نے ایک رکشا چارسوروپے کا خریدا اورزید نے اس رکشے کو ساڑھے چھ سوروپیہ میں دیا اوراس وقت بکر سے زید نے پچاس روپے لیا اور بقایا چھ سوروپیہ ساڑھے بارہ روپے کے ہفتہ کے حساب سے دیتا رہے، جب تک رقم وصول نہ ہوجائے، یہ قسط دیتا رہے گا اور رقم پوری ہوجانے کے بعد رکشا بکر کے نام کردے گا اس مدت میں رکشا بکر ہی استعمال میں لائے گا، اور توڑ پھوڑ کا ذمہ دار بکر ہی ہوگا، تو اس طرح سودا کرنا درست ہے یانہیں؟ جبکہ ادھار کی آسانی کی وجہ سے ۴۰۰/ کی قیمت ۶۰۰/ ہوگئی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اُدھار کی وجہ سے قیمت میں زیادتی کرنا شرعاً وعرفاً درست ہے، جیسا کہ ہدایہ وغیرہ

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) لأن للاجل شبهة المبيع وان لم يكن مبيعاً حقيقة لانه مرغوب فيه الاترى ان الثمن قد يزاد لمكان الاجل بدائع ،ص ۴۲۶/ج۴/ بيان مايجب بيانه فى المرابحة، فتح القدير ص۲۶۲ج۶ كتاب البيوع، دار الفكر بيروت، الدر المختار مع الشامى ص۱۴۲ج۵ كتاب البيوع، باب المرابحة، المبسوط للسرخسى ص۸ج۱۳ باب البيوع الفاسدة، دار الفكر بيروت.

(**صفحہ ہٰذا**) [۱] الراحمون يرحمهم الرحمن ،ارحموامن فى الارض يرحمكم من فى السماء وفى رواية من لايرحم لايرحم مشكوٰة شريف ،ج۲/ص ۴۲۱-۴۲۳/، باب الشفقة والرحمة، مطبوعه ديوبند.

ترجمہ:. رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم کرتا ہےتم زمین والوں پررحم کروآسمان والاتم پررحم کریگا، اورایک روایت میں ہے جوشخص رحم نہیں کرتا اس پررحم نہیں کیا جاتا۔

میں تصریح ہے ’’الا تریٰ انه یزاد فی الثمن لاجل الاجل اھ‘‘[۱] لیکن اتنی زیادتی نہ کی جائے جو کہ عرفاً قابل برداشت نہ ہو کہ یہ خلاف مروت ہے، فقہاء نے بیع مرابحہ کا مستقل عنوان قائم کیا ہے، اس میں اس کے شواہد موجود ہیں[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۶/۶/۸۹ھ

نقد واُدھار کی قیمت میں فرق

سوال: ۔ زید مثلاً سینے کی مشین یا ریڈیو وغیرہ کی تجارت کرنا چاہتا ہے اور اس میں یہ رواج ہے کہ نقد فروخت کرنے کی قیمت علیحدہ مقرر کی جاتی ہے، اور قسطوار قیمت ادا کرنے میں قیمت نقد سے زیادہ لی جاتی ہے، تو اس طرح تجارت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نا جائز ہے تو کیا صورت جواز کی ہوسکتی ہے، کہ زید اپنی دوکان کے دو حصے کرلے ایک میں نقد کا بھاؤ رکھے ایک میں اُدھار کا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مجلس عقد میں ہی نقد یا ادھار کا معاملہ صاف ہوجائے، کہ خریداری نقد ہے، یا ادھار تو اس طرح تجارت درست ہے۔[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

---

[۱] الهداية ، ج۳/ص ۷۴/باب بيع المرابحة والتولية، شامی کراچی ص۱۴۲ ج۵ کتاب البیوع، باب المرابحة والتولية فتح القدير، ص۲۶۲ ج۶ کتاب البیوع، دار الفکر بیروت.

[۲] قال فی البدائع ، ج۴/ص ۴۶۶/ ولو اشتریٰ شیئاً نسیئة لم یبعه مرابحة حتی یبین لأن للاجل شبهة المبیع وان لم یکن مبیعا حقیقة الا تری ان الثمن قدیزاد لمکان الاجل اھ. بیان مایجب بیانه فی المرابحة، المبسوط للسرخسی ص۸ ج۱۳ باب البیوع الفاسدة، دار الفکر بیروت، مجمع الأنهر ص۱۱۲ ج۳ باب المرابحة والتولية، دار الکتب العلمیة بیروت. (حاشیہ ۳ اگلے صفحہ پر)

نقد میں قیمت کم ادھار میں زیادہ

سوال:۔ (۱) عبداللہ نے عبدالغفار سے ماہ جمادی الثانی میں دوکان خریدی، عبدالغفار نے کہا اگر تم آج ہی قیمت دیتے ہو تو کوئی بات ہی نہیں ہے، بازاری قیمت لے لونگا، اور اگر ماہ رجب میں دیتے ہو تو قیمت زیادہ لوں گا۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ دھان اُدھار لئے گئے جس کی وجہ سے قیمت زیادہ بازار سے لی جارہی ہے۔

(۳) دھان اُدھار لئے گئے اور ادائیگی قیمت کیلئے کوئی وقت متعین نہیں کیا گیا بازاری نرخ کا علم نہیں، لیکن عبدالغفار نے کہا ۲۵/روپیہ من لونگا۔

(۴) خود عبدالغفار دھان دے رہا ہے اور قیمت رجب میں وصول کرنے کے لئے کہہ رہا ہے، اور قیمت کی بھی تعین کردی بازاری نرخ کا علم نہیں ہے، ۳/۴/ میں تعین وقت اور عدم تعین وقت کا فرق۔

(۵) دھان اُدھار دیئے جارہے ہیں، اور قیمت کی ادائیگی ماہِ رجب میں بازاری قیمت سے ہوگی، ان صورتوں میں سے کونسی جائز اور کونسی ناجائز ہے۔

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ۳؎ ویصح البیع بثمن حال مؤجل لاطلاق قولہ تعالیٰ واحل اللہ البیع وحرم الربوا، مجمع الانھر، ج۳/ ص ۱۳/ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت.

وکذا اذا قال بعتک ھذا العبد بألف درھم الی سنة اوبالف وخمسة الی سنتیں لأن الثمن مجھول فاذا علم ورضی بہ جاز البیع لأن المانع من الجواز ھو الجھالة عند العقد وقد زالت فی المجلس ولہ حکم حالة العقد فصارکانہ معلوم عندالعقد وان لم یعلم بہ حتی اذا افترقا لقدر الفساد (بدائع ج۴/ ص۳۵۸/ فی جھالة الثمن مکتبہ زکریا دیوبند، بذل المجھود، ج۴/ ص۲۷۶/ باب فیمن باع بیعتین فی بیعة، مطبوعہ سھارنپور، المبسوط للسرخسی ص۸ ج۱۳ باب البیوع الفاسدة، دار الفکر.

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اس طرح گول مول طریقہ پر بیع درست نہیں ہے، پہلے خریدار سے دریافت کرلیا جائے، کہ تم قیمت اب دوگے یا رجب میں دوگے، اگر اس نے کہا کہ اب دونگا تو اس کو بتادیا جائے کہ ۲۰/روپے قیمت لونگا اگر اس نے کہا کہ رجب میں دونگا، تو اس کو بتادیا جائے کہ ۲۵/روپئے قیمت لونگا، غرض ایک بات متعین ہوجائے[1]

(۲) اُدھار کی وجہ سے معمولی زیادہ قیمت طے کرلینا درست ہے[2]

(۳) دام دینے کا وقت اس طرح مقرر کرلے کہ نزاع نہ ہوتو بیع درست ہوگی ورنہ فاسد ہوگی[3] (۴) یہ درست ہے[4]

(۵) یہ بیع فاسد ہے اس میں قیمت نہیں ہے۔[5] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۷/۶/۲۱ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۷/۶/۲۲ھ

---

[1] اذاقال بعتک هذا العبد بألف درهم الیٰ سنة اوبألف وخمس مائة الى سنتين لأن الثمن مجهول فاذا علم ورضى به جازالبيع. بدائع، ج۴/ص۳۵۸/فی جهالة الثمن، مکتبه زکریا دیوبند، بذل المجهود ج۴/ص۲۷۸/ باب من باع بيعتين فی بيعة، مکتبه يحيوی سهارنپور، المبسوط للسرخسی ص۸ ج۱۳ باب البيوع الفاسدة، دار الفكر.

[2] ولامساواة بين النقد والنسيئة لان العين خيرمن الدين والمعجل اكثر قيمة من المؤجل. بدائع، ج۴/ ص۴۰۷/ ربا النسيئة، مکتبه زکريا ديوبند.

[3،4] وصح بثمن حال ومؤجل الى معلوم لئلا يفضى الى النزاع،الدرالمختار على الشامی،کراچی،ج۴/ص۵۳۱/کتاب البيوع، مجمع الأنهر ص۱۳ ج۳ كتاب البيوع، دار الكتب العلمية بيروت، شرح المجلة ص۱۲۵ ج۱ رقم المادة ۲۴۶، اتحاد بكڈپو ديوبند.

ولواشترىٰ شيئاً نسئية لم يبعه مرابحة حتى يبين لأن لاجل شبهة المبيع وان لم يكن مبيعاً حقيقة لأنه مرغوب فيه ان ترى ان الثمن قديزاد لمكان الاجل. بدائع، ج۴/ص۴۲۶/ بيان مايجب بيانه فی المرابحة، مکتبه زکريا ديوبند. (حاشیہ ۵ اگلے صفحہ پر)

نقد اور اُدھار کی قیمت میں فرق

سوال:۔ نقد خریدی کے وقت ایک قیمت اور ادھار کے وقت دوسری قیمت ایسا کر سکتے ہیں؟ کیا یہ ربوٰ میں شامل نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ ربوٰ نہیں ہے، شامی[1] میں اس کی تصریح موجود ہے، البتہ ادھار کی وجہ سے قیمت میں اتنا اضافہ کرنا کہ غریب خریدار پر بار زیادہ پڑ جائے خلاف مروت ہے[2] کہ اپنی غربت کی وجہ سے مستحق احسان ومواسات ہے، نیز مجلس عقد بیع میں ہی یہ طے ہوجائے کہ یہ ادھار خرید رہا ہے، فلاں قیمت دے گا یہ بھی ضروری ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱۱/۸۷ھ

نادار غریب سے زیادہ قیمت لیکر غلہ فروخت کرنا

سوال:۔ ہمارے یہاں کے مالداروں نے غریبوں کوستانے کے لئے یہ طریقہ بنالیا ہے کہ جب گرانی میں فاقہ کشی کا وقت آتا ہے اور کوئی غریب کسی مالدار سے چاول وغیرہ

---

[1] ولو قال بعت هذا العبد بقيمته فالبيع فاسد لانه جعل ثمنه قيمته وانها تختلف باختلاف تقويم المقومين فكان الثمن مجهولا. بدائع ،ج۴/ص۳۵۸/ فی جهالة الثمن، كتاب البيوع، مكتبه زكريا ديوبند، شرح المجلة ص ۱۲۲ ج ا رقم المادة ۲۳۸، اتحاد بکڈپو ديوبند.

(صفحہ ہذا) [1] الاترىٰ انه يزاد فی الثمن لأجله الخ شامي زكريا ،ج۷/ص۳۶۲/ مطبوعه نعمانيه ديوبند ، ج۴/ص۱۵۸ /باب المرابحة والتولية، فتح القدير ص۲۶۲ ج۶ كتاب البيوع، دار الفكر بيروت، مجمع الأنهر ص۱۳ ج۳ كتاب البيوع، دار الكتب العلمية بيروت.

[2] الراحمون يرحمهم الرحمن ارحموا من فی الأرض يرحمكم من فی السماء مشكوٰة شريف ص۴۲۳، باب الشفقة والرحمة، مطبوعه ديوبند.

قرض مانگتا ہے تو وہ نہیں دیتا اور ان بیچاروں کے پاس اتنے روپے موجود نہیں ہوتے ہیں، کہ جن سے فی الحال اس چیز کو خرید سکیں، تو وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ دیکھو فی الحال مثلاً ایک کونٹل گیہوں کی قیمت چالیس روپئے ہے، تو یہ تم کو وہی ایک کونٹل گیہوں دیں گے، مگر قیمت بجائے عام بھاؤ چالیس روپے کے ساٹھ روپے لیں گے، اور اس روپے کی ادائیگی، کے لئے تم کو دو ماہ کی مہلت بھی دیں گے، چنانچہ دونوں کے درمیان اس طرح بیع ہو جاتی ہے، تو اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس طرح سے غریبوں کو ستانا کیسا ہے؟ اور پھر یہ بیع صحیح ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نقد اور ادھار کی قیمت میں فرق ہونا شرعاً ناجائز نہیں، تجارت میں یہ فرق شرعاً ورواجاً درست ہے،[1] لیکن غریب فاقہ کشی سے عاجز آکر ادھار غلہ لیتا ہے تاکہ اپنے بھوکے بچوں کو کھلا سکے وہ بہت زیادہ قابل رحم ہے، مالدار کی مالداری کا تقاضا یہ ہے کہ وہ غریب فاقہ کش کی امداد کرے اگر اتنا حوصلہ نہیں تو عام نرخ کے اعتبار سے فروخت کردے، یہ بھی نہیں کر سکتا تو معمولی نفع لے لے زیادہ نفع لینا مروت و ہمدردی کے خلاف ہے[2] گو بیع پر ناجائز ہونے کا حکم نہ لگایا جائیگا۔[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

---

[1] واذاکان الثمن مؤجلاً وزادالبائع فیه من اجل التاجیل جاز والیٰ هذا ذهب الاحناف الخ فقه السنة ،ص ۷۳/ج۳/ کتاب البیع، زیادة الثمن نظیر زیادة الاجل، طبع دار الکتاب العربی.

[2] الراحمون یرحمهم الرحمن ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء فی روایة لایرحم اللّٰه من لایرحم الناس، مشکوٰة شریف،ص ۴۲۱-۴۲۳، باب الشفقة والرحمة علی الخلق، طبع دار الکتاب دیوبند.

ترجمه:۔ رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم کرتا ہے، تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

[3] من اشتری شیئاً واغلی فی ثمنه فباعه مرابحة علی ذالک جاز، هندیه کوئٹه ص ۱۶۱ ج۳ الباب الرابع عشر فی المرابحة الخ.

باب ششم : بیعانہ کے احکام

بیعانہ کا حکم

سوال:۔ ادھر دستور ہے کہ جب کوئی شئی خرید وفروخت کی بات چیت ہوتی ہے، تو بات کو پختہ ومستحکم بنانے کے لئے چیز والا خریدار سے کچھ رقم یا نقد روپیہ لیتا ہے، اس کو (بیعانہ) کہتے ہیں اگر خریدار نے بات چیت کے مطابق وہ چیز لی تو ٹھیک ہے، اور اگر نہ لی تو بیعانہ سوخت ہو جاتا ہے، خریدار کو واپس نہیں ملتا، ایسا کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ بیعانہ جزو قیمت ہے جس کو پیشگی وصول کیا جاتا ہے، پھر بقیہ قیمت معاملہ پختہ ہونے پر وصول کر لیجاتی ہے، اگر معاملۂ بیع طے نہ ہو بلکہ ختم ہو جائے، تو یہ بیعانہ واپس کرنا ضروری ہے، اس کا روکنا اور سوخت کر دینا درست نہیں [۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

بیعانہ لینے سے بیع

سوال:۔ عمر نے زید کو مکان کا ایک چوتھائی حصہ چار سو روپیہ میں فروخت کر دیا، اور

---

[۱] ان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم نهیٰ عن بیع العربان قال ابو عبداللّٰہ العربان ان یشتری الرجل دابة بمائة دینار فیعطیه دینار ین عربوناً فیقول ان لم اشترا الدابة فالد ینار ان لک وقیل یعنی واللّٰہ اعلم ان یشتری الرجل الشئی فیدفع الی البائع درهماً اواقل اواکثر ویقول ان اخذته والا فالدرهم لک (ابن ماجه شریف، ص ۱۵۹. ابواب التجارات، باب بیع العربان، مطبوعه رشیدیه دهلی اعلاء السنن ص ۱۶۶ ج ۱۴ کتاب البیوع، باب النهی عن بیع العربان مکتبه امدادیه مکه مکرمه، ویرد العربان إذا ترک العقد علی کل حال، بذل المجهود ص ۲۸۷ ج ۴ کتاب الاجارة باب العربان، رشیدیه سهارنپور.

E:\F.M.Fainal\Jild-24\06-Baiana ke Ahkam

مبلغ سوروپیہ بطور بیعانہ لیکر یہ تحریر لکھدی کہ میں مبلغ سوروپیہ بطور بیعانہ اب لیتا ہوں، اور مبلغ تین سوروپئے رجسٹری کے وقت لونگا، زید نے جب عمر بائع سے رجسٹری کا تقاضا کیا تو عمر بائع رجسٹری کو ٹالتا رہا اور کچھ عرصہ بعد مکان پر جبراً اپنا قبضہ کرلیا، اور جو مبلغ سوروپے بطور بیعانہ لیا تھا، اسکے واپس دینے سے بھی انکار کردیا، اب یہ باتیں دریافت طلب ہیں؟

(۱) یہ بیع صحیح ہوگئی یا نہیں؟

(۲) اگر صحیح ہوگئی تو بائع کو مکان پر جبراً بلا رضامندی زید (مشتری) قبضہ کرلینا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) کیا بائع عمر کو جبراً بیع کے فسخ کا اختیار ہے؟

(۴) اگر صحیح نہیں ہوئی یا بائع کو جبراً فسخ بیع کا اختیار ہو تو مبلغ سوروپیہ بائع کے ذمہ ضروری ہے یا نہیں؟

(۵) مشتری کو اپنے اس روپیہ کے واپس لینے کا حق ہے یا نہیں جو اس نے بطور بیعانہ بائع کو دیئے تھے، بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) صحیح ہوگئی[۱] (۲) نہیں[۲] (۳) نہیں[۳] (۴) بیع تھی اب اگر بائع اس کو فسخ کرنا

---

[۱] (وصح بثمن حال)وهو الاصل (مؤجل الى معلوم)لئلا يفضى الى النزاع درمع شامى كراچى، ص ۵۳۱/ج۴/كتاب البيوع، مجمع الأنهر ص۱۳ ج۳ كتاب البيوع، دار الكتب العلمية بيروت، سكب الأنهر مع المجمع ص۱۳ ج۳، كتاب البيوع.

[۲] ويسقط (حق حبس المبيع) بتاجيل الثمن بعد البيع وبتسليم البائع المبيع قبل قبض الثمن فليس له بعده رده اليه بخلاف ما اذا قبضه المشترى بلااذنه (شامى كراچى ص ۵۶۱/ ج۴/ كتاب البيوع، مطلب فى حبس المبيع لقبض الثمن، كذا فى الهنديه ص۱۵/ ج۳/ كتاب البيوع، الباب الرابع، الفصل الاول فى حبس المبيع بالثمن، مجمع الأنهر ص۳۲ج۳ كتاب البيوع، دار الكتب العلمية بيروت.

[۳] واذا وجد الايجاب والقبول لزم البيع ولاخيار لواحد منهما الامن عيب اوعدم روية وفيه اشارة الى ان البيع يتم بهما ولايحتاج الى القبض كمافى المحيط (بقيه اگلے صفحه پر)

چاہے تو مشتری کی رضامندی سے مبلغ سوروپے واپس دے کر فسخ کرسکتا ہے[۱]

(۵) اگر بائع مکان نہیں دیتا اور جھگڑا کرتا ہے تو مشتری کو حق حاصل ہے کہ اپنا روپیہ واپس لے لے[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/۳/۵۳ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبداللطیف غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/۳/۵۳ھ

بیعانہ کی واپسی

سوال:۔ واضح ہو کہ انجمن کا مدرسہ کا باغ اور کچھ زمین جس میں پتاور یعنی بوس پیدا ہوتا ہے، چونکہ کچھ حصہ باغ میں شامل ہے اور طریقہ پہلے سے یہ ہے کہ اکٹھا باغ اور پتاور والی زمین کو نیلام کیا جاتا ہے، اور باقی روپیہ تقریباً ۱۵/ یوم میں لیا جاتا ہے، وہ اسلئے ۱/۴ حصہ لگایا جاتا ہے، اگر کوئی شخص بغیر نیلام فصل باغ یا پتاور کا نیلام چھوڑ دے تو ۱/۴ حصہ روپیہ کا جمع ہونے سے دوبارہ نیلام ہونے پر جو رقم ملے نیلام سے کم ہوگی اس جمع ہوئے روپیہ سے لیکر باقی واپس کردیا جائیگا، ابھی تک کوئی موقع ایسا نہیں ہے جو روپیہ کی ادائیگی میں روکاوٹ ہوگئی ہو، لیکن اس مرتبہ ایسا ہوا کہ نیلام باغ و پتاور مبلغ ۱۹/ روپیہ کی ہوئی اور مبلغ ۱۰۰/ روپیہ فوراً دیا باقی ایک چوتھائی حصہ شام کو دینے کا وعدہ کیا، لیکن اس شخص نے ۱۵/ یوم تک روپیہ نہیں دیا اور میں نے تحریر سے بھی اس شخص کو مطلع کیا کہ اگر ایک ماہ تک آپ کل روپیہ جمع نہیں کرتے

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) الدر المنتقی مع مجمع الانہر ص ۱۰/ ج ۳/ کتاب البیوع، مطبوعہ مکتبہ الباز، مکة المکرمه، مجمع الأنهر ص ۱۱ ج ۳ کتاب البیوع، دار الکتب العلمیة بیروت.

[۱] ومن شرائط فسخ العقد علم صاحبه بالفسخ بلاخلاف بین اصحابنا، وان کان (الفسخ) بعد القبض یشترط له القضاء او الرضا، بدائع زکریا، ص ۵۶۳/ ج ۴/ بیان مایفسخ به العقد.

[۲] ویرد العربان إذا ترک العقد علی کل حال، بذل المجهود ص ۲۸۷ ج ۴ کتاب الاجارة، باب العربان، طبع رشیدیه سهارنپور.

ہیں، تو باغ و پتاور دوبارہ نیلام کر کے جو رقم کم ہوگئی وہ تم سے وصول کی جائے گی لہٰذا بعد میعاد دوبارہ نیلام کر دیا چونکہ مبلغ پونے سترہ سو کی نیلام ہوئی اس صورت میں مبلغ سو روپیہ جو ہمارے پاس ہیں وہ روپیہ واپس کر دیا جائے یا لے لیا جائے، جیسا کہ حکم شرعی ہو مفصل تحریر کر دیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

وہ پیشگی جمع شدہ سو روپیہ واپس کر دی جائے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱/۸۸ھ

بیع مکمل نہ ہونے کی صورت میں بیعانہ ضبط

سوال:۔ میں اپنا ایک مکان بیع کرنا چاہتا تھا اس کے کئی خریدار تھے، بالآخر ایک صاحب نے معاملہ بیع مجھے پچیس ہزار روپئے پانچ سو میں طے کیا اور مبلغ چار ہزار پانچ سو روپیہ بطور زر بیعانہ ادا کیا اور بقیہ زر ثمن فراہم کرنے کے لئے چھ ماہ موقع مانگا میں نے اس شرط پر چھ ماہ کا موقع دیدیا کہ اگر وہ بیعنامہ نہیں کرائینگے تو چار ہزار پانچ سو روپئے زر بیعنامہ ضبط ہوجائیگا، اور خریدار اس روپیہ کے واپس پانے کا مستحق نہ ہوگا، خریدار بخوشی اس پر رضامند ہوگئے، اور معاہدہ مکمل ہوگیا، اب وہ بیعنامہ لکھانے سے بالکل منکر ہیں اور اپنا روپیہ واپس مانگتے ہیں، اور ان سے معاملہ طے ہونے کی وجہ سے اور خریدار بھی ہٹ گئے، ان حالات میں

---

[1] ویرد العربان اذاترک العقد علی کل حال بالاتفاق بذل المجهود ،ج۴/ص۲۸۷/ کتاب البیوع ،باب فی العربان،مطبوعه رشیدیه سهارنپور، عون المعبود ص۳۰۲ج۳ کتاب البیوع باب العربان، مطبوعه نشر السنة ملتان، حجة اللّٰه البالغة ص۱۰۰ج۲ البیوع المنهی عنها مطبوعه مصری.

اگر روپیہ واپس نہ کریں تو کیا شرعاً گرفت ہوگی، اور ہم گنہگار رہوں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس روپیہ کی واپسی واجب ہے[1]، جو معاہدہ پہلے کرلیا گیا تھا کہ بیعنامہ نہ کرانے کی صورت میں یہ رقم ضبط ہو جائے گی، یہ معاہدہ خلاف شرع ہے، اس کی پابندی لازم نہیں اس کو توڑنا ضروری ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱۱/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۱۱/۸۸ھ

---

[1] ویرد العربان اذاترک العقد علیٰ کل حال بالاتفاق (بذل المجهود ج۴/ ص۲۸۷/ مطبع رشیدیه سهارنپور، کتاب البیوع، باب فی العربان، عون المعبود ص۳۰۲ ج۳، کتاب البیوع باب فی العربان مطبوعه نشر السنة ملتان، حجة الله البالغة ص۱۰۰ ج۲ البیوع المنهی عنها مطبوعه مصری.

[2] وفی حدیث الترمذی قال رسول الله صلی الله علیه وسلم المسلمون علی شروطهم الا شرطا حرّم حلالاً أو احل حراماً، ترمذی شریف ص۲۵۱ ج۱ ابواب الاحکام، باب ما ذکر عن النبی صلی الله علیه وسلم فی الصلح بین الناس مطبوعه اشرفی دیوبند، المعجم الکبیر للطبرانی ص۲۲ ج۱۷ رقم الحدیث ۳۰ مطبوعه دار احیاء التراث العربی.

باب ہفتم

حقوق مجردہ اور حصص وغیرہ کی بیع

گڈول کی شرعی حیثیت

سوال:۔ایک کتابوں کی دوکان ہے جسکا نام رحمانیہ لائبریری ہے، دور دراز کے مقامات سے کتابوں کے آرڈر آتے ہیں، اس دوکان رحمانیہ لائبریری کے دو بھائی مالک ہیں، یہ رحمانیہ لائبریری دونوں بھائیوں کے باپ نے قائم کی تھی، اب یہ دوکان آپس میں تقسیم کرنی ہے، مال یعنی کتابیں شریعت اسلامیہ کے قانون کے مطابق تقسیم کرلیجائیں گی، لیکن نام کا مسئلہ باقی رہ جاتا ہے، اسلئے جناب والا سے دریافت یہ ہیکہ شریعت اسلامیہ میں گڈول یعنی نام کی کیا حیثیت ہے؟ دنیاوی قانون کے اعتبار سے نام بھی جائیداد کی حیثیت رکھتا ہے، اور اسکی قیمت مثل جائیداد کے ہوتی ہے، لہٰذا مطلع فرمایا جائے کہ نام ''رحمانیہ لائبریری'' کی قیمت بھی شمار ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

گڈول یعنی نام درحقیقت مال نہیں بلکہ بمنزلہ حیثیت عرفیہ کے ہے، جس کی کوئی قیمت نہیں[1] قانون نے اس کو جو کچھ حیثیت دی ہے، وہ شریعت کی رو سے فتویٰ لیکر نہیں دی ہے، اس لئے یہ باہمی رضامندی سے معاملہ طے کرلیا جائے، جو بھائی حکم شرع کی قدر کرتے ہوئے عمل کرے گا، انشاء اللہ تعالیٰ نقصان میں نہیں رہے گا، ایثار سے کام لینا دنیا وآخرت میں بہت زیادہ عزت ومنفعت کا ذریعہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۴/۱۴۰۱ھ

---

[1] وبطل بيع ماليس بمال والمال مايميل اليه الطبع ويجرى فيه البذل والمنع الخ درمختار على الشامى زكريا ، ج٧/ص٢٣٥/ باب البيع الفاسد، مجمع الأنهر ص٧٧ ج٣ باب البيع الفاسد، دار الكتب العلمية بيروت، الدر المنتقى مع المجمع ص٧٧ ج٣ باب البيع الفاسد.

کتابوں کا حق طباعت

سوال:۔ بعض لوگ کتابوں کی رائٹی وصول کرتے ہیں، کہ میری کتاب اگر ایک ہزار کی تعداد میں چھپی ہو تو مجھے مبلغ ایک سو روپیہ اور دو ہزار کی تعداد میں اگر چھپی ہو تو دوسو روپیہ دو، یہ معاملہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دوسرا شخص اگر کتاب چھاپے تو اس سے یہ روپیہ لینا جائز نہیں[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۳/۹۴ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۳/۹۴ھ

حقوق طبع تصانیف کی بیع

سوال:۔ بہت سے مصنفین ومؤلفین خود اپنی تصنیف کو یا پھر وہ کسی ادارہ کو اپنی تصنیف فروخت کر دیتے ہیں، تو وہ ادارہ حکومت سے قانونی طور پر اس کے جملہ حقوق اپنے لئے محفوظ کرا لیتا ہے، تا کہ دوسرے شخص کے لئے اس کی طباعت کی قانونی طور پر گنجائش نہ رہے، اور رجسٹری کرانے کا ایک ہی مقصد ہوتا ہے، کہ اس کی آمدنی سے منتفع ہوتے رہیں، چنانچہ شیخ الہندؒ کا ترجمہ کلام پاک، تعلیم الاسلام از حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ، دینی تعلیم کے رسالے از الجمعیۃ بکڈپو وغیرہ کئی مثالیں ایسی ہیں کہ جن کے حقوقِ طبع محفوظ ہیں، اور جن کی طباعت

---

[1] وفی الا شباہ لایجوز الاعتیاض عن الحقوق المجردۃ قال فی البدائع ،الحقوق المفردۃ لاتحتمل التملیک ولایجوز الصلح عنھا.شامی کراچی،ص ۵۱۸/ج۴/کتاب البیوع ، مطلب لایجوز الاعتیاض عن الحقوق المجردۃ، الاشباہ والنظائر ص۱۱۳ الفن الثانی، کتاب البیوع، اشاعت الاسلام دھلی،

E:\F.M.Fainal\Jild-24\07-Huquqe Mujarradah & Hisas

بلا اجازت قانونی جرم ہے، سرکاری قانون سے قطع نظر شرعی نقطۂ نظر سے اس سلسلہ میں چند امور دریافت طلب ہیں:۔

(۱) اس طرح بذریعۂ رجسٹری کسی کتاب کے حقوق اپنے لئے محفوظ کرالینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ایسی تصنیف کہ جس کے حقوق طبع محفوظ ہیں، اور جس نے محفوظ کرر کھے ہیں، اس کے پاس سے مناسب قیمت پر جس وقت جس قدر بھی مطلوب ہو دستیاب ہوسکتی ہے، ایسی صورت میں دوسرے کے لئے بلا استصواب واستفسار کے یا استصواب واستفسار پر انکار اور منع کردینے کی شکل میں طبع کرانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(۳) اپنی رجسٹری شدہ یا غیر رجسٹری شدہ کسی تصنیف کے حقوق طبع کسی فرد یا ادارہ کے ہاتھ فروخت کردینا یا اس کے معاوضہ میں رقم وصول کرنا شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟

(۴) مذکورہ بالا امور کے سلسلہ میں مفتیٔ اعظم مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ کی کیا رائے تھی؟ اگر آنمحترم کے علم میں ہو تو براہِ کرم اس سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فتاویٰ رشیدیہ[1] کامل مطبوعہ کراچی، ص ۴۲۷ ر میں ہے۔

(سوال) حق تصنیف کتب کا ہبہ یا بیع یا ممنوع کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(جواب) حق تصنیف کوئی مال نہیں، جس کا ہبہ یا بیع ہوسکے، لہٰذا یہ باطل ہے، "ولایجوز الاعتیاض عن الحقوق المجردة اشباہ لهٰذا(۱) یہ بے اثر ہے، (۲) اجازت ہے، (۳) درست نہیں[2]، (۴) مجھے علم نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] فتاویٰ رشیدیہ، ص ۴۹۸ ر بیع فاسد کا بیان، مطبوعہ ادارہ الرشید دیوبند۔

[2] وفی الاشباہ لایجوز الاعتیاض عن الحقوق المجردة (بقیہ اگلے صفحہ پر)

حق طباعت اور اصل کتاب میں تغیر کرنا

سوال:۔ اپنی کسی تالیف وتصنیف کا حق واشاعت محفوظ کرانا اور دوسروں کواس کی اشاعت سے روکنا کیسا ہے؟ حق محفوظ کرانے سے جہاں مالی مفادملحوظ ہوتا ہے، وہاں یہ بات بھی پیش نظر ہوتی ہے کہ دوسرے لوگ کتاب کی طباعت واشاعت میں صحت وغیرہ کا اہتمام نہیں کرتے ،اور بعض لوگ تو کتر بیونت کر کے اصل کتاب ہی کو ناقص شکل میں چھاپتے ہیں نیز بعض حضرات حق اشاعت کے محفوظ کرنے کے سلسلہ میں یہ توجیہ کرتے ہیں کہ ہم نے تواس جس وقت کی قیمت کے طور پر یہ حق محفوظ کرایا ہے، جواس تصنیف کی صورت میں ہوا ہے، یہ توجیہ قابل تسلیم ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

جب مصنف کوئی تصنیف کرتا ہے تو وہ اسکا مالک ہے، جس قدر اسمیں محنت کی، درد سری، ودلسوزی وعرق ریزی سے جومسودہ بنایا ہے، اسکو پورا حق ہے، کہ جس قدر قیمت میں معاملہ ہوسکتا ہے اس قیمت پر فروخت کردے، چنداوراق کی قیمت ہزاروں یالاکھوں روپے قیمت ہوسکتی ہے، بغیر قیمت کے کسی کو نہ دے، نہ نقل کی اجازت دے، لیکن جب اسکی کتاب چھپ کر بازار میں آگئی، اور کسی شخص نے قیمت دیکر خریدی تواس خریدی ہوئی کتاب سے نفع حاصل کرنے کا مشتری کو پورا اختیار ہے کیونکہ وہ اس کا مالک ہے، اور وہ اپنی ملک کومحفوظ کر

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) قال فی البدائع ،الحقوق المفردة لاتحتمل التمليك ولايجوز الصلح عنها. ”اقول :فكذا لاتضمن بالاتلاف قال فی شرح الزيادات للسرخسی واتلاف مجرد الحق لايوجب الضمان لان الاعتياض عن المجرد الحق باطل الااذافوت حقا موكدا، شامی كراچی،ص ۵۱۸/ج۴/كتاب البيوع، مطلب لايجوز الاعتياض عن الحقوق المجردة، الاشباه والنظائر ص۱۱۳ الفن الثانی، كتاب البيوع، اشاعت الاسلام دهلی.

کے بھی رکھ سکتا ہے، فروخت بھی کرسکتا ہے، مستعار بھی دے سکتا ہے، نقلیں بھی کرا سکتا ہے، چھپوا بھی سکتا ہے، پھر چھپوا کر قیمت پر فروخت بھی کرسکتا ہے، بلکہ مفت تقسیم کرا سکتا ہے، اور اس میں مصنف کو ثواب پہنچانے کی نیت کرے تو زیادہ بہتر ہے، مصنف کو حق نہیں پہنچتا ہے کہ مشتری جو کہ مالک ہے اسکو اسکی مملوک شئی میں ان تصرفات سے روکے، البتہ اصل کتاب میں کتر بیونت کرنا جس سے اصل مضمون خبط ہوجائے، یا مقصود مصنف کے خلاف ہوجائے، یہ کتاب کیساتھ خیانت ہے اور اس ترمیم شدہ چیز کو اصل مصنف کی طرف منسوب کرنا افتراء وخداع ہے اسکی اجازت نہیں، یہ شرعاً بھی ناجائز ہے اور اخلاقاً وعرفاً بھی مذموم وشنیع ہے، هذا عندی، دل چاہے تو دیگر علماء سے بھی تحقیق فرمالیں[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ، دار العلوم دیوبند ۲۳/۳/۹۰ھ

---

[۱] حقوق طبع کو محفوظ کرنے اور ان کو بیچنے میں حضرات اکابر کی دو مختلف رائے ہیں:

(۱) حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی حضرت مفتی محمد شفیع صاحب عثمانی اور حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہم اللہ عدم جواز کے قائل ہیں، فتاوی رشیدیہ ص ۴۸۴ بیع فاسد کا بیان، مطبوعہ محمودیہ دیوبند، جواہر الفقہ ص ۳۲۹ ج ۲ حق تصنیف اور حق ایجاد کی شرعی حیثیت، مطبوعہ مکتبہ سیرت النبی دیوبند، امداد المفتین ص ۸۳۴ ج ۲ کتاب البیوع، حق تصنیف وغیرہ رجسٹرڈ کرنا، دار الاشاعت کراچی۔

(۲) حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ، حضرت مفتی نظام الدین صاحبؒ، حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب لاجپوریؒ اور حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، حقوق طبع محفوظ کرنے اور ان کو بیچنے کے جواز کے قائل ہیں، نظام الفتاوی ص ۱۳۰ ج ۱ حق تصنیف سے متعلق سوال وجواب، مطبوعہ اصلاحی کتب خانہ دیوبند، فتاوی رحیمیہ ص ۲۴۲ ج ۳ کتاب المتفرقات، حق تصنیف اور حقوق طبع سے متعلق سوالات اور ان کے جوابات، فقہی مقالات ص ۲۲۵ ج ۱ حق ایجاد اور حق اشاعت، مطبوعہ زمزم بکڈپو دیوبند۔

(۱) مانعین جواز کے چند دلائل ملاحظہ ہوں: (۱) **نهى النبى صلى الله عليه وسلم عن بيع الولاء وعن هبته، مشكوة ص ۲۴۹، باب بعد باب المنهى عنها من البيوع، طبع دار الكتاب ديوبند، (۲) عن ابى هريرةؓ أنه قال لمروان احللت بيع الربا فقال مروان ما فعلت فقال أبو هريرةؓ احللت بيع الصكاك وقد نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيع الطعام حتى يستوفى** (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بیع اسٹامپ

سوال:۔(۱) فری اسٹامپ جو تمسک وبیعنامہ وہبہ نامہ وکرایہ نامہ رہن نامہ ضمانت نامہ مختار نامہ عام، مختار نامۂ خاص وغیرہ؟

(۲) کورٹ فیس جسکے ذریعہ نالش دائر کی جاتی ہے، ان سب اسٹامپ کا فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

(۱/۲) جائز ہے جیسا کہ تتمہ امدادالفتاویٰ میں (حوادث فتاویٰ میں) ہے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(*گذشتہ صفحہ کا حاشیہ*) فخطب مروان الناس فنهى عن بيعها، مسلم شريف ص۵ ج۲ كتاب البيوع، باب بطلان المبيع قبل القبض، مطبوعه بلال ديوبند، والمراد بالصكاك الورقة التى تخرج من ولى الامر بالرزق لمستحقه بأن يكتب فيها للانسان كذا وكذا من طعام وغيره (نووى على مسلم ص۵ ج۲ حوالۀ بالا) (۳) لا يجوز الاعتياض عن الحقوق المجردة(الاشباه ص۱۱۳ الفن الثانى كتاب البيوع، دار الاشاعة دهلى، شامى كراچى ص۵۱۸ ج۴ كتاب البيوع، مطلب لا يجوز الاعتياض عن الحقوق الخ) (۲) قائلين جواز کے دلائل (۱) عن اسمر بن مضرس قال اتيت النبى صلى الله عليه وسلم فبايعته فقال من سبق إلى ماء لم يسبق اليه مسلم فهو له (ابو داؤد ص۴۳۷ ج۲ كتاب الخراج، قبيل باب احياء الموات، سعد بکڈپو ديوبند.
(۲) عن عائشةؓ أن النبى صلى الله عليه وسلم قال من عمر أرضا ليست لأحد فهو احق (جامع الاصول ص۹۴۲ ج۱، الكتاب السادس فى احياء الموات، دار الاحياء التراث العربى بيروت.

(صفحه هذا) [1] امدادالفتاویٰ، ص۱۲۳ /ج۳/ حوادث الفتاویٰ، كتاب البيوع، *خرچۂ عدالت* وصول کرنا اور حکومت کے نیلام کی صحت، ۱۱۲/ج۳/اسٹامپ کی بیع، ادارہ تالیفات اولیاء دیوبند۔

پینشن کی بیع

سوال: ۔ زید مسلم ومحکوم، بکر غیر مسلم حاکم حکومت موجودہ ہے، (۱) زید بکر کا ایک مدت (طے شدہ) تک ملازم رہا بعد ختم مدت معینہ بکر نے زید کو بصلۂ حق الخدمت ایک رقم ماہانہ تازیست مقرر کے خدمت متعلقہ سے سبکدوش کردیا۔

(۲) یہ رقم ماہانہ مقرر شدہ تازیست زید، زید بکر دونوں کے علم میں ہے اور بکر کے قبضہ میں ہے۔

(۳) زید اپنی ماہانہ مقرر شدہ رقم کا ایک جز بکر کو تازیست دے کر اس سے ایک معقول رقم یکمشت لینا چاہتا ہے، بکر رضامند ہے، زید اپنے پاس اسقاط کا مختار اور بکر اپنے عطیۂ احسان کی صورت کو تبدیل کرنے کا مجاز ہے۔

(۴) زید اور بکر کا لین دین ہے تو تمام زندگی کیلئے لیکن میعاد زندگی علم خداوندی میں ہے، اس لئے بکر زید کی زندگی کا ایک تخمینہ و اندازہ بذریعۂ اپنے مبصرین کے تعین کراتا ہے اور اس فرضی اندازے کی کل رقم ایک مشت زید کو دیدیتا ہے، نہ اس میں کسی قسم کا سود ہے اور نہ طرفین میں سے کسی کو دھوکہ، اندازۂ عمر زید ایک فرضی قیاس ہے نہ کہ قطعی کیا شارع علیہ السلام وائمہ عظام کے نزدیک بھی لین دین جائز ہے اور اس رقم سے کوئی کار خیر مثلاً حج وغیرہ ہوسکتا ہے، جواز وعدم جواز دونوں صورتوں میں بحوالہ کتب شرعیہ ارقام فرمانے کی زحمت فرمایئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس معاملہ میں بظاہر ایک خرابی تو یہ ہے کہ جو چیز ابھی تک ملازم کے قبضہ میں نہیں آئی وہ اس کی بیع کررہا ہے، جو شرعاً ناجائز ہے، لکونہ غیر مقدور التسلیم، دوسری یہ ہے کہ جس شئ پر ابھی تک ملازم کی ملک حاصل نہیں ہوئی تھی، اس کی بیع کررہا ہے، یہ بھی ناجائز ہے، ”للنھی عن بیع مالایملک“ تیسری خرابی یہ ہے کہ عمر کا تخمینہ خود ایک فرضی چیز ہے جس

میں زیادتی کمی کا امکان غالب ہے اس لئے ایک صورت میں ملازم کے پاس رقم زیادہ آنے کا امکان ہے، اور دوسری صورت میں کم کا احتمال ہے، یہ ممنوع ہے، "لکونہ قماراً"، چوتھی خرابی یہ ہے کہ اگر معاملہ ثمنین کا ہے تو اس میں یداً بید ومثلاً بمثل ہونا ضروری ہے وہ یہاں موجود نہیں، لہٰذا ناجائز ہے "لکونہ ربوا".

لیکن ملازمت سے سبکدوشی پر تا زیست ملازم کو رقم ماہانہ متعین کرکے بنام حق الخدمت دینا واجب نہیں، بلکہ تبرع ہے، جس پر جبر نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس کا دل چاہے دے نہ دل چاہے نہ دے، جس طرح ماہانہ رقم دینا تبرع ہے، جبر نہیں اسی طرح یہ بھی اختیار ہے کہ اندازہ کرکے مجموعی رقم یکمشت دیدے، یہ درحقیقت احسان ہی کی ایک صورت ہے اس میں اس لئے اصالۃً نہ بیع مالایملک ہے نہ بیع مالیس عندہ ہے نہ قمار ہے، نہ ربوا لہٰذا یہ لین دین شرعاً درست ہے "ونظیرہ بیع العرایا قال فی العنایة فی شرح الهدایة، ص ۲۹۵/ هامش فتح القدیر وتاویلها ان یهب الرجل ثمرة نخلة من بستانه لرجل ثم یشق علیٰ المعری دخول المعریٰ له الخ[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

وظیفہ (پنشن) کی بیع

سوال:۔ احقر وظیفہ خور مدرس ہے اصل وظیفہ ساڑھے پانچ روپیہ اور ساڑھے چھ روپیہ اور گرانی الاؤنس جملہ اکسٹھ روپیہ پچاس روپے ماہانہ وظیفہ حکومت ہند سے ہے اور تھوڑی سے جائیداد اور صرف کاشت کی زمین ہے اب میں چاہتا ہوں کہ اپنے ملنے والے وظیفہ کا تھوڑا حصہ سرکار میں فروخت کرکے حج کرلوں براہِ کرم مطلع فرمائیں، کہ ایسا حج جائز ہوسکتا ہے یا نہیں؟

---

[1] عنایة علی فتح القدیر، ص ۴۱۵/ج۶/ باب البیع الفاسد، مطبوعه دارالفکر بیروت، تکمله فتح الملهم ص۴۰۸ ج ۱ کتاب البیوع، باب بیع العرایا، طبع ادارة القرآن کراچی.

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ فروختگی ناجائز ہے[۱]، ناجائز مال سے حج کرنے سے حج مقبول نہیں ہوتا، اگرچہ فریضہ ادا ہوجاتا ہے[۲]، لیکن اگر سرکاری وظیفہ دیتی ہے، اور سرکاری خریدے تو یہ محض صورۃً بیع ہے حقیقۃً بیع نھیں بلکہ جو وظیفہ وہ ماہانہ دیتی ہے اس کے عوض اپنے تخمینہ سے برضا مندی وظیفہ خوار کو یکمشت دے دیتی ہے، اس میں مضائقہ نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۹/۳/۵ھ

کمپنی کے حصص خریدنا

سوال:۔ مائننگ کمپنیوں ٹریم ٹرانسپورٹ ریلوے کمپنیوں کے حصص (شیئر) خریدنا جائز ہے یا نہیں؟ اس میں تحقیق کرنے کی خاص ضرورت اس لئے پیش آتی ہے کہ ہمارے نوے فیصدی مسلمان اس میں مبتلا ہیں اور ایسی کمپنیوں کے شیئر خرید وفرخت کرتے ہیں، لیکن کفایت المفتی جلد ہشتم، ص۱۲۲/ پر حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ قدس اللہ سرہٗ نے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمایا ہے کہ ان کمپنیوں کے شیئر خریدنا جائز نہیں، حضرت حکیم الامت مولانا

---

[۱] وافتی المصنف ببطلان بیع الجامکیة وفی الشامی وهوان یکون لرجل جامکیة فی بیت المال ویحتاج الیٰ دراهم معجلة قبل ان تخرج الجامکیة فیقول له رجل بعتنی جامکیتک الیٰ قدرها کذا بکذا انقص من حقه فی الجامکیة الخ، درمختار مع الشامی کراچی ص۵۱۷/۴، مطبوعه زکریا ص۳۳/۷، کتاب البیوع، مطلب فی بیع الجامکیة، واعلاء السنن ص۲۴۴/ ج۱۴/ کتاب البیوع، بیع الصک والبراءة والجامکیة، مطبوعه ادارة القرآن کراچی الخ،

[۲] لایقبل الحج بالنفقة الحرام مع انه یسقط الفرض معها الخ عالمگیری، ص۲۲۰/ج۱/ مطبع کوئٹه، کتاب الحج الباب الاول، شامی زکریا ص۴۵۳ ج۳، کتاب الحج، مطلب فیمن حج بمال حرام، بحر کوئٹه ص۳۰۹ ج۲ کتاب الحج.

تھانوی قدس سرہٗ نے فتاویٰ امدادیہ جلد ثالث، ص ۱۵۵/ میں کپڑے اور روٹی بنانے کے ملوں کے شیئر یعنی حصص خریدنے کے لئے درست تحریر فرمایا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مال خریدنے اور اسکو بیچنے یا مال تیار کرنے کیلئے جو کمپنیاں ہیں اسکے حصص خریدنا درست ہے، معاملہ صاف ہوجانا چاہئے، بعض کمپنیاں ایسی ہیں کہ وہ مال نہیں خریدتی ہیں، نہ تیار کرتی ہیں بلکہ روپیہ قرض پر چلاتی ہیں، انکے حصوں کو خریدنا جائز نہیں[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۶/۱۴۰۰ھ

شیئر خریدنا

سوال:۔ ہم ایک فیکٹری میں تیرہ سو کا شیئر ڈال کر اس کا نفع حساب سے جو بھی آوے لے سکتے ہیں یا نہیں؟؟ فیکٹری میں ہم نقصان کے بھی حقدار ہیں، فیکٹری میں نقصان صرف آگ لگ جانے یا حادثہ سے ہی آسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس فیکٹری میں جائز تجارت ہوتی ہے اور سودی کاروبار نہیں ہوتا تو تیرہ سو کا حصہ خرید کر نفع اور نقصان میں شریک ہونا درست ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ملاحظہ ہو شئیرز اور کمپنی ص۴۴۷، اسلامی مالیاتی ادارہ اور کمپنیز کے شئیرز، مطبوعہ اسلامک فقہ اکیڈمی دھلی،

[2] ملاحظہ ہو حوالہ بالا،

باب ہشتم: بیع مرابحہ

بیع مرابحہ

سوال:۔ میں دوکانداروں کو اُدھار مال فروخت کرتا ہوں، وہ مجھے پہلے آڈر دیتے ہیں، یہ بھی طے کرلیا کہ کانپور والا مال جس کی خریداری ایک روپیہ کی ہوگی، وہ ۱۷/ آنے میں فروخت ہوگا، اور دہلی کا ایک روپیہ کا مال ۱/۲۵ ر میں فروخت ہوگا، بشرطیکہ مال صحیح سالم ہو اور تاجر کی مرضی کے موافق ہو تو اس طرح نفع لینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح فروخت کرنا درست ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ایضاً

سوال:۔ ایک شخص نے اپنا مال خود کرایہ پر دے کر اس کے ہاتھ منگوایا، اگر لانے والے سے روپیہ تلف ہوجاتا یا مال ٹوٹ جاتا ہے، تو اس کی ذمہ داری اس پر نہیں تھی، بہرحال وہ مال لے آیا اور اس نے میرے قبضہ میں دیدیا، اس کے بعد میں نے وہ مال نفع لگا کر اس کے ہاتھ فروخت کردیا، تو یہ نفع جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] واما شرائط بیع المرابحة فمنها ماذکرناه وهوان یکون الثمن الاول معلوماً للمشتری الثانی لان المرابحة بیع بالثمن الاول مع زیادة ربح ،والعلم بالثمن الاول شرط صحة البیاعات کلها لما ذکر نا فیماتقدم .بدائع زکریا، ص ۴۶۱/ج۴/کتاب البیوع، شروط بیع المرابحة، هندیه کوئٹه ص۱۶۰ ج۳ الباب الرابع عشر فی المرابحة والتولیة، محیط برهانی ص۱۸۳ ج۱۰ الفصل الخامس عشر فی بیع المرابحة والتولیة والوضیعة، طبع مجلس علمی گجرات.

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ صورت جائز ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کپڑا خرید کر زائد قیمت پر فروخت کرنا

سوال:۔تجارت میں بھاؤ کر کے دھندا کرنا مثلاً کپڑا اگر ۲۰/روپیہ کا ملا ہے، گاہک کو ۳۵/روپیہ بتایا بعد میں بھاؤ کم کر کے ۲۵/روپیہ میں دے دیا، اس میں جو پانچ روپیہ منافع ہوا وہ حلال ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کپڑا جس قیمت میں خریدا ہے، ضروری نہیں کہ اس قیمت پر فروخت کیا جائے، بلکہ اس پر نفع لینا درست ہے، جس کپڑے کی قیمت پچیس روپے ہے، بیوپاری کو یہ نہ کہا جائے کہ میں نے تیس ۳۰/روپئے میں خریدا ہے، کہ یہ جھوٹ ہے، جو کہ ناجائز ہے[2] بلکہ یہ کہا جائے کہ میں ۳۵/روپئے میں فروخت کرتا ہوں، پھر وہ قیمت کم کردے، تو یہ طرفین کی رضامندی پر ہے، جتنے پر بھی معاملہ ہو جائیگا، بیع درست ہوگی، نفع بھی درست[3] ہوگا۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۲/۶/۱۴۰۰ھ

---

[1] المرابحة بيع ماملكه بماقام عليه وبفضل ،درمختار مع شامی کراچی، ص ۱۳۲/ج۵/ باب المرابحة والتولية، مجمع الأنهر ص ۱۰۶ ج۳ باب المراحبة والتولية، دار الكتب العلمية بيروت، النهر الفائق ص ۴۵۵ ج۳ باب التولية دار الكتب العلمية بيروت.

[2] عين الكذب حرام، الدر المنتقىٰ مع المجمع ص ۲۲۱ ج۴ كتاب الكراهية، فصل فى المتفرقات، دار الكتب العلمية بيروت، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ایضاً

سوال:۔ بیوپاروں سے دھندا مثلاً ۳۰/روپیہ کا کپڑا اگر کسی بیوپاری کو بیچنے کیلئے ۳۵/روپیہ میں دیا، اس نے جھوٹ سچ بول کر غلط ڈھنگ سے بیچ کر ۳۵/روپیہ دیدیئے اس میں جو۵/روپئے منافع ہوا وہ حلال ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر بیوپاری کو یہ کہہ کر دیا ہے، کہ یہ کپڑا میں نے ۳۵/روپئے میں خریدا ہے، تم اس کو ۳۵/ہی میں فروخت کرنا تو یہ جھوٹ ہے منع ہے، کیونکہ خریدا ہوا، ۳۰/کا ہے، اگر یہ کہہ کر دیا ہے کہ یہ کپڑا جس قیمت میں چاہے فروخت کرو مجھے ۳۵/روپئے دیدینا، پھر اس نے چاہے ۳۵/میں فروخت کیا یا زائد میں تو یہ شرعاً درست ہے، نفع بھی درست ہے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۶/۱۴۰۰ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) الدر المختار مع الشامی کراچی ص۴۲۷ ج۶ کتاب الکراھیۃ، فصل فی البیع، بزازیہ علی الھندیہ کوئٹہ ص۳۵۹ ج۶ کتاب الکراھیۃ الفصل الثالث فی ما یتعلق بالمناھی.

[۳] فالبیع ماشرع الالطلب الربح والفضل فالفضل الذی یقابلہ العوض حلال، (مبسوط للسرخی ص۱۱۹/ ج۱۲/ مطبوعہ بیروت، کتاب البیوع) ھو (البیع) مبادلۃ المال بالمال بالتراضی (بحر کوئٹہ ص۲۵۷، ج۵، کتاب البیوع، فتح القدیر ص۲۴۷ ج۶ کتاب البیوع، دار الفکر بیروت، الدر مع الشامی کراچی ص۵۰۲ ج۴ کتاب البیوع، مطلب فی تعریف المال والملک والمتقوم

(صفحہ ہذا) [۱] فالبیع ماشرع الالطلب الربح والفضل فالفضل الذی بقابلہ العوض حلال. (مبسوط للسرخی، ص۱۱۹/ج۱۲/ بیروت) کتاب البیوع.

بیع مرابحہ کی ایک صورت

سوال:۔ایک آدمی نے ایک شخص سے کہا کہ ہم تمہارا مال ایک کوئنٹل سو روپیہ میں فروخت کردیں گے اور پھر اس نے اس مال کو ایک کوئنٹل ۱۲۵/روپیہ میں فروخت کیا اور جس نے سو روپیہ میں مال فروخت کرنے کو کہا تھا اس کو ۱۰۰/روپیہ دیدیئے اور ۲۵/روپیہ خود رکھ لئے ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

اس طرح معاملہ نہیں کرنا چاہئے[1] یوں کہدے کہ مجھے سو روپیہ دیدو پھر خرید کر جس قیمت میں چاہے فروخت کردے، یا صاحب مال کہدے کہ یہ مال جتنے میں چاہے فروخت کرو، مجھے سو روپیہ دیدو، یا یہ کہے میں تمہارا یہ مال ۱۲۵/روپیہ میں فروخت کرونگا، ۲۵/روپیہ مجھے دیدینا[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۳/۳/۱۴۰۱ھ

---

[1] اس لئے کہ وکیل امین ہوتا ہے اور امین کے لئے اس طرح کا تصرف کرنا جائز نہیں۔ "ولیس للمودع حق التصرف والاسترباح فی الودیعة الخ، مبسوط للسرخسی ج۱۱/ ص۱۲۲/ مطبوعه دارالفکر، کتاب الودیعة، عنایه مع الفتح ص۴۹۰ ج۸ کتاب الودیعة، طبع دار الفکر بیروت.

[2] اس لئے کہ یہ اجرت ہے جو متعین اور معلوم ہے۔"وشرطها کون الاجرة والمنفعة معلومتین الخ درمختار علی الشامی زکریا ،ج۹/ص۷/اول کتاب الاجارة، هدایه ص۲۹۳ ج۳ کتاب الاجارات، دار الکتاب دیوبند، مجمع الأنهر ص۵۱۲ ج۳ کتاب الاجارة، دار الکتب العلمیة بیروت.

ایضاً

سوال:۔ والد، بہن، بھائی اور دوسرے رشتہ دار اگر روپیہ دیکر کوئی چیز خریدنے کو کہتے ہیں، تو میں دوکان سے خرید کر اس پر اپنا نفع رکھ کر دے سکتی ہوں، کیا ایسی تجارت درست ہے، جبکہ میری کوئی علیحدہ دوکان نہیں ہے، والدہ سے ایسی تجارت کی جا سکتی ہے، کیا اور رشتہ کے لئے گنجائش ہے، ایسے تجارتی مال پر زکوٰۃ کس باب اور کس طرح نکالنی چاہئے، جبکہ یہ تجارت وقتی طور پر کرتی ہوں، ان کی رقم سے مال خریدنا یا اپنی رقم سے خرید کر اس پر نفع رکھنا کونسا طریقہ بہتر اور جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب آپ کو کسی نے وکیل بنایا کہ میرے لئے اتنے روپئے کی فلاں چیز خرید دیں اور آپ انکے روپئے سے ان کے لئے خریدیں تو اس پر آپ کے لئے نفع لینا جائز نہیں[1]، والدین، بھائی، بہن، اغیار سب کیلئے یہی مسئلہ ہے، البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ آپ اپنے روپیہ سے اپنے لئے سامان خریدیں پھر جب کوئی آپ سے اس سامان کی خریداری کیلئے کہے تو آپ کہدیں یہ سامان میرے پاس بھی موجود ہے مجھ سے خرید لیا جائے، اس پر آپ کو حسب صوابدید نفع کا حق ہے[2]، زکوٰۃ کا مسئلہ یہ ہے کہ جب سے مقدار نصاب (ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا) یا اس کی قیمت کا مال زکوٰۃ آپ کی ملکیت میں آئے اور آپ کی حاجت اصلیہ

۱؎ لانه یؤدی الیٰ تغریر الآمر حیث اعتمد علیه الخ مجمع الانهر ج۳/ص ۳۱۹/ مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، با ب الوکالة بالبیع والشراء)

۲؎ فالبیع ماشرع الا لطلب الربح والفضل فالفضل الذی یقابله العوض حلال الخ، مبسوط للسرخسی ج ۱۲/ص ۱۱۹/ دارالفکر بیروت، کتاب البیوع،

قرض وغیرہ سے زائد ہوتو ایسے مال پر جب سال بھر گذر جائے تو کل مال کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں دینا لازم ہے، اگر ذمہ میں قرض بھی ہوتو قرض کی مقدار کوکل مال سے منہا کر کے بقیہ پر زکوٰۃ لازم ہوگی، جبکہ وہ مقدار نصاب ہو[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۴۰۰/۵/۲۱ھ

---

[۳] وسببه ای سبب افتراضها ملك نصاب حولی تام فارغ عن دين له مطالب من جهة العباد وفارغ عن حاجته الاصلية الخ درمختار على الشامی زكريا، ج۳/ص ۱۷۴، النهر الفائق ص۴۱۳تا۴۱۵ ج۱ كتاب الزكاة، دار الكتب العلمية بيروت، مجمع الانهر ص۲۸۵ ج۱ كتاب الزكاة، طبع بيروت، نصاب الذهب عشرون مثقالاً والفضة مأتادرهم الخ درمختار على الشامی زكريا ، ج۳/ص ۲۲۴/ باب زكاة المال، النهر الفائق ص۴۳۶ ج۱ كتاب الزكاة، باب زكاة المال، طبع بيروت، مجمع الأنهر ص۳۰۳ج۱ باب زكاة الذهب والفضة والعروض، دار الكتب العلمية بيروت.

باب نہم: بیع سلم

بیع سلم میں ثمن مجہول ہو

سوال:۔ایک شخص قرض روپے چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ میں دو ماہ کے بعد روپیہ کے بعد گندم کو اس وقت کے بھاؤ سے چار سیر زیادہ دوں گا، اور اصلی معروف دونگا، تو اس طریقہ سے قرض لینا اور دینا اور پھر اسی طریقہ سے ادا کر دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس میں یہ شرط کرنا کہ اس وقت کے بھاؤ سے چار سیر زیادہ دونگا، مفسد بیع ہے کیوں کہ یہ بیع سلم ہے، اور اس کی شرط یہ ہے کہ اسی وقت یعنی روپیہ دیتے وقت نرخ متعین کرلیا جاوے، اور صورت مسئولہ میں نرخ مجہول ہے، لہٰذا یہ معاملہ ناجائز ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳؍۱؍۵۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ......صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶؍محرم ۵۷ھ

بیع سلم

سوال:۔احمد صاحب اناج کا بیوپار کرتے ہیں اور دوسرے بیوپار بھی کرتے ہیں، برسات میں ہم کو روپیہ کی ضرورت پڑتی ہے، تو ہم لوگ پہلے ہی بھاؤ کر کے مال کا روپیہ لے جاتے ہیں، اور اسی بھاؤ سے فصل پر اناج دیدیتے ہیں، خواہ بھاؤ کم ہو یا زیادہ تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ یہ سود تو نہیں اس کا خلاصہ صاف صاف لکھدیں؟

---

[1] والرابع ان یکون معلوم القدر بالکیل اوالوزن اوالعدد اوالذرع کذافی البدائع عالمگیری ص ۱۷۹؍ج۳؍ الباب الثامن عشرفی السلم، هداية ص ۵۹ ج۳ باب السلم، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر روپیہ قرض دیا جائے تو پھر اس روپیہ کی واپسی لازم ہے، اس میں زیادتی کی شرط کرنا سود ہے[1]، البتہ اگر واپسی کے وقت روپیہ موجود نہ ہو اور روپیہ کے عوض غلہ وغیرہ دینا چاہے تو دیتے وقت جو معاملہ کرلیا جائے وہ درست ہے، مثلاً جس وقت روپیہ قرض لیا اس وقت غلہ کا نرخ تیرہ روپیہ کا تھا اور جب روپیہ واپس کرنیکا وقت آیا تو غلہ کا نرخ دس روپیہ کا ہوگیا اور دس کے حساب سے بجائے روپیہ دینے کے غلہ دیدیا تو یہ سود نہیں بلکہ درست ہے۔

اگر روپیہ قرض نہیں دیا بلکہ غلہ خریدا اسطرح کہ روپیہ اب دیدیا اور غلہ لینے کا وقت فصل کا موقع تجویز کرلیا اور غلہ کا نرخ ابھی تجویز کرلیا کہ اسکے حساب سے غلہ لیں گے اور فلاں قسم کا غلہ ہو فلاں جگہ پہنچانا ہوگا، تب بھی درست ہے اگر روپیہ دیتے وقت غلہ کا نرخ تیرہ کا ہو جو روپیہ دیا گیا ہے، وہ اس صورت میں پیشگی قیمت ہے، قرض نہیں یہ بھی سود نہیں[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۰/۸۵ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱۰/۸۵ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، بدائع ص۲۰۷ ج۵ کتاب البیوع، فصل وأما الذی یرجع الی المسلم فیه، مطبوعه سعید کراچی؛

(صفحہ ہذا) [1] الدیون تقضی بامثالها، الاشباه ص۱۴۳ کتاب المداینات، الفن الثانی مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی، وجه ظاهرالروایة ان الاقراض فی الحقیقة مبادلة الشئی بمثله فان الواجب علی المتسقرض مثل مااستقرض دینافی ذمته لاعینه فکان محتملا للاستبدان کسائر الدیون. (بدائع ص۴۸۴/ج۴/ حکم التصرف)، الدیون تقضٰی بامثالها الخ شامی زکریا ص۶۷۵ ج۵ کتاب الأیمان، باب الیمین بالضرب الخ، مطلب الدیون تقضٰی بامثالها، کل قرض جر نفعاً حرام الخ شامی زکریا ص۳۹۵ ج۷ باب المرابحة والتولیة، فصل فی القرض، قواعد الفقه ص۱۰۲ مطبوعه اشرفی دیوبند.

[2] ولا یصح السلم عند ابی حنیفة الا بسبع شرائط جنس معلوم ونوع معلومة وصفة معلوم ومقدار معلوم واجل معلوم ومعرفة مقدار رأس المال وتسمیة المکان الذی یوفیه الخ هدایة ص۹۵ ج۳ باب السلم، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، شامی زکریا ص۲۶۱-۶۲ ج۷ باب السلم، بدائع کراچی ص۲۰۷/۵، کتاب البیوع، فصل واما الذی یرجع الی المسلم فیه الخ،

بیع سلم

سوال:۔کوئی شخص بالکل غریب ہے، کھانے کو کچھ نہیں اس کو دس روپیہ اس شرط پر دیئے کہ جو بھی غلہ مثلاً گندم یا مکئی ہوگی وہ کٹنے پر دو سیر یا تین سیر کے لونگا، مثلاً بازار میں بھاؤ ۱½ سیر کا نکلا تو اب اس کو حسب وعدہ تین سیر کے غلہ لینا درست ہے یا نہیں؟ جب کہ طے شدہ معاملہ ہے یا سود ہو جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ بیع سلم ہے جو غلہ دینا طے پائے اس کی حفاظت اور نرخ وغیرہ اس طرح مقرر کرلیا جائے کہ نزاع کا اندیشہ نہ رہے، پھر وقت پر بازاری نرخ کچھ بھی ہو اس کا اعتبار نہیں ہوگا، بلکہ جو نرخ طے کیا گیا ہے، اسی نرخ سے دینا ہوگا۔ کذا فی الشامی[1] مگر اتنا نرخ مقرر کرنا جس سے غلہ دینے والے کو زیادہ نقصان ہو اور وہ اپنی مجبوری کی وجہ سے اسے منظور کرلیتا ہو یہ ہمدردی اور مروت کے خلاف ہے کہ وہ بیچارہ مستحق امداد ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۷/۶/۲۵ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۷/۶/۲۵ھ

---

[1] وبیان قدر رأس المال ان تعلق العقد بمقد اره فی مکیل وموزون وعددی غیرمتفاوة واکتفیا بالاشارة کمافی مذروع وحیوان قلنا، ربما لایقدرعلی تحصیل المسلم فیه فیحتاج الی ردرأس المال درمختار ،قال الشامی: قوله: فیحتاج الیٰ ردرأس المال ای فاذاکان غیر معلوم القدر ادی الی المنازعة.شامی کراچی،ص ۲۱۵/ج۵/ باب بیع السلم، عالمگیری کوئٹه ص۱۷۹ ج۳ الباب الثامن عشر فی السلم، هدایة ص۹۵ ج۳ باب السلم مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

بیع سلم میں ادھار کی وجہ سے قیمت میں اضافہ

سوال:۔ (۱) موجودہ وقت میں جیٹھ کے ماہ میں دھان پچیس روپیہ من بازار میں فروخت ہوتا ہے، زید نے کہا کہ اگر کاتک کے مہینے میں دھان کی قیمت دوگے تو ۳۵/روپے لونگا، تو ایک من دھان کے بدلہ میں ۳۵/روپیہ لینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) نقد اور اُدھار کی وجہ سے قیمت میں کمی وبیشی ہوتی ہے، یہ شرعاً سود نہیں ہے، جس قیمت پر دھان فروخت کیا ہے، وقت مقررہ پر وہی قیمت لینا درست ہے، لیکن جو شخص غریب اور قیمت ادا نہیں کرسکتا اس کے ساتھ احسان کرنا چاہئے، قیمت میں زیادہ اضافہ کرنا خلاف مروت ہے۔[1]

(۲) بیع سلم یہ ہے کہ روپیہ پہلے دیا جائے اور گندم وغیرہ بعد میں وصول کیا جائے،[2] اور بیع کے لئے جنس، نوع، صفت، وقت، وصولیابی کی جگہ وغیرہ کی ایسی طرح تفصیل کردی جائے، کہ نزاع کا احتمال باقی نہ رہے۔[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۳/۸۹ھ

---

[1] الا تری ان الثمن قدیزاد لمکان الاجل، بدائع الصنائع ص ۴۲۶/ج۴/ فصل مایجب بیانه فی المرابحة، هدایة ص ۷۴ ج۳ باب المرابحة والتولیة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، عنایة علیٰ فتح القدیر ص ۵۰۷ ج۶ مطبوعه دار الفکر بیروت، لامساواة بین النقد والنسیئة لان العین خیرمن الدین والمعجل اکثر قیمة من المؤجل (بدائع، ص ۴۰۷/ج۴/ ربالنسیئة)

[2] قال علی القاری فی المرقاة ص ۳۳۰/ج۳/ مطبوعه بمبئی، باب السلم والرهن، السلم ان تعطی ذهبا اوفضة فی سلعة معلومة الی امر معلوم فکأ نک قد اسلمت الثمن الی صاحب السلعة وسلمته الیه کذافی النهایة، شامی زکریا ص ۴۵۴ ج۷ باب السلم، بحر ص ۱۵۵ ج۶ باب السلم، مطبوعه کوئٹه. (حاشیہ ۳ اگلے صفحہ پر)

بیع سلم

سوال:۔الف نامی کسان ہے ب نامی ساہوکار ہے، بارش میں کسان اپنی کھیتی میں ہر قسم کا بیج بوتا ہے، جب پودے پک جاتے ہیں تو اس کے دیگر کام پولائی مزائی وغیرہ کے لئے پیسوں کی ضرورت پڑتی ہے، کسان کے پاس پیسہ نہیں رہتا، لہٰذا وہ ساہوکار کے پاس جاتا ہے اور پیسہ طلب کرتا ہے، ساہوکار پیسہ دینا چاہتا ہے، مگر اس شرط پر کہ کپاس کا بھاؤ ۴۰/ یا ۴۵/ روپے من پر (۴۰/ کلو کا من) اور جوار ۱۰/ یا ۱۲/ روپے من اس حساب سے دوں گا، جتنے من کا پیسہ درکار ہو لے لو کسان قبول کر کے ضرورت کے مطابق روپیہ لے لیتا ہے، اس کے بعد فصل پر وعدہ کے مطابق دیتا ہے، اسی بھاؤ سے جس وقت کسان پیسہ لے رہا ہے، اس وقت ہر چیز کا بھاؤ دوگنا ہے، مگر ضرورت کی وجہ سے کم نرخ قبول کر کے لے رہا ہے، اس کو مہاراشٹر میں جلپ کہتے ہیں یہ لین دین جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ معاملہ بیع سلم کا ہو گیا[1] اگر ہر جنس کی قسم، وزن، نرخ، وصولیابی کی جگہ اور وقت اسی طرح متعین کر لیں کہ اختلاف اور نزاع پیدا نہ ہو تو درست ہے[2] جو روپیہ پیشگی لیا گیا ہے، وہ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۳] وشرطه أى شروط صحته التى تذكر فى العقد سبعة، بيان، جنس، ونوع وصفة وقدر وأجل وأقله شهر ...... وقدر رأس المال فى مكيل وموزون وعددى غير متفاوت والسابع بيان مكان الإيفاء للمسلم فيه، الدر المختار على الشامى زكريا ص ۴۶۱–۴۶۲ ج۷ كتاب البيوع باب السلم، البحر الرائق ص ۱۶۰، ۱۶۱ ج۶ كتاب البيوع، باب السلم، مطبوعه الماجديه كوئٹه، هدايه ص ۹۵ ج۳، باب السلم، مطبوعه ياسر نديم ديوبند،

(صفحہ ہذا) [۱] السلم شرعاً بيع آجل وهو المسلم فيه بعاجل وهورأس المال الخ درمختار علىٰ الشامى زكريا، ص ۴۵۴/ج۷/ باب السلم ، البحر الرائق ص ۱۵۵ ج۶ باب السلم، مطبوعه الماجديه كوئٹه، فتح القدير ص ۷۰ ج۷ باب السلم مطبوعه دار الفكر بيروت. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اس جنس کی قیمت ہے قرض نہیں، لیکن غریب ضرورت مند مستحق رحم ہوتا ہے، اس سے نرخ میں اتنی کمی کرنا مروت کے خلاف ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بیع سلم کی جائز صورت

سوال:۔ یہاں پر بعض تجار لوگ زمین داروں کو ایک من مکئی وعدہ پر دیتے ہیں، کہ فلانے مہینے میں اس کی جگہ ایک من گیہوں لیں گے، زمین دار لوگ لے لیتے ہیں، اور وعدہ کئے ہوئے پر دیتے ہیں، اور اس میں ملا لوگ بھی مختلف ہیں، بعض حرام اور بعض جائز کہتے ہیں، کہ وعدہ معلوم ہونے پر جائز ہے، اور مجہول ہونے پر ناجائز ہے، بعض کیل ووزن کی بات نکالتے ہیں، لہٰذا جو صحیح ہو تحریر فرمایئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ معاملہ ناجائز ہے اگر جائز طریق پر کرنا چاہتے ہیں تو اس کی صورت یہ ہے کہ فی الحال مکئی فروخت کردی جائے، اوراس کی قیمت وصول کرکے کاشتکار کو یا جس سے خریدنا چاہیں اس کو دے دیں، کہ اس روپیہ کے عوض ہم فلاں مہینے میں اس قسم کے اس نرخ پر گیہوں لیں گے، اور وہ اس کو منظور کرلے، پس یہ صورت شرعاً درست ہے، "**اذا بیع قفیز حنطة بقفیزی شعیر یدابیدحل الفضل فان احد جزئی العلة وهو الکیل موجود هنا دون الجزء الأخر وهو الجنسیة ......فلا یصح سلم هروی فی هروی لوجود**

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) ۲؎ وشرطه بیان جنس وبیان نوع وصفة وقدر وأجل وبیان قدر رأ س المال وبیان مکان الایفاء الخ درمختار مع الشامی زکریا، ص ۴۶۱، ۴۶۳/ج۷/ باب السلم، هدایة ص ۹۵ باب السلم، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، البحر الرائق ص ۱۶۰، ۱۶۱ ج۶ باب السلم، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

الجنس والنسا فی المسلم فیه ولاسلم برفی شعیر لوجود القدر مع النسا اھ مجمع الانھر ،ص ۸۵/ ج ۲/ اھ'' [1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۶/۵/۵۸ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور ۲۱/ج ۱/۵۸ھ

سلم کی ایک صورت

سوال:۔(۱) ہمارے ملک میں یہ پیشہ اور رواج ہے مثلاً ماہ اپریل کو ایک سو روپیہ قرض دار کو دیدیا اور اسے ملاپ کر کے یعنی زبانی اقرار کرلیا ماہ نومبر یا دسمبر کو مکئی لوں گا وہ کہتا ہے کہ سو روپیہ میں دس من دونگا، یہ طریقہ چلتا ہے، قرض دار جس وقت سو روپیہ لیتا ہے، اس وقت مکئی کا نرخ ڈیڑھ روپیہ فی سیر ہوتا ہے، اور جس وقت مکئی قرض پر دیتا ہے، تو اس وقت عام نرخ دو سیر فی روپیہ ہوتا ہے، اور لینے والا اپنا کیا ہوا دس روپیہ من لیتا ہے، کیا یہ سود ہے؟ اور یہ طریقہ جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ایک شخص قرض پر روپیہ لیتا ہے قرض دار کو دینے والا روپیہ دیتا ہے، اس بیع میں فائدہ سمجھ کر بھائی تم کو روپیہ دوں گا، عام نرخ سے فی سیر دو روپیہ کم لونگا، مثلاً دس روپیہ فی سیر عام نرخ ہے، لیکن میں تجھے فی سیر آٹھ روپیہ یا سات روپیہ فی سیر دونگا، یہ سود ہے یا نہیں ؟ براہ کرم شرعی حکم سے مطلع فرمادیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سو روپیہ دینا اور طے کرلینا کہ اتنے روز بعد فلاں مہینہ میں اس روپیہ کی مکئی فلاں نرخ سے لونگا، اور فلاں جگہ لونگا اور سب باتیں اس طرح کرلی جائیں کہ پھر نزاع نہ ہو، تو پھر شرعاً یہ

---

[1] مجمع الانھر ،ص ۱۲۱/ ج۳/ باب الربا،مطبوعه مکتبه الباز مکة المکرمة، فتح القدير ص ۱۱ ج۷ باب الربا، مطبوعه دار الفكر بيروت، در مختار على الشامى زكريا ص ۴۰۴ ج۷ باب الربا.

معاملہ درست ہے، اگرچہ عام نرخ جو کچھ بھی ہوں [۱]

لیکن اگر سو روپیہ قرض دیدیا پھر کسی وقت اس سے مل کر کسی کا معاملہ کیا تو یہ صحیح نہیں [۲]

(۲) جب روپیہ قرض دیا ہے، تو اس وقت یہ طے کرنا کہ اس کے عوض فلاں چیز لونگا، غلط اور منع ہے، البتہ جب قرض واپسی کرنے کا وقت آئے اور بجائے روپیہ واپس کرنے کے کوئی اور چیز اس کے عوض دینا چاہے تو اس وقت دونوں رضامندی سے معاملہ کرلیں، اور نرخ طے کرلیں لیکن اسکا خیال کرلیں کہ نرخ طے کرنے میں قرض کی وجہ سے نرخ پر فرق نہ کیا جائے، بلکہ جو عام نرخ ہو وہی طے کرلیا جائے، ورنہ سود ہو جائیں گے، سود کو اللہ ورسول نے حرام قرار دیا ہے، "اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا الاية" [۳] لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم اكل الربوا وموكله وكاتبه وشاهديه وقال هم سواء (رواه مسلم مشكوٰة، ص ۲۴۴ ؍) [۴] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸؍۸؍۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹؍۸؍۹۰ھ

---

[۱] ولايصح السلم عندابى حنيفة الا بسبع شرائط جنس معلوم نوع معلوم وصفة معلومة ومقدار معلوم وأجل معلوم ونسبة المكان الذى يوفيه الخ هدايه مختصراً ،ص ۹۵ ؍ج۳؍ باب السلم، شامى زكريا ص ۴۶۱، ۴۶۲ ج۷، باب السلم، البحر الرائق كوئٹه ص ۱۶۰، ۱۶۱ ج۶ باب السلم ،

[۲] كل قرض جرنفعاً حرام درمختار على الشامى زكريا، ص ۳۹۵ ؍ج۷؍ فصل فى القرض، كتاب البيوع، مطلب كل قرض جرنفعا حرام، اعلاء السنن ص۴۹۸ ج۱۴ كتاب الحوالة، باب كل قرض جر منفعة فهو ربا، مطبوعه كراچى، قواعد الفقه ص ۱۰۲ مطبوعه اشرفى ديوبند.

[۳] سورۃ البقرۃ آیت ۲۷۵؍ **ترجمہ**:۔ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا اور سود کو حرام کردیا (از بیان القرآن)

[۴] مشكوٰة شريف ص ۲۴۴ ؍كتاب البيوع، باب الربوٰا، الفصل الاول، طبع ياسر نديم،
ترجمہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے کھلانے والے اس کے لکھنے والے اور اسکے گواہوں پر لعنت فرمائی ہے، اور فرمایا ہے کہ گناہ میں سب برابر ہیں۔ (از مترجم مشکوٰۃ شریف)

متعینہ وقت پر مسلم فیہ ادا نہ کرنے کی صورت میں بیع سلم کا حکم

سوال:۔ زید نے عمر کو کچھ روپیہ دیا اس شرط پر کہ وہ زید کو فصل خریف کے موقع پر فی روپیہ چار کلو کے حساب سے دھان دیگا، اتفاق سے عمر کے پاس اتنا دھان نہیں ہوا کہ وہ زید کو دے سکے، اب زید نے عمر سے کہا میرا وہ روپیہ جو پہلے دے چکا ہوں اور آج کے حساب سے جو قیمت بچتی ہے ان سب کا آئندہ فصل کے موقع پر دھان لونگا، تو کیا متعاقدین کی مذکورہ صورت کے ساتھ بیع وشراء کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح اب معاملہ جائز نہیں، روپیہ دیتے وقت جو معاملہ کیا تھا اس کی پابندی لازم ہے یا جس قدر روپیہ دیا تھا، معاملہ فسخ کر کے وہ روپیہ واپس کر دیا جائے۔ کذا فی الدر المختار[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۵/۱/۹۲ھ

الجواب صحیح العبد نظام الدین دار العلوم دیوبند ۶/۱/۹۲ھ

بیع سلم میں روپے کے عوض دھان لینے کی شرط

سوال:۔ ایک شخص آج ایک روپیہ کا چاول مثلاً ۸/سیر ہے اور اس خریدنے والے سے یہ کہے کہ میں دو مہینے کے بعد تم سے اس روپیہ کے عوض ۳۲/سیر دھان لونگا، اور جو شخص

---

[1] ولو انقطع بعد الاستحقاق خیررب السلم بین انتظار وجود ہ والفسخ واخذ رأس ماله الخ، الدرالمختار علی الشامی ص۴۵۹/ج۷/ مطبع زکریا دیوبند، باب بیع السلم، هل اللحم قیمی او مثلی، هدایه ص۹۳ ج۳، باب السلم، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، البحر الرائق ص۱۵۸ ج۶ باب السلم، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

اس شرط پر وہ چاول لے جاتا ہے اسی کو دیا جاتا ہے، اور دوسرے کو اس بھاؤ پر نہیں مل سکتا، تو ایسی صورت میں یہ معاملہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ بیع ناجائز ہے جواز کی صورت یہ ہے کہ چاول کا معاملہ بلاشرط مذکور کیا جائے، پھر اس کی قیمت میں جو ایک روپیہ واجب ہوگا، بہتر یہ ہے کہ وہ روپیہ ادا کردے، اگر اپنے پاس نہ ہو تو اس بائع سے یا کسی دوسرے شخص سے قرض لے کر دیدے اس کے بعد بائع وہ روپیہ مشتری کو دے اور معاملہ سلم باقاعدہ طے کرے کہ اتنے روز بعد اس حساب سے اس روپیہ کے عوض اس قسم کے دھان مجھے دیدینا غرض سلم کی پوری شرائط کی رعایت کرے کہ وصولیابی کے وقت کسی چیز کے ذکر نہ کرنے یا مبہم رہ جانے کی وجہ سے نزاع پیدا نہ ہو، اگر چاول خریدتے وقت روپیہ ادا کرنے کی نوبت نہ آئے تو یہ بھی جائز ہے، کہ چاول کی بیع پوری ہونے کے بعد اس طرح معاملہ کرے کہ میرا روپیہ جو تمہارے ذمہ چاول کی قیمت کا واجب ہے، اس کے عوض اتنی مدت بعد اس نرخ سے اتنے دھان دیدینا[1]

صورت مسئولہ کے عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ اگر چاول کی قیمت روپیہ کو قرار دیا جائے تب تو یہ شرط کہ اس روپے کے عوض دھان لونگا، (روپیہ نہیں لونگا) شرط فاسد ہے نیز صفقة

---

[1] قال علی القاری فی المرقاة ،ص ۳۳۰/ج۳/ مطبوعه بمبئی، باب السلم، والرهن: السلم ان تعطی ذهبا اوفضة فی سلعة معلومة الی امر معلوم فکأنک قد اسلمت الثمن الی صاحب السلعة وسلمته الیه اهـ وقال النووی اجمعواعلی اشتراط وصفه بمایضبط به، شرح النووی مع مسلم ص ۲/۳۱، طبع رشیدیه دهلی، ولا یصح السلم عند ابی حنیفة إلا بسبع شرائط جنس معلوم، ونوع معلوم، وصفة معلومة ومقدار معلوم وأجل معلوم ومعرفة مقدار رأس المال وتسمیة المکان الذی یوفیه الخ، هدایه ص ۹۵ ج۳ باب السلم مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، شامی زکریا ص ۴۶۱-۶۲ ج۷ باب السلم، بدائع کراچی ص۲۰۷ ج۵ کتاب البیوع، فصل واما الذی یرجع الی المسلم فیه.

فی صفقة ہے اور یہ دونوں چیزیں مفسد بیع ہیں، **کماھو مصرح فی کتب الفقه مثل الھدایة**[۱] **والدر المختار**[۲] **وغیرھما**، اور اگر چاول کی قیمت دھان کی قرار دیا جائے، یہ ربوٰ ہے "**ومنعه اظھرمن ان یذکر**"[۳] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/۷/۵۸ھ

الجواب صحیح عبد اللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۸/۷/۵۸ھ

بیع سلم کی بعض صورتیں

سوال:۔(۱) ایک دوکاندار سے دوسرے شخص نے دومن غلہ گندم مثلاً لیا، اور تحریر کر دیا کہ دو ماہ بعد یعنی فصل گندم کٹنے کے بعد اس کے عوض سوا دومن دونگا، اس کو اس جگہ بہتوی کہتے ہیں، یہ لین دین جس میں تفاضل بھی ہے، اور مہلت بھی نہ یداً بیداً اور نہ سواء بسواءٍ ہے، یہ صورت بیع سلم کے اندر شرائط سلیمہ کے ملحوظ رکھنے کے بعد داخل ہے، یا نہیں، جبکہ دونوں طرف سے جنس ہے، نقد نہیں، داخل ہوکر جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ایک من غلہ جس کی قیمت مثلاً دو روپیہ ہے دوکاندار نے کہا کہ یہ ایک من غلہ جس کی قیمت اس وقت بازاری نرخ کے لحاظ سے دو روپیہ ہوتے ہیں، گویا تم کو دو روپیہ دے

---

[۱] الھدایة ،ج۳/ص ۶۰-۵۹/باب البیع الفاسد، قد نھی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم عن بیع وشرط الی قوله: وقد نھی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم عن صفقتین فی صفقةٍاھ

[۲] الدرالمختار: لابیع بشرط لایقتضیه العقد ولایلائمه درمع شامی کراچی،ص ۱۸۵/ج۵/ البیع بشرط فاسدٍ ، ومجمع الانھر ص۹۰-۹۱/۳، مکتبه الباز مکه مکرمه، النھر الفائق ص۴۳۴/۳، باب البیع الفاسد، مطبوعه درالکتب العلمیة بیروت،

[۳] قال تعالیٰ: احل اللّٰہ البیع وحرم الربوا.(البقرہ ،پارہ۳/)، وعلته القدر مع الجنس فان وجدا حرم الفصل والنساء الیٰ ان قال وإن وجد احدھما حل الفصل وحرم النساء الخ در مختار علی الشامی زکریا ص۴-۴۰۳ج۷ باب الربا، النھر الفائق ص ۷۱-۴۷۰ج۳ باب الربا، دار الکتب العلمیة بیروت، بحر ص۱۲۸ ج۶ باب الربا، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

رہا ہوں، گیہوں کی فصل کٹنے کے بعد ان دو روپیوں کا گندم سوا من لونگا، اس صورت میں وہی گندم دیتا ہے، اور گندم تفاضل کے ساتھ لیا ہے، نقد پھر بھی نہیں دیا، فرق اتنا ہے کہ پہلی صورت میں گندم قیمت کر کے نہیں دی تھی، اس میں قیمت پائی گئی، اس صورت میں بھی لینا دینا جنس کا ہے، فقط ربوا سے بچنے کیلئے بطور حیلہ کے یہ سلم میں داخل ہو کر جائز ہے یا نہیں؟

(۳) تیسری صورت قرض کی ہے کہ ایک قیمت کے دوسرے کو دو من گندم قرض دے دو ماہ کے بعد پھر وہی دو من لے گا، اس میں تفاضل وزیادتی تو نہیں البتہ نسیئہ ہے، ید اًبیدٍ نہیں ہے، آیا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) یہ صورت ناجائز ہے "**العاشر (من شروط السلم) ان لایشمل البدلین احد وصفی علة الربا الفضل وھو القدر والجنس اھ** فتاوی عالمگیری" [۱]

(۲) اس صورت میں دو معاملہ ہوئے، ایک تو یہ کہ ایک من غلہ دو روپیہ میں فروخت کیا، دوسرا یہ کہ ان دو روپیوں کے عوض فلاں وقت سوا دو من غلہ لوں گا، پہلا بیع اجل کا ہے، اور دوسرا بیع سلم کا ہے، پس اگر معاملہ پختہ اور ختم ہونے کے بعد مستقل طور پر دوسرا معاملہ کیا ہے، اس طرح کہ اولاً ایک من غلہ فروخت کیا اور اس میں کوئی شرط خلاف مقتضائے عقد نہیں لگائی، البتہ قیمت مؤجل رہی جس کی اجل متعین کردی، پھر اس کے بعد دوسرا معاملہ کیا کہ تمہارے ذمہ دو روپیہ واجب الادا ہے، ان کے عوض اس نرخ سے فلاں وقت گیہوں دیدینا اس نے منظور کرلیا، تو یہ معاملہ درست ہوگیا، اگر پہلے معاملہ کے لئے دوسرے معاملہ کو شرط قرار دیا ہے، مثلاً اس طرح معاملہ کیا کہ ایک من غلہ دو روپیہ کا اس شرط پر تمہارے ہاتھ

---

[۱] فتاویٰ عالمگیری، ص ۱۸۰-۱۸۱/ ج۳/باب السلم، بدائع ص ۳۱۴ ج۵ کتاب البیوع واما الذی یرجع الی البدلین جمیعاً، مطبوعہ سعید کراچی، در مختار علی الشامی زکریا ص ۴۲۶ ج۷ باب السلم.

فروخت کیا کہ فلاں ماہ میں اس دورو پیہ کے عوض تم سے سوادو من غلہ لونگا، تو یہ نا جائز ہے، اس سے بیع اجل ہوئی نہ بیع سلم [1]

(۳) یہ جائز ہے قرض ہے، **الاقراض تقضیٰ بامثالها** [2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱/۱/۵۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۱/۵۹ھ

بیع سلم کی تین صورتیں

سوال:۔(۱) ہمارے یہاں مروج ہے کہ زمیندار لوگ ساہوکاروں کو کپاس لکھ دیتے ہیں یعنی فصل سے پہلے تحریر کردیتے ہیں، کہ میں دس من کپاس مثلاً بحساب فی من ۲۰ دونگا اور تحریر دینے کے وقت رقم یا تو بالکل نہیں دیتے اور ۲۰ فی من کے حساب سے اسی وقت لے لیتے ہیں، باقی ادائیگی کپاس کے بعد وصول کرتے ہیں، یا ساری رقم اسی وقت لے لیتے

---

[1] وكذلک لوباع عبداعلیٰ ان يستخدم ه البائع وقد نهى النبى صلى الله عليه وسلم عن صفقتين فى صفقةٍ، هدايه ص۶۰/ ج۳/ باب البيع الفاسد، الدر المختار على الشامى كراچى ص۱۸۵ ج۵ باب البيع الفاسد، النهر الفائق ص۴۳۴ ج۳ باب البيع الفاسد، دار الكتب العلمية بيروت.

[2] كذافى فى الاشباه ،ص۱۴۳/ كتاب المداينات وفيه ان الديون تقضى بأمثالها، الفن الثانى مطبوعه، اشاعة الاسلام دهلى.

"ويؤيده مافى الهندية عن القاضى الامام فخر الدينؒ...... لواستقرض من آخر حنطة فأعطى مثلها بعد ماتغيرسعرها فانه يجبر المقرض على القبول كذافى مختار الفتاوىٰ، عالمگيرى، ص ۲۰۳/ج۳/ الباب التاسع عشر فى القرض، شامى زكريا ص۶۷۵ ج۵ كتاب الأيمان، باب اليمين فى الضرب والقتل الخ، مطلب الديون تقضٰى بامثالها.

E:\F.M.Fainal\Jild-24\09-Bai Salam

ہیں، تو مذکورہ بالا تین صورتوں میں سے کس صورت میں بیع جائز ہے، اور کس میں نہیں؟

(۲) اگر تحریر کرتے وقت مروج بھاؤ سے کم نرخ پر بیع کریں، مثلاً متعاقدین کی رضا سے بیس کے بجائے ۱۶ نرخ سے طے ہوا اور زمیندار نے تمام رقم اسی وقت وصول کر لی تو اس صورت میں بیع جائز ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ بیع سلم ہے اگر دیگر شروط سلم بھی موجود ہو تو تیسری صورت میں بیع درست ہے، پہلی دوصورتوں میں درست نہیں [1]

(۲) درست ہے "**والسادس ان یکون (رأس المال)مقبوضاً فی مجلس السلم الیٰ قوله: وفی النوازل رجل اسلم عشرة دراهم فی عشرة اقفزة حنطة ولم تکن الدراهم عنده فدخل بیته لیخرج الدراهم ان دخل حیث یراه المسلم الیه لایبطل السلم وا ن تواریٰ عنه بطل کذافی الخلاصة اھ عالمگیری ،ص ۱۷۹ / ج۳/**".[2] **ولاباس بالسلم فی**

---

[1] بظاہر دوسری صورت میں بھی اگر دیگر شروط سلم موجود ہوں، تو جتنا رأس المال نقدادا کیا گیا اس کے مقابل بیع سلم درست ہوگی، اور فقط دین کے عوض باطل ہوگی، جیسا کہ مجمع الانہر کی یہ عبارت شاہد ہے، "**وقبض رأس المال قبل التفرق شرط بقائه فلو اسلم مائة نقدً ا ومائة دینا علی السلم الیه فی کربطل حصة الدین فقط.**

(قوله شرط بقائه) ای بقاء العقد علی الصحة لاشرط انعقاده فینعقد صحیحا بدونه ثم یفسد بالافتراق بلاقبض، مجمع الانهر ص۱۴۵/۳، باب السلم، مکتبه الباز مکه مکرمه، شامی کراچی ص۷ا-۲۱۶ ج۵، باب السلم، هدایه ص۹۶،۹۷ ج۳ باب السلم، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[2] **الهندیه ،ص ۱۷۹-۱۸۰/ج۳/ مطبوعه کوئٹه.الباب الثامن عشرفی السلم ،الفصل الاول فی تفسیره ورکنه الخ، در مختار علی الشامی زکریا ص۴۶۵-۴۶۴ ج۷ باب السلم، بحر ص۱۶۳، ۱۶۲ ج۶، باب السلم،**

القطن والکتان والا بریسم اھ عالمگیری[۱] ص ۱۸۵/ ج ۳/۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/۵/ ۶۶ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/۵/ ۶۶ھ

بیع سلم بلا شرائط

سوال:۔ بیع سلم جائز تو ہے لیکن اگر مع شرائط نہ ہو تو جائز ہے یا نہیں، اور عدم شرائط کے ساتھ اس بیع کے کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب مع شرائط نہ ہو تو جائز نہیں، ناجائز بیع کرنے والا گنہگار ہے۔[۲]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] عالمگیری کوئٹہ ص۱۸۵/ ۳، الفصل الثانی فی بیان مایجوز السلم فیه الخ، بدائع کراچی ص۹-۲۰۸/ ۵، کتاب البیوع، فصل واما الزی لرجع الی المسلم فیه، بحر کوئٹہ ص۱۵۷/ ۶، باب السلم،

[۲] عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قدم رسول الله صلی الله علیه وسلم المدینة وهم یسلفون فی الثمار السنة والسنتین فقال من سلف فی تمر فلیسلف فی کیل معلوم ووزن معلوم الی اجل معلوم . مسلم شریف، ص ۳۱/ ج ۲/ باب السلم مطبوعه سعد دیوبند، فتح القدیر، ص۷۳/ ج۶/ باب السلم ،قال النووی: واجمعوا علی اشتراط وصفه بمایضبط به، مطبوعه دار الفکر بیروت.

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ مدینہ میں تشریف لائے اس حال میں کہ اہل مدینہ کھجوروں میں ایک سال اور دو سال کے لئے بیع سلم کرتے تھے، پس فرمایا نبی اکرم ﷺ نے کہ جو شخص بیع سلم کرے کھجوروں میں تو چاہئے کہ وہ متعین پیمانے کے ذریعہ اور متعین وزن کے ذریعہ مدت متعین تک بیع سلم کرے۔

"ولوقال بعت منک قفیز حنظة بهذاالدرهم ولم یذکر شرائط السلم لایجوز (بدائع ص ۴۸۵/ ج۴/ حکم التصرف)، شامی زکریا ص ۴۶۱ ج۷ باب السلم، هدایه ص۹۵ ج۳ باب السلم، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

سلم

سوال:۔ مثلاً آج کل منجی کا بھاؤ ۲۵/روپیہ من ہے، ہم سے زید روپیہ قرض مانگتا ہے ،اور کہتا ہے کہ میں فصل پر تم کو آٹھ روپیہ من منجی دیدونگا، تو اس طریقہ سے روپیہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداومصلیاً

قرض کا اس طرح معاملہ کرنا شرعاً درست نہیں ''**لان الاقراض تقضى بامثالها**''[1] البتہ بیع سلم کا معاملہ کیا جا سکتا ہے، وہ یہ کہ قیمت پیشگی دی جائے، اور منجی بعد (فصل) وصول کی جائے، اس کے لئے نرخ قسم وصول کی جگہ وصولی کا وقت، غرض سب چیزیں اس طرح صاف صاف طے کر لی جائیں کہ بعد میں نزاع نہ ہو، فصل پر عامۃً جو نرخ ہو اس کی پابندی لازم نہیں، بلکہ وقت عقد جو نرخ تجویز کر لیا جائے، اس کی پابندی لازم ہوگی،[2] مگر اس کا خیال رہے کہ اس بیع سلم کو قرض لینے اور نرخ سے زیادہ منجی دینے کا حیلہ نہ بنایا جائے، جس سے سود کے ساتھ مشابہت ہو جائے، اس میں احتیاط کی ضرورت ہے۔[3]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۳/۸۸ھ

الجواب صحیح سید احمد علی سعید غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۳/۸۸ھ

---

[1] کذافی الاشباہ ،کتاب المداینات ،ص ۱۴۳/وفیه ان الدیون تقضی بامثالها.ویؤیده مافی الهندیة،لواستقرض من آخر حنطة فأعطی مثلها بعدما تغیر سعرها فانه یجبر المقرض علی القبول،ص ۲۰۳/ج۳/ الباب التاسع والعشرون فی القرض، شامی زکریا ص۶۷۵ ج۵ کتاب الأیمان، باب الیمین فی الضرب والقتل.

[2] فالسلم عقد یثبت به الملک فی الثمن عاجلافی الثمن آجلا، الهندیة کوئٹه ص۱۷۸/ج۳/ وفی ملتقی الابحر: ''ویصح فیما أمکن ضبط صفته ومعرفة قدره لافی غیره (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مبیع نہ دینے کی صورت میں بیع سلم کا حکم

سوال:۔ ایک شخص نے تجارت کے لئے پچاس روپیہ بایں طریق ایک دوسرے شخص سے لئے کہ لینے کے دن سے چار ماہ بعد متعین تاریخ کوان پچاس روپیوں کے بالعوض دومن گھی ادا کرے گا، اگر گھی نہ ہوسکا تو جتنی رقم بدن مروجہ کے طریق کے مطابق ہوگی، اس کو تاریخ متعین پرادا کردے گا، اور آج کل کی بدن مروجہ کی صورت بنیوں کے یہاں یہ ہوتی ہے کہ جب کوئی بدن پرروپیہ لینے والا شخص جنس مقررکووقت پرادانہیں کرتا، توایام جنس معہودہ کےادا کرنے کےمقرر ہوتے ہیں، ان سے جودن ایسا ہوکہ سبھی جنس معہودہ گراں فروخت ہوتو اس نرخ کے حساب سے دام کاٹتے ہیں، مثلاً مقررہ مدت چار ماہ ہے، اور جنس مقررہ ادانہ ہوسکی اور جنس معہودہ کے دام ادا کرتے ہیں توان چار ماہ میں اگر گھی آدھ سیر کا کسی روزفروخت ہوگیا تو دومن گھی کے دام ایک ۱۶۰/روپے لیں گے، اب اگر یہ رقم مذکورہ مقروض سے تاریخ مقررشدہ پرنہ ادا کی تو ایک ۱۶۰/روپیوں پرسود چالو ہوجاوے گا، مالک جب چاہے تین سال کے اندر اندر بذریعہ ڈگری اپنی رقم بمع سود وصول کرسکتا ہے، اور اگرایسا ہوجائے کہ گھی سیر کا فروخت ہوتا تھا، اوراس وقت ڈیڑھ سیر کے نرخ پر بدنی ہوئی تھی، اور بدنی ہوتے ہی مثلاً گھی دوسیر کا ہوگیا، تو بنیا دومن گھی کے دام سیر کے نرخ کے حساب سے کاٹتے ہیں، دوسیر

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) وقال فی المجمع: ویصح السلم فیما ا مکن ضبط صفته ای جودته وردائته ونحو ذلک ومعرفة قدره أی مقداره اعم من الکیل والوزن والذرع لانه لایفضی الی المنازعة، مجمع الانهر، ص ۱۳۸/ج۳/ باب السلم"، در مختار علی الشامی زکریا ص ۴۶۱-۴۶۲ باب السلم، البحر الرائق ص ۱۶۰-۱۶۱ ج۶ باب السلم، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

۳؎ ومنها الخلومن شبهة الربوا، لان الشبهة ملحقة بالحقیقة، فی باب الحرمات احتیاطاً والاصل الحلال بین والحرام بین وبینهما امور مشتبهات فدع مایریبک الیٰ مالایریبک، بدائع، ص ۴۲۶/ج۴/.

کے نرخ سے دومن گھی کے چالیس روپیہ نہ کاٹیں گے، یعنی مطلب یہ کہ پورے پچاس روپیہ یا پچاس سے کم روپیہ کبھی نہیں لیتے۔

اس مسئلہ میں دریافت طلب یہ بات ہے کہ اگر یہ روپیہ لینے والا شخص کسی سے بدنی مذکورہ پچاس روپیہ لیتا تو مشکل سے روپیہ ملتے اوران پرروپیہ لیتے ہی سود چالو ہوجاتا، تواس سے بہتر تو یہی ہے کہ بایں طورروپیہ لیلے اوراس بدنی کی صورت میں چونکہ مقروض کواپنے مال حقیقت کو دیکھتے ہوئے، یہ یقین ہے کہ بہرصورت اس دومن گھی کو وقت پرادا کردونگا تو اس صورت میں تاہم ایک بگڑی صورت بیع سلم کی جب بھی ہے اس یقین مذکور کی بناء پرایک ایسا معاملہ کرلیا جائے، تو شرعاً درست ہے، یانہیں؟ نیز دوسری صورت یہ ہے کہ پچاس روپیہ لیتا تو ہے بدنی پرلیکن لینے والے کی نیت روپیہ لیتے ہی یہ ہوتی ہے کہ وقت پروہ دام ادا کردوں گا، جودومن گھی کے مالک دام کاٹے گا تواس صورت کا حکم بھی بیان فرمایا جائے؟

الجواب حامداًومصلیاً

یہ معاملہ شرعاً ناجائز ہے اس روپیہ کے عوض اس نرخ سے فلاں تاریخ کو گھی دیدونگا، تو درست ہے، لیکن گھی نہ دینے کی صورت میں بدنی مروجہ کے طریق پررقم کی ادائیگی کوشرط قراردینا مفسد ہے، اور بیع ان عقود میں سے ہے جوکہ شرط فاسد سے فاسد ہوجاتی ہے، گھی کے ادانہ کرسکنے کی صورت میں اصلی رقم کی واپسی بلاکمی بیشی لازم ہے، کمی بیشی ناجائز ہے، اوراس پرسود بالکل ہی حرام ہے "ولایجوز لرب السلم شراء شئی من المسلم الیه براس المال......قبل قبضه لقوله علیه السلام لاتاخذالا سلمک اوراس مالک ای لاتاخذ الا ماأسلمت فیه حال قیام العقد اورأس مالک بعد الانفساخ۔اھ مجمع الانہر[1] ص۱۰۳/ج۱"۔

---

[1] مجمع الانهر ،ص ۱۴۵/ ج۳/ مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

E:\F.M.Fainal\Jild-24\09-Bai Salam

محض مال حیثیت کے اعتماد پر کسی عقد میں شرط فاسد کا لگانا درست نہیں ہے[1] اس صورت میں اصل راس مال دینا تو درست ہے اور زیادہ دینا ناجائز ہے[2] البتہ اس میں ایک دھوکہ ہے وہ یہ ہے کہ دوسرا اس خیال میں ہے کہ مجھے وقت متعین پر گھی ملے گا، اور یہ شروع سے ہی رأس المال ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، اس لئے یہ نیت بھی ممنوع ہے[3]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۳/۵/۵۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۵/۵۹ھ

بیع سلم فی الفلوس

سوال:۔ زید ایک عالم شخص ہے روپیہ کی ترقی کے لئے اس صورت سے ایک معاملہ کرتا ہے، زید نے عمر کو ۶/ ماہ کے وعدہ پر ۲۰۰/ روپیہ قرض دیا اور قرض دیتے وقت عمر سے اس

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) باب السلم، البحر الرائق کوئٹہ ص۱۶۶ ج۶ باب السلم، الدر المختار علی الشامی زکریا ص۴۶۸ ج۷ باب السلم، مطلب هل اللحم قیمی او مثلی.

(**صفحہ ہٰذا**) [1] ولیس کل شرط یفسد البیع بل لا بد ان لا یقتضیه العقد ولا یلائمه ولا یتعارف وکان فیه منفعة لاحد المتعاقدین وللمعقود علیه وهو من اهل الاستحقاق ولم یرد الشرع بجوازه، النهر الفائق ص۴۳۴ ج۳ باب البیع الفاسد، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، مجمع الأنهر ص۹۰،۹۱ ج۳ باب البیع الفاسد، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص۸۵ ج۶ باب البیع الفاسد.

[2] لانه ربوا،وقال تعالیٰ ''احل اللّٰه البیع وحرم الربوا''(البقرہ،پارہ۳/)آیت ۲۷۵.

[3] باب مایکره من الخداع فی البیع کانه اشار الی ان الخداع فی البیع مکروه ،حواشی البخاری ،ص ۲۸۴/ج ۱/، کتاب البیوع، مطبوعه اشرفی دیوبند، فتح الباری ص۲۶ ج۵ مطبوعه نزار مصطفی الباز مکه مکرمه.

مضمون کی ایک دستاویز لکھوالی کہ میں نے مبلغ ۲۰۰/روپیہ ۶/ماہ کے وعدہ پر بطور سلم عمر کو دیا ،میعاد کے ختم ہونے پر فی روپیہ نو دونی (بڑی چوگوشہ والی) کے حساب سے وصول کرلونگا عمر نے اس کو قبول کرلیا میعاد گذرنے پر عمر نے حسب قرار داد دوسو روپیہ کی دونیان نو دونی کے حساب سے ۱۸۰۰/دونیان زید کے حوالہ کردیں ، پھران دونیوں کو بازار میں لیجا کر روپیہ ونوٹ سے تبادلہ کرلیا عوام کو جب اس معاملہ کی اطلاع ہوئی ،تو سودخوری کی تہمت لگائی اس پر زید نے کہا کہ میرا یہ معاملہ بیع سلم ہے اور شیخینؒ کے نزدیک علاوہ سونے چاندی کے سکوں کے اور تمام سکوں میں بیع سلم درست ہے م تمام کتب فقہ درمختار شامی وغیرہ میں اس کی تصریح موجود ہے، اب دریافت طلب یہ ہے کہ یہ معاملہ بیع سلم ہے، یا سود کا حیلہ ہے اگر سود کا حیلہ ہے تو بیع سلم فی الفلوس کی کونسی صورت ہے جو درست ہے، مثال سے واضح فرمایا جاوے، نیز دستاویز والے معاملہ میں سود لینے کا کیا قرینہ ہے، اور اس کی کیا علامت ہے، اور اگر یہ معاملہ بیع سلم ہے اور عندالشیخین جائز ہے، تو ایسی حالت میں جب کہ عوام اس صورت کے مرتکب کو سودخواری کی تہمت لگائیں ، اور زید مذہبی مقتدا بھی ہو تو اس کو ایسے معاملات سے اجتناب ضروری ہے یا نہیں، اگر نظر اقدس میں کوئی عبارت کتب فقہ حنفی کی ایسی ہو کہ بیع سلم فی الفلوس میں اگر نیت سود لینے کی ہو تو حرام ہے ورنہ درست تو اسکے نشان سے مطلع فرمادیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

فقہاء حنفیہ نے تصریح کی ہے کہ بیع سلم فی الفلوس شیخینؒ کے نزدیک جائز ہے بلکہ ظاہر الروایت امام محمدؒ سے بھی جواز کی منقول ”وظاھرالروایة عن الکل الجواز، بحرالرائق ،ص[۱] ۱۵۶/ج۶/فتح القدیر[۲] ،ص۳۲۷/ج۵/شامی ،ص۳۱۸/ج ۵/[۳]۱ اور دیگر

---

[۱] البحرالرائق ،ص ۱۵۶/ج۶/ فی اوائل باب السلم، مطبوعه ماجدیه کوئٹه.

[۲] فتح القدیر ،ص۷۵/ج۶/ باب السلم، مطبوعه دارالفکر.

[۳] شامی کراچی، ص ۲۱۰/ج۵، باب السلم، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کتب میں بھی ظاہر الروایۃ ائمہ ثلاثہ سے جواز کی موجود ہے، اصل یہ ہے کہ اثمان یعنی سونا، چاندی میں بیع سلم جائز نہیں، اور سلور، تانبا، کانسی وغیرہ کو اگر سکہ بنالیا جائے، تو اسکو اصطلاحاً ثمن کہا جاوے گا، حقیقت میں وہ ثمن نہیں جس وقت اس اصطلاح کو توڑ دیا جائیگا، تو ثمنیت باطل ہوجائے گی، جب دو مسلمان کسی ایسے سکہ میں بیع سلم کرلیں حالانکہ وہ جانتے ہیں، کہ ثمن میں بیع سلم جائز نہیں تو لامحالہ کہا جائے گا، کہ انہوں نے اصطلاحی ثمنیت کو باطل کردیا، تو اب نہ وہ شرعاً ثمن ہے، نہ اصطلاحاً بلکہ مثل دوسری غیر متفاوت اشیاء کے ہے، جیسے ان اشیاء میں بیع سلم عدداً جائز ہے، اسی طرح اس سکہ میں بھی جائز ہوگئی، "**واما السلم فی الفلوس عدداً فجائز عندابی حنیفةؒ وابی یوسفؒ وعند محمدؒ لایجوز بناءً علیٰ ان الفلوس اثمان عنده فلایجوز السلم فیها کمالا یجوز السلم فی الدراهم والدنانیر وعندهما ثمنیتها لیست بلازمة بل تحتمل الزوال لانها ثبتت بالاصطلاح فتزول بالاصطلاح واقدام العاقدین علیٰ عقد السلم فیها مع علمهما انه لاصحة للسلم فی الاثمان اتفاق منهما علیٰ اخراجها عن صفة الثمنیة فتبطل ثمنیتها فی حق العاقدین سابقاً علیٰ العقد وتصیر سلعاً عددیة فیصح السلم فیها کمافی سائر السلع العددیة بدائع**، ص۲۰۸/ج۵/[۱]

اس میں شک نہیں کہ یہ ایک حیلہ سود کا ہے مگر جب فقہاء نے جائز لکھا ہے تو عوام کے حرام کہنے سے حرام نہیں ہوسکتا، البتہ اس قسم کے حیلہ سے بچنا اولیٰ وافضل ہے[۲] خصوصاً جب

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) النهر الفائق ص۴۹۸ ج۳ باب السلم، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، مجمع الأنهر ص۱۳۸ ج۳ باب السلم، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

(صفحہ ہذا) [۱] البدائع زکریا، ص۴۴۲/ج۵/ مایرجع الی المسلم فیه، مجمع الأنهر ص۱۳۸ ج۳ باب السلم، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، النهر الفائق ص۴۹۸ ج۳ باب السلم، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، المحیط البرهانی ص۲۸۷ ج۱۰، نوع آخر فی بیان ما یجوز السلم فیه ومالا یجوز، مطبوعه ڈابھیل. (حاشیہ [۲] اگلے صفحہ پر)

کہ اس حیلہ کی وجہ سے علما کو سود خواری کی تہمت لگائیں، اور برا سمجھیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۳؍ ج ۲؍ ۵۲ھ

الجواب صحیح عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷؍ ج ۲؍ ۵۲ھ

اشکال بر جواب مذکورہ

سوال:۔ (۱) مفتی صاحب نے لکھا ہے کہ اس میں شک نہیں کہ یہ ایک حیلہ سود کا ہے، مگر جب کہ فقہاء نے الخ تو عرض یہ ہے کہ جب آپ کے نزدیک یہ حیلہ یقینی سود کا ہے پھر فقہاء جائز کیسے لکھ سکتے ہیں، کیا ہمارے فقہاء حیلہ سے سود لینے کی تعلیم دیتے ہیں، مجھ کو وقت درس حضور نے سمجھایا تھا کہ شبہ ربا بھی حرام ہے، فقہاء نے اس سے بچنے کی تاکید شدید فرمائی ہے۔

(۲) حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا تھانویؒ نے فتاویٰ امدادیہ تتمہ اولیٰ جلد ثالث، ص ۱۶۷؍ اور تتمہ ثالثہ، ص ۲۳؍ میں بیع سلم فی الفلوس کے جواب میں بیع سلم کی صحت تسلیم کرنے کے بعد ارشاد فرمایا ہے کہ اس حیلہ سے مقصود سود لینا ہے، لہٰذا ناجائز ہوگا۔

(۳) سائل کو بیع سلم فی الفلوس کی صحت اور اتفاق جواز میں کلام نہیں، مقصود یہ ہے کہ واقعہ مندرجہ سوال بیع سلم میں داخل ہے، یا حیلہ سے سود لینا، حضور نے فرمایا حیلہ سے سود لینا۔

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ۲؎ مالا یعرف له اصل فی تحلیل ولا تحریم فالورع ترکه، مرقاة شرح مشکوٰة ص۲۸۸ ج۳ باب الکسب، الفصل الاول، مطبوعه بمبئی، شرح السنة ص۱۰ ج۵ کتاب البیوع، باب الاتقاء عن الشبهات، مطبوعه مصطفی احمد الباز، عمدة القاری ص۱۶۶ ج۶ الجزء الحادی عشر، کتاب البیوع، باب: الحلال بین والحرام بین، مطبوعه دار الفکر بیروت.

اب میں پوچھتا ہوں کہ اس کی علامت کیا ہے، جس سے ہم سمجھ لیں کہ یہاں سے سود لینا مقصود ہے، سائل کا خیال ہے کہ زید کا فوراً بازار میں جا کر دونیوں کے نوٹ اور روپیہ سے تبادلہ کرنا اس کی علامت ہے کہ مقصود سلم کی آڑ میں سود ہے، یہ خیال صحیح ہے یا نہیں؟

(۴) بیع سلم فی الفلوس کی وہ کونسی صورت ہے جس میں مقصود بیع ہو سود نہ ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہمارے فقہائے حنفیہؒ حیلہ سے سود لینے کی تعلیم نہیں دیتے، بلکہ سود سے بچنے کا طریق اور مخرج بتلاتے ہیں جس حیلہ سے سود لینا یا کسی شئی حرام کا ارتکاب یا ابطال حق غیر مقصود ہو اس سے ہمارے فقہاء نے منع فرمایا ہے اور جس حیلہ سے تخلص عن الحرام یا توصل الیٰ الحلال مقصود ہو اس کی اجازت دی ہے، بلکہ اس کو مستحسن کہا ہے، **"من مذهب علمائنا ان كل حيلة يحتال به الرجل لابطال حق الغير اولادخال شبهة فيه اولتمويه باطل فهى مكروهة وكل حيلة يحتال بها الرجل ليتخلص بهاعن حرام اوليتوصل بها الىٰ حلال فهى حسنة والاصل فى جواز هذا النوع الحيل من قول الله تعالىٰ وخذبيدك ضغثاً فاضرب به ولاتحنث وهذا تعليم المخرج لايوب النبى وعلىٰ نبينا وعليه الصلوٰة والسلام عن يمينه التى حلف ليضربن امرأته مائة عود وعامة المشائخ علىٰ ان حكمها ليس بمنسوخ وهو الصحيح من المذهب كذافى الذخيرة. عالمگيرى، ص ٨٢٨/ ج ۴/ اول كتاب الحيل.**

ایک شخص کسی وجہ سے حرام میں مبتلا ہونے والا ہے، اگر وہ اس حرام سے بچنے کی کوئی تدبیر اختیار کرے تو شرعاً کچھ مذموم نہیں، **"الحيل جمع حيلة وهى الحذق فى تدبير الامور وهى تقليب الفكر حتى يهتدى الىٰ المقصود فن خامس فى الحيل فى**

[1] عالمگیری ،مطبوعه كوئٹه ،ص ۳۹۰/ج۶، الفصل الاول فى بيان جواز الحيل وعدم جوازها.

الاشباہ، ص ۱۷۴ / [1]

بہت سے فقہاء نے کتاب الحیل کو کتاب المخارج سے تعبیر کیا ہے "**قال ابو سلیمان کذبوا علیٰ محمد رحمه اللّٰه تعالیٰ لیس له کتاب الحیل وانما هو الهرب من الحرام والتخلص منه حسن قال تعالیٰ وخذ بیدک ضغثاً الخ وذکر فی الخبران رجلاً اشتریٰ صاعاً من تمر بصا عین فقال صلی اللّٰه علیه وسلم اربیت هلا بعت تمرک بالسلعة ثم ابتعت بسلعتک تمراً وهذا کله اذالم یؤدالیٰ الضرر بأحدٍ انتهی اشباه[2]**"

اگر نیت فاسد ہو تو حیلہ ناجائز ہے لیکن نیت پر اطلاع ہونا مشکل ہے، اسلئے حکم قطعی کسی کی نیت کے متعلق نہیں لگایا جاسکتا۔

(۲) حضرت حکیم الامت ادام اللہ فیوضہم نے جو کچھ تحریر فرمایا خود جناب قائل ہیں کہ انہوں نے بیع سلم کی صحت کو تسلیم کرلیا ہے، اور فساد نیت کی وجہ سے اس قسم کے معاملات کو ناجائز کہا ہے، سو حضرت کی تحریر یہاں کے جواب کے خلاف نہیں۔

(۳) سائل کا خیال بظاہر صحیح معلوم ہوتا ہے، لیکن احتمال یہ بھی ہے کہ اول زید کو دونیوں کی ضرورت تھی پھر رائے بدل گئی اس لئے قطعی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ زید کا مقصود حیلہ سے سود لینا ہی ہے۔

(۴) کسی شخص کو کسی کام کے لئے ایسے سلور کی ضرورت ہے جس میں دوسری دھاتیں اس نسبت سے پڑی ہوں جس نسبت سے سلور کی چوگوشہ دونیوں میں ہوتی ہیں، اور کہیں ایسا سلور بغیر سکہ کے ملتا نہیں تو ایسی صورت میں کہا جائیگا، کہ بیع سلم مقصود ہے سود نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۷/۵۲ھ

---

[1] **الاشباه والنظائر، ص ۲۱۸ / الفن الخامس، الحیل، مطبوعه مکتبه اشاعت الاسلام دهلی.**

[2] **الاشباه والنظائر ص ۲۱۸ / الفن الخامس، الحیل، مطبوعه مکتبه اشاعت الاسلام دهلی.**

جب عاقل بالغ کے کلام میں دو محمل ہوں ایک صحیح ایک فاسد تو شریعت کی تعلیم ہے کہ اس کا کلام صحیح محمل پر حمل کیا جائے گا[1]۔

الجواب صحیح عبداللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/رجب ۵۲ھ

قسط پر سامان مجہول قیمت پر بیچنا درست نہیں

سوال:۔ ہم نے اقساط پر گھڑیوں کی دوکان کھولی ہے، جس میں سو افراد طے کئے ہیں، اور ہر فرد روزمرہ دو روپیہ داخل کرے اور اس گھڑی کی قیمت ۱۸۰/روپے ہے خواہ وہ اقساط سے خریدے یا ایک وقت قیمت دے کر خریدے اور ہم نے اس کی مدت تین ماہ مقرر کر رکھی ہے، جس میں ہم روز ضرور اسے دو روپیہ وصول کرتے ہیں، اور پندرہویں دن کے بعد قرع اندازی کرتے ہیں اور جس کا بھی نام نکلے گا اس کو وہ گھڑی دی جاتی ہے، اور اس شخص کے پیسے پھر نہیں لئے جاتے، اسی طرح پورے تین ماہ کے عرصہ میں پانچ قرع اندازی کی جاتی ہے، پہلے قرع میں جو گھڑی ملے گی وہ تیس روپے میں اور اخیر میں جو گھڑی نکلے گی وہ ڈیڑھ سو روپے میں پڑتی ہے، اور چھٹی مرتبہ جو قرع ہوگا اس میں باقی افراد کو ایک سو اسی میں دی جاتی ہے، اس کے بارے میں شرعی مسئلہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ صورت ایک قسم کا قمار (جوا) ہے[2] اور گھڑی کی قیمت مجہول ہے نہیں معلوم کسی کی

---

[1] وحمل فعل المسلم على الصحة والحل واجب ما امكن الا ان تقوم البينة، مبسوط سرخسی ص۶۲ ج۹ الجزء السابع عشر، كتاب الدعوى، قبيل باب الدعوى فی التناج، مطبوعه دار الفكر بيروت، قواعد الفقه ص۱۲ اصول الامام المجتهد ابی الحسن الكرخیؒ، مطبوعه دارالكتاب ديوبند.

[2] يايهاالذين اٰمنو انما الخمر والميسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبواه الاية سورة المائدة آيت ۹۰/. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

گھڑی کی قیمت کتنی ہوگی، اس لئے شرعاً یہ معاملہ درست نہیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۴/۱۳۹۹ھ

قیمت متعینہ میں تاخیر کی وجہ سے زیادتی

سوال:۔ زید نے بکر کو ایک من دھان دیا اور زید نے بکر کے ساتھ شرط کیا کہ پوس مہینہ میں تم سے ڈیڑھ روپیہ لونگا، مگر بکر غریب اس وقت روپیہ ادانہ کرسکا دھان دینا آسان ہے، اگر زید اسی نرخ معینہ کا اس وقت کے بازار کے حساب سے دھان لے تو یہ دھان لینا اس نرخ کا بیع سلم کے مطابق ہے یا نہیں؟ یا اور کسی طرح شرعاً جائز ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ بیع سلم نہیں، کیونکہ بیع سلم کیلئے تو ضروری ہے کہ مشتری روپیہ پہلے دے اور مسلم فیہ کی صفات متعین کر کے وقت معینہ پر مسلم فیہ وصول کر لے[2] اور یہاں ایسا نہیں ہوا بلکہ ایک من

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) **ترجمہ**:۔ اے ایمان والوں بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں، سواس سے بالکل الگ رہو۔ (از بیان القرآن)

(**صفحہ ہذا**) [1] ولابد من معرفة قدر ووصف ثمن غير مشار لا مشار اى لا يصح البيع الا بمعرفة قدر المبيع والثمن ووصف الثمن الخ، البحر الرائق كوئٹه ص۲۷۳ ج۵ كتاب البيوع، الدر المختار على الشامى كراچى ص ۵۲۹ ج۴ كتاب البيوع، مطلب لا يبطل الايجاب سبعة، النهر الفائق ص۳۴۲ ج۳ كتاب البيوع، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، سكب الانهر على مجمع الأنهر ص۱۲ ج۳ كتاب البيوع، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] وشرطه بيان جنس ونوع وصفة وقدر وأجل وقدر رأس المال فى مكيل وموزون وعددى غير متفاوت مكان الإيفاء ...... وهو شرط بقائه على الصحة لا شرط انعقاده بوصفها فينعقد صحيحاً ثم يبطل بالإفتراق بلا قبض، الدرالمختار على الشامى ص۲۱۴، ۲۱۷، ج۵، باب السلم، المحيط البرهانى ص۲۷۷، ج۱۰، الفصل الثانى والعشرون فى السلم، مطبوعه ادارة القرآن،

دھان کی ڈیڑھ روپیہ کے عوض بیع کی اور ڈیڑھ روپیہ کی ادائیگی کا وقت معین کر دیا ہے، اب اصل تو یہ ہے کہ بکر سے اپنا ڈیڑھ روپیہ زید وصول کر لے، اگر بکر کے پاس ڈیڑھ روپیہ موجود نہیں تو وہ دھان فروخت کر کے کسی جگہ سے ڈیڑھ روپیہ لا کر زید کو دیدے اور یہ بھی درست ہے کہ زید اس ڈیڑھ روپیہ کے عوض بکر سے اس وقت کے نرخ سے دھان لے لے اس میں سود نہ ہوگا، اگر زید اولاً دھان ڈیڑھ روپیہ کے عوض فروخت نہ کرتا بلکہ یہ کہتا کہ ایک من دھان اس وقت لے لو اور پھر فلاں ماہ میں اس ایک من کے عوض مثلاً ڈیڑھ من مجھے دینا، یا اس طرح معاملہ کرتا کہ اس وقت ایک روپیہ کے دھان میں لیلوں گا، تو ناجائز ہوتا ہے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷/۱۱/۵۸ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱/ذی قعدہ ۵۸ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱/ذیقعدہ ۵۸ھ

قسطوں پر روپیہ جمع کر کے سامان حاصل کرنا اور انعام لینا

سوال:۔ یہاں پر سائیکل کے ایک تاجر نے چند ماہ سے یہ طریقہ شروع کیا ہے، کہ سائیکل کے خریداروں کو بیس ماہ کے لئے ممبر خریداری بناتا ہے ہر خریدار کو ایک خریداری نمبر دیتا ہے، ہر خریدار ہر ماہ مبلغ ۱۲/روپیہ بیس ماہ تک جمع کرتا رہتا ہے، جب کہ کل رقم مبلغ ۲۴۰/

[1] فی درالمختار: وعلته ای علة تحریم الزیادة القدر مع الجنس فان وجداحرم الفضل ای الزیادة والنسا بالمدالتاخیر وان عد ماحلاالخ،الدرالمختار علی الشامی نعمانیه،ص۱۷۸/ ج۴/ مطبوعه زکریا، ص۴۰۳/ ج۷/باب الربا، مجمع الأنهر ص۱۲۰ ج۳ کتاب البیوع، باب الربا، تبیین الحقائق ص۸۷ ج۴ باب الربا، مکتبه امدادیه ملتان.

روپیہ ہوجاتی ہے، تو سائیکل خریدار کو دیدی جاتی ہے، نیز دوکاندار اپنے خریداروں سے ہی لیکر ہر ماہ ایک سائیکل بطور انعام دیتا ہے، اپنے ممبران میں سے جس کا نمبر خریداری مقرر کردہ نمبر کے مطابق ہوتا ہے، انعام پانے والے خریدار کو اختیار رہوتا ہے چاہے اب قسطیں بند کردے اور یہ سائیکل لیلے، یا دوسری سائیکل قسطوں کے اختتام پر حاصل کرلے، تو مذکورہ شکل کو بیع سلم مانا جائے گا یانہیں؟ اوراس شکل میں بیع فاسد ہے یا باطل؟ یا بیع صحیح ہے، اور یہ انعام لینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بیع سلم کے لئے مجلس عقد میں (راس المال) ثمن پر مسلم الیہ کا قبضہ ضروری ہے، وہ یہاں مفقود ہے، اگر ثمن کا کچھ حصہ دیدیا جائے، اور کچھ حصہ مسلم الیہ کی طرف بطور دین کے ذمہ میں پہلے سے تھا تو مقدار دین میں بیع سلم باطل ہوجائے گی، اور صرف مقدار مخصوص میں صحیح رہے گی۔

" فان اسلم مائتی درهم فی کربر مائة دینا علیه ای علی المسلم الیه ومائة نقداً نقد ها رب السلم وافترقا علیٰ ذٰلک فالسلم فی حصة الدین باطل اھ درمختار [۱]"

اورصورت مسئولہ میں تو بائع کے ذمہ مقدار بائع کو دی جائے اور پھر اس قرض کے عوض سائیکل خریدی جائے، تو یہ بیع مداینہ کے قبیل سے ہوجائے گی، ہر ماہ ایک سائیکل انعام میں دینا، یہ لالچ دے کر خریداروں کو بڑھانا ہے، کہ خریدار بلاضرورت مبلغ ۱۲/روپئے ماہانہ جمع کرادیا کریں، پھر ایک سائیکل تو بہرحال ملے ہی گی، ممکن ہے کہ انعام بھی نکل آوے، اگر

---

[۱] الدر المختار علی الشامی نعمانیه، ص، ۲۰۹/ج۴/مطبوعه زکریا دیوبند، ص ۴۶۶/ج۷/ مطبوعه کراچی، ص ۲۱۸/ج۵/ (باب السلم)، البحر الرائق ص ۱۶۴ ج۶ کتاب البیوع، باب السلم، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، النهر الفائق ص ۵۰۶ ج۳ کتاب البیوع، باب السلم، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

اس انعام کی صورت میں خریدار کا روپیہ ضائع ہونے کی کوئی صورت نہیں، جیسا کہ عبارتِ سوال سے ظاہر ہوتا ہے، اور قیمت بھی پوری دیتا ہے، یہ نہیں کہ قیمت پوری ہونے سے پہلے (خواہ ایک ہی خط پر سہی) اگر نام نکل آئے تو سائیکل مل جائے، اور بقیہ قیمت ساقط ہوجائے، تب تو ظاہر یہ صورت جائز معلوم ہوتی ہے، ورنہ تو جوئے کی شکل میں ہوکر ناجائز ہوجائیگی[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱۰/۸۹ھ

---

[1] انما الخمر والميسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه الاية سورة مائدة آيت نمبر ۹۰ .

باب دھم: بیع صرف

بیع صرف کی ایک صورت

سوال:۔ایک آدمی دس تولہ چاندی لاکر کہتا ہے کہ اس کا زیور چاہئے، زیور سنار کے پاس تیار ہے اور وہ سنار ٹانکا کاٹ کر برابر بدل دیتا ہے، یا دونوں کی قیمت لگا کر بدل دیتا ہے، اس میں کونسی بات درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب چاندی کی بیع چاندی ہی کے زیور کے بدلہ میں ہوتو برابر ہونا ضروری ہے، کمی بیشی درست نہیں[1] لیکن اگر ایک جانب میں چاندی کے علاوہ کوئی اور چیز بھی ہو مثلاً کچھ پیسے یا کوئی اور سکہ چونی اٹھنّی وغیرہ کا ہو تو دوسری جانب میں زیادتی درست ہے، مثلاً ایک طرف دس تولہ چاندی اور آٹھ آنہ پیسے ہوں اور دوسری طرف بارہ تولہ چاندی ہو تو درست ہے۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] فان باع فضة بفضة اوذهباً بذهب لايجوز الا مثلاً بمثل الخ، هدايه ص ۱۰۴/ج۳/ مكتبه ياسر اينڈ كمپنى ديوبند، اول باب الصرف، زيلعى ص۱۳۵ ج۴ كتاب الصرف، مطبوعه امداديه ملتان، مجمع الأنهر ص ۱۶۲ ج۳ كتاب الصرف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] ولوتبايعا فضة بفضة اوذهباً بذهب احد هما اقل ومع اقلهما شئى آخر يبلغ قيمته باقى الفضة جاز البيع من غير كراهة وان لم تبلغ فمع الكراهة، هدايه ص۱۰۸/ج۳/ مطبوعه ياسرنديم ديوبند، باب الصرف، ويجوز بيع درهم صحيح ودرهمين غلة بدرهمين صحيحين ودرهم غلة كذا فى الهداية فتاوى عالمگيرى ص ۲۱۹ ج۳ كتاب الصرف الباب الثانى فى أحكام العقد الخ الفصل الاول، مطبوعه كوئٹه، زيلعى ص ۱۳۹ ج۴ كتاب الصرف، مطبوعه امداديه ملتان.

ایک نوٹ کی بیع دونوٹ کے بدلے

سوال:۔ ایک نوٹ دیکر دونوٹ لینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نوٹ آج کل اپنے رواج کے اعتبار سے مستقل مال کی حیثیت رکھتا ہے، اور یہ اموال ربویہ میں سے نہیں، جس میں مثلاً بمثل لازم ہو تفاضل کی گنجائش ہے جیسا کہ بیع فلوس میں بعض ائمہ نے بیان فرمایا ہے[1]

مگر اس کا انتظام کرلیں کہ خلاف قانون ہوکر جرم نہ بنجائے اور پھر سزا بھگتنی پڑے[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۶/۱۴۰۰ھ

روپیہ، نوٹ، ریزگاری کی بیع متفاضلاً

سوال:۔(۱) فی الحال جو روپیہ رائج ہیں جس میں چاندی کم اور غش غالب ہو ان کو یا نوٹ کو پہلے کے روپیہ کے عوض تفاضلاً بیچنا جس میں چاندی غالب اور کھوٹ کم ہو جائز ہے یا نہیں؟

(۲) روپیہ نوٹ کی بیع ریزگاری یا پیسوں سے تفاضلاً جائز ہے یا نہیں، نیز ہر ریزگاری

[1] ویجوز بیع الفلس بالفلسین باعیانهما الخ، هدایه ص ۸۱/ج۳/ مطبوعه یاسر ندیم دیوبند کتاب البیوع، باب الربوا البحر الرائق ص ۱۳۱ ج۶ کتاب البیوع باب الربا، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، زیلعی ص ۹۰، ج۴، کتاب البیوع، باب الربا، مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] لاینبغی للمومن أن یذل نفسه الحدیث ترمذی شریف، ص ۵۰/ ج ۲/ کتاب الفتن مطبوعه رشیدیه دهلی) (کسی مومن کے لئے مناسب نہیں کہ اپنے آپ کو ذلیل کرے)

E:\F.M.Fainal\Jild-24\10-Bai Saraf

کا ایک حکم ہے یا مثل گلٹ کی ریزگاری کا دوسرا حکم ہے؟

(۳) آج کل کا روپیہ اور پہلے کا روپیہ دونوں مساوی الحکم ہیں یا پہلا روپیہ نقد کے حکم میں ہے، اور فی الحال جو رائج ہے عروض کے حکم میں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

۱/۲/۳/ سکوں کا ایک حکم ہے، کھوٹ کے کم وبیش کی وجہ سے قیمت کم وبیش نہیں ہوتی، اس لئے صحیح یہ ہے کہ اس کی بیع تفاضلاً جائز نہیں۔ واللہ اعلم

عبدالرؤف قادری داناپوری

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) موجودہ روپیہ کو سابقہ روپیہ کے عوض تفاضلاً بیچنا شرعاً درست ہے، کیونکہ موجودہ روپیہ میں چاندی مغلوب بلکہ معدوم ہونے کی وجہ سے چاندی کے حکم میں نہیں، کہ تفاضلاً بیع کی صورت میں ربوٰ لازم آئے اور تساوی واجب ہو بلکہ اس میں ہر طرح کی کمی بیشی درست ہے، نوٹ حوالہ ہے، اس میں کمی بیشی جائز نہیں، ''لان الاقراض تقضیٰ بامثالھا ''[۱] اور کمی بیشی کی صورت میں ربوٰ لازم آئے گا، اگر یہ تحقیق ہو جائے کہ موجودہ روپیہ میں بھی کچھ چاندی موجود ہے تو پھر اتنی شرط ضرور ہوگی کہ سابقہ روپیہ میں جس قدر چاندی ہے وہ اس چاندی سے زائد رہے جو کہ موجودہ روپیہ میں ہے، اس کے خلاف نہ ہو یعنی دونوں کی چاندی مساوی نہ ہو، اور موجودہ روپیہ کی چاندی زائد نہ ہو، نیز تقابض ضروری ہوگا اور اس وقت موجودہ روپیہ کی چاندی کو اتنی چاندی کے مقابلہ میں قرار

---

[۱] کذافی الاشباہ، ص۱۴۳/ کتاب المداینات، وفیہ ان الدیون تقضی بأمثالھا، مطبوعہ اشاعت الاسلام دھلی، شامی کراچی ص۸۴۸ج۳ کتاب الأیمان باب الیمین بالقتل والضرب، ھکذا عالمگیری کوئٹہ ص۳٦ج۵ کتاب الکراھیۃ الباب السابع والعشرون فی القرض والدین.

دیا جائے گا، اور کھوٹ کو زائد چاندی کے مقابلہ میں، ودلیلہ ماسیاتی۔

(۲) نوٹ کے عوض ناجائز ہے روپیہ کے عوض جائز ہے، ہر ریزگاری کا ایک ہی حکم ہے اتحاد جنس کے وقت تساوی وتقابض ضروری ہے۔ کما سیاتی۔

(۳) موجودہ روپیہ ستوقہ چاندی کے حکم میں نہیں بلکہ فلوس نافقہ یا عروض کے حکم میں ہے، اور گذشتہ روپیہ چاندی غالب ہونے کی وجہ سے فضہ کے حکم میں ہے "وغالب الفضة والذهب فضة وذهب حتى لايصح بيع الخالصة بها ولابيع بعضها ببعض الا متساوياً وزناً وغالب الغش ليس فى حكم الدارهم والدنانير لان العبرة للغالب فى الشرع فصح بيعها بجنسها متفاضلاً اى بالمغشوش مثلها عدداً ووزناً لان الغش من كل واحدٍ منهما مقابل بالفضة اوالذهب الذى فى الآخر فلا يضر التفاضل فيهما لاختلاف الجنس ويشترط التقابض قبل الافتراق لانه صرف فى البعض لوجود الفضة والذهب من الجانبين ويشترط فى الغش ايضاً لانه لايتميز الا بضرر وكذااذابيعت بالفضة الخالصة اوالذهب الخالص لابد ان يكون الخالص اكثرمن الفضة اوالذهب الذى فى المغشوش حتى يكون قدره بمثله والزائد بالغش اھ زيلعى شرح كنز ،قوله فى المتن وغالب الغش ليس فى حكم الدراهم الىٰ آخره اعلم ان الكرخىؒ يسمى هذاالنوع الستوق فقال الستوق عندهم ماكان الصفر اوالنحاس هوالغالب فاذا كان الصفر اوالنحاس هوالغالب كانت فى حكم الصفرا والنحاس حتى لاتباع بالصفر اوالنحاس الا مثلاً بمثل يداً بيدولكن اذابيعت هذه الدراهم بجنسها متفاضلاً جاز ويصرف الجنس الىٰ خلاف الجنس تجويزاً للعقد ويشترط القبض لكونه صرفاً لانه بيع فضة بفضة فلما اشترط القبض فى الفضة اشترط فى الصفر اوالنحاس ايضاً لان فى تميزه مضرة انتهىٰ شلبى حاشيه زيلعى ص ۱۴۱/

ج ۴ / [۱] وایضاً فیه لما کان الغالب فیها الغش صارت کالفلوس [۲] وماغلب علیه الغش منها فهو حکم العروض لافی حکم الدراهم والدنانیراذالحکم للغالب فی الشرع اھ مجمع الانهر [۳] ص ۲ ۱ / ج ۲ / وفیه علیٰ صفحة ،ص ۸۶ / ج ۲ [۴] /وجاز بیع فلس معین بفلسین معینین عندالشیخین خلافاً لحمداھ ایضاً فیه علیٰ صفحة ، ص ۱۱۹ / ج ۲ / [۵] وصح بیع درهم صحیح ودرهمین غلة بدرهمین صحیحین ودرهم غلة اھ والبسط فی البحر [۶] ورد المحتار [۷] ومرأة المجلة وغیرها من کتب الفقه والمتون " عبارات مذکورہ سے گذشتہ روپیہ موجودہ روپیہ وریزگاری سب کاحکم معلوم ہوگیا۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمودغفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور ۱۷/۹/ ۶۴ ھ

الجواب صحیح سعیداحمدغفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور ۱۸/۹/ ۶۴ ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور ۹ /رمضان المبارک ۶۴ ھ

نوٹ روپیہ کی بیع ریزگاری کے ساتھ

سوال:۔ ریزگاری روپیہ چاندی سکہ سابق یاروپیہ کانسی سکّہ جدید یانوٹ سے کمی بیشی یعنی نوٹ یاروپیہ دے کرچودہ یااٹھارہ آنے سے لیناجائزہے یانہیں؟

---

۱ تبیین الحقائق مع حاشیه شبلی شرح الکنز ص ۱۴۰، ۱۴۱ / ۴، کتاب الصرف، امدادیه ملتان،

۲ تبیین الحقائق،شرح الکنز،ص ۱۴۱ / ج ۴ / کتاب الصرف.

۳ مجمع الانهر،ص ۱۶۷ / ج ۳ / مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، (کتاب الصرف)

۴ مجمع الانهر ۱۲۳ / ج ۳ / باب الرباء، (کتاب الصرف)

۵ مجمع الانهر ۱۲۳ / ج ۳ / باب الرباء، (کتاب الصرف)

۶ البحر الرائق ص ۲۰۰ ج ۶ کتاب الصرف مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

۷ الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۵۳۱ ج ۷ باب الصرف.

الجواب حامداً ومصلیاً

جو روپیہ خالص چاندی کا روپیہ ہو یا اس میں چاندی غالب ہو اس کی بیع ایسی ریزگاری کے عوض جو خالص چاندی کی ہو یا اس میں چاندی غالب ہو کمی بیشی کے ساتھ ناجائز ہے اس میں برابری ضروری ہے، اور ایسی ریزگاری کے عوض جو نہ خالص چاندی کی ہو اور نہ اس میں چاندی غالب ہو کمی بیشی کے ساتھ بھی درست ہے، اس میں برابری ضروری نہیں، اور جو روپیہ نہ خالص چاندی کا ہو اور نہ اس میں چاندی غالب ہو اس کی بیع ایسی ہی قسم کی ریزگاری کے عوض کمی بیشی کے ساتھ شرعاً درست ہے، اس میں برابری ضروری نہیں، البتہ خالص وغالب چاندی کی ریزگاری کے عوض اس وقت درست ہوگی جب کہ اس کی چاندی روپیہ کی چاندی سے زائد ہو خواہ کسی قسم کی ہو کم زیادہ لینا درست نہیں، اسی طرح نوٹ کے عوض روپیہ کم زیادہ لینا درست نہیں ہے،" وغالب الفضة والذهب فضة وذهب حتى لايصح بيع الخالصة بها ولابيع بعضها ببعض الامتساوياً وزناً ولايصح الاستقراض بها الا وزناً وغالب الغش ليس فى حكم الدراهم والدنانير فيصح بيعها بجنسها متفاضلاً اھ كنز اى وزناوعدداً لان الحكم للغالب فلايضرالتفاضل لجعل الغش مقابلاً بالفضة اوالذهب الذى فى الأخر ولكن يشترط التقابض قبل الافتراق لانه صرف فى البعض لوجودالفضة اوالذهب من الجانبين ويشترط فى الغش ايضاً لانه لايتميز الابضرروكذا اذابيعت بالفضة الخالصة اوالذهب الخالص لابدان يكون الخالص اكثرمن الفضة اوالذهب الذى فى المغشوش حتى يكون قدره بمثله والزائد بالغش علىٰ مثال بيع الزيتون بالزيت اھ[1] بحر، ص ۲۱۷/ ج ۶/۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

---

[1] البحرالرائق ص ۲۰۰/ ج ۶/ باب الصرف مطبوعه ماجديه پاكستان، زيلعى ص ۱۴۰ ج ۴ كتاب الصرف مطبوعه امداديه ملتان، شامى زكريا ص ۵۳۱ ج ۷ باب الصرف.

ایضاً

سوال:۔ ریزگاری کی قلت کی وجہ سے نوٹ کے بارہ آنہ یا چودہ آنہ دینا یا لینا سودی لین دین میں شامل ہے یا نہیں، جبکہ قانوناً ہر دو یعنی نوٹ اور روپیہ کے سولہ آنہ قیمت مقرر ہو کیا حکم شرعی ہے کہ اس کا مرتکب کس گناہ میں شامل ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نوٹ کے عوض کمی زیادتی جائز نہیں روپیہ کے عوض کمی زیادتی درست ہے[1] اور ریزگاری اور روپیہ میں خالص بیع صرف نہیں البتہ اگر ایک جانب خالص چاندی ہو یا غالب چاندی ہو، اور دوسری طرف بھی ایسا ہی ہو تو مساوات شرط ہے، ورنہ چاندی کے مقابلہ میں چاندی اور کھوٹ یا دوسری دھات کے مقابلہ میں کھوٹ یا چاندی یا دوسری دھات ہونے سے بیع ہو جائیگی[2] فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

سونے چاندی کی بیع کی ایک صورت

سوال:۔(۱) ایک شخص کو سونے چاندی تیار کرانا تھا، اس نے کہا پانچ تولہ سونا تیار کرانا ہے، تم کو سونا اپنے پاس سے لگانا ہے، بھاؤ طے کرلو ہم نے بھاؤ طے کرلیا اس نے پانچ سو روپیہ ہم کو بنانے میں دیا، اس طرح بھاؤ طے کرنا اور بنا کر لینا جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] ویجوز بیع الفلس بالفلسین باعیانهما الخ هدایه ص ۸۱ ج۳ کتاب البیوع باب الربٰو مطبوعه یاسر ندیم، بحر ص ۱۳۱ ج ۶ کتا ب البیوع، باب الربٰو، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، زیلعی ص ۹۰ ج۴ مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] البحرالرائق، ص ۲۰۰/ج۶/ باب الصرف مطبوعه مکتبه ماجدیه پاکستان.

(۲) ایک آدمی کو ۲۰/ تولہ چاندی اور ۲/ تولہ سونے کا زیور بنا کر دیا حساب کرنے پر ہمارے ایک ہزار کے نوٹ گاہک کے ذمہ باقی رہے، اس نے کہا میں یہ روپیہ دو ماہ بعد دونگا، تو یہ ادھار کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) ایک آدمی ۲۰/ تولہ چاندی اور چار تولہ سونا زیور بنوانے کے لئے لایا ہم نے زیور تیار کیا اس زیور بنانے میں ہماری دو تولہ چاندی اور ایک تولہ سونا زیادہ پڑا اس کی قیمت لگانے پر گاہک کی طرف ہمارے پانچ سو روپے کے نوٹ باقی رہے یہ ادھار کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس پانچ سو روپیہ کو زیور بنانے کی اجرت قرار دیدیا جائے تب بھی درست ہے، آج کل روپیہ (نوٹ) یا سکہ رائج الوقت سے چاندی سونا اگر خریدا جائے، تو یہ بیع صرف نہیں، جس میں برابری اور تقابل فی المجلس (ہاتھ در ہاتھ) ہونا ضروری ہو[1] (۲) جائز ہے[1] (۳) جائز ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۲۵/۵/۱۴۰۰ھ

چاندی سونے کی بیع، نوٹ کی بیع کمی زیادتی کے ساتھ

سوال:۔ کاغذ کے روپیہ کی بیع کاغذ کے روپیہ کے عوض میں یا گلٹ کے روپے کے عوض میں کمی زیادتی کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] وبيع الفلوس بالدراهم ليس بصرف مبسوط للسرخسي، ص ۲۴/ ج ۱۴/، كتاب الصرف باب البيع بالفلوس (مكتبه دارالفكر) وصح أيضاً بيع الفلس بالفلسين بأعيانهما، النهر الفائق ص ۴۷۵ ج ۳ كتاب البيوع، باب الربا، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، هدايه ص ۸۱ ج ۳ كتاب البيوع، باب الربوٰ مطبوعه ياسر نديم ديوبند، بحر ص ۱۳۱ ج ۶ باب الربا مطبوعه ماجديه كوئٹه.

الجواب حامداً ومصلیاً

چاندی کی بیع چاندی کے عوض ہوتو برابر اور تقابض شرط ہے یہی حال سونے کا ہے[1] اور غالب چاندی چاندی کے حکم میں ہے، اور غالب سونا سونے کے حکم میں ہے اور جب جنسیں بدل جائیں، تو برابری شرط نہیں چاندی اگر مغلوب ہو اور غش غالب ہو تو وہ غش کے حکم میں ہے یہی حال سونے کا ہے، روپیہ میں آج کل چاندی بالکل نہیں ہے، اور اگر ہے تو بہت مغلوب اور کالعدم ہے یہی حال ریز گاری کا ہے۔

"غالب الفضة والذهب فضة وذهب حتى لايصح بيع الخالصة بها ولابيع بعضها ببعض الامساويا وزنا ولايصح الاستقراض بها الا وزنا وغالب الغش ليس فى حكم الدراهم والدنانير فيصح بيعهامن جنسها متفاضلا، الخ كنز، واى وزناً وعددالان الحكم للغالب فلا يضر التفاضل لجعل الغش مقابلا بالفضة اوالذهب الذى فى الآخر ولكن يشترط التقابض قبل الافتراق لانه صرف فى البعض لوجود الفضة اوالذهب من الجانبين ويشترط فى الغش ايضاً لانه لايتميز الا بضرروكذا اذابيعت بالفضة الخالصة اوالذهب الخالص لابدان يكون الخالص اكثر من الفضة اوالذهب الذى فى المغشوش حتى يكون قدره بمثله والزائد بالغش علىٰ مثال بيع الزيتون بالزيت ۔ بحر، ص۲۰۰ / ج۶ / [2] (کتاب الصرف)

---

[1] فإن باع فضة بفضة او ذهباً بذهب لا يجوز إلا مثلاً بمثل ...... ولا بد من قبض العوضين قبل الافتراق، هدايه مختصراً، ص۱۰۴ ج۳ كتاب الصرف، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، النهر الفائق ص۵۳۰ ج۳ كتاب الصرف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، مجمع الأنهر ص۱۶۲ ج۳ كتاب الصرف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، زيلعى ص۱۳۵ ج۴ كتاب الصرف، مطبوعه امداديه ملتان.

[2] البحرالرائق، ج۶/ص۲۰۰/ (مطبوعه الماجديه كوئٹه) كتاب الصرف، زيلعى ص۱۴۰ ج۴ كتاب الصرف، مطبوعه امداديه ملتان، شامى زكريا ص۵۳۱ ج۷ باب الصرف.

نوٹ اصالۃ مال نہیں بلکہ اس مال کا حوالہ ہے جو اس میں درج ہے نوٹ کی بیع کمی زیادتی کے ساتھ اپنی اصل کے اعتبار سے درست نہیں ہے، کیونکہ اس میں " **تملیک الدین ممن لیس علیه الدین** "لازم آتا ہے، جس کو فقہاء نے ممنوع لکھا ہے[1]

لیکن جس زمانہ میں یہاں نوٹ کی ابتداء ہوئی اس وقت روپیہ چاندی کا چالو تھا، اور پورا ایک تولہ ہوتا تھا، اس چاندی کے روپیہ کا یہ نوٹ حوالہ تھا، تو نوٹ کی بیع وشراء درحقیقت اس کاغذ کی بیع وشراء نہیں تھی، بلکہ اس کاغذ میں لکھے ہوئے چاندی کے روپے کی بیع وشراء تھی، جس میں کمی زیادتی جائز نہیں تھی، مگر پھر روپیہ میں تغیر ہوگیا، اس میں چاندی کی تعداد بھی کم ہوگئی، دوسری دھات ملائی گئی اور وزن بھی کم ہوگیا، تو پورا ایک تولہ نہیں رہا، پھر یہاں تک ہوا کہ روپیہ سے چاندی ختم ہوگئی، یہی حال ریز گاری کا ہے اور جھوٹ نوٹ سے حوالہ اور ذمہ داری کی عبارت بھی ختم کردی گئی، اور نوٹ کا چلن اتنا ہوا کہ اس کے مقابلہ میں روپیہ بہت قلیل کالمعدوم ہوگیا، اور نوٹ کا اب یہ حال ہے، کہ بالکل اسی طرح چلتا ہے، جس طرح روپیہ کسی شخص کو نوٹ لینے اور دینے سے بازاری معاملات میں انکار کی گنجائش نہیں، بینک اور ڈاک خانہ سے آدمی جب اپنا روپیہ وصول کرتا ہے تو وہاں سے نوٹ ہی ملتا ہے، اور بڑی بڑی جائدادوں کے جو بیع نامہ ہوتے ہیں، ان میں نوٹ ہی لیا اور دیا جاتا ہے، بڑے بڑے عہدہ داروں کو جو تنخواہ ہیں ملتی ہیں، انہیں بھی نوٹ ہی لیا اور دیا جاتا ہے، اور اتنی تعداد کے روپیہ بائع ومشتری کے پاس ہوتے ہی نہیں، بلکہ ڈاکخانہ اور بینک میں بھی نہیں اس چلن کے اعتبار سے یہ نوٹ ہی بمنزلہ سکہ کے ہوگیا، اور سکہ چاندی کا نہیں ہے، جیسے فلوس نقفہ کہ وہ چاندی کے نہیں ہوتے ہیں، تو جس طرح کہ ایک روپیہ کی ریز گاری کا کمی زیادتی

---

[1] تملیک الدین ممن لیس علیه الدین باطل الخ الدرالمختار علی الشامی زکریا، ج۸/ص۵۱۸/ کتاب الهبة، باب الرجوع فی الهبة، فصل فی مسائل المتفرقة ...... الاشباه والنظائر ص۱۴۳ الفن الثانی، کتاب الهبة، مطبوعه اشاعت الإسلام دهلی، سکب الأنهر ص۵۱۰ ج۴ کتاب الهبة فصل فی المتفرقات، مطبوعه دار الکتب العلمية بيروت.

کیساتھ لینا دینا درست ہے، اسی طرح ایک روپیہ کے نوٹ کی ریزگاری کمی زیادتی کیساتھ درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۸/۱۴۰۷ھ

نوٹ کی بیع ادھار

سوال:۔ زید نے عمر کو ایک روپیہ کا نوٹ توڑانے کے لئے دیا اور عمر نے فی الفور پچھتر پیسے واپس کئے اور پچیس ادھار لے لئے تو کیا ایسا معاملہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نوٹ اس اصل کے اعتبار سے مال نہیں بلکہ مال کا حوالہ ہے، لیکن آج کل روپیہ کمیاب ہے اس وجہ سے یہ نوٹ ہی روپیہ کے درجہ میں ہے، اس سے لین دین سب روپیہ کی طرح ہے، حتی کہ روپیہ میں اس کو مختلف وجھوں سے ترجیح ہے اس لئے اس میں بیع الکالی بالکالی نہیں، روپیہ چاندی نہ ہونے کی وجہ سے بیع صرف کے احکام جاری نہ ہوں گے، پس ادھار کمی زیادتی سب درست ہوگی [1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۳/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۳/۹۲ھ

---

[1] ویجوز بیع فلس بفلسین باعیا نھما الخ ھدایہ، ص ۸۱/ ج۳/ کتاب البیوع، باب الربا، النھر الفائق ص۴۷۵ ج۳ کتاب البیوع، باب الربوٰ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت، البحر الرائق ص ۱۳۱ ج۶، باب الربوٰ مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ.

نوٹ:. موجودہ زمانہ میں موجودہ نوٹ کی بیع کمی زیادتی کے ساتھ راجح قول کے مطابق جائز نہیں ھے، ورنہ اس سے سود کا ایک بڑا دروازہ کھل جائیگا، تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیں، جواہر الفقہ ص ۳۴۳/ ج۴/ کاغذی نوٹ اور کرنسی کے احکام، مطبوعہ سیرۃ النبی دیوبند، فقھی مقالات ص۳۵ ج۱ کاغذی نوٹ اور کرنسی کا حکم مطبوعہ زمزم دیوبند، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

نوٹ بمنزلہ روپے کے ہے

سوال: ۔موجودہ دور میں بیع صحیح کی شرعی پابندی کس طرح کی جائے، جبکہ خریداری نوٹوں سے کی جاتی ہے، جس سے چاندی، سونا بھی خریدا جاتا ہے، ایک وقت میں ایک مقام پر خریداری نہیں ہوتی قیمت میں دین بذریعہ چیک دیا جاتا ہے، یاوی پی سے بھی کیا جاتا ہے، اس حالت میں بیع شرعی کے شرائط پورے نہیں ہوتے، ورنہ کرنے والا گنہگار رہتا ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً

اب جبکہ روپیہ کا وجود بہت کم ہوگیا ہے گویا کہ نایاب ہوگیا ہے، تو نوٹ کو ہی بمنزلہ روپے کے قرار دیدیا گیا کہ سارا کاروبار اب نوٹ ہی سے ہوتا ہے، اگر نوٹ کی وہی اصل حیثیت (حوالہ) رہے تو عام مخلوق حرج عظیم میں مبتلا ہوگی [۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۱/۸۸ھ

بٹہ پر نوٹ فروخت کرنا

سوال: ۔گلٹ یا چاندی کا روپیہ ۲۰/آنہ میں بیچنا کیسا ہے، نیز پھٹے پرانے نوٹ کو

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) لانها اعز الاموال فی دیارنا فلو ابیح التفاضل فیها ینفتح باب الربا،فتح القدیر، ص۱۵۳/ج۷/ مطبع دارالفکر بیروت، باب بیع الصرف، البحر الرائق ص۲۰۰ج۶ کتاب الصرف مطبوعه الماجدیه کوئٹه، شامی زکریا ص۵۳۲ج۷، باب الصرف، زیلعی ص۱۴۱ج۴ کتاب الصرف مطبوعه امدادیه ملتان.

(**صفحه هذا**) [۱] فالذی اراه حقا وادین اللّٰه علیه ان حکم الورق المالی کحکم النقدین فی الزکوٰة سواء بسواء لانه یتعامل به کالنقدین تماماً،ولان مالکه یمکنه صرفه وقضاء مصالحه به فی ای وقت شاء فمن ملک النصاب من الورق المالی ومکث عنده حولا کاملاوجب علیه زکوته الفتح الربانی شرح مسند احمد ،۲۵۱/ج۸/آخر باب زکوٰة الذهب والفضة، تکملة فتح الملهم ص۵۲۰ج۱ باب تحریم مطل الغنی مطبوعه کراچی.

بٹے پر لینا دینا کیسا حکم رکھتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

چاندی یا گلٹ کا روپیہ ۲۰/آنہ یا ڈیڑھ روپے میں بیچنا شرعاً درست[1] ہے، کم زیادہ پر پھٹا پرانا نوٹ درست نہیں[2] فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۱/۸۸ھ

نوٹ کی بیع کمی بیشی سے

سوال:۔ بٹہ داری جائز ہے کہ نہیں یعنی کے روپیہ کے دام کسی سے لیتا ہو تو وہ روپیہ لیتا ہے، اور اس کو ساڑھے پندرہ آنے واپس کرتا ہے، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ روپیہ اس کو لینا جائز ہے یا سود لینا ہوگا، یا نوٹ دیکر پندرہ آنے لیتا ہے، تو یہ ایک آنہ رکھ لیتا ہے، لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب چاندی کی بیع چاندی کے عوض کی جائے تو اس میں کمی زیادتی ناجائز ہے[3] اگر چاندی کی بیع چاندی کے علاوہ کسی دوسری شئی کیساتھ کی جائے، خواہ وہ سونا ہو خواہ سلور، پیتل

---

[1] ویجوز بیع فلس بفلسین باعیانهما الخ هدایه، ج۳/ص ۸۱/کتاب البیوع، باب الربوا، البحر الرائق ص ۱۳۱ ج۶ باب الربوٰ کتاب البیوع، مطبوعه الماجدیه کوئٹه النهر الفائق ص ۴۷۵ ج۳ کتاب البیوع، باب الربوٰ مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] فان باع فضة بفضة او ذهباً بذهب لا یجوز إلا مثلاً بمثل الخ هدایه ص ۱۰۴ ج۳ کتاب البیوع اول باب الصرف، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، زیلعی ص ۱۳۵ ج۴ کتاب الصرف مطبوعه امدادیه ملتان، مجمع الأنهر ص ۱۶۲ ج۳ کتاب الصرف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[3] حوالۂ بالا.

تانبا وغیرہ کچھ ہو تو اسمیں برابری شرط نہیں، بلکہ کمی زیادتی جائز ہے،[1] اور پیسہ اصل خلقت کے اعتبار سے ثمن نہیں بلکہ متعاقدین نے اصطلاحاً اس کو ثمن قرار دیا ہے، اور اسکا رواج ہو گیا ہے، لہٰذا شرعاً اس کی بھی گنجائش ہے کہ زید وعمر جب فلوس کی بیع کریں تو مروجہ ثمنیت کا اعتبار ساقط کر کے اپنی بیع میں علیحدہ یعنی رواج کے علاوہ فلوس کی قیمت متعین کر لیں، "واعلم ان الفلوس ليست ثمن فى الاصل وانما ضربت لتقام مقام الكسورمن الفضة لحاجة الناس الىٰ ذٰلک فى شراء المحضرات ١٥ درمنتقى جلد۴/ص۲۳ ا ھ[2] وكذا فى الفلوس اى يصح السلم فيها عددا لان الثمنية فيها ليست خلقية وانما الجواز فيها بالاصطلاح فللعاقدين ابطالها خلافا لمحمد لانها اثمان وفى البحر وظاهر الرواية عن الكل الجواز اھ مجمع الانهر ،ص ۹۸/ج۲/"[3]

ایک روپیہ کا نوٹ دیکر ۱۵/آنہ لینا درست نہیں کیونکہ نوٹ کی خود قیمت ایک روپیہ یا ۱۵/آنہ نہیں بلکہ یہ ایک حوالہ اور رسید ہے، جتنے کی یہ رسید ہے اتنا ہی لیا دیا جا سکتا ہے، اسمیں کمی زیادتی جائز نہیں ورنہ بدل قرض میں زیادتی کمی لازم آئیگی جو کہ ربوٰ ہے[4] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/۱۰/۶۱ھ

---

[1] ولو تبايعا فضة بفضة او ذهباً بذهب احدهما اقل ومع اقلهما شىء آخر يبلغ قيمته باقى الفضة جاز البيع من غير كراهة وإن لم تبلغ فمع الكراهة، هداية ص۱۰۸ ج۳ كتاب الصرف، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، ويجوز بيع درهم صحيح ودرهمين غلة بدرهمين صحيحين ودرهم غلة، عالمگيرى كوئٹه ص۲۱۹ ج۳ كتاب الصرف الباب الثانى فى أحكام العقد، فصل اول، زيلعى ص۱۳۹ ج۴ كتاب الصرف، مطبوعه امداديه ملتان.

[2] الدرالمنتقى مع مجمع الانهر ،ص ۱۷۱/ج۳/ فى آخر بيع الصرف، وفيه فى شراء الدراهم بدل فى شراء المحضرات،(مطبوعه مكتبه الباز مكة المكرمه، هكذا فى البحر الرائق ص۱۳۱ ج۶ كتاب البيوع، باب الربا مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[3] مجمع الانهر،ص ۱۳۹/ج۳/ باب السلم مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت.

[4] اِنَّمَا اَحَل اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَوا (سورة البقرة آيت ۲۷۵)

سنار کی راکھ کی بیع

سوال:۔ کچھ لوگ سناروں سے خاک خرید کر اس سے سونا چاندی نکالتے ہیں، کیا یہ جائز ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً

جائز ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حل کی بیع

سوال:۔ حل (یعنی سونے کا سیال پانی تیزابی اشیاء ڈال کر سونے کو محلول کر کے بنایا جاتا ہے، اور اسے چوڑی پر پوتا جاتا ہے، جس سے چوڑی سنہری خوشنما معلوم ہوتی ہے) یہاں بالعموم اس کی فروخت ادھار ہوتی ہے، لیکن اس زمانہ میں جب کہ ذریعہ خرید چاندی نہیں بلکہ نوٹ ہے، تو حل کی ادھار خرید وفروخت سود میں تو داخل نہیں، کیا عموم بلویٰ کی وجہ سے درست ہے۔

الجواب حامداً و مصلیاً

یہ سود میں داخل نہیں، اس کی خرید وفروخت ادھار بھی درست ہے۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] بخلاف تراب الصاغة لانه انما لایجوز بیعه لاحتمال الربوٰحتی لوباعه بخلاف جنسه جاز هدایه ، ص ۲۸ / ج ۳/ اول کتاب البیوع قبیل باب خیار الشرط، (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ڈالر کی بیع کمی زیادتی سے

سوال:۔زید سعودیہ عربیہ میں ملازمت کے دوران ڈالر (کرنسی) خریدتا ہے اور ہندوستان میں جہاں بھی اس کو ڈالر کا بھاؤ اچھا ملتا ہے، اسے فروخت کر دیتا ہے، ایسا کرنے پر اس کو بینکوں کے سرکاری بھاؤ سے کہیں زیادہ فائدہ ڈالر میں مل جاتا ہے ، کیا اس کو ایسا کرنا جائز ہے جبکہ ہندوستان کی حکومت غیر اسلامی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر ڈالر کی حیثیت وہ ہے جو کہ انڈیا میں نوٹ کی ہے ، کہ اصالۃً وہ رسید اور حوالہ تھا،اس رقم کا جو اس میں درج ہے کہ اس کے ذریعہ رقم وصول کی جاسکتی ہے،لیکن رفتہ رفتہ اب رقم تقریباً معدوم ہوچکی اور سب جگہ نوٹ ہی رقم کی طرح مستعمل ہے،پس یہ نوٹ بھی اب مبیع بن چکا ہے،اس کی بیع کمی زیادتی کے ساتھ درست ہے تو ڈالر کی بیع بھی کمی زیادتی کے ساتھ درست ہے[1]، مگر اس کا خیال رہے کہ یہ قانونی جرم نہ ہو جس سے عزت اور مال

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، فتح القدیر ص۲۹۴ ج۶ کتاب البیوع، مطبوعہ دار الفکر بیروت، عنایۃ مع الفتح، ص۲۹۴، ج۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت.

[2] تتمہ:.قال فی کافی الحاکم ،واذا اشتریٰ لجاماً مموھا بفضۃ بدراھم اقل مما فیہ اواکثر فھو جائز، لان التمویہ لایخلص الاتری انہ اذا اشتریٰ الدار المموھۃ بالذھب بثمن مؤجل یجوز ذلک، شامی کراچی ص۲۶۲/۵/ باب الصرف، مطلب فی بیع المموہ، شامی زکریا ص۵۲۷ ج۷.

(**صفحہ ہذا**) [1] ان الاوراق النقدیۃ ثمن عرفی لیست ثمناً حقیقیاً والربا تجری فی الثمن الخلقی الذاتی اذفی الاوراق النقدیۃ من مختلف الدولۃ ینفی القدر والجنس اما الجنس فظاھر لاختلاف الدولۃ واما القدر لانھا لیست من جنس الاثمان الخلقیۃ بل عرفیۃ فیجوز التفاضل الخ (التبیان فی زکوٰۃ الاثمان بحوالہ مجلہ فقہ اکیڈمی ،ج۴/ص۵۹/)، مطبوعہ اسلامک فقہ اکیڈمی الھند تکملۃ فتح الملھم ص۵۹۰ ج۱ کتاب المساقاۃ والمزارعۃ، باب الربا، حکم الأوراق النقدیۃ، مطبوعہ دار العلوم کراچی.

دونوں خطرہ میں پڑ جائیں[۱] اگر ڈالر کی حیثیت وہ نہیں جو ہندوستان میں نوٹ کی ہے تو اس کا حکم بھی دوسرا ہوسکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ڈالر کم زائد قیمت پر فروخت کرنا

سوال:۔ ملیشیا میں ایک سو ڈالر کی قانونی قیمت ۲۴۵/روپیہ ہندوستانی ہے، مگر بلیک مارکیٹ میں ۱۰۰/ڈالر کی قیمت ۳۵۰/روپیہ ہے، کبھی زیادتی بھی ہوتی ہے، تو یہ زائد قیمت لے کر ڈالر دینا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہندوستان کا روپیہ اور ملیشیا کا روپیہ برابر نہیں ہے، جو نرخ گورنمنٹ نے مقرر کررکھا ہے، وہ ایک قانونی چیز ہے، اس سے کم زیادہ فروخت کرنے میں جو روپیہ حاصل ہوگا، وہ روپیہ شرعاً جائز ہوگا، مگر قانون کی رعایت بھی رعایا کے ذمہ لازم ہے کہ اس کے خلاف کرنے سے روپیہ وعزت دونوں کا خطرہ ہے، عزت کی حفاظت بھی شرعاً ضروری ہے۔[۲]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۳/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۳/۸۸ھ

---

[۱] ولكن يمنع من ذلک، لكونه مخالفة لأولى الأمر إذا كانت الحكومة اسلامية، ولكونه عرضا للنفس لعقوبات قانونية إذا كانت الحكومة غير اسلامية، تكملة فتح الملهم، ص ۵۹۰، ج ۱، المصدر السابق، بحوث فی قضايا فقهية معاصرة ص ۱۶۶، مطبوعہ کراچی.

[۲] ثم ان العملات المختلفة لها قيمة معهودة فى البنوک والدوائر الحكومية، فهل تجوز المبادلة بأكثر أو أقل من هذه القيمة المعهودة (بقیہ اگلے صفحہ پر)

غیر ملکی پونڈ وغیرہ کی بیع

سوال:۔ممالک غیر سے پاؤنڈ کی شکل میں لندن بینک کا ڈرافٹ ہندوستان آتا ہے ،اس ڈرافٹ کا گورنمنٹ آف انڈیا نے جو بھاؤ متعین کیا ہے، اس بھاؤ سے انڈیا کے بینک میں ڈرافٹ کو نہ توڑواتے ہوئے خانگی تاجروں کے یہاں گورنمنٹ کے معینہ بھاؤ سے زیادہ رقم ملنے کی وجہ سے ڈرافٹ توڑوانا جائز ہے یا نہیں؟ اس فعل کا مرتکب کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:۔

اگر ایسا کرنے پر قانونی گرفت نہیں تو اسکی گنجائش ہے،[۱] بشرطیکہ مسلم کو خسارہ نہ ہو۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) كما يفعل ذلك في السوق السوداء؟ والجواب أننا لما إعتبرنا العملة الأجنبية جنساً آخر، فالأصل أن التفاضل في مثله جائز شرعاً بالغاً ما بلغ، فلا تكون المبادلة على خلاف سعرها الحكومي رباً، ولكن يمنع من ذلك لكونه مخالفة لأولي الأمر إذا كانت الحكومة اسلامية، ولكونه عرضاً للنفس لعقوبات قانونية إذا كانت الحكومة غير اسلامية، تكملة فتح الملهم ص ٥٩٠ ج ١ كتاب المساقاة والمزارعة، باب الربا حكم الأوراق النقدية، مطبوعه دار العلوم كراچی.

(صفحہ ہذا) [۱] ملاحظہ عنوان ''ڈالر کم زائد قیمت پر فروخت کرنا''۔

باب یازدھم: بیع بالوفاء

زمین کی رجسٹری کرنے کے بعد دوبارہ لینے کا دل میں خیال رکھنا

سوال:۔ زید اپنی مجبوری کی بناء پر بکر سے ایک بیگہ زمین کو مناسب قیمت پر لے کر رجسٹرڈ آفیس جا کر بکر کو رجسٹری کر دی اور بکر اس کا مالک بن کر زمین کو آباد کرتا ہے، دوبارہ زمین واپس لینے کی شرط بھی نہیں رہتی ہے، مگر دل میں کچھ نہ کچھ ہوتا ہے، یہ معاملہ صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ معاملہ معاہدہ کا ہو جس میں واپسی کی شرط نہیں تھی، تو یہ بیع صحیح ہوگئی، پھر زبانی وعدہ خارج سے ہوا[1] اس کی تکمیل اخلاقاً کر دی جائے، "لان الخلف فی الوعد حرام" (الاشباہ والنظائر[2]) لیکن بیع کو زبردستی واپس لینے کا حق نہیں، اگر وعدہ نفس بیع میں داخل ہے تو یہ بیع بالوفاء ہے جس کے متعلق شامی نے متعدد اقوال نقل کئے ہیں، راجح یہ ہے کہ یہ صورۃً بیع ہے، مگر معنی رہن ہے،[3] شئی مرہون سے انتفاع مرتہن کو جائز نہیں[4] لہٰذا اتنی مدت میں جو کچھ

[1] وان ذكرا البيع بلا شرط ثم ذكرا الشرط على وجه العدة جاز البيع ولزم الوفاء بالوعد، شامی زكريا ص ۲۸۱ ج۷ كتاب البيوع مطلب فی البيع بشرط فاسد، ولو بعده على وجه الميعاد جاز مقتضاه انه بيع صحيح ولزم الوفاء به لأن المواعيد قد تكون لازمة لحاجة الناس، الدر المختار مع الشامی زكريا ص۵۴۷ ج۷ كتاب البيوع، باب الصرف، مطلب فی بيع الوفاء، البحر الرائق كوئٹه ص۸ ج۶ باب خيار الشرط، زيلعی ص ۱۸۴ ج۵ كتاب الاكراه، مطبوعه امداديه ملتان.

[2] الاشباه والنظائر ص ۱۵۹ / كتاب الحظر والاباحة، الفن الثانی، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی،

[3] وكذافی الدرالمختار ،لان المواعيد قد تكون لازمة لحاجة الناس، وفی الشامی: وفی حاشية الفصولين عن جواهر الفتاویٰ هو ان يقول بعت منك على ان تبيعه منی (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مال بطور نفع حاصل کیا ہے، اس کو واپس کردے یا اس کی قیمت میں جو کہ درحقیقت قرض ہے محسوب کرلے، مولانا عبدالحی لکھنویؒ کا ایک مستقل رسالہ اس مسئلہ پر جس کا نام (الفلک المشحون) اس میں مفصل طور سے دلائل مذکور ہیں [1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۷/۸۹ھ

زمین کم قیمت میں واپس کرنے کا وعدہ کرکے بعد میں انکار کرنا

سوال:۔ زید نے دس پندرہ آدمیوں کے سامنے یہ اقرار کیا کہ میں تمہاری زمین دو ہزار کم میں واپس کردوں گا، کیونکہ اس نے کچھ روپیہ کے بدلہ میں عمر کی زمین لے رکھی تھی، اور مدت کوئی متعین نہیں تھی، یہ اقرار تھا کہ جب تو چاہے واپس لے سکتا ہے، اب عمر کے پاس پیسہ ہے اور وہ چاہتا ہے کہ وہ اپنی زمین کو واپس لے، اب زید انکار کرتا ہے، زمین واپس نہیں کرتا ہے، تو زید کا یہ قبضہ کیسا ہے؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) متی جئت بالثمن فھذالبیع باطل وھورھن ،وحکمه حکم الرھن وھوالصحیح .درمختار مع الشامی،ص ۲۷۶/ج۵/ مطلب فی بیع الوفاء، قبیل کتاب الکفالة، شامی زکریا ص ۵۴۵ ج۷ باب الصرف، مطلب فی بیع الوفاء، عالمگیری کوئٹه ص ۲۰۹ ج۳ کتاب البیوع، الباب العشرون فی البیاعات المکروھة والارباح الفاسدة، مطلب فی بیع الوفاء، المحیط البرھانی ص۳۶۹ج۱۰ کتاب البیوع، الفصل الخامس والعشرون فی البیاعات المکروھة والارباح الفاسدة، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل.

[۴] ولیس للمرتھن الانتفاع بالرھن ولا اجارته ولا اعارته، ملتقی الابحر مع مجمع الأنھر ص۲۷۳ ج۴ کتاب الرھن، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۸۲ ج۱۰ کتاب الرھن.

(صفحہ ہٰذا) [1] الفلک المشحون فی الانتفاع بالمرھون، مطبوعه مطبع یوسفی لکھنؤ.

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر زید نے وہ زمین رہن رکھی تھی تو اس کو اس زمین سے نفع حاصل کرنا اور اس کی پیداوار لینا جائز نہیں تھا[1] نیز دو ہزار کم کی شرط بھی بیکار اور غیر معتبر تھی، اس کو حق تھا کہ اپنا پورا قرض وصول کر کے زمین واپس کر دیتا، اور اب لازم ہے کہ زمین واپس کر دے[2] لیکن اگر زمین خریدی تھی، اور اس میں یہ شرط تھی کہ دو ہزار کم میں واپس کرے گا، یہ بیع فاسد تھی، اس کا فسخ کرنا لازم ہے[3] اگر بیع میں تو شرط نہیں بلکہ بیع مکمل ہونے کے بعد علیحدہ اقرار کیا تھا تو یہ وعدہ تھا جس کو پورا کرنا اخلاقاً زید کے ذمہ ہے[4] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱/۸۸ھ

---

[1] ولیس للمرتهن الانتفاع بالرهن باستخدام، ولا بسكنٰى ولا بلبس، مجمع الأنهر ص۲۷۳ ج۴ كتاب الرهن، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، الدر المختار مع الشامی زكريا ص۸۲، ۸۳ ج۱۰ كتاب الرهن.

[2] البيع الذى تعارفه اهل زماننا احتيالا للربا وسموه بيع الوفاء هورهن فى الحقيقة لايملكه ولاينتفع به الاباذن مالكه وللبائع استرداده اذاقضى دينه لافرق عندنا بينه وبين الرهن فى حكم من الاحكام، شامی كراچی، ص ۲۷۶/ج۵/ مطلب فى بيع الوفاء، قبيل كتاب الكفالة، المحيط البرهانى ص۳۶۹ج۱۰ كتاب البيوع، الفصل الخامس والعشرون فى البياعات المكروهة والارباح الفاسدة، مطبوعه المجلس العلمى ڈابھیل، فتاوى البزازية على هامش الهندية كوئٹه ص۴۰۵ ج۴ كتاب البيوع فيما يتصل بالبيع الفاسد.

[3] لابيع بشرط لايقتضيه العقد ولايلائمه وفيه نفع لاحدهما، درمختار مع الشامى كراچى ص۸۴/ ج۵/ مطلب فى البيع بشرط فاسدٍ، الدر المختار مع الشامى زكريا ص۲۸۱، ۲۸۲ ج۷ وفيه: ويجب على واحد منهما فسخه قبل القبض أو بعده مادام المبيع بحاله فى يد المشترى اعداماً للفساد لانه معصية فيجب رفعها، الدر المختار مع الشامى زكريا ص۲۹۱، ۲۹۰ ج۷ كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، بحر كوئٹه ص۹۴، ۹۱ ج۶ فصل فى البيع الفاسد.

[4] ثم ان ذكرا الفسخ فيه اوقبله اوزعماه غيرلازم كا ن بيعاً فاسداً (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بیع الوفاء کی ایک صورت

سوال:۔ زید نے بکر سے کہا کہ بعوض سترہ سورو پیہ رقبہ دو بیگہ زمین گروی لے لو، بکر نے جواباً کہا کہ میں اس طرح خلاف شرع گروی کی زمین اپنی تحویل میں نہیں لے سکتا، اگر تمہاری مرضی ہو پچھتر سال کے واسطے بطور معاملہ پندرہ سورو پیہ مجھ سے لیکر اپنی دو بیگہ زمین میرے قبضہ میں دیدو اور سالانہ بیس روپیہ کے حساب سے دو بیگہ کا معاملہ اداشدہ رقم سے منہا کرتے جاؤ، اگر اس عرصہ میں کسی وقت تم کو ضرورت لاحق ہو تو منہا شدہ رقم کے علاوہ باقی زر مجھے واپس کر کے اپنی زمین لے سکتے ہو، ہمارا اس پر کسی طرح کا حق دنیاوی وشرعی نہ ہوگا، مثلاً دس سال تک تم دوصدر روپیہ معاملہ کا منہا کر چکے ہو، اب تیرہ سورر وپیہ باقی ہے، اس موقع پر تمہاری رائے واپسی کی ہو تو وہ تیرہ سورو پیہ کی رقم دے کر اپنی زمین چھوڑا سکتے ہو، اس عرصہ تک کاشتکاری اور اس کا نفع ہمارا مال ہوگا؟

زید نے اس موجودہ صورت پر معاملہ طے کیا اور رقم بکر سے لے لی اور زمین بکر کے حوالہ کردی، مگر کاغذات پٹواری میں اس کا اندراج بلفظ رہن ہوا ہے، اور عاقدین کا منشاء رہن کا نہیں ہے، اب قابل دریافت یہ امر ہے کہ موجودہ صورت مذکورہ بالا ٹھیکہ ہے یا رہن جواب سے مشرف فرمادیں؟

اس صورت میں بعض اس کو ٹھیکہ شمار کرتے ہیں، اور بعض دیگر رہن پس واضح فرمایا جائے، نیز ٹھیکہ اور رہن کا فرق یا مابہ الامتیاز کیا ہے؟ جس سے ہم لوگوں کو آئندہ دونوں کا فرق معلوم ہوجائے، نیز امام احمدؒ انتفاع بالمرہون کے کس بنا پر قائل ہوئے ہیں، جبکہ تصریحات

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ولوبعده على الميعاد جاز ولزم الوفاء به لأن المواعيد قد تكون لازمة لحاجة الناس. درمختار مع شامی کراچی، ص۲۷۷/ج۵/قبیل کتاب الکفالة، الدر المختار مع الشامی زکریا ص۵۴۷ ج۷ باب الصرف، کتاب البیوع، زیلعی ص۱۸۴ ج۵ کتاب الاکراہ، مطبوعہ امدادیہ ملتان، البحر الرائق کوئٹہ ص۸ ج۶ باب خیار الشر.

علماء ثلثہ اس کے خلاف ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس عقد کا حاصل یہ ہے کہ مالک زمین زید نے اپنی زمین بکر کو کرایہ پر دی ہے، اور رقم مذکور بطور کرایہ طے کر کے پیشگی وصول کر لی، مجموعی رقم کے ساتھ ہر سال کا کرایہ بھی ظاہر کر دیا، اور بکر نے زید کو یہ بھی اختیار دیدیا کہ اگر مدت مذکورہ سے قبل اس معاملہ کو فسخ کرنا چاہو اختیار ہے، بقیہ رقم پیشگی وصول شدہ سے واپس کر دی جائے گی۔

یہ معاملہ شرعاً کرایہ اور ٹھیکہ ہے، رہن نہیں[1] مگر حیلہ کی صورت ہے اس لئے بوقت ضرورت ایسی صورت پر عمل کرنا شرعاً درست ہے،[2] رہن میں شئی مرہون کو محض وثوق کیلئے مرتہن کے پاس رکھا جاتا ہے[3] اور ٹھیکہ کا حاصل ہے، "**تملیک المنفعة بالعوض**" جو کہ رہن میں قطعاً مفقود ہے۔

امام احمدؒ کا استدلال اس حدیث سے ہے "**عن ابی ہریرةؓ عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم لبن الدر یحلب بنفقة اذاکان مرھونا والظھر یرکب بنفقته اذاکان مرھونا وعلی الذی یحلب ویرکب النفقة اھ**" ابوداؤد نے اس کی تخریج وتصحیح کی ہے،[4]

---

[1] هی بیع منفعة معلومة بعوض معلوم دین او عین وما صلح ثمنا صلح أجرة، ملتقی الابحر ص ۱۵۱ ج۳ کتاب الاجارة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، شامی زکریا ص۴-۵ ج۹، کتاب الاجارة،

[2] وکل حیلة یحتال بها الرجل لیتخلص بها عن حرام او لیتوصل بها الیٰ حلال فهی حسنة، عالمگیری کوئٹه ص ۳۹۰ ج۶ کتاب الحیل، الفصل الاول فی بیان جواز الحیل وعدم جوازها.

[3] فهو فک عسرة الطلب عن الراهن ووثوق قلب المرتهن بما یحصل ماله، البحر الرائق کوئٹه ص۲۳۲ ج۸ کتاب الرهن، مجمع الأنهر ص۲۶۹ ج۴ کتاب الرهن، مطبوعه دار الکتب العلمیة، حاشیة الشلبی علی الزیلعی ص ۶۲ ج۶ کتاب الرهن، مطبوعه امدادیه ملتان.

[4] ابو داؤد شریف ص۴۹۷ ج۲ کتاب البیوع، تفریع ابواب الاجارة، باب فی الرهن، مطبوعه سعد بک ڈپو دیوبند.

اور بذل المجہود[1] ص ۲۹۴/ج ۴/میں بڑی تفصیل سے اس حدیث پر کلام کرکے اس کا محل بیان کیا ہے، جو کہ ائمہ ثلاثہ کے خلاف نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/ربیع الثانی ۶۴ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/ربیع الثانی ۶۴ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/ربیع الثانی ۶۴ھ

دس سال کی مدت تک مکان فروخت کرنا

سوال:- میں نے اپنی جائداد سکنائی قیمتی مبلغ دو ہزار روپیہ بوجہ ضرورت خرچ خانگی مبلغ نوسو روپے میں ایک شخص کو اس شرط پر بیع کردی کہ مبلغ نوسو روپیہ مذکورہ بالا دس سال کے اندر ادا کردوں تو مشتری مذکور بیع واپس کردے گا، اور میرے حق میں بیعنامہ تحریر کردیگا، بدیں وجہ مشتری مذکور نے ایک اقرارنامہ بھی تحریر کرکے رجسٹری کرادیا کہ وہ دس سال کے اندر اپنا روپیہ لے کر بیع واپس کردے گا، اور مشتری مذکور دس سال تک فائدہ آمدنی کرایہ وغیرہ سے اٹھاتا رہے گا، لہٰذا یہ مسئلہ دریافت طلب ہے کہ بیع مذکور جوکہ میعادی ہے جائز ہے یا ناجائز ہے؟ دیگر یہ کہ مشتری جوکہ ہر ماہ میں آمدنی کرایہ وغیرہ وصول کرکے فائدہ اٹھاتا ہے، وہ بھی جائز ہے یا ناجائز؟

---

[1] قال ابن عبدالبر: هذاالحديث عندجهمورالفقهاء ترده اصول مجمع عليها وآثار ثابتة لايختلف فی صحتها ويدل علی نسخه حديث ابن عمر عندالبخاری وغيره بلفظه لاتحلب ماشية امرئ بغيراذنه قال الحافظ فی الفتح واجاب الطحاوی عن الحديث بانه محمول علیٰ انه كان قبل تحريم الربواولما حرم الربوا حرم اشكالهٗ من بيع اللبن فی الضرع وقرض كل منفعة تجر ربوا قال فارتفع بتحريم الربواماابيح فی هذالمرتهن بذل المجهود ،ص ۲۹۵/ج۴/ باب فی الرهن ،كتاب الاجارة، مطبوعه رشيديه سهارنپور،

الجواب حامداً ومصلیاً

شرعاً یہ بیع صحیح نہیں ہوئی، بلکہ یہ رہن کے حکم میں ہے اور مشتری کو جو کہ درحقیقت مرتہن ہے اس جائداد سے میعاد مذکور میں نفع حاصل کرنا جائز نہیں، جس قدر آمدنی ہوگی، وہ اصل مالک یعنی بائع کی ہوگی، جو کہ درحقیقت راہن ہے اور وہ آمدنی بھی جائداد مذکور کے ساتھ رہن رہے گی، اصل مالک جبکہ مبلغ نوسو روپیہ جو کہ صورت مسئولہ میں زر رہن ہے، واپس کردے گا، اس وقت اس جائداد اور اس کی آمدنی کے واپس لینے کا حق دار ہوگا[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/۶/ ۵۹ھ

مکان فروخت کر کے دوبارہ خریدنے کا معاہدہ

سوال:۔ زید مجبوری کی وجہ سے بکر کے نام اپنا مکان فروخت کرتا ہے، اور رجسٹری بھی کراتا ہے، اس طریقہ پر کہ اگر مجھے سہولت ہوگی تو ایک سال بعد رقم ادا کر کے حاصل

---

[1] قلت وبه صدرفی جامع الفصولین فقال رامزاً لفتاویٰ النسفی البیع الذی تعارفه اهل زماننا احتیالا للربا وسموه بیع الوفاء هورهن فی الحقیقة لایملکه ولاینتفع به الاباذن مالکه وهوضامن لما أکل من ثمره وأتلف من شجره ویسقط الدین بهلاکه لوبقی ولایضمن الزیادة وللبائع استرداده اذاقضی دینه لافرق عند نا بینه وبین الرهن فی حکم من الاحکام اھ شامی کراچی،ص ۲۷۶/ج۵، شامی زکریا ص۵۴۶ ج۷ کتاب البیوع، باب الصرف، مطلب فی بیع الوفاء، عالمگیری ص۲۰۸-۲۰۹ج۳ کتاب البیوع، الباب العشرون فی البیاعات المکروهة والارباح الفاسدة، مطلب فی بیع الوفاء، مطبوعه کوئٹه، المحیط البرهانی ص۳۶۹ج۱۰ کتاب البیوع، الفصل الخامس والعشرون فی البیاعات المکروهة الخ، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل گجرات.

کرلونگا، اور یہ مکان بکر کا ہوگا، کیا یہ طریقہ جائز ہے، اور بکر کا اس مکان کو اپنے تصرف میں لانا درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس شرط کے ساتھ فروخت کرنا بیع فاسد ہے، بلکہ یہ رہن کے حکم میں ہے، اس کو بیع الوفا کہتے ہیں، وہ مکان رہن ہوگا، اس سے نفع اٹھانا مرتہن کو درست نہیں ہوگا، لیکن اگر بیع تو بلاشرط کے کرلی جائے اس کے بعد دوسری مجلس میں پھر واپسی کا معاہدہ کرلیا جائے، تو بیع درست ہوجائے گی، اور مدت معینہ میں رقم ادا کرنے پر حسب معاہدہ وہ مکان واپس کرنا اخلاقاً لازم ہوگا، شامی میں اس کی تفصیل مذکور ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۷/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۷/۸۷ھ

بیع قطعی کرنے کے بعد معینہ مدت میں واپس کرنے کی درخواست کرنا

سوال:۔ زید اپنی جائداد بکر کے حق میں بیع قطعی کرتا ہے، اور زید بکر سے یہ

---

[1] وفی حاشیة الفصولین عن جواهر الفتاویٰ هوان یقول بعت منک علی ان تبیعه منی متی جئت بالثمن فهذا البیع باطل وهو رهن ،وحکمه حکم الرهن وهو الصحیح. شامی کراچی، ص ۲۷٦/ ج۵/.

" ثم ان ذکر االفسخ فیه اوقبله اوزعماه غیرلازم کان بیعاً فاسداً ولوبعده علی وجه المیعاد جاز ولزم الوفاء به لان المواعید قد تکون لازمة لحاجة الناس، درمختار مع شامی کراچی ۲۷۷/ ج۵، شامی زکریا ص۵۴۷،۵۴۵ ج۷، کتاب البیوع، باب الصرف، مطلب فی بیع الوفاء، عالمگیری کوئٹه ص ۲۰۹ ج۳ کتاب البیوع، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

درخواست کرتا ہے کہ بکر زید کو یہ رعایت دیدے کہ وہ عرصہ معینہ میں فریقین میں اگر زید روپیہ ادا کردے تو بکر زید کو جائداد واپس کردے آیا یہ بیع شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر بیعنامہ میں یا مجلس عقد میں بطور شرط یا بطور وعدہ واپسی کا کوئی ذکر نہیں آیا بلکہ جس طرح اور لوگ شب وروز بیع وشراء کرتے ہیں، اسی طرح زید وبکر نے بھی بیع وشراء کرلی پھر کسی دوسری مجلس میں دوسرے وقت زید نے بکر سے اس رعایت کی درخواست کرلی اور بکر نے اس کو منظور کرلیا تو شرعاً یہ بیع درست ہوگئی[1] اب زید کو قانوناً مطالبہ واپسی کا کوئی حق باقی نہیں رہا، وہ کسی طرح بکر کو واپسی پر مجبور نہیں کرسکتا، بکر کو اس جائداد میں مالکانہ تصرف کرنے کا پورا حق حاصل ہے، اگر چاہے تو دوسرے شخص کو ہبہ یا بیع یا رہن سب کچھ کرسکتا ہے، زید کو ان تصرفات سے روکنے کا حق حاصل نہیں اور عرصہ معینہ فریقین میں اگر زید روپیہ ادا کردے تب بھی بکر کو اختیار ہے کہ وہ اگر مناسب سمجھے اور اس کی مصالح کے خلاف نہ ہو اور بھی کوئی مانع نہ ہو تو واپس کردے، اور اگر مصالح کے خلاف ہو اور نقصان ہوتا ہو تو اس کو واپسی پر مجبور نہیں کیا جاسکتا، بلکہ زید کا روپیہ لینے سے انکار کردے، غرض قضاءً اس پر کوئی حق باقی نہیں رہا، البتہ دیانۃً اس وعدہ کا پورا کرنا بہتر ہے، تاہم اگر وعدہ کرتے وقت تو پوار کرنے کی نیت تھی،

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) باب الصرف، الباب العشرون فی البیاعات المکروهة الخ مطلب فی بیع الوفاء، فتاوی البزازیة علی هامش الهندیه کوئٹه ص۴۰۶،۴۰۷ ج۴ کتاب البیوع، نوع فیما یتصل بالبیع الفاسد.

[1] وان ذکر البیع من غیر شرط ثم ذکر الشرط علی وجه المواعدة جاز البیع ویلزمه الوفاء بالوعد لان المواعد قد تکون لازمة، فتجعل لازمة لحاجة الناس، خانیة علی هامش الهندیة کوئٹه ص۱۶۵ ج۲، کتاب البیوع، فصل فی الشروط المفسدة، شامی زکریا ص۵۴۷-۵۴۵ کتاب البیوع، باب الصرف، مطلب فی بیع الوفاء، عالمگیری کوئٹه ص۲۰۹ ج۳ کتاب البیوع الباب العشرون فی البیاعات المکروهة الخ، مطلب فی بیع الوفاء.

لیکن بعد میں کسی مصلحت وذاتی ضرورت یا احتمال نقصان کی بناء پر پورا نہیں کرتا، تو شرعاً اس پر گناہ نہیں[1] اگر بیعنامہ میں یا اس سے پہلے بطور شرط یا بطور وعدہ واپسی کا ذکر آ چکا ہے تو یہ بیع رہن کے حکم میں ہے، کل جائداد جس کی بیع ہوئی ہے، رہن رہے گی، بکر کو اس سے انتفاع ناجائز ہے، نہ اس کی آمدنی لے سکتا ہے، نہ اس کو بیع کرسکتا ہے، نہ اجارہ، نہ رہن، نہ ہبہ بلکہ اس جائداد کا محض محافظ ہے امین رہے گا، اور اس کی جس قدر آمدنی ہوگی، وہ بھی تمام رہن رہے گی، روپیہ وصول ہونے پر اس جائداد کے ساتھ اس آمدنی کی بھی واپسی ضروری ہوگی، جس طرح بکر کو اس جائداد سے اس عرصہ میں نفع حاصل کرنا ناجائز ہے، اسی طرح زید کو بھی نفع حاصل کرنے کا حق نہیں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۶/۵۸ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۶/۵۸ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۶/۵۸ھ

---

[1] عن زید بن ارقم عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال اذا وعد الرجل أخاه ومن نيته أن يفیء له فلم یف (أی بعذر) ولم یجیء للمیعاد (أی لمانع) فلا إثم علیه، مرقاة مع المشکوة ص۶۴۷، ج۴، باب الوعد، الفصل الثانی، مطبع اصح المطابع بمبئی، بذل المجهود ص۲۷۷ ج۵ کتاب الادب، باب فی العدة، مطبوعه مکتبه رشیدیه سهارنپور، فیض القدیر ص۴۵۳ ج۱ رقم الحدیث ۸۹۴، مطبوعه دار الفکر بیروت، الاشباه والنظائر ص۱۵۹ کتاب الحظر والاباحة، مطبوعه اشاعة الاسلام دهلی.

[2] وبیع الوفاء ذکرته هنا تبعاً للدرر وصورته ان یبیعه العین بألف علی انه اذا ردعلیه الثمن ردعلیه العین، درمختار، "وفی حاشیة الفصولین عن جواهر الفتاویٰ هوان یقول بعت منک علیٰ ان تبیعه منی متی جئت بالثمن فهذاالبیع باطل وهورهن وحکمه حکم الرهن وهوالصحیح.شامی کراچی،ص ۲۷۶/ج۵/ مطلب فی بیع الوفاء،قبیل کتاب الکفالة "، شامی زکریا ص۵۴۷،۵۴۵ کتاب البیوع، باب الصرف، مطلب فی بیع الوفاء، عالمگیری کوئٹه ص ۲۰۹ ج۳ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بیع کرنے کے بعد دس سال کے اندر اندر واپس لینے کا اقرارنامہ لکھوانا

سوال:۔ زید نے اپنا مکان عمر کے ہاتھ فروخت کردیا اور دستاویز بیع قطعی کی رجسٹری کرادی، اور دستاویز کے ساتھ ہی ایک اقرارنامہ عمر سے تحریر کرالیا کہ جو روپیہ زید نے عمر سے وصول کیا ہے، اگر وہ دس سال کے بعد زید عمر کو واپس کردے تو عمر زید کو مکان واپس کردے گا ،اور بعد گذرجانے دس سال کے زید کو عمر سے مکان واپس لینے کا کوئی حق نہ ہوگا، مرمت شکست وریخت دس سال تک عمر کے ذمہ رہے گی ،ایسی صورت میں عمر کو اس مکان کا کرایہ لینا جائز ہے یا ناجائز، بیع ہونے سے پہلے اقرارنامہ کی شرائط طے کرلی جاتی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ شرطیں ایجاب وقبولِ بیع سے پہلے کی گئی ہیں، یا بیع کے ساتھ کی گئی ہیں تو ان دونوں کا ایک حکم ہے[1] اگر بیع قطعی کی گئی اور پھر شرطیں لگادی گئیں، تب بھی امام اعظم کے نزدیک ان شرطوں کا ایسا ہی حال ہے، جیسا کہ نفس بیع میں لگالینے سے ہوتا ہے، اور صاحبین فرماتے ہیں کہ اس صورت میں بیع قطعی ہوگئی، اور یہ اقرارنامہ علیحدہ ہے، اس کا پورا کرنا دیانۃً

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) باب الصرف، الباب العشرون فی البیاعات، مطلب فی بیع الوفاء، فتاوی البزازیة علی هامش الهندیة کوئٹه ص۷۰۴،۴۰۶ ج۴ کتاب البیوع، نوع فیما یتصل بالبیع الفاسد.

[1] یقول البائع للمشتری بعت منک هذا العین بمالک علی من الدین علی انی متٰی قضیته فهو لی وفی حاشیة الفصولین عن جواهر الفتاوی هو أن یقول بعت منک علی ان تبیعه منی متی جئت بالثمن فهذا البیع باطل وهو رهن وحکمه حکم الرهن وهو الصحیح، شامی زکریا ص۵۴۵ ج۷ کتاب البیوع، مطلب فی بیع الوفاء، البحر الرائق کوئٹه ص۸،۷ ج۶ باب خیار الشرط، زیلعی ص۱۸۴،۱۸۳ ج۵ کتاب الاکراه، مطبوعه امدادیه ملتان.

ضروری ہے، اگر پورا نہیں کرے گا، تو وعدہ خلاف کہلائے گا، اس سے بیع پر کوئی اثر نہیں پڑتا،[۱] علامہ شامیؒ نے صاحبین کے قول کو راجح بتایا ہے، "**لو ذکر الشرط بعد العقد یلتحق بالعقد عند ابی حنیفة اھ درمختار** " "**فیصیر بیع الوفاء کانه شرط فی العقد ذکرالشرط وقد منافی البیع الفاسد ترجیح قولهما لعدم التحاق الشرط المتأخر عن العقد به اھ شامی ،ص ۳۷۵/ ج ۴/** "[۲]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/۱۰/۶۰ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/۱۰/۶۰ھ

الجواب صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/شوال ۶۰ھ

کٹ قبالہ کا حکم

سوال:۔ ہمارے یہاں کٹ قبالہ کا عام رواج ہوگیا ہے، اس کی حقیقت وہی ہے،

---

[۱] وعندهما هذا البیع عبارة عن بیع غیر لازم فکذلک وان ذکرا البیع من غیر شرط ثم ذکرا الشرط علی الوجه المعتاد جاز البیع ویلزمه الوفاء بالمیعاد لان المواعید قد تکون لازمة قال علیه الصلاة والسلام: العدة دین فیجعل هذا المیعاد لازما لحاجة الناس، زیلعی ص ۱۸۴ ج۵ مطبوعه امدادیه ملتان، اذ الشرط اللاحق یلتحق باصل العقد عند ابی حنیفة ثم رمز أنه یلتحق عنده لا عندهما وأن الصحیح أنه لا یشترط لالتحاقه مجلس العقد وبه أفتی فی الخیریة، الیٰ قوله: لو ذکرا البیع بلا شرط ثم ذکرا الشرط علی وجه العدة، جاز البیع ولزم الوفاء بالوعد، شامی زکریا ص ۲۸۱ ج۷ مطلب فی البیع بشرط فاسدة.

[۲] شامی کراچی ص۲۷۷، ۲۷۸/ ج۵/ مطلب فی بیع الوفاء، قبیل کتاب الکفالة، شامی زکریا ص۵۴۸،۵۴۷ ج۷ کتاب البیوع، باب الصرف، فتاوی البزازیة علیٰ هامش الهندیة کوئٹه ص۴۰۷ ج۴ کتاب البیوع، نوع فیما یتصل با البیع الفاسد، شامی زکریا ص ۲۸۱ ج۷ کتاب البیوع، باب البیع الفاسد قبیل مطلب فی الشرط الفاسد، اذا ذکر بعد العقد أو قبله.

جو بیع الوفاء کی ہے، یعنی لوگ بجبوری روپیہ اپنی مملوکہ آراضی کا کل یا بعض کو اس شرط پر کہ مثلاً دس ، گیارہ برس کی مدت میں جب واپس کردیئے جائیں گے تو زمین واپس کردی جائے (فروخت کرتے ہیں) اوراس وقت تک زمین سے برابر مشتری نفع اٹھاتا رہتا ہے، دریافت طلب یہ ہے کہ یہ صورت جائز ہے یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب زمین کی بیع واپسی کی شرط پر کی جاتی ہے تو شرعاً یہ بیع نہیں بلکہ یہ رہن ہے، اس پر رہن کے احکام جاری ہوں گے، واپسی کی مدت تک جو آمدنی مشتری نے حاصل کی ہے وہ درست نہیں، بلکہ سود ہے "صورته ان يبيعه العين بالف علىٰ انه اذا رد عليه الثمن ردعليه العين"(درمختار)وفی حاشية الفصولين عن جواهر الفتاوىٰ هوان يقول بعت منک علىٰ ان تبيعه منی متی جئت بالثمن فهذا البيع باطل وهورهن وحكمه حكم الرهن وهوالصحيح "شامی ص ۲۴۱ / ج۴ / [1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۷/۸۸ھ

مکان خریدنے کے بعد مشتری سے واپسی کا اقرارنامہ لکھوانا

سوال: ۔ایک مکان زید نے پانچ سو روپیہ کا خریدا اور بیعنامہ تحریری لکھے جانے کے

[1] شامی کراچی، ص۲۷۶ / ج۵ / مطلب فی بیع الوفاء ،قبیل کتاب الكفالة، شامی زکریا ص۵۴۵ ج۷ کتاب البیوع، باب الصرف، مطلب فی بیع الوفاء، عالمگیری کوئٹه ص ۲۰۹،۲۰۸ ج۳ کتاب البیوع، الباب العشرون فی البیاعات المکروهة والارباح الفاسدة، مطلب فی بیع الوفاء، المحیط البرهانی ص۳۶۸ ج۱۰ الفصل الخامس والعشرون فی البیاعات المکروهة والارباح الفاسدة، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل، البحر الرائق کوئٹه ص۷ ج۶ باب خیار الشرط.

بعد بائع نے مشتری سے یہ کہا کہ تم ایک اقرار نامہ علیحدہ اس امر کا لکھدو کہ دس سال تک اگر بائع یا اس کے ورثہ اس کو واپس لینا چاہیں گے تو میں اسی دام پر واپس کردوں گا، تاکہ ہم دونوں کا اطمینان ہو جائے، چنانچہ فریقین رضامند ہو گئے، بیعنامہ کے علاوہ ایک اقرار نامہ مضمون بالا کا لکھوایا گیا، اب دریافت طلب یہ ہے کہ آیا مشتری کو اس مکان خرید شدہ سے منافع حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اولاً بیع تام اور پختہ ہو چکی بعد میں ایک اقرار نامہ بائع اور مشتری کے درمیان بطور وعدہ تحریر کیا گیا ہے، جس سے بیع پر کوئی اثر نہیں پڑتا، لہٰذا مشتری مکان کا مالک ہے، اور اس مکان سے نفع حاصل کرنا مشتری کو جائز ہے، "**وفی الخیریة: فیما لو اطلق البیع ولم یذکر الوفاء الا انه عهدالیٰ البائع انه اوفی مثل الثمن یفسخ البیع معه اجاب هذه المسئلة اختلف فیها مشائخنا علیٰ اقوال ونص فی الحاوی الزاهدی ان الفتویٰ فی ذٰلک ان البیع اذا اطلق ولم یذکرفیه الوفاء الا ان المشتری عهد الیٰ البائع انه ان اوفی مثل ثمنه فانه یفسخ معه البیع یکون باتاحیث کان الثمن ثمن المثل اوبغبن یسیر الخ**"[1] درمختار، ص۲۷۵/ ج۵/.

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/۴/ ۵۳ھ

صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/ ذی الحجہ ۵۳ھ

---

[1] شامی کراچی، ص۲۷۶/ ج۵/ مطلب فی بیع الوفاء، قبیل کتاب الکفالة، شامی زکریا ص۵۴۷ ج۷ کتاب البیوع، باب الصرف، مطلب فی بیع الوفاء، فتاوی البزازیة علی هامش الهندیة کوئٹه ص۴۰۷ ج۴ کتاب البیوع، نوع فیما یتصل بالبیع الفاسد.

بیع بالوفاء کی حقیقت

سوال:۔ زید اپنا ذاتی مکان اپنے بھانجے بکر کو بیچنا چاہتا ہے، فی الوقت رقم فراہم نہ ہونے کے باعث بکر اپنا ایک مکان عارضی طور پر کچھ مدت کے لئے کسی کو دے کر رقم لینا چاہتا ہے، تاکہ ماموں کو مکان کی رقم دے سکے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ ازروئے شرع کیا کوئی ایسی صورت ہے کہ رقم بھی حاصل ہوجائے، اور مکان بھی مستقل طور پر نہ جاسکے، اور مکان دینے اور لینے والا بھی گنہگار نہ ہوئے بعض حضرات سے معلوم ہوا کہ حالات زمانہ کے پیش نظر علماء نے بیع بالوفاء کی اجازت دی ہے، آپ مطلع فرمادیں کہ بیع بالوفاء سے کیا مراد ہے اور اس کی صورت کیا ہے؟ اور کیا بیع بالوفاء میں مکان وغیرہ مدت متعینہ کے ختم پر بائع کو واپس کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ واضح رہے کہ کوئی بھی اپنے فائدے کے بغیر کوئی مکان وغیرہ لینے کو تیار نہیں، اگر رہن رکھا جائے تو مرتہن دھوکہ سے شیٔ مرہونہ سے نفع حاصل کرسکتا ہے، جس کو سود بتایا جاتا ہے، اس لئے آپ مطلع فرمادیں کہ ایسی صورت بھی ہے کہ مکان مستقل طور پر نہ جائے اور اس سے حصول رقم کی جائز شکل نکل آئے، بکر مکان فروخت کرنا نہیں چاہتا ہے، اجراء کار کے لئے کسی کو دے کر رقم سے استعارہ چاہتا ہے، اور بعد فراہمی رقم متعلقہ شخص کو رقم دے کر پھر اپنے قبضے میں لے لے ازروئے شرع وضاحت فرمادیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بیع بالوفاء کا نام اگرچہ بیع ہے، مگر وہ درحقیقت رہن ہی ہے،[۱] مرتہن کو شیٔ مرہون سے

[۱] وحکمه حکم الرهن وهوالصحیح الخ شامی زکریا، ص ۵۴۵/ج۷/کتاب البیوع، باب الصرف، مطلب فی بیع الوفاء، فتاوی البزازیة علی هامش الهندیة کوئٹه ص۴۰۷،۴۰۶ ج۴ کتاب البیوع، نوع فیما یتصل بالبیع الفاسد، المحیط البرهانی ص۳۶۹ج۱۰ کتاب البیوع، الفصل الخامس والعشرون فی البیاعات المکروهة والارباح الفاسدة، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل،

E:\F.M.Fainal\Jild-24\11-Bai bil Wafa

انتفاع ناجائز ہے[1]، بیع بالوفاء کو سود کا حیلہ نہ بنایا جائے، مولانا عبدالحئی صاحبؒ نے مستقل ایک رسالہ "**الفلک المشحون**" تحریر فرمایا ہے، جس میں انتفاع بالمرہون کی صورتیں لکھی ہیں، ضرورت پر بیع قطعی کردی جائے، پھر جب اللہ تعالیٰ پیسہ دیں تو دوبارہ خریدلیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۹/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۲۱/۹/۸۸ھ

بیع الوفاء

سوال:۔ایک مسلمان اپنی جائداد یا مکان کسی دوسرے مسلم کو فروخت کردیتا ہے، کہ اتنے عرصہ بعد رقم ادا کر کے مذکورہ جائداد واپس خریدلوں گا، اوراگر تاریخ معینہ تک نہ خرید سکا تو اس کے بعد حق خریداری ختم اور جائداد تمہاری خریدار مذکورہ فروخت کرنے والوں کو اس کا مقررہ کرایہ وصول کرتا ہے، کیا یہ درست ہے؟ تو رہن میں اوراس میں کیا فرق ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:۔

یہ شرعاً بیع قطعی نہیں ہے، بلکہ بیع بالوفا ہے جو کہ رہن کے حکم میں ہے[2]، اس صورت

---

[1] لایحل له ان ینتفع بشئی منه بوجه من الوجوه وان اذن له الراهن الخ شامی، ص۸۳/ج۱۰/ (مطبع زکریا دیوبند) کتاب الرهن، مجمع الأنهر ص۲۷۳ ج۴ کتاب الرهن، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] هو(ای بیع الوفاء)ان یقول بعت منک ان تبیعه منی متی جئت بالثمن فهذا البیع باطل وهورهن وحکمه حکم الرهن وهو الصحیح الخ شامی زکریا،ص ۵۴۵/ج۷/ کتاب البیوع، باب الصرف،مطلب فی بیع الوفاء، عالمگیری کوئٹه ص۲۰۹ ج۳ باب الصرف الباب العشرون فی البیاعات الخ، مطلب فی بیع الوفاء، البحر الرائق کوئٹه ص۸ ج۶ باب خیار الشرط.

میں کرایہ وصول کرنا درست نہیں ہے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۱/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۱۲/۸۸ھ

بیع الوفاء حقیقۃً رہن ہے

سوال:۔(۱) زید نے اپنی کسی ضرورت کی بنا پر اپنی کاشت کی آراضی عمر کو اس شرط پر بیع کردی کہ تین سال کی مدت معینہ کے اندر اندر جس وقت بھی میرے پاس رقم ہوجاوے، اور میں لینا چاہوں تو عمر کو یہ آراضی اسی ثمن مذکور میں واپس دینا ہوگی، اور ثمن میں کمی بیشی نہ ہوگی، اگر مدت معینہ میں زید کے پاس روپیہ فراہم نہ ہوسکا اور مدت ختم ہوگئی، تو پھر یہ آراضی عمر ہی کیلئے مستقل بیع سمجھی جائے گی، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ عرف میں اس کو آڑی بیع کہتے ہیں، آیا یہ صورت مسئولہ خیار شرط میں داخل ہے جو عندالصاحبین جائز ہے یا اس سے خارج ہے؟ حوالہ کے ساتھ بیان فرمادیں۔

(۲) دوسری صورت اسی آڑی بیع کی اور ہے وہ یہ ہے کہ زید نے جو بیع نامہ کے لئے کیا ہے، اس میں تین سال واپس نہ لینے کی شرط ہوتی ہے، کہ تین سال تک بائع بیع کو واپس نہیں لے سکتا، تین سال کے بعد اگر چاہے اس ثمن سابق میں بیع کو لوٹا سکتا ہے، اس کی بھی میعاد ہوتی ہے، مثلاً تین سال کے بعد دوسال تک واپس لینے کی میعاد ہوتی ہے، اور دوسال پر مشتری سے نہیں لے سکتا، اور یہ بیع مستقل مشتری کی ملکیت ہوجاوے گی۔

(۳) اگر دونوں صورتیں ہی ناجائز قرار دی جائیں تو پھر کوئی تیسری شکل

---

[۱] ولیس للمرتهن الانتفاع بالرهن ولا اجارته ولا اعارته، ملتقى الابحر مع مجمع الأنهر ص۲۷۳ ج۴ كتاب الرهن، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، بيروت، الدر المختار مع الشامي زكريا ص۸۳،۸۲ ج۱۰ كتاب الرهن.

تحریر فرمائیں، جوشرعاً جائز ہے، اور ایک غریب ضرورت مند اپنے کام میں لاسکے اور زمین سے ہاتھ نہ دھو بیٹھے کرم ہوگا؟

الجواب حامداًومصلیاً

(۱) بیع بالوفاء ہے ردالمحتار[1] میں اس پر تفصیلی بحث موجود ہے، قول المختار یہ ہے کہ یہ صورۃً بیع ہے، مگر حکماً رہن ہے، لہٰذا اس سے انتفاع درست نہیں ہے "کل قرض جر نفعاً حرام اھ درمختار"[2]

(۲) اس کا حکم بھی وہی ہے جو نمبر ۱ میں بیان ہوا ہے[3]

(۳) رہن یا بیع کا معاملہ ختم کرکے اجارہ کا معاملہ کرلیا جاوے، مثلاً ایک ہزار روپیہ کی ضرورت ہے تو اپنی زمین متعین تین سال کے لئے اجارہ پر دیدی جاوے، اور ایک ہزار روپیہ پیشگی کرایہ وصول کرلیا جائے، تین سال تک کاشت کرکے آمدنی کرے پھر واپس کردے[4] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] هوان يقول بعت منک علیٰ ان تبيعه منی متی جئت بالثمن فهذا البيع باطل، وهو رهن وحكمه: حكم الرهن: وهوالصحيح .شامی ،ص ۵۴۵/ج۷/ (مطبوعه زكريا ديوبند) كتاب البيوع ،باب الصرف، مطلب فی بيع الوفاء، المحيط البرهانی ص۳۶۹ج۱۰ كتاب البيوع، الفصل الخامس والعشرون فی البياعات المكروهة والارباح الفاسدة، عالمگيری ص۲۰۹ج۳ كتاب البيوع، الباب العشرون فی البياعات المكروهة، مطلب فی بيع الوفاء.

[2] شامی صفحه ۳۹۵/ج۷/ (مطبوعه زكريا ديوبند)كتاب البيوع، باب المرابحة والتولية فصل فی القرض، مطلب كل قرض جر نفعاً حرام ، البحر الرائق كوئٹه ص۱۲۲ج۶ باب المرابحة والتولية، فصل فی بيان التصرف، تتمة فی مسائل القرض.

[3] ملاحظه هو حواله مذكوره بالا. (حوالہ ۴ اگلے صفحہ پر)

بیع الوفاء اصل قیمت سے زیادہ پر

سوال:۔اپنی مملوکہ زمین اس شرط پر فروخت کرتے ہیں، کہ چندسال کی مدت میں جب روپیہ واپس کردیئے جائیں گے، توزمین واپس لے لی جائے گی، اس کو عرف میں کٹ تبادلہ کہتے ہیں، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ متذکرہ بالاصورت جائز ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:۔

واپسی کی شرط پرفروخت کرنا بیع فاسد ہے جائزنہیں، اس کو بیع بالوفاء کہتے ہیں جو کہ رہن کے حکم میں ہے ایسی زمین سے مشتری کو نفع حاصل کرنا جائزنہیں ہے (کذافی ردالمحتار)[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمودغفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱۱/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱۱/۸۸ھ

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) [۴] تصح اجارةارض للزارعة الخ درمختار علی الشامی زکریا ص ۳۹/ ج۹/ کتاب الاجارة، باب مایجوز من الاجارة، البحر الرائق کوئٹہ ص ۳۰۴ ج۷ باب ما یجوز من الاجارة، مجمع الأنهر ص ۵۲۲ ج۳ کتاب الاجارة، باب مایجوز من الاجارة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

(**صفحه هذا**) [۱] هوان یقول بعت منک علیٰ ان تبیعه منی متی جئت بالثمن فهذا لبیع باطل هو رهن وحکمه حکم الرهن وهوالصحیح الی قوله البیع الذی تعارفه أهل رماننا احتیالاً للربا وسحوه بیع الوفاء وهو رهن فی الحقیقة لا یملکه ولا ینتفع به الخ، شامی زکریا ص۵۴۶، ۵۴۵، ج۷، کتاب البیوع، باب الصرف، مطلب فی بیع الوفاء، فتاوی البزازیة علی هامش الهندیة کوئٹه ص۴۰۵ ج۴ نوع فیما یتصل بالبیع الفاسد، عالمگیری ص ۲۰۹ ج۳ کتاب البیوع، الباب العشرون فی البیاعات المکروهة والارباح الفاسدة، مطلب فی بیع الوفاء، المحیط البرهانی ص ۳۶۹ ج۱۰ کتاب البیوع، مطبوعه المجلس العلمی ڈابهیل.

میعادی بیع اور اس کا نفع

سوال:۔ (۱) کریم بخش نے ایک مہاجن سے چار سو روپئے سود پر قرض لئے، اور اصل وسود کل پانچ سو روپئے ہوگئے، کریم بخش نے مہاجن سے دوسو پچاس روپئے میں اپنا حساب بیباق کرنا طے کرلیا، اور مہاجن کو دوسو پچاس روپئے دینے کے لئے اپنا مکان عمر کو تین سو روپئے میں کردیا، اور عمر سے ایک اقرار نامہ لکھوالیا کہ وہ اس کے تین سو روپئے واپس کرنے پر مکان اس کو واپس کردے گا، اور چھ روپے ماہوار کرائے کا ایک ٹھیکہ نامہ لکھ کر عمر کو دے دیا، سوال یہ ہے کہ بیعنامہ میعادی جائز ہے یا ناجائز؟

(۲) یہ کہ چھ روپئے ماہوار کریم بخش سے عمر کو کرایۂ مکان لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) بیع میں واپسی کی شرط لگانے سے بیع فاسد ہوجاتی ہے، جس کا فسخ کرنا واجب ہوتا ہے، یہ درحقیقت رہن ہے، رہن سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں بلکہ یہ سود ہے لہٰذا یہ میعادی بیع ناجائز ہے[1]، (۲) یہ چھ روپیہ لینا ناجائز ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۹/۸۵ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۹/۸۵ھ

---

[1] وفی حاشیة الفصولین عن جواهرالفتاویٰ هوأن یقول بعت منک علیٰ ان تبیعه منی متیٰ جئت بالثمن فهذاالبیع باطل وهورهن حکمه حکم الرهن وهو الصحیح فعلم لافرق بین قولهٗ علی أن ترده علی اوعلیٰ ان تبیعه منی، شامی کراچی ص۲۷۶/۵، مطبوعه زکریا ص۵۴۵/۵، کتاب البیوع، باب الصرف، مطلب فی بیع الوفاء، البحر الرائق ص۷ج۶ باب خیار الشرط، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، عالمگیری ص۲۰۹ ج۳ کتاب البیوع، الباب العشرون فی البیاعات المکروهة، مطلب بیع الوفاء، مطبوعه کوئٹه،

[2] "لایحل له ان ینتفع بشئی منه بوجه من الوجوه وان اذن له الراهن (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بیع میعادی میں مبیع سے انتفاع

سوال: ۔زید اپنا مکان عمر کے ہاتھ فروخت کرتا ہے اس کی فروختگی کے شرائط یہ ہیں

(۱) جو رقم میں نے اس وقت یعنی فروخت کرنے کے وقت عمر سے لی ہے اس رقم کو اگر دس سال میں واپس دیدوں تو زید کو عمر مکان لازمی واپس دے گا، اگر زید دس سال کے اندر رقم عمر کو ادا نہ کرسکا تو بعد گذر جانے دس سال کے بیع قطعی سمجھا جاوے گا، یعنی پھر زید اپنا مکان عمر سے واپس نہیں لے سکتا۔

(۲) اس دس سال کا کرایہ اس زید کے مکان سے عمر وصول کرے گا، اور عمر اپنے تصرف میں لائے گا، اور جو کچھ مرمت شکست وریخت مکان مذکور میں دس سال کے اندر ہونگے وہ عمر مرمت کرادے گا، ایسی شکل میں زید کے اس مکان کا کرایہ جو میعادی بیع ہے، عمر کو اپنے تصرف میں لانا جائز ہے یا ناجائز؟ اگر کرایہ ناجائز ہے تو بحوالہ کتب تحریر فرمادیجئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ بیع شرعاً رہن کے حکم میں ہے اور شئی مرہون سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں، لہٰذا مکان کی شکست وریخت کی مرمت اصل مالک یعنی زید کے ذمہ ہے اور اس دس سال کے کرایہ کا مالک بھی زید ہی ہے عمر کو یہ کرایہ تصرف میں لانا درست نہیں ”**وفی حاشیة الفصولین عن جواهر الفتاویٰ هوان یقول بعت منک علی ان تبیعه منی متی جئت بالثمن فهٰذا البیع باطل وهورهن وحکمه حکم الرهن وهوالصحیح اھ**“[۱] **شامی، ج۴ص ۲۷۶**

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) لانه اذن فی الربا الخ، شامی کراچی ،ج۶/ص۴۸۲/مطبوعه زکریا ،ج۱۰/ ص۸۳/“(کتاب الرهن)، زیلعی ص۶۷ ج۶ کتاب الرهن، مطبوعه امدادیه ملتان، البحر الرائق ص۲۳۸ ج۸ کتاب الرهن، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

(صفحہ ہٰذا) [۱] شامی زکریا ج۷/ص۵۴۵/مطبوعه نعمانیه دیوبند، ج۴/ص ۲۴۶/ مطبوعه کراچی ج۵ص۲۷۶ کتاب البیوع، باب الصرف، مطلب فی بیع الوفاء، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ونفقة الرهن والخراج والعشرعلى الراهن والاصل ان كل مايحتاج اليه لمصلحة الرهن بنفسه ونفقته فعلى الراهن لانه ملكه وكل ماكان لحفظه فعلى المرتهن لان حبسه لهاھ[1] درمختار ، ج۵/ص ۳۴۶/ لايحل له ان ينتفع بشئى منه بوجه من الوجوه وان اذن له الراهن اھ[2] شامی ، ج۵/ص ۳۴۳/۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۱۰/۶۱ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ

صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/شوال ۶۱ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) عالمگیری ص ۲۰۹ ج۳ كتاب البيوع، الباب العشرون فى البياعات المكروهة الخ، مطلب بيع الوفاء، بحر ص۷ ج۶ باب خيار الشرط، مطبوعه كوئٹه.

(صفحہ ہذا) [1] الدرالمختار على الشامى ،ج۵/ص ۲۱۳-۲۱۴/ مطبوعه نعمانيه، شامى زكريا ج۱۰/ ص۹۳/ مطبوعه كراچى ،ج۶/ص۴۸۷/ كتاب الرهن، البحر الرائق ص۲۳۹ ج۸ كتاب الرهن، مطبوعه الماجديه كوئٹه، سكب الأنهر على هامش المجمع ص۲۷۷ ج۴، كتاب الرهن، دار الكتب العلمية بيروت،

[2] شامى نعمانيه ص۳۱۰/۵، مطبوعه زكريا ج۱۰/ص۸۳/ مطبوعه كراچى ج۶/ ص۴۸۲/ كتاب الرهن، مجمع الأنهر ص۲۷۳ ج۴، كتاب الرهن، دار الكتب العلمية بيروت، زيلعى ص۶۷ ج۶ ، مطبوعه امداديه ملتان،

باب دوازدھم : ذخیرہ اندوزی کے احکام

احتکار

سوال:- ایک شخص کی آمدنی کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ وہ پیاز، لہسن، آلو، گیہوں، وغیرہ خرید کر جمع کر لیتا ہے، اور جب یہ چیزیں مہنگی ہوجاتی ہیں، تب بیچتا ہے کیا ایسا کرنا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً

اگر بستی میں یہ اشیاء بکثرت موجود ہیں، اور اس شخص کے خریدنے سے کوئی تنگی پیش نہیں آتی، اور دیر بعد جب موسم نہ رہے، ان کو گراں فروخت کرتا ہے، اور گراں بھی اس قدر جو کہ قابل برداشت ہے تو اس میں گناہ نہیں اس کی آمدنی درست ہے، اگر اسکے خریدنے سے تنگی اور پریشانی ہوتی ہے، اور نا قابل برداشت گراں فروخت کرتا ہے، تو یہ سخت گنہ گار ہے[۱] اور یہ طریقہ موجب لعنت ہے۔[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] الاحتكار مكروه وذٰلک ان يشترى طعاماً فى مصرويمتنع من بيعه وذٰلک يضربالناس ولمن اشترى فى ذٰلک المصروحبسه ولايضر باهل المصر لابأس به ،الهندية،ص ۲۱۳/ج۳/كتاب البيوع،الباب العشرون فى البياعات المكروه، فصل فى الاحتكار ،وكذافى الشامى ،كتاب الكراهية ،فصل فى البيع ص ۳۹۸/ج ۶/مطبوعه كراچى،هدايه ص ۴۷۰/ج۴/كتاب الكراهية فصل فى البيع،طبع دارالكتاب ديوبند.

[۲] عن عمربن الخطاب رضى الله عنه قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الجالب مرزوق والمحتكرملعون،سنن ابن ماجه ص ۱۵۶/ج ۱/ابواب التجارات،باب الحكرة والجلب،طبع رشيديه دهلى.

آلو، پیاز وغیرہ کا اسٹاک کرنا

سوال:-عمر وفصل کے موقعہ پر ازقسم سبزی مثلاً آلو، اروی، پیاز وغیرہ خریدتا ہے، اور جب فصل نکل جاتی ہے تو فروخت کرتا ہے، جب کہ گراں ہوجاتی ہیں اشیاء مذکورہ، تو کیا صورت مذکورہ احتکار میں داخل نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگراس کے خریدنے سے بستی والوں کو ضرر ہوتا ہے، وہ چیز نایاب ہوجاتی ہے، یا گراں ہوجاتی ہے، تو یہ احتکار میں داخل ہوکر ممنوع ہے، اگر ضرر نہیں ہوتا تو ممنوع نہیں ہوتا،

"وکرہ احتکار قوت البشر کتین وعنب ولوزوالبھائم کتبن وقت فی بلد یضر باھلہ لحدیث الجالب مرزوق والمحتکر ملعون فان لم یضرلم یکرہ اھ درمختاروالتقیید بقوت البشرقول ابی حنیفة ومحمد وعلیه الفتویٰ وکذافی الکافی وعن ابی یوسفؒ کل ماضربا لعامة حبسه فھواحتکار،قولهٗ کتین وعنب ولوزای ممایقوم به بدنھم من الرزق ولو دخنا لاعسلاً وسمناً قولهٗ وقت بالقاف والتاء المثناة من فوق الفصفصة بکسر الفائین وھی الرطبة من علف الدواب اھ وفی المغرب القت الیابس من الاسفست اھ ومثله فی القاموس وقال فی الفصفصة بالکسر ھو نبات فارسیته اسفست تامل قوله فی بلد اومافی حکمه کالرستاق والقریة قوله یضرباھله بان کان البلدصغیراًاھ شامی"[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمودغفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] الدرالمختار مع الشامی کراچی ج۶/ص۳۹۸/کتاب الکراھیة ،فصل فی البیع،ھدایه ص۴۷۰/ج۴/کتاب الکراھیة،فصل فی البیع،دارالکتاب دیوبند،الدرالمنتقی مع المجمع ص۲۱۳/ج۴/کتاب الکراھیة،فصل فی البیع،دارالکتب العلمیة بیروت.

غلہ کی ذخیرہ اندوزی

سوال:- (۱) میں اگر فصل آنے پر ہزار پانچ سو روپئے کا غلہ خریدلوں اوراس کو انتظار میں گھر میں بھرا ہوا رہنے دوں کہ بے فصل مہنگا فروخت کروں گا، تو غلہ گراں فروخت ہوگا، تو اس کے بارے میں حکم شرعی کیا ہے؟

ایضاً:- (۲) بہت سے لوگ غلہ خرید کر جس بھاؤ کا ہوتا ہے، اس بھاؤ کا لوگوں کو دیتے ہیں، اور فصل کے آنے پر جس بھاؤ کا ہوتا ہے اس سے لے لیتے ہیں تو ان کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

(۱) اتنی مہنگائی کا انتظار کرنا جس سے مخلوق کو پریشانی لاحق ہو، جائز نہیں، حدیث پاک میں سخت وعید آئی ہے[1]۔

(۲) گاؤں والوں کے ہاتھ غلہ فروخت کرنا اس وقت کے بھاؤ کے موافق درست ہے ان سے قیمت لے لیجائے، پھر جب فصل آئے تو اس وقت کے بھاؤ کے موافق جس طرح ہر شخص کو خریدنا درست ہے، اس کو بھی خریدنا درست ہے، جس نے انکے ہاتھ فروخت کیا تھا، لیکن غلہ انکے ہاتھ فروخت کرنا اس طرح کہ مثلاً دوسو روپئے کا غلہ فروخت کیا پھر فصل آنے پر اس غلہ کے عوض اس سے زیادہ وزن لینا درست نہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱۰/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۱۰/۸۸ھ

---

[1] عن عمر بن الخطاب قال قال رسول اللّٰہ ﷺ الجالب مرزوق والمحتکر ملعون ابن ماجہ شریف ص ۱۵۶/ج ۱/(مکتبہ تھانوی دیوبند)ابواب التجارات، باب الحکرۃ والجلب۔

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ غلہ لانے والے کو رزق عطا کیا جاتا ہے، اور غلہ روکنے والے پر لعنت کی جاتی ہے۔ (حاشیہ نمبر۲/اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

تجارت میں ذخیرہ اندوزی

سوال:- تجارت میں ذخیرہ اندوزی کیسی ہے؟ ذخیرہ اندوزی کب تک جائز یا ناجائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ذخیرہ اندوزی سے اگر یہ مراد ہے کہ اپنی بستی کا غلہ خرید کر اپنے پاس محفوظ کرلیا جائے، اور باوجود ضرورت کے فروخت نہ کیا جائے، کہ جب زیادہ گراں ہوجائے گا، تب فروخت کرے گا، تو یہ صورت شرعاً ناجائز[1] اور موجب لعنت ہے۔ "المحتکر ملعون" (الحدیث[2]) اگر کچھ اور مراد ہے تو اس کو صاف لکھئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۱/۹۳ھ

الجواب صحیح العبد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۱/۹۳ھ

(**پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ**) [۲] کل قرض جر نفعاً حرام، الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۳۹۵/ ج۷/ کتاب البیوع فصل فی القرض، مطلب کل قرض جر نفعاً حرام، الاشباہ والنظائر ص ۱۴۴/ الفن الثانی کتاب المداینات، دارالاشاعۃ دھلی، قواعدالفقه ص ۱۰۲/ قاعدۃ ۲۳۰/ مطبوعه دارالکتاب دیوبند،

(**حاشیہ صفحہ ھذا**) [۱] ویکرہ الاحتکار فی قوت الآدمیین والبھائم اذاکان ذٰلک فی بلد یضر الاحتکار باھلہ وکذالک التلقی فاما اذاکان لایضر فلابأس به، لانه تعلق به حق العامة وفی الامتناع عن البیع ابطال حقھم وتضییق الامر علیھم، ھدایه ص ۴/۴۷۰، کتاب الکراھیة فصل فی البیع، دار الکتاب دیوبند، الدرمع الشامی کراچی ص ۳۹۸/ ۶/ کتاب الکراھیة فصل فی البیع، ھندیه کوئٹه ص ۲۱۳/ ج۳/ الباب العشرون فی البیاعات المکروۃ، فصل فی الاحتکار.

[۲] ابن ماجه شریف ص ۱۵۶/ ج۱/ مطبوعه رشیدیه دھلی، ابواب التجارات، باب الحکرۃ والجلب.

ترجمہ: اور غلہ روکنے والے پر لعنت کی گئی ہے۔

باب سیزدھم: بیع کے متفرق مسائل

بنجر کھیت ایک نے پٹواری سے خریدا دوسرے نے نائب پردھان سے وہ کھیت کس کا ہے؟

سوال: ۔ایک سرکاری کھیت بنجر کو ایک خاندان نے پٹواری سے خرید لیا، دوسرے خاندان والوں نے بوجہ دشمنی کے پردھان کے نائب سے خرید لیا، کیوں کہ اصل پردھان حج کو گئے تھے، جب اصل پردھان واپس آ گئے، تو انہوں نے بیع خاندان کو درست مانا اور کہا کہ کھیت انہیں کا ہے، جنہوں نے پہلے پٹواری سے خرید لیا، اب اس میں جھگڑا ہے، پہلا کہتا ہے کہ میرا ہے، اور دوسرا کہتا ہے کہ میرا ہے، اسکے اندر کیا فتویٰ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ کھیت ملک سرکاری تھا اور پٹواری کو بغیر اجازت پردھان اس کو فروخت کرنے کا سرکار کی طرف سے اختیار تھا تو جس نے پٹوری سے خریدا ہے اس کا ہوگیا، پھر جس نے پردھان کے نائب سے خریدا ہے اس کا خریدنا صحیح نہیں ہوا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱/۹۱ھ

سوسائٹی میں رقم جمع کرنے کا حکم

سوال: ۔افریقہ میں کچھ بہی خواہ حضرات نے ایک تعلیمی ویلفر سوسائٹی قائم کی ہے،

[1] وبطل بيع ماليس فى ملكه لبطلان المعدوم لانه عليه الصلوٰة والسلام نهىٰ عن بيع ماليس عندالانسان قال الشامى تحته اذمن شرط المعقودعليه ان يكون موجوداً مالاً متقوماً مملوكاً فى نفسه الخ درمختار مع الشامى زكريا ،ج۷/ص۲۴۶/كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، عالمگيرى ص ۲-۳ ج۳ كتاب البيوع الباب الاول، مطبوعه كوئٹه، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اس کا اہم کام یہ ہے کہ وہ لوگوں سے ماہانہ کچھ رقم وصول کرکے سوسائٹی فنڈ میں اس کے نام سے جمع کرلیتے ہیں، اور آڑے وقت میں یہ رقم جمع کرنے والے کو دے دیتے ہیں، سوسائٹی کے قانون کے رو سے اگر رقم جمع کرنے والا مرجائے تو جمع شدہ رقم سے اس کی اولاد کی تعلیم دلائی جاتی ہے، اور اگر وہ کسی وقت اپنی کل رقم واپس لینا چاہے تو ایک مقررہ مدت کے بعد اس کی رقم واپس کی جاتی ہے، اصل رقم سے کچھ زائد رقم بھی اسے دیتے ہیں، سوسائٹی مختلف کاروبار کرکے جمع شدہ رقم میں اضافہ کرتی ہے، شرعاً یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟ اور رقم سوسائٹی فنڈ میں جمع کرسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر سوسائٹی ان رقوم سے تجارت کرتی ہے اور اسکا نفع شرکاء کو ان کے رقوم کے موافق دیتی ہے، تو وہاں رقوم کا جمع کرنا اور نفع لینا درست ہے[۱]، بشرطیکہ تجارت بھی جائز ہو اور کوئی دوسری چیز بھی اس میں خلاف شرع نہ ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۳/۹۰ھ

جزوی حصہ دار کا پوری زمین کا بیعانہ لینا

سوال:۔ سرائے مسافراں محلّہ کے ایک گوشہ میں چاہ پختہ واقع ہے اور کچھ چاہ پختہ کے متعلق زمین ہے، وہ چاہ پختہ بھر دیا گیا ہے، اب اس جگہ میں اچھا خاصا مکان تعمیر ہوسکتا

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) سکب الأنهر ص۵ ج۳ کتاب البیوع، مطبوع دار الکتب العلمیة بیروت.

(صفحہ ہٰذا) [۱] وشرطها ای المضاربة کون الربح بینهما شائعاً فلو عین قدراً فسدت وکون نصیب کل منهما معلوماً عند العقد الخ الدر المختار مع الشامی زکریا، ج۸/ص۴۳۳/ اول کتاب المضاربة، هداية ص۲۵۸ ج۳ کتاب المضاربة، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، مجمع الأنهر ص۴۴۶ ج۳ کتاب المضاربة، مطبوعه دار الکتب العلمية بيروت، بحر ص۲۶۴ ج۷ کتاب المضاربة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

ہے، اس چاہ پختہ کے جنوب میں راستہ عام ہے، اس کے بعد گھسیٹوں صاحب کا مکان ہے، وہ چاہتے ہیں کہ اس جگہ کی قیمت مسجد یا مدرسہ اچھے مصرف میں دے کر اپنا مکان یا اپنی کوئی عمارت بنالیں چنانچہ اس سلسلہ میں ایک پنچایت عام ہوئی، اوراس میں یہ تحقیقات کی گئی کہ یہ جگہ کس کی اور کون اس کا مالک ہے، ثابت ہوا کہ یہ بھٹیاروں کی ہے اوران بھٹیاروں نے یہ جگہ روبرو پنچایت کے مسجد کو دیدی جو مسجد اسی محلّہ مسافران میں واقع ہے، اب کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ گھسیٹوں سے قیمت لے کر یہ جگہ دیدی جائے، اور کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ مسجد کا مکان تعمیر کردیا جائے تاکہ مسجد کیلئے ہمیشہ کے لئے ایک آمدنی بنجائے، اور کنواں بنانے اور یہ جگہ رفاہِ عام کے لئے چھوڑنے والے کو ہمیشہ ایصال ثواب ہوتا رہے، اس پنچایت سے قریب ایک سال ان بھٹیاروں میں سے صرف ایک شخص نے گھسیٹوں سے معاہدہ بیع کرلیا تھا، اور کاغذ پر انگوٹھا لگا کر ایک سو روپیہ بطور بیعانہ لے لیا تھا، جو اس پنچایت میں سے اس نے وہ روپیہ واپس کردیا اور کہا میں بیع نہیں کرتا میں نے بھی اپنا حصہ مسجد کو دیدیا تو یہ بیع تھی یا نہیں، اسکو ایسا معاہدہ کرنے کا حق تھا اس متنازعہ مسئلہ میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کسی مشترکہ زمین کے متعلق جزوی حصہ دار کو پوری زمین کی بیع کرنے یا اس کے لئے بیعانہ کرلینے کی اجازت نہیں، جب تک سب حصہ دار اس پر رضا مند نہ ہوں[1] اب جب کہ بیعانہ واپس کردیا تو بات ہی ختم ہوگئی، دوسرے حصہ داروں کی طرح بیعانہ لے کر واپس کرنے

---

[1] لایجوز التصرف فی مال غیرہ بلااذنہ ولاولایتہ الخ الدرالمختار علیٰ الشامی زکریا، ج۹/ص۲۹۱/ کتاب الغصب، مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر الخ، کل واحد من الشریکین أو الشرکاء شرکة ملک أجنبی فی نصیب الآخر حتی لایجوز له التصرف فیه إلا بإذن الآخر کغیر الشریک لعدم تضمنها الوکالة، مجمع الأنهر ص۵۴۳ ج۲ کتاب الشرکة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، زیلعی ص۳۱۳ ج۳ کتاب الشرکة، مطبوعه امدادیه ملتان.

والے بھی اپنا حصہ مسجد کو دیدیا اب تو وہ جگہ مسجد کی ہوگئی، اب اس کو فروخت نہ کیا جائے، اس پر مکان تعمیر کردیا جائے، پھر اس مکان کو خواہ گھسیٹوں صاحب کو ہی کرایہ پر دیدیا جائے، اگر مکان تعمیر کرنے کیلئے سرمایہ موجود نہ ہو اور فراہم بھی نہ ہوسکتا ہو تو زمین ہی گھسیٹوں صاحب کو کرایہ پر دیدی جائے، وہ مکان تعمیر کرلیں اس صورت میں وہ زمین کا کرایہ مسجد کو دیدیا کریں تعمیر ان کی رہے گی اور زمین مسجد کی رہے گی[۱] جس وقت منتظمین اس زمین کو خالی کرنا چاہیں گے تو گھسیٹوں صاحب کو لازم ہوگا کہ وہ خالی کردیں خواہ اس طرح کہ اس وقت تعمیر کے ملبہ کی قیمت مسجد کی طرف سے ان کو دیدی جائے نہ کہ تعمیر کی پھر وہ مکان بھی مسجد کا ہوجائے گا، خواہ تعمیر وہاں سے ہٹا کر اس کا سامان وہ خود ہی لے جائیں، اور صرف زمین خالی مسجد کے حوالہ کردیں، باہمی مشورہ کرکے جو صورت مسجد کیلئے مفید ہو وہ اختیار کرلی جائے، کسی قانون دان سے بھی مشورہ کرلیا جائے، تو بہتر ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱۱/۹۴ھ

بیع میں دھوکہ دینا

سوال:۔ نائلون میں بیل چنٹ دار ہے وہ ہمیں ۹ ر میٹر پر ملتی ہے اور ہم اس کو کھینچ کر گیارہ میٹر بڑھا دیتے ہیں، اور ہم اس کو ناپ کر فروخت کرتے ہیں، اور اگر گاہک کہتا ہے کہ یہ کھینچی ہوئی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ کھینچ رکھی ہے، گاہک کی مرضی ہے کہ لے یا نہ لے اس میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

---

[۱] آجر بعوض معين صح وخصاه بالنقود إلى قوله وما بناه مستأجراً وغرسه وفى الشامى إذابناه من ماله بلا إذن الناظر ثم إذا لم يضر رفعه بالبناء القديم رفعه، فله ما لم ينوه للوقف، الدر المختار مع الشامى زكريا ص٦٧٧تا٦٧٨ ج٦ كتاب الوقف، مطلب فى حكم بناء المستأجر فى الوقف بلا إذن.

الجواب حامداً ومصلیاً

جب آپ بتلا دیتے ہیں کہ ہاں یہ کھینچ رکھی ہے، اور دھوکہ نہیں دیتے تو خریدار کی مرضی ہے دل چاہے خریدے نہ دل چاہے نہ خریدے، دھوکہ دیں تو ناجائز اور گناہ ہے [۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۱/۱۴۹۱ھ

خرید کردہ تجوری میں سے کچھ روپیہ ملا وہ کس کی ملک ہے

سوال:۔ زید وعمر دو بھائیوں کی ملکیت میں ایک لوہے کی تجوری تھی جس کو دونوں بھائیوں نے متفقہ طور پر خالد کے ہاتھ تجوری خالی کرنے کے بعد فروخت کردی، خالد نے تجوری کو زید وعمر کے پاس رکھوا دیا کہ کوئی ٹھیلہ وغیرہ لے آؤں تو اس کو لا دیجاؤں گا، کئی دن گزر گئے اس درمیان میں کسی شخص نے خالد کو بتایا کہ اس تجوری میں جو قفل لگا ہوا تھا جس کو دونوں بھائیوں نے تجوری بیچنے کے وقت علیحدہ کرلیا تھا، اس قفل کی بھی بائع سے مانگ کرتا کہ تجوری مکمل ہوجائے، خالد جس دن تجوری اُٹھانے آیا تو اس نے بائع سے قفل بھی مانگا، جس پر زید نے انکار کردیا اور دونوں طرف سے اصرار اور انکار کئی دفعہ رہا، چنانچہ آخر میں خالد نے کہا کہ قفل دیدو، اگر تجوری کھولنے کے بعد کچھ نکلے گا تو میں آپ کو دیدونگا، مگر اس پر بھی زید نے انکار کیا اور اعتمادی لہجہ سے کہا کہ اگر اس میں اکنی کیا ایک لاکھ روپیہ بھی نکلے گا تو میں

---

[۱] لایحل کتمان العیب فی مبیع اوثمن لان الغش حرام وقال الشامی اذا باع سلعة معیبةً علیه البیان الخ درمختار مع الشامی زکریا، ج۷/ص۲۳۰/ کتاب البیوع، باب خیار العیب مطلب فی جملة مایسقط به الخیار، البحر الرائق ص۳۵ج۶ کتاب البیوع باب خیار العیب، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، سکب الأنهر ص۵۹ ج۳ کتاب البیوع فصل فی خیار العیب، دار الکتب العلمیة بیروت.

نے آپ کو سب کچھ دیدیا خالد کو قفل نہ ملا وہ تجوری لے کر اپنے گھر آ گیا، اور چوں کہ تجوری کا بین جس سے تجوری کا دروازہ کھلنا بند ہوتا ہے، وہ بیع کے بعد تجوری کو پلٹنے اور چڑھانے میں ٹوٹ گیا تھا، لہٰذا خالد نے گھر لے جا کر کسی اوزار سے اس کو کھولا تجوری کھولنے پر کچھ رقم اس کے کسی خانہ میں خالد کو ملی جس کی صحیح تعداد مجھ کو معلوم نہیں ہوئی، اب مشتری خالد اس کو اپنی ملک بتاتا ہے، اور زید کا بھائی عمرو کہتا ہے کہ وہ میرا ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ تجوری فروخت کرنے کے بعد اور زید کے اس جملہ کے بعد کہ جو کچھ نکلے وہ تمہارا ہے تو وہ نکلی ہوئی رقم کس کی مانی جاوے گی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

بیع تجوری کی ہوئی ہے اور جو چیز اس کے ساتھ ایسی لگی ہوئی ہو کہ جدا نہ کی جاتی ہو جیسے ضمنی قفل ہو نیز اس کی چابی کہ بغیر چابی کے قفل بیکار ہے[1]، بائع کو اس رقم کا علم ہی نہیں تھا، جو اس کے کسی خانہ میں رکھی ہوئی تھی، بلکہ وہ اس کو اپنے نزدیک خالی کر چکا تھا، اور یہ سمجھتا تھا کہ اب اس میں کچھ نہیں اسی لئے اس نے بطور ترقی کہا کہ اگر ایک لاکھ روپیہ بھی نکلے گا تو میں نے سب کچھ آپ کو دیدیا ظاہر ہے کہ تجوری کی بیع میں تجوری کے ساتھ ایک لاکھ روپیہ دینے کے لئے وہ ہرگز آمادہ نہیں ہوسکتا، بلکہ اس نے علیٰ سبیل الفرض کہا ہے، یہ سمجھتے ہوئے کہ اس میں روپیہ موجود نہیں، البتہ بائع کے اس قول کو ہبہ قرار دیا جاسکتا ہے، اگر وہ ہبہ کی نیت رکھتا ہو اس لئے ہبہ ہو کر مشتری کی ملک ہو جائے گی[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۴/۱۱/۹۵ھ

---

[1] الاصل أن كل مايتناوله اسم المبيع عرفاً وكان متصلاً به اتصال قرار وهو ماوضع لالأن يفصله البشر يدخل وما لا فلا الخ الدرالمنتقىٰ علىٰ مجمع الانهر، ج۳/ص۲۲/ مطبع دارالكتب العلمية، كتاب البيوع، فصل قبيل باب الخيارات، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مچھلی گڑھے میں ڈالی جائے تو اس کا مالک کون ہے؟

سوال:۔ وراثت علی نے اپنے روپیہ سے گرام سماج کے گڑھے میں سبھا پتی (پردھان یا صدر مجلس) کی رائے سے اوران کے بار بار اصرار اور کہنے پر چھ ہزار مچھلی چار روپیہ فی ہزار کی در سے سبھا پتی کے ذریعہ خرید کر جلایا تھا، پتی نے یہ بھی کہا تھا کہ ٹھیک لگان پر گرام سماج کے سرکاری کاغذات میں اس گڑھے کی مچھلی وراثت علی کے نام درج کر دیا جائیگا، مچھلی جلانے کیلئے اور پہلے ہی سے وراثت علی اس گڑھے کی جل کھمبی اور پانی کے روک تھام کا بندوبست کرلیا تھا، اور مچھلی چھوڑنے کے بعد بھی اس گڑھے کی جل کھمبی نکالنا اور دیکھ ریکھ برابر کرتا چلا آیا، کچھ دنوں کے بعد سبھا پتی رائے علی سے ناراض ہوگئے، اور گڑھے کا ٹھیکہ پٹہ یا لگان گرام سماج کے کاغذات میں وراثت علی کے نام درج کرنے سے انکار کر دیا تب بھی گڑھے کی مچھلی کی دیکھ ریکھ وراثت علی کرتا رہا، ابھی چند دنوں کی بات ہے کہ سبھا ریت نے دوسال کی ڈالی ہوئی مچھلیوں کو گاؤں والوں کو اُبھار کر اور خود کھڑے ہوکر تمام مچھلیوں کو پکڑ والیا، اورڈھائی روپیہ فی کلو کے حساب سے فروخت کرکے تمام روپئے گرام سماج میں جمع کرالیا، یہ روپیہ گرام سماج میں خرچ کرنا جائز ہے یا کہ وراثت علی کو پانے کا حق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ مچھلی وراثت علی نے خرید کر گڑھے میں ڈالی اوراس کی حفاظت کی وہ اس کی ہی

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) در مختار علی الشامی زکریا ص ۷۴ ج ۷ کتاب البیوع، فصل فیما یدخل فی البیع تبعاً الخ بحر ص ۲۹۳ ج ۵ کتاب البیوع، فصل یدخل البناء الخ مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

۲؎ هی تملیک العین بلا عوض الی قوله وحکمها ثبوت الملک للموهوب له من غیر أن یکون لازماً، زیلعی ص ۹۱ ج ۵ کتاب الهبة، مطبوعه امدادیه ملتان، شامی زکریا ص ۴۹۳ ج ۸ کتاب الهبة، عالمگیری کوئٹه ص ۳۷۴ ج ۴ کتاب الهبة الباب الاول.

ملک ہے، دوسرے کی ملک نہیں، اس کی قیمت کا حقدار بھی وراثت علی ہے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۹/۲/۹ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۹/۲/۱۰ھ

ہرے بھرے درخت کٹوا کر لکڑی کی تجارت

سوال:۔ آج کل لوگ ہرے بھرے درختوں کی جو جاندار ہیں کٹوا کر لکڑی کی تجارت کرتے ہیں اور اس سے آئے دن مستفید ہو رہے ہیں، اس طرح کی تجارت کیسی ہے

الجواب حامداً ومصلیاً

جو درخت پھل دے رہے ہوں، یا ان کے سایہ سے مخلوق کو نفع پہنچتا ہو ان کو کٹوانا مناسب نہیں تاہم ان کو کٹوا کر تجارت کرنے سے جو آمدنی ہوگی اس کو حرام نہیں کہا جائیگا[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۴/۱۱/۱۷ھ

---

[1] والحاصل کمافی الفتح انه اذا دخل السمک فی حظیرة فاما ان یعدها لذالک اولا ففی الاول یملکه ولیس لاحد اخذه الیٰ قوله وان لم یعدها لذالک لکنه أخذه وارسله فیها ملکه الخ شامی زکریا ،ج۷/ص۲۴۹/ کتاب البیوع، باب البیع الفاسد ،قبیل مطلب فی حکم ایجار البرک، البحر الرائق ص۷۳ج۶ باب البیع الفاسد، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، مجمع الأنهر ص۸۰ج۳ کتاب البیوع باب البیع الفاسد، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] لایکره بیع مالم تقم المعصیة به الخ شامی زکریا،ج۹/ص۵۶۱/مطبوعه کراچی، ج۶/ص۳۹۱/کتاب الحظر والاباحة،فصل فی البیع، البحر الرائق ص۲۰۲ج۸ کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، زیلعی ص۲۸ج۶ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، مطبوعه امدادیه ملتان.

حفاظت نظر کے ساتھ بازار سے خرید وفروخت

سوال:۔ یہاں کے دوکاندار کلکتہ میں کروم خریدنے کے لئے جاتے ہیں، کلکتہ میں جو کروم بناتے ہیں وہ غیر مسلم ہیں ان لوگوں کی جو عورتیں ہیں وہ بھی اپنے مردوں کے ساتھ کام کرتی ہیں، عام بیو پاری لوگ مال خریدنے جاتے ہیں، وہ لوگ کہتے ہیں کہ ان لوگوں کی عورتیں بچوں کو دودھ دیتے وقت چھاتی کو ننگی کر کے دودھ دیتی ہیں، بیو پاری لوگ سامنے ہی ہوتے ہیں، مسلم بیو پاری کو وہاں جا کر مال خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مال خریدنا تو درست ہے لیکن نامحرم پر نظر نہ کیجائے جیسا کہ بازار میں بھی بہت سی عورتیں سر و باز و کھولے ہوئے رہتی ہیں، انکی طرف نظر ممنوع ہے[1] اور نفس بازار سے اپنی ضرورت کی چیزیں خریدنا شرعاً درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ماہانہ پرچوں کی بیع

سوال:۔ فی زماننا جو رسالوں اور پرچوں کی خریداری کا دستور ہے، کہ خریدار ابتداء سال میں پیشگی قیمت روانہ کر دیتا ہے، اور سال بھر تک رسالے اور پرچے ہفتہ وار و ماہوار

---

[1] فان خاف الشهوة اوشک امتنع نظره الى وجهها فحل النظر مقيد بعدم الشهوة والا فحرام وهذا فى زمانهم واما فى زماننا فمنع من الشابة .(الدرالمختارعلى الشامى كراچى ، ج٦/ص ٣٧٠/ مطبوعه زكريا ،ج٩/ص ٥٣٢/ كتاب الحظر والاباحة، فصل فى النظر والمس، سكب الأنهر على مجمع الأنهر ص ٢٠٢ ج٤ كتاب الكراهية، فصل فى النظر، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص ١٩٢ ج٨ كتاب الكراهية، فصل فى النظر والمس.

E:\F.M.Fainal\Jild-24\13-Bai ke Mutaffarriq Masail

وغیرہ تیار کرا کے مالک کی جانب سے خریدار کے پاس روانہ کئے جاتے ہیں، آیا یہ معاملہ درست ہے یا نہیں، زید کہتا ہے کہ یہ معاملہ درست نہیں لانہ بیع معدوم اور بکر کہتا ہے کہ درست ہے للضرورۃ اس میں کس کا قول صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ معاملہ درست ہے، مجموعۂ قیمت کو سال بھر کے پرچوں پر تقسیم کر کے ہر ہر پرچہ کی وصولیابی کے وقت اس کی بیع کو درست کہا جائے گا گویا یہ ایک بیع نہیں بلکہ بیوع متعددہ ہیں، ہر ہر پرچہ کی بیع اس وقت ہوتی ہے جب وہ مشتری کے پاس پہنچتا ہے، اور اس وقت وہ موجود ہے معدوم نہیں۔ ہکذا فی امداد الفتاویٰ [1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱/ذی قعدہ ۶۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱/ذی قعدہ ۶۹ھ

مبیع کی واپسی میں قیمت کم کرنا

سوال:۔ اگر کسی نے کوئی چیز زید کو فروخت کر دی اور اگر زید ایک مہینہ یا پندرہ روز کے بعد اسے واپس کرے اگر فروخت کنندہ اس کو واپس لیتے ہوئے اس سے کچھ پیسے بوجہ واپس لینے کے لے تو کیا پیسہ اس طرح لینا ٹھیک ہے؟

---

[1] امدادالفتاویٰ، ص ۱۳۲/ ج۳/ کتاب البیوع، بعنوان قیمت پیشگی اداکرنا، طبع ادارہ تالیفات اولیاء دیوبند.

”کلما اخذ شئیاً انعقد بیعاً بثمنه المعلوم قال فی الوالجیة دفع دراهم الی خباز(إلی قوله) ولو اعطاه دراهم وجعل یاخذ منه کل یوم خمسة ولم یقل فی الابتداء اشتریت منک یجوز وهذا حلال وإن کانت نیته وقت الدفع الشراء لانه بمجرد النیة لاینعقد البیع ،وانما ینعقد البیع الأن بالتعاطی والأن المبیع معلوم فینعقد البیع صحیحاً . شامی،ص ۵۱۶/ ج۴/ قبیل مطلب فی بیع الاستجرار، کتاب البیوع.

الجواب حامداً ومصلیاً

واپس میں تو ایسا کرنا درست نہیں، البتہ مستقلاً بیع کا معاملہ کرلیا جاوے، تو قیمت میں کمی درست ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵؍۳؍۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵؍۳؍۸۷ھ

مسلمانوں کو سوّر کا گوشت دھوکہ سے بیچنا

سوال:۔ یہاں پر ایک واقعہ نہایت دردناک رونما ہوا، واقعہ یوں ہوا کہ ایک محلّہ دیپا سرائے ہے جس کی آبادی مکمل مسلم ہے، وہاں پر دیگر محلّہ کے مسلم قصائی نے سور کا گوشت عرصہ تک بکرے کا گوشت کہہ کر فروخت کیا اچانک ۳۱؍جولائی کو یہ راز فاش ہوگیا، اوراس کو پولیس کے حوالہ کردیا گیا، اب آپ سے گذارش ہے کہ آپ شریعت محمدی کی رو سے اس کی سزا کے بارے میں تحریر کریں، اورجن لوگوں نے دھوکہ سے وہ گوشت کھایا ان کے بارے میں کیا طریقہ کفارہ ہے، تحریر کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جن مسلمانوں نے جھوٹ بول کر سور کے گوشت کو بکرے کا گوشت بتا کر مسلمانوں میں فروخت کیا، اور بات واقعۃً صحیح ثابت ہے، تو یہ شخص خدا کا بھی مجرم ہے اورمسلمانوں کا بھی مجرم ہے، اگر شرعی حکومت ہوتو اس کو ایسی عبرتناک سزادی جائے کہ آئندہ کسی کو بھی

[1] وتصح (الاقالة) بمثل الثمن الاول وشرط الاكثر او الاقل بلاتعيب لغو ولزمه الثمن الاول لان الفسخ يرد على عين مايرد عليه العقد فاشتراط خلافه باطل الخ، البحرالرائق كوئٹه ص۱۰۴، ج۶، كتاب البيوع، باب الاقالة، مجمع الأنهر ص۱۰۵ ج۳ باب الاقالة مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت زيلعى ص ۷۱ ج۴ باب الاقالة مطبوعه امداديه ملتان.

ایسی حرکت کی جرأت نہ ہو جن لوگوں نے بے خبری میں ایسے گوشت کو کھایا ہے وہ استغفار کریں[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۸/۹۴ھ

اخبارات کی ایجنسی اور اس کی تقسیم کا کام

سوال:۔ اردو، ہندی اخبارات ورسائل جن میں ہر قسم کی فحش وغیر فحش تصاویر سنیماؤں کے اشتہارات بعض مخرب اخلاق مضامین، رومانی واقعات وغیرہ خلاف شرع امور ہوا کرتے ہیں، اور تقریباً کوئی اخباران خلاف شرع امور سے خالی نہیں ہوتا ایسے اخبار کی ایجنسی مسلمانوں کو لینا کیسا ہے؟ جب کہ اکثر مسلمان لڑکے یہاں یہ کاروبار کرتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اخبارات رسائل میں کارآمد ومفید مضامین بھی ہوتے ہیں اس لئے سب کی خرید وفروخت کو ناجائز نہیں کہا جائے گا،[2] جو مضامین لکھنے والے ہیں خدائے پاک ان کو ہدایت دے کہ وہ مفید مضامین لکھا کریں اور دیکھنے والوں کو ہدایت دے کہ مخرب اخلاق مضامین سے پرہیز رکھیں اور برے اثرات قبول نہ کریں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررالعبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱۲/۹۵ھ

---

[1] ومن یعمل سوأً اویظلم نفسه ثم یستغفر الله یجد الله غفورا رحیما. سورہ نساء آیت ۱۱۰/.

ترجمہ:. اور جو شخص کوئی برائی کرے یا اپنی جان کا ضرر کرے، پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہے تو اللہ تعالیٰ کو بڑی مغفرت والا اور بڑی رحمت والا پائے گا۔ (بیان القرآن)

[2] ماقامت المعصیة بعینه یکره بیعه تحریماوالافتنزیها(درمختار مع الشامی کراچی ، ج۶/ص ۳۹۱/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع)، سکب الأنهر ص۲۱۲ ج۴ کتاب الکراهیة فصل فی البیع، دار الکتب العلمیة بیروت.

چمڑے کے وزن کا طریقہ

سوال:۔ایک شخص نے ۶۰/روپئے فی من کے حساب سے چمڑا خریدا دستور یہ ہے کہ چمڑے میں کان اوردم اور گوشت جو کہ چمڑے میں رہ جاتا ہے، وہ صاف کر کے جب تولا جاتا ہے لیکن فروخت کرنے والے نے بغیر صاف کئے ہی تولنا شروع کر دیا، خرید نے والے نے کہا بھی کہ صاف کرا کر تولو تو یہ جواب دیا کہ کوئی حرج نہیں دو کلو فی من اوپر تول دینگے، حالانکہ ایک چمڑے میں سے آلائش اوردم کان وغیرہ سب چار کلو کے قریب نکلتے ہیں، اس اعتبار سے ایک من پر تقریباً ۱۲/کلو آلائش ہوئے، کیونکہ ایک من میں تین چمڑے چڑھتے ہیں، حالانکہ وہ بیچنے والا صرف دو کلو زائد تولتا ہے، خرید نے والا اس کاروبار سے ناواقف تھا، سوال یہ ہے کہ اس خسارہ کی ذمہ داری خرید نے والے پر آتی ہے، یا فروخت کرنیوالے پر؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ نقصان بیچنے اور تولنے والے سے وصول کیا جائے، کہ اس نے نقصان پہنچایا ہے [۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۸۶/۸/۱۰ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۸۶/۸/۱۰ھ

قبرستان میں تاڑ غیر مسلم کو سالانہ ٹھیکہ پر دینا درست نہیں

سوال:۔ ہمارے قریہ میں مسلمانوں کی ایک انجمن ہے جس کے زیر نگرانی قبرستان

[۱] کما یستفاد وان باع صبرة علیٰ انها مأة قفیز بمائة درهم وهی اقل اواکثر أخذ المشتری الاقل بحصته ان شاء قال الشامی تحته وذکر له فی البحر قید ین : الاول عدم قبضه کل المبیع اوبعضه فان قبض الکل لایخیر یعنی بل یرجع فی النقصان الخ الدرالمختار مع الشامی زکریا، ج۷/ص۶۸/ اول کتاب البیوع.

کی دیکھ بھال بھی ہے، قبرستان میں چند پھل دار اور چند غیر پھلدار درخت بھی ہیں، جن سے ایک خاصی رقم حاصل ہوتی ہے، منجملہ تمام درختوں کے کچھ درخت تاڑ کے بھی ہیں ذمہ داران انجمن مذکورہ تاڑ کے درختوں کو پاسی (اہل ہنود کی ایک قوم) کے ہاتھ نیلام کردیتے ہیں، پاسی ان تاڑ کے درختوں سے تاڑی کشید کرتے ہیں جو آفتاب بعد سے دن بھر فروخت ہوتی رہتی ہے، اور لوگ قبرستان میں اور باہر بھی لیتے رہتے ہیں، جو رقم سالانہ ٹھیکہ پر حاصل ہوتی ہے، ارکان انجمن رقم کو قبرستان کے تعمیری کاموں میں صرف کردیتے ہیں، مندرجہ بالا استفسار میں چند باتیں غور طلب ہیں:۔

(۱) تاڑ کے درختوں کو پاسیوں کو ٹھیکہ پر دینا جب کہ معلوم ہے کہ لوگ محض تاڑی کشید کرنے کے لئے ہی لیتے ہیں، کیا یہ ٹھیکہ کا عمل عندالشرع حرام ہے یا نہیں؟

(۲) جو رقم اس ٹھیکہ سے حاصل ہوئی اس کو تعمیر نیز حفاظتی کاموں میں یا ایصال وثواب کے لئے صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ ٹھیکہ کا معاملہ شرعاً جائز نہیں اس لئے کہ ٹھیکہ یعنی اجارہ نام ہے تملیک منافع بالعوض کا اور یہاں منافع نہیں بلکہ وہ لوگ تحصیل عین کرتے ہیں، اور یہ بیع بھی نہیں اس لئے کہ بیع صورت مسئولہ میں نہ متعین ہے نہ مقدار ہے[۱]

(۱) یہ رقم مواقع مذکورہ میں خرچ نہ کی جائے[۲]

---

[۱] هی ای الاجارة شرعاً تمليک نفع بعوض الخ الدرالمختارعلى الشامی زکریا ، ج۹/ص۴/ اول کتاب الاجارة، زیلعی ص۱۰۵ ج۵ اول کتاب الاجارة، مطبوعه امدادیه ملتان، مجمع الأنهر ص ۵۱۱ ج۳ کتاب الاجارة مطبوعه دار الکتب العلمية بيروت.

[۲] من اكتسب مالاً بغيرحق فاما ان يكون كسبه بعقد فاسد اويغيرعقد ففی جميع الاحوال المال الحاصل له حرام عليه يجب عليه ان يرده على مالكه (بقیہ اگلے صفحہ پر)

(۲) مسکر (نشہ آور) ہوتو بیچنا بھی ناجائز اور پینا بھی "لقوله عليه السلام كل مسكر حرام[۱] وقال صلى الله عليه وسلّم ان الذى حرم شربها حرم بيعها"[۲] خواہ قبرستان میں ہو یا کسی اور جگہ قبرستان تو ویسے بھی عبرت کی جگہ ہے، ناؤنوشی کی جگہ نہیں وہاں مباح چیزوں کی بھی بیع وشراء وغیرہ سے بچنا چاہئے، اس کو بازار نہ بنایا جائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۱۱/۹۱ھ

کاشت کیلئے زمین مقدار غلہ طے کر کے دینا درست ہے

سوال:۔ ہمارے یہاں زمین فول کو دی جاتی ہے، یعنی کاشتکار سے اقرار نامہ لکھوا کر

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) ان وجدالمالك والافقى جميع الصور يجب عليه ان يتصدق بمثل تلك الاموال على الفقراء الخ بذل المجهود ج ۱/ص۳۷/ كتاب الطهارة باب فرض الوضوء (مكتبه رشيديه سهارنپور)، مجمع الأنهر ص۲۸۵ ج ۱ كتاب الزكاة مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، عالمگيرى كوئٹه ص ۳۴۹ ج۵ كتاب الكراهية الباب الخامس عشر فى الكسب.

(**صفحہ ہذا**) [۱] مشكوة شريف، ص۳۱۷/(مطبوعه ياسرنديم ديوبند) باب بيان الخمر ووعيد شاربها. الفصل الاول.

ترجمہ:۔ ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔

[۲] نسائی شريف ج۲/ص ۲۳۰/ كتاب البيوع باب بيع الخمر، مطبوعه ديوبند،

ترجمہ:۔ جس ذات نے شراب کے پینے کو حرام قرار دیا ہے، اس نے اسکے بیچنے کو بھی حرام قرار دیا۔ وبطل بيع مال غير متقوم أى غير مباح الانتفاع به كخمر وخنزير وميتة الدر المختار على الشامى زكريا ص ۲۴۱،۲۴۲ ج۷ كتاب البيوع باب البيع الفاسد، مجمع الأنهر ص۸۷ ج۳ كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت البحر الرائق ص ۷۱ ج٦ باب البيع الفاسد، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

اپنی زمین پر اس کو کاشت کرنے کی اجازت دیجاتی ہے، اقرار نامہ کے ذیل میں درج کی گئی کئی صورتیں ہوتی ہیں:۔

(۱) نقد روپیہ لے کر زمین پر کاشت کرنے کی اجازت دی جاتی ہے۔

(۲) فصل سے پہلے ہی یہ طے کرلیا جاتا ہے کہ جو بھی فصل ہوگی اس میں معینہ مقدار مثلاً دس من غلہ زمین دار کو دیا جائے گا چاہے پیداوار اچھی ہو یا خراب ہو دونوں صورتوں میں معینہ مقدار فول دار زمین دار کو دیتا ہے، یہ صورتیں جائز ہیں اگر نہیں تو کیا طریقہ اختیار کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) یہ صورت جائز ہے[1]

(۲) یہ صورت جائز نہیں ہاں اگر اس طرح معاملہ کیا جائے کہ یہ زمین تم کو دی جاتی ہے، اس میں جو دل چاہے کاشت کرو ہم کو اس کے معاوضہ میں دس من فلاں غلہ دے دو تو جائز ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۲۷/۱۱/۹۱ھ

---

[1] وما صح ثمناً صح أجرةً، زیلعی ص۱۰۶ ج۵ کتاب الاجارة مطبوعه امدادیه ملتان، مجمع الأنهر ص۵۱۱ ج۳ کتاب الاجارة مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، شرح المجلة ص۲۵۴ ج۱ الاجارة، الفصل الثالث فی شروط صحة الإجارة رقم المادة ۴۵۰ مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند.

[2] قال محمدؒ لابأس بکراء الارض بالذهب والورق وبالحنطة کیلاً معلوماً وضرباً معلوماً مالم یشترط ذلک ممایخرج منها الخ الروضة الندیة، ص۱۹۷/ج۲/(مطبوعه قطر) کتاب الاجارة، وتصح إجارة أرض للزراعة مع بیان ما یزرع فیها أو قال علی أن أزرع فیها ما أشاء، الدر المختار علی الشامی زکریا ص۳۹ ج۹ کتاب الاجارة باب ما یجوز من الاجارة الخ، مجمع الأنهر ص ۵۲۲ ج۳ باب ما یجوز من الإجارة مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

خریدار کو انعام دینے کی ایک صورت

سوال:۔ زید ایک تاجر ہے، اپنی تجارت بڑھانے کیلئے چند کوپن پر انعام رکھتا ہے، مثلاً صابن خریدا تو ساتھ میں ایک کوپن دیتا ہے، جس پر نمبر ہوتا ہے، اور کہتا ہے کہ اگر پچاس نمبرات یا ایک سو چالیس تک کے نمبرات کے کوپن جمع آپ کے پاس ہوگئے تو آپ کو ایک سائیکل یا ریڈیو انعام میں ملے گا، کیا یہ انعام لینا جائز ہے اور ان نمبرات کو جمع کرنے کی سعی جائز ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خریدار کو انعام دینا اور اس کو انعام لینا اگرچہ درست ہے، لیکن ایسے اعلانات شائع ہونے پر بسا اوقات اصل شئی کی خریداری مقصود نہیں رہتی بلکہ نمبرات کے جمع کرنے کی فکر ہوجاتی ہے، تو گویا کہ نمبرات ہی کو خریدنا ہوتا ہے، اور خریداری کی یہ صورت شرعاً غلط ہے، ناجائز ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۲/۹۲ھ

حق المحنت کی ایک صورت

سوال:۔ زید نے کسی فنڈ میں سے اپنے نام مال منگوایا مگر کسی مالی مجبوری کی بناء پر وہ اس مال کو چھڑانے سے قاصر ہے، مال کو واپس بھی نہیں لیا جاسکتا ہے، چونکہ یہ تجارتی

---

[1] یاایھاالذین اٰمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ الایۃ . سورۃ المائدۃ آیت ۹۰/.

ترجمہ:. اے ایمان والو بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں، سو اس سے بالکل الگ رہو۔ (از بیان القرآن)

اور اخلاقی ضابطہ کی خلاف ورزی سمجھا جائے گا، اسلئے ایک دوسرے شخص سے مال کو چھڑانے کے لئے کہا شخص مذکور نے مال چھڑانے کے لئے آڑت لینے کی شرط لگادی مثلاً پانچ روپیہ سینکڑہ آڑت یا کمیشن اگر دینا منظور ہو تو یہ آڑتی یا کمیشن ایجنٹ اپنی نقدی سے مال مذکور کو چھڑالیگا، اس صورت میں یہ آڑت یا کمیشن لینا کیسا ہے؟ اور عمومی طور پر یہ آڑت یا کمیشن کا کاروبار کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مال منگوانے والا اگر کسی مجبوری سے مال نہ چھڑا سکے اور کبھی دوسرے شخص کو کہدے وہ چھڑالے اور اس چھڑانے اور لاکر حفاظت سے رکھنے کا معاوضہ مقرر کرلیا جائے، تو درست ہے خواہ اس کو آڑت کہا جائے یا کمیشن مگر یہ حقیقت میں حق المحنت ہے[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۲/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۲/۹۰ھ

غیر مملوک مکان کو حکومت کا نیلام کرنا

سوال:۔ مسماۃ محفوظ النساء نے اپنا مکان اپنے پوتے اور پوتی کو حصہ مساوی ۱۹۳۵ء میں ہبہ کردیا، ہبہ نامہ رجسٹری شدہ موجود ہے، لیکن ۱۹۵۱ء میں پوتا پاکستان چلا گیا، جس کی وجہ سے نصف حصہ کسٹوڈین کو ملا کسٹوڈین نے نصف حصہ کے مالک ہونے کا حکم ۱۹۵۴ء میں نافذ کردیا لیکن ۱۹۵۹ء میں کسٹوڈین نے کل مکان نیلام کردیا، دلی میں اپیل کی حاکم نے نیلام منسوخ کردیا اور ناجائز قرار دیا کسٹوڈین میرٹھ نے نصف حصہ مکان ۱۹۶۱ء میں پوتی کے نام بیع کردی، رجسٹری کرائی گئی بیع نامہ موجود ہے، ایسی صورت میں خریدار مکان منشی اعجاز حسین

[۱] وفی شرح التمر تاشی عن النصاب یجب (ای الأجر) بقدر العناء والتعب الخ تکملہ شامی زکریا، ج ۱۱/ص ۷۶/کتاب الھبۃ، مطلب یجب الاجر بقدر العناء والتعب.

اس مکان کا مالک رہے گا، یا شرعاً بے حق ہوجائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس وقت کسٹوڈین نے کل مکان نیلام کردیا اس وقت اگر منشی اعجاز حسین نے اس نیلام کو خریدا تھا پھر اپیل کرنے پر نیلام منسوخ کردیا گیا، کیونکہ پورے مکان کو نیلام کرنا غلط تھا، ملک غیر کو بغیر اجازت مالک بیع کرنے سے بیع فضولی ہوکر اجازت مالک پر یہ بیع موقوف رہتی ہے[1] تو اب منشی اعجاز حسین اس مکان کا نیلام خریدنے سے مالک نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نیلام کی ایک صورت

سوال:۔ میری لکڑی کی آڑت کی دوکان ہے جس پر باہر سے لانے والوں کا مال نیلام کرتا ہوں اور جس کا مال نیلام کرتا ہوں اس سے آڑت یعنی کمیشن کاٹتا ہوں، اور فوراً پیمنٹ کردیتا ہوں، اور جس سے مال فروخت کرتا ہوں اس سے آڑت یعنی کمیشن لیتا ہوں اور دونوں جانب سے برابر کمیشن لیتا ہوں، اور اگر اندر میعاد مال لینے والا رقم واپس کرتا ہے، تو اس سے کمیشن نہیں لیتا اور اپنی جانب سے جو کمیشن مال والے سے لیا ہے اس میں سے ایک پیشہ فی روپیہ واپس کردیتا ہوں، یعنی خریدار کو اتنا دیتا ہوں یہ سب طریقہ شرعاً درست ہے یا نہیں؟

---

[1] ومن باع ملک غیرہ بغیر امرہ فالمالک بالخیار ان شاء اجاز وان شاء فسخ .ھدایہ ، ج۳/ص۸۸/ کتاب البیوع ،فصل فی بیع الفضولی، باب الاستحقاق مطبوعہ مکتبہ تھانوی دیوبند، الدر المختار مع الشامی زکریا ص۳۱۱/۳۱۲ کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، فصل فی الفضول، البحر الرائق کوئٹہ ص۱۴۷ ج۶ فصل فی البیع الفضولی.

الجواب حامداً ومصلیاً

نیلام کرنے والے کو کمیشن (اجرت نیلام) لینا درست ہے[۱] مال والے سے بھی خریدار سے بھی لیکن سود سے بچنا لازم ہے، لہٰذا اگر کوئی میعاد مقررہ پر رقم نہ دے تو اس سے سود نہ لیا جاوے[۲] اندر میعاد رقم ادا کرنے کے بعد ایک پیسہ واپس کرنا یہ قیمت میں کم کرنا ہے جس کا مالک کو اختیار ہے[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱/۸۷ھ

نیلام میں آپس میں قیمت ایک میعاد پر طے کر لینا

سوال:۔ چند ساتھی جو نیلام کا کاروبار کرتے ہیں وہ آپس میں یہ طے کر لیتے ہیں کہ

---

[۱] اجا رة السمسار والمنادی والحمامی والصکاک ومالایقدر فیه الوقت ولاالعمل تجوز لماکان للناس به حاجة ویطیب الاجر الماخوذ الخ شامی ،ج۹/ص۶۴/ (مطبوعه زکریا دیوبند) کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، قبیل مطلب فی اجارة البناء، شامی زکریا ص۸۷ ج۹، باب الاجارة الفاسدة، مطلب فی اجرة الدلال، عالمگیری کوئٹه ص۴۵۰ ج۴ کتاب الاجارة، فتاوی البزازیة علی هامش الهندیة کوئٹه، ص۴۰ ج۵ کتاب الاجارات نوع فی المتفرقات وفیه الاجارة علی المعاصی.

[۲] اَحَلَ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰو. سورة البقره آیت ۲۷۵/..

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا ہے اور سود کو حرام کر دیا ہے۔

[۳] ویجوز للبائع ان یزید للمشتری فی المبیع ویجوز ان یحط عن الثمن الخ، هدایه ج۳/ ص/۷۵، مطبوعه تهانویه دیوبند، کتاب البیو ع، باب المرابحة والتولیة، البحر الرائق کوئٹه ص۱۲۰/ ۱۱۹، ج۶، باب المرابحة والتولیة، فصل فی بیان التصرف فی المبیع، مجمع الأنهر ص۱۱۶، ۱۱۵ ج۳ باب المرابحة والتولیة، تحت فصل مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

اس مال کو جو کہ مثلاً دس ہزار روپے کی مالیت کا ہے، جمع سات ہزار روپے میں خرید لیں اس طرح کہ کوئی شخص جمع یا سات ہزار روپے سے زائد کی بولی نہیں بولے گا، اس طرح مالک سمجھ کر یہ مال اتنی ہی مالیت کا ہے، بولی ختم کر دیتا ہے۔

(ب) بعدۂ سب شریک آپس میں بولی بولتے ہیں، اورانہی میں سے ایک آدمی اس مال کو زائد رقم میں خرید لیتا ہے، اس طرح پہلی بولی سے خریدے ہوئے مال میں جو منافع ہوتا ہے وہ سب آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں، دریافت طلب یہ ہے کہ مشق الف میں سے طے کر لینا اور مشق (ب) میں اس زائد منافع کا لینا از روئے شرع درست ہے یا نہیں؟

(۲) چند آدمی جو نیلام کا مال خرید لیتے ہیں اصلی مالک کے کارندوں سے مل جاتے ہیں، اور مال کو کم بولی پر خرید لیتے ہیں، مالک اپنے کارندوں پر اعتماد کرتا ہے، کہ جب کارندے مال خریدنے والے پر پارٹی سے ثبوت لیکر مال کو اس کی قیمت میں کم میں فروخت کر دیتے ہیں دریافت طلب یہ ہے کہ اس طرح کا کاروبار از روئے شرع صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(الف) جمع یا سات ہزار روپے سے بولی زائد نہ بولنا اور زائد پر نہ خریدنا تو درست ہے، لیکن دھوکہ دینے کی نیت سے یہ سازش کرنا درست نہیں[1]، خریدنے کے بعد طریقۂ مذکورہ پر بولی بولنا یا زائد قیمت پر کسی ایک کا خرید لینا جب کہ وہ خریدنے والا اور دیگر شرکاء سب ہی اس میں شریک تھے درست نہیں، کہ اس صورت میں خود ہی بائع ہے خود ہی مشتری، البتہ جس

---

[1] من غش فليس منا الحديث ترمذى شريف، ص ۱۵۷/ج ۱/ (مطبوعه رشيديه دهلى) كتاب البيوع، باب ما جاء فى كراهية الغش، فيض القدير ص۱۸۵ ج۶ رقم الحديث ۸۸۷۹، مطبوعه دار الفكر بيروت، مسلم شريف ص۷۰ ج۱ باب قول النبى صلى الله عليه وسلم من غشنا فليس منا، كتاب الايمان، مطبوعه سعد بكڈپو ديوبند.

ترجمہ: . جو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں۔

کوخریدنا ہے وہ اپنا حصہ برقرار رکھنے کے بعد بقیہ شرکاء کے حصوں کوخریدے جس قیمت پرمعاملات ہوجاوے، اوپر کا شریک آزادانہ اپنا حصہ فروخت کردے، تو درست ہے[1]

(۲) یہ دھوکہ اور رشوت سب ناجائز ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۴/۸۷ھ

ریٹ کمیشن میں ایک رقم کی تفصیل اور استحقاق

سوال:۔ ہم لوگوں کا کام کمیشن ایجنسی کا ہے کارخانہ کا مالک بی این الیاس کمپنی ہے ایجنسی کا مطلب یہ ہے کہ جو کمپنی کا ریٹ ہوگا وہ ریٹ کمپنی کے بیوپاریوں کو دے کر مال لانا ہوتا ہے، اس مال کے اوپر ہم لوگوں کو دس روپیہ فی ٹن علاوہ ریٹ کے کمیشن ملتا ہے، کاروبار ہڈی کا ہے پورے ہندوستان سے ریگنوں میں مال کلکتہ آتا ہے، اب تک تو کمپنی دام طے کرتی تھی، اسی ریٹ میں ہم لوگوں کو مال لاکر دینا ہوتا تھا، اگر کمپنی نے مال میں زیادہ کٹوتی کرلی

---

[1] وأن يكون (العاقد)متعدداً فلايصلح الواحد عاقداً من الجانبين الخ عالمگيری، ج۳/ص ۲/ (مطبوعه كوئٹه) كتاب البيوع ،الباب الاول) بدائع الصنائع زكريا ص ۳۲۲ ج۴ كتاب البيوع، شروط انعقاد البيع.

[2] من غش فليس منا الحديث ترمذی شريف، ج ۱/ص۱۵۷ / كتاب البيوع،مطبوعه رشيديه دهلی، نيز ملاحظه هو حوالۂ بالا رقم الحاشية[1] لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم الراشی والمرتشی، ترمذی شريف ص ۱۵۹ ج ۱ كتاب الاحكام، باب ما جاء فی الراشی والمرتشی فی الحكم، مطبوعه رشيديه دهلی، ابوداؤ شريف ص ۵۰۴ ج۲ كتاب القضاء باب فی كراهية الرشوة مطبوعه سعد بكڈپو ديوبند، الغش حرام، الاشباه والنظائر ص ۱۵۹ كتاب الحظر والاباحة الفن الثانی، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی، الرشوة اربعة اقسام منها ما هو حرام على الآخذ والمعطی الخ، شامی زكريا ص۳۴ج۸ كتاب القضاء مطلب فی الكلام على الرشوة والهدية.

یا بیوپاریوں کو ریٹ کے علاوہ دوسرے مل کے کمیشن میں کچھ ریٹ سے زیادہ دینا پڑا تو کمپنی کچھ نہ دیتی تھی، ہمیں اپنے کمیشن سے دینا پڑتا تھا، گویا اپنے کمیشن سے دینا نقصان برداشت کرنا پڑتا تھا چونکہ ہندوستان میں اب ہڈی کے کافی کارخانہ ہوگئے ہیں، اس لئے اس میں کمیشن بہت زیادہ ہوگیا ہے، کمپنی ایک دام مجھے کہتی ہے کہ اس دام میں مال لاؤ تو اس وقت تک دوسری کمپنی کا ریٹ زیادہ ہوگیا، اور جب ہم نے کمپنی کو اطلاع کی کہ ریٹ زیادہ ہوگیا ہے، اور ریٹ کمپنی نے بڑھائے، تو اس اطلاع کرنے کے وقفہ میں مال نکل گیا، جس سے دوسرے کارخانے والے مال زیادہ اٹھانے لگے، تو اس سال کمپنی نے یہ طریقہ اختیار کیا اس نے کہا کہ ہم آپ کے ایمان پر چھوڑ دیتے ہیں کہ بیوپاریوں کو دوسرے کارخانے کے مقابلہ میں آپ جو ریٹ دیں ہم سے لے لیں، اس لئے کہ ریٹ کے سلسلہ میں مجھے اطلاع کرنے میں اور پھر بیوپاریوں تک اطلاع ہونے کے وقفہ میں مال نکل جاتا ہے، اس لئے کمپنی نے ایسا راستہ اختیار کیا اس ریٹ کے علاوہ ہمارا جو کمیشن مقرر ہے وہ ملے گا کمپنی کے سامنے ہم نے یہ عذر پیش کیا کہ جو آپ کٹوتی کرتے ہیں، وہ زیادہ ہوتا ہے، اور ہمیں اپنے کمیشن سے دینا ہوتا ہے، لہٰذا آپ کٹوتی کا الاؤس دیں اس لئے کہ دوسرے کارخانہ والے کٹوتی کرتے ہیں تو کمپنی سے یہ بات طے پائی کہ کٹوتی کے ریٹ میں اندازاً کچھ اضافہ کر کے لے لیا کریں اس لئے کہ ریٹ میں دیتے وقت کمپنی کو لکھ کر دینا ہوتا ہے، اور مال بعد میں ریگن سے کارخانہ میں آتا ہے، لہٰذا جب ریگن پہنچتا ہے، تو مجھے کسی ریگن میں کٹوتی کا نہیں دینا پڑتا ہے، کسی ریگن میں کم کسی میں زیادہ دینا پڑتا ہے، کمپنی نے تو مجھے اندازاً فی بولی ریٹ میں زیادہ کٹوتی کا زیادہ رکھ لینے کو اجازت دے دی ہے، اس لئے کمپنی نے پہلے ہی کہہ دیا کہ اندازاً لکھ دیا کرو سال تمام پر ہم کچھ نہ دینگے، اس صورت میں سال تمام پر اگر ہم نے بیوپاریوں کو زیادہ دیدیا تو کمپنی سے اور مزید مجھے کچھ نہ ملے گا اور اگر اس رقم سے بھی کٹوتی والی رقم سے جو ریٹ میں کمپنی کو زیادہ لکھ کر دیتے ہیں بیوپاریوں کو دینے کے بعد سال تمام پر کچھ رقم

بچ جائے تو یہ رقم اپنے منافع میں لکھ سکتے ہیں یا نہیں اس رقم کا حقدار کون ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ کمپنی کے غلہ میں ہے اور اس نے آپ کو رکھنے کی اجازت دیدی ہے، تو آپ کے لئے اس کا رکھنا درست ہے[1] ورنہ یہ رقم کمپنی کی ہے اس کو دی جائے[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۴/۸۶ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۴/۸۶ھ

آتش بازی کا سامان رکھنے کے کارڈ بکس کی قیمت حلال ہے

سوال: ۔انعام الحق اوران کے بڑے بھائی ایک کارڈ بکس کے کارخانہ کے مالک ہیں انعام الحق دین دار ہے، مگر وہ بڑے بھائی کے تابع اور مرعوب ہے، اس کارخانہ میں قلیل مقدار میں آتش بازی کا سامان رکھنے کے بکس بھی بنائے جاتے ہیں، سوال یہ ہے کہ آیا ان کا پیشہ حرام ہے یا مشتبہ ہے؟

---

[1] لا يحل مال امرءٍ الا بطيب نفس منه الحديث مشكوٰة شريف ص۲۵۵ باب الغصب والعارية، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، شعب الايمان للبيهقى ص۲۹۷ج۲ الباب الثامن والثلاثون فى قبض اليد عن الاموال المعرفة، مطبوعه مكتبه نزار مصطفى الباز مكة المكرمة.

[2] ان أخذ من غير عقد لم يملكه ويجب عليه ان يرده علىٰ مالكه الخ .بذل المجهود ، ج۱/ص۳۷/ (مكتبه رشيد يه سهارنپور)كتاب الطهارة،باب فرض الوضوء، ويجب رد عينه فى مكان غصبه لقوله عليه الصلاة، والسلام على اليد ما اخذت حتى ترد ولقوله صلى اللّٰه عليه وسلم لا يحل لاحدكم أن يأخذ مال أخيه لاعبا ولا جاداً وإن اخذه فليرده عليه الخ، زيلعى ص۲۲۲ ج۵ كتاب الغصب، مطبوعه امداديه ملتان، هدايه ص۳۷۳ج۳ كتاب الغصب، مطبوعه مكتبه تهانوى ديوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ کی آمدنی حرام نہیں بلکہ حلال ہے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۵/۹۷ھ

دوسرے کی زمین اپنے نام کرالینا

سوال:۔ (۱) ایک صاحب ہیں جن کا نام تھا رسول احمد ان کے چار لڑکے تھے، اصغر حسین، سکندر حسین، روشن حسین اور امجد حسین، رسول احمد کی جملہ جائیداد ان چاروں بھائیوں میں تقسیم ہوئی، اور اب تک چلی آرہی ہے، نیز اب بھی جملہ وارثین قابض ہیں لیکن ۷۴ء کے بعد سکندر حسین کے صاحبزادے نے دس گنا لگان ادا کر کے ایک مشترک زمین کو کسی طرح پوشیدہ طور پر اپنے نام کرالیا، جب ظاہر ہوا تو ان کے شرکت داروں نے لوگوں کو جمع کیا لوگوں نے کافی لعنت کی اور معاملہ طے ہوا کہ ہم ان کے نام بیع نامہ کرادیں گے، چنانچہ بیع نامہ کرادیا ،لیکن داخل خارج نہیں کروایا، برابر ٹال مٹول کرتے رہے بالآخر بقیہ لوگوں نے داخل خارج کا مقدمہ دائر کردیا تب انہوں نے چند لوگوں کے سامنے وعدہ کیا یہ لوگ مقدمہ لوٹالیں اور پیروی نہ کریں ہم ان کو ہر طرح سے دیں گے، لیکن ان کی منشاء نہیں تھی اور میعاد بھی اپیل کی خارج ہوگئی ،اب یہ لوگ بھی جنہوں نے اپنے نام کرالیا تھا، ان کا کہنا ہے کہ تمہارے والد امجد حسین نے کہا تھا کہ تم دس گنے ادا کرو ہمیں زمین کی ضرورت نہیں بہر کیف دریافت طلب بات یہ ہے کہ اس طرح کی حرکت پر شریعت کی رو سے ان صاحبان پر کیا عائد ہوگا؟

---

[۱] وعلم من هذه انه لايكره بيع مالم تقم المعصية به الخ شامی ،ج۹/ص ۵۶۱/ مطبوعه زكريا ديوبند) كتاب الحظر والاباحة، فصل فی البيع، النهر الفائق ص۲۶۸ ج۳ كتاب الجهاد باب البغاة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص۱۴۳ ج۵ كتاب الجهاد باب البغاة.

(۲) رسول احمد کے چار لڑکوں میں سے ایک لڑکا روشن تھا ان کے ایک لڑکا پیدا ہوا جن کا نام کلو تھا، ان کی شادی ہوگئی ،لیکن کچھ دنوں بعد ان کا انتقال ہوگیا، اوران کی بیوی کلّو ابن روشن کی زمین آ گئی کلو کی بیوی نے چند دن بعد دوسری جگہ نکاح کرلیا اورزمین برابر ان کے نام چلی آئی کچھ دنوں بعد حاجی صاحب نے کچھ روپیہ دیکر زمین اپنے نام کرالی ،لہٰذا اس طرح کرنا ان کو مناسب ہے یانہیں؟ اور جب کلو ابن روشن کا انتقال ہوگیا توان کے وارث بقیہ تین لڑکے جو رسول احمد کے ہیں یعنی امجد حسین ، اصغر حسین ،سکندر حسین ، لہٰذا ان تینوں کا ان کا حق ملنا چاہئے یانہیں ،یا صرف سکندر حسین کو ملنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) حکومت نے زمین دارہ ختم کرکے جب تمام زمینوں کو اپنی ملک قرار دے لیا تو زمین سب سرکاری ہوگئی، زمیندار مالک نہیں ہے ، پھر حسین نے دس گنا داخل کرکے جوزمین اپنے نام کرالی حسب قانون وہ اس کی ہوگئی[1] البتہ اگر خفیہ طور طریقہ پر دوسرے کی مقبوضہ زمین کو اپنے نام کرایا تو یہ غلط اور گناہ ہوا وعدہ کرکے اس کے خلاف کرنا بھی شرعاً مذموم ہے، جب بیع نامہ کردیا پھر داخل خارج نہ کرانا بھی غلط حرکت ہے حدیث پاک میں دھوکہ دینے اوروعدہ خلافی کرنے سے منع فرمایا گیا، اوراس پر سخت دھمکی دی گئی ہے ہر مسلمان کو اس

[1] واذا غلب الترک علی الروم فسبوھم واخذوا اموالھم ملکوھا لان الاستیلاء قد تحقق فی مال مباح وھو السبب الی قولہ ان الاستیلاء ورد علی مال مباح فینعقد سببا للملک دفعا لحاجۃ المکلف، ھدایۃ ص ۵۸۱/۵۸۰ ج۲ کتاب السیر، باب استیلاء الکفار، مطبوعہ مکتبہ تھانوی دیوبند، فتح القدیر ص۵۱۳ ج۶ کتاب السیر باب استیلاء الکفار، الدر المختار مع الشامی زکریا ص۲۶۸،۲۶۶ ج۶ کتاب الجھاد، باب استیلاء الکفار، امداد الفتاوی ص ۶۱ ج ۲ فصل فی العشر والخراج، ہندوستانی زمین میں عشر وخراج کی تحقیق، مطبوعہ ادارۂ تالیفات اولیاء دیوبند، جواہر الفقہ ص۲۶۲ ج۲، مطبوعہ مکتبہ تفسیر القرآن دیوبند۔

سے بچنا ضروری ہے[۱]

(۲) دھوکہ دینے اور وعدہ خلافی کرنے کا حق ادا نہ کرنے کی وجہ سے مقدمہ میں جو خرچہ ہوا اسکی ذمہ داری دھوکہ دینے والے پر ہے[۲] قانون کی رو سے اگر زمین روشن کی بیوی کے نام ہوگئی اوراس کوفروخت کرنے کا حق حاصل ہے،[۳] توجس کا دل چاہے خریدے اس پر کوئی پابندی نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷؍۱؍۹۳ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] من غش فليس منا الحديث ترمذی شريف ج ۱ /ص۱۵۷ / كتاب البيوع، مطبوعه رشيديه دهلی، مسلم شريف ص۷۰ ج ۱ باب قول النبی صلی الله عليه وسلم من غشنا فليس منا، كتاب الايمان مطبوعه سعد بكڈپو ديوبن، فيض القدير ص۱۸۵ ج۶ رقم الحديث ۸۸۷۹ مطبوعه دار الفكر بيروت، اٰية المنافق ثلاثة وفيه اذا وعد اخلف الحديث .مشكوٰة شريف، ص۱۷ / باب الكبائر وعلامات النفاق،الفصل الاول مطبوعه ياسر نديم ديوبند، مسلم شريف ص۵۶ ج ۱ كتاب الايمان، باب خصال المنافق، مكتبه سعد ديوبند.

[۲] نظيره مافی البحر رجل ادعیٰ علی رجل سرقة وقد مه الی السلطان وطلب من السلطان أن يضربه الی قوله فخاف المجوس من الضرب والتعذ يب فصعد السطح ليفر فسقط ومات وقد لحقه غرا مة فی هذه الحادثة وقد ظهرت السرقة علی يدی رجل آخر كان للوارثة ان ياخذ صاحب السرقة بدية أبيهم و بالغرامة التی اداها لان الكل حصل بتسببه وهو متعد فی هذا التسبيب الخ البحر الرائق ،ج۵/ص ۶۹–۷۰ كتاب السرقة، باب قطاع الطريق قبيل كتاب السير.

[۳] المالک هوالمتصرف فی الاعيان المملوكة كيف شاء الخ بيضاوی شريف،ج ۱ /ص۷/ سورة الفاتحة، مطبوعه رشيديه دهلی، شرح المجلة ص۶۵۴ ج ۱ رقم المادة ۱۱۹۲ مطبوعه اتحاد بكڈپو ديوبند.

دوسرے کی زمین میں پودے لگانا

سوال:۔زید کی زمین پر بکر نے کوکو کے پودے لگانے کا خیال ظاہر کیا زید کو منظور نہیں تھا،اس لئے انکار کرتا رہا مگر بکر برابر اصرار کرتا رہا اور زید کی مرضی کے بغیر کوکو کے پودے لگا دیئے ہم وطن اور تعلقات کی وجہ سے زید خاموش ہوگیا،بکر کی مالی حالت کمزور تھی اس خیال سے کہ اگر میں مدد نہیں کرتا تو میری زمین خراب ہو جائے گی،بکر کو گھاس مارنے کے لئے زہر اور کھاد وغیرہ اور مزدوروں کی مزدوری دیتا رہا دو سال کے بعد پودوں نے پھل دینا شروع کیا،جن سے بکر مستفیض ہوتا رہا،دس سال کے قریب ہو رہا ہے،بکر کا یہاں پر انتقال ہوگیا ہے،اب حل طلب بات یہ ہے کہ بکر نے جو پودے زید کی زمین پر لگائے ہیں،کیا بکر کی ملکیت مانی جائے گی،یہاں بکر کا کوئی وارث نہیں ہے،سب ہندوستان میں ہیں جو دارالحرب ہے،اور یہاں اسلامی مملکت ہے زید خود پودوں کی نگہداشت نہیں کرسکتا،اور نہ ہی کسی دوسرے کو نگرانی میں دینا چاہتا ہے،کوکو کے پودے ناریل کے درختوں کے نیچے لگائے جاتے ہیں،کیونکہ ان کو سایہ کی ضرورت ہوتی ہے،کوکو کے پودے کی عمر کم وبیش تیس سے چالیس سال کی ہوتی ہے،اب تک دس سال گزر چکے ہیں،زمین اور ناریل زید کے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

"ومن بنیٰ اوغرس فی ارض غیرہ بغیر اذنہ امربالقلع والرد وللمالک ان یضمن لہ قیمة بناء اوشجر امربقلعه ان نقصت الارض به الخ تنویر الابصار"۔

قولہ ان نقصت الارض بہٖ (ای نقصانا فاحشاً بحیث یفسد ھا اما لونقصھا قلیل فیأخذ ارضه ویقلع الاشجار وسائحانی عن المقدسی اھ

الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ،ردالمحتار ،۵/ ۱۲۴[1] (کتاب الغصب)

اگران پودوں کواکھاڑنے اورکاٹنے سے زمین میں نقصان زیادہ ہوتوان پودوں کی قیمت جن کے کاٹ ڈالنے کاحکم ہے،پودالگانے والے کے ورثاءکودیدی جائے، پھروہ پودے مالک زمین کے ہوجائیں گے،اس مرحوم کے ترکہ کی وارثت بھی توکسی ہندوستان میں رہنے والے وارث کوملی ہوگی،اسی طرح یہ قیمت بھی دیدی جائے اختلاف دارین حق مسلم میں مانع عن الارث نہیں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمودغفرلہٗ دارالعلوم دیوبند۶/۳/۱۴۰۶ھ

رقم پہلے دیکرسامان آہستہ آہستہ خریدنا

سوال:۔ایک شخص نے ایک شخص کو۵۰۰/روپے دیئے اس شرط پرکہ وہ اسے ایک روپیہ فی کلو کے حساب سے دودھ دیتارہےگاجب تک کہ رقم ادانہ ہوجائے یہ معاملہ شرعاً جائز ہے،یاناجائزاوربیع سلم کےاندریہ شکل آتی ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

بیع سلم کے شرائط تواس میں موجودنہیں فقہاء نے اس صورت کومکروہ لکھاہے[3] جورقم

---

[1] شامی زکریا ج۹/ ص۲۸۳، ۲۸۴، کتاب الغصب.مطلب زرع فی ارض الغیر الخ، ملتقی الابحر مع مجمع الأنهر ص۸۷/۸۶ کتاب الغصب الفصل الثانی مطبوعه، دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ۱۱۷ ج۸ کتاب الغصب.

[2] واختلاف الدارین یمنع الارث ولکن هذا الحکم فی حق أهل الکفر لا فی حق المسلمین، عالمگیری کوئٹه ص۴۵۴ ج۶ کتاب الفرائض الفصل الخامس فی الموانع، ملتقی الابحر مع مجمع الأنهر ص۴۹۸ ج۴ کتاب الفرائض مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، الدر المختار زکریا ص۵۰۹ ج۱۰ ، کتاب الفرائض،

[3] وکره اقراض ای اعطاء بقال دراهم لیأخذ منه ماشاء لانه قرض جر نفعاً. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

پیشگی دی گئی ہے وہ قرض ہے رفتہ رفتہ اس کے اجزاء کے عوض دودھ کی بیع ہوتی رہتی ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۲/۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۷/۲/۹۲ھ

عمومی مفاد کے لئے دی گئی زمین فروخت کرنا

سوال:۔ طویل مدت سے ہمارے گاؤں والوں کو ایک ہندو زمین دار نے ایک ٹکڑا زمین قبرستان کے لئے اور قبرستان کے پرچہ کے شامل ایک ٹکڑا زمین بیگاڑ کے لئے (بیگاڑ بمعنی مردہ جانور دفن کرنے کی جگہ) استوار کرنے کا حکم دیا تھا، مذکورہ قبرستان کی زمین تقریباً چار پانچ بیگہہ ہوگی، قبرستان کے ایک کنارے پر ایک ٹکڑا زمین تقریباً ایک کٹھہ ہوگا، اس ٹکڑے میں کبھی کسی میت کو دفن نہیں کیا گیا، اور اس ٹکڑے زمین کو اس کے برابر والے مکان والوں نے ایک کٹھہ زمین کو میدان کی طرح اپنے استعمال میں لانا شروع کردیا، نیز جانوروں کو باندھنے میں فائدہ عوام کی وجہ سے گاؤں والے اس ٹکڑے کا ایک کٹھہ زمین برابر والے مکان والوں کو بیچ سکتے ہیں یا نہیں؟ بیچ کر اس روپیہ سے کوئی کارخیر مثلاً مدرسہ، مکتب یا اسکول وغیرہ بنا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ وہ زمین مسلمانوں کے عمومی مفاد کے لئے اس شخص نے دیدی ہے، اور اب

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) درمختار علی الشامی زکریا ،ج۹/ص۵۶۵/ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، ملتقی الابحر مع مجمع الأنهر ص۲۲۵ ج۴ کتاب الکراهیة، فصل فی المتفرقات، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹه ص۲۰۳ ج۸ کتاب الکراهیة، فصل فی البیع، زیلعی ص۳۰/۲۹ ج۶ کتاب الکراهیة، فصل فی البیع مطبوعه امدادیه ملتان.

اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو رہا ہے، تو سب کے مشورہ سے اس زمین کو ایسے کام میں لانا درست ہے جس میں عمومی نفع ہو[1]

مثلاً وہاں مکتب یا مدرسہ بنا دیا جائے جس میں سب دینی تعلیم حاصل کریں جہاں تک ہو سکے اس کو فروخت نہ کیا جائے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاهٔ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۸/۱۳۹۹ھ

آڑھت دار کی کٹوتی

سوال:۔ مبارک پور کے آڑھت کے یہاں کوئی باہر کے خریدار آتے ہیں، تو ان کی موجودگی میں بنکروں سے ساڑیاں خریدتے ہیں آڑھت داروں اور خریداروں کے درمیان ایک مقرر کمیشن طے رہتا ہے، آڑھت دار جب قیمت پر ساڑیاں خریدتا ہے، خریدار اسی حساب سے ساڑھیوں کی قیمت آڑھت داروں کو مع کمیشن کے دیتا ہے، مگر خریداروں سے قیمت پانے کے بعد بنکروں کو جب وہ قیمت دیتا ہے تو پوری قیمت نہیں دیتا ہے، بلکہ دو روپیہ سے لے کر پانچ دس روپئے تک کم کر دیتا ہے جس کو کٹوتی کہتا ہے، بنکروں ساڑیاں بیچنے والوں کا کہنا ہے کہ اس طرح سے جو رقم کاٹی جاتی ہے وہ بالکل حرام و ناجائز ہے، مگر آڑھت

---

[1] مراعات غرض الواقفين واجبة الخ ،شامی زکریا، ج٦/ ٦٦٥/ کتاب الوقف، مطلب مراعات غرض الواقفين الخ، النهر الفائق ص٣٢٦/٣٢٥ ج٣ كتاب الوقف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص٢٤٥ ج٥ كتاب الوقف.

[2] فاذا تم لزم لايملك ولايملك ولايعار قوله لا يملك أى لا يكون مملوكاً لصاحبه ولا يملك أى لايقبل التمليك لغير بالبيع ونحوه الخ ..درمختار على الشامى ،ج٦/٥٣٩/ (مطبوعه زكريا ديوبند) كتاب الوقف، مطلب مهم فرق ابو يوسف بين قوله موقوفة الخ، مجمع الأنهر ص١٥٨١ ج٢ كتاب الوقف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص٢٠٥ ج٥ كتاب الوقف.

دار کہتا ہے کہ یہ کٹوتی حرام نہیں کیونکہ ہمارے یہاں جو شخص بھی ساڑھی فروخت کرتا ہے وہ جانتا ہے کہ ہم کٹوتی کاٹتے ہیں، سوال یہ ہے کہ کیا خریداروں سے اصل قیمت پانے کے بعد آڑھت داروں کا کٹوتی کاٹنا جائز ہے یا حرام؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بنکر اپنا مال آڑھت دار کے یہاں لاتے ہیں، کہ تم ہمارا مال فروخت کردو، خریدار آکر آڑھت سے خریدتے ہیں آڑھتی داران سے قیمت لے کر بنکروں کو دیتا ہے، اور کچھ اپنی دلالی لیتا ہے، اس دلال کا معاملہ بنکروں اور آڑھت داروں کی رضا مندی پر موقوف ہے جو مقدار طے کرلیں اس مقدار کا لینا درست ہے، شامی[1] میں اجرت سمسار کو تعامل وتعارف کی بناء پر درست لکھا ہے، بنکر اگر یہ اجرت نہیں دینا چاہتے تو اپنا مال براہِ راست خریداروں کے ہاتھ فروخت کردیں، مگر ظاہر ہے کہ اس میں ان کو دشواری ہے اس دشواری سے بچنے کے لئے وہ آڑھت دار کے پاس مال لاتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۹/۸/۱۵ھ

چماریوں سے ساگ خریدنا

سوال:۔ چنے وغیرہ کا ساگ جو چماریاں فروخت کرتی ہیں، یہ اکثر چوری کا ہوتا ہے، خود چماریوں سے اس کی تحقیق کی گئی تو کیا یہ خرید کر کھانا جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] وفی الحاوی سئل محمد بن سلمة عن اجرة السمسار فقال أرجوا نه لابأس به وان کان فی الاصل فاسداً لکثرة التعامل الخ شامی زکریا ،ص۸۷/ج۹/ کتاب الاجارة باب الاجارة الفاسدة مطلب فی اجرة الدلال، عالمگیری کوئٹہ ص۴۵۰ج۴ کتاب الاجارة، مطلب الاستئجار علی الافعال المباحة، مبسوط سرخسی ص۱۱۵ج۸ الجزء الخامس عشر، کتاب الاجارات باب السمسار، مطبوعه دار الفکر بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

جس ساگ وغیرہ کے متعلق خصوصیت سے معلوم ہو کہ یہ بغیر مالک کی اجازت کے چرا کرلائی ہے اس کا خریدنا ناجائز ہے[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/۱۱/۵۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/ذیقعدہ ۱۳۵۷ھ

کسٹوڈین کا قبضہ موجبِ ملک ہے

سوال:۔ والد کی جائیداد کسٹوڈین میں چلی گئی، بعض کا کرایہ دار کسٹوڈین نے مجھے بنادیا اور بعض کا بہنوئی کو ایک مکان جس میں اوپر بہنوئی رہتے ہیں، نیچے میری دوکان ہے، میں نے کوشش کر کے مکان دوکان، بہنوئی کو خریدوا دیا اور بہنوئی نے مجھ سے وعدہ کیا کہ میں تم سے دوکان (تحتانی حصہ) خالی نہیں کراؤنگا، مگر اب ان کے خیالات بدل گئے ہیں، اور مجھ پر مقدمہ کردیا ہے، سوال یہ ہے کہ بہنوئی مجھ سے دوکان خالی کراسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حکومت جب قہراً جبراً قبضہ کرلے تو یہ استیلا موجب ملک ہے، اس قاعدے کے ماتحت جن مکانات پر ۴۷ء کے وقت حکومت نے مالکانہ قبضہ کرلیا ان پر حکومت کی ملک ثابت

---

[۱] کل عین قائمة یغلب علیٰ ظنه انهم اخذوها من الغیر بالظلم وباعوها فی السوق فانه لاینبغی ان یشتری ذالک وان تداولته الایدی (عالمگیری مطبع کوئٹه پاکستان، ص ۳۶۴/ج۵/ کتاب الکراهیة، الباب الخامس والعشرون فی البیع والاستیام علیٰ سوم الغیر)، السراج المنیر ص ۱۳۳ ج۳ مطبوعه دار الفکر بیروت، فیض القدیر ص ۶۴ ج۶ حدیث ۸۴۴۳، مطبوعه دار الفکر بیروت.

ہوگئی، پھران مکانات کونیلام کردیا تو جس نے خریدا وہ مالک ہوگیا، جن قطعات کوآپ کے بہنوئی صاحب نے خریدا ہے وہ ان کے مالک ہوگئے [1] آپ نے خریدوانے میں ان کی جواعانت کی اس کا آپ کواجر ملے گا، بہنوئی صاحب نے آپ سے وعدہ کیا کہ وہ تحتانی حصہ آپ سے خالی نہیں کرائیں گے، اسی بناء پرآپ بحیثیت کرایہ دار اسمیں مقیم ہیں، بہنوئی صاحب کو چاہئے کہ اخلاقاً وعدہ پورا کریں، آپ کونہ نکالیں لیکن اگران کوضرورت ہے جس کی وجہ سے خالی کرانا چاہتے ہیں تو وہ گنہگار بھی نہیں [2] اورآپ کولازم ہے کہ خالی کردیں، وعدۂ سابقہ کی بناپرآپ کو زبردستی اس میں قیام کرنا اور خالی نہ کرنا درست نہیں [3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۹/۱۲/۲۵ھ

کسٹوڈین سے زمین خریدنا

سوال:۔ بکر کے دادا زید نے عمر وکو جوکہ مسلم کا دادا ہوتا ہے، مستعار زمین برائے

---

[1] الحرام ینتقل فلودخل بأمان واخذ مال حربی بلارضاه وآخر جه الینا ملکه وصح بیعه . درمختار مع شامی کراچی ،ج۵/ص۹۸/ باب البیع الفاسد، قبیل مطلب البیع الفاسد لا یطیب له ویطیب للمشتری منه، شامی زکریا ص۳۰۰ج۷ المصدر السابق، فتح القدیر ص۴ ج۶ کتاب السیر باب استیلاء الکفار، مطبوعه دارالفکر مصر،

[2] الخلف فی الوعدحرام،کذافی اضحیة الذخیرة، وفی القنیة وعده أن یأتیه فلم یاته لا یأثم ولا یلزم الوعد ولتوفیق بینه وبین الاول مجمل الاول علی ما اذا وعد وفی نیته الخلف فیحرم والثانی علی ما اذا نوی الوفاء وعرض مانع، الاشباه والنظائر مع حاشیة الرافعی ص۱۵۹ الفن الثانی کتاب الحظر والاباحة، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی، مرقاة المفاتیح ص۶۴۷ ج۴ باب الوعد الفصل الاول مطبع اصح المطابع بمبئی، الطیبی ص۱۵۱ ج۹ المصدر السابق، مطبع زکریا دیوبند.

[3] لا یجوز التصرف فی مال غیره بلا اذنه ولاولایته، شامی زکریا ص۲۹۱ ج۹ کتاب الغصب، الاشباه والنظائر ص۱۵۷ الفن الثانی کتاب الغصب مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی، شرح المجلة ص۶۱ ج۱ رقم اعادة ۹۶، مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند.

رہائش دیدی تھی، اور یہ طے ہوگیا تھا کہ وقت ضرورت واپس لے لی جائیگی، لہٰذا عمرو کی اولاد اس رقبہ میں ۱۹۴۷ء تک زندہ رہی پھر ہنگامی حالات سے اثر انداز ہوکر پاکستان ہجرت کر گئے، لہٰذا عمرو کی اولاد میں سے صرف ایک آدمی مسمیٰ مسلم یہاں پر رہ گیا جو کہ اس رقبہ میں سے اپنے حصہ پر قابض ہے، گورنمنٹ نے مسلم کے حصہ کے علاوہ باقی حصہ کو متروکہ قرار دیدیا معیر یعنی زید کا پوتا مع پورے گھرانے کے یہیں پر موجود ہے اگرچہ رقبہ مستعار تھا، مگر گورنمنٹ نے موقع پر خالی کراکے کسٹوڈینٹ میں داخل کردیا اور پھر اس کو ۱۹۴۷ء میں نیلام کیا بوقت نیلامی فریقین حاضر تھے، یعنی مسلم وبکر نے خوب حوصلہ کے ساتھ بولی لگائی مگر بکر نے مسلم سے زیادہ پیسے چڑھا کر اس رقبہ کو خریدلیا اب مسلم یہ کہتا ہے کہ اب تمہارے لئے اس کا خریدنا جائز نہیں، چونکہ میرے باپ دادا اس رقبہ میں رہتے چلے آئے ہیں، بکر کہتا ہے کہ تمہارے لئے اس کا خریدنا جائز نہیں یہ رقبہ میرا موروثی ہے، لہٰذا میں حق پر ہوں مسلم چونکہ پہلے ہی سے کچھ رقبہ پر قابض تھا اس نے قبضہ کو بدستور رکھتے ہوئے مقدمہ دائر کردیا لیکن بکر نے عدالت میں مسلم کی مراد یہ اور بکر نے کاغذی کارروائی کے اعتبار سے اس کا دخل اور قبضہ بھی سرکار سے وصول کرلیا مگر پھر بھی یہی کہتا ہے کہ بکر کا اس رقبہ پر قبضہ کرنا اور خریدنا مطلقاً جائز نہیں، آپ شریعت کی روشنی میں فیصلہ فرماویں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب گورنمنٹ نے اس پر استیلاء کرکے مالکانہ قبضہ کرلیا پھر اسکو نیلام کردیا تو جس نے اس کو خریدا وہ مالک ہوگا، پہلی ملک اور قبضہ کا اب اعتبار نہیں ہوگا[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳؍۴؍۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶؍۴؍۸۹ھ

---

[1] واذا غلب الترک علیٰ الروم فسبوھم واخذوا اموالھم ملکوھا (بقیہ اگلے صفحہ پر)

طوائف کے ہاتھ مال فروخت کرنا

سوال:۔ایک صاحب کا ہوٹل ایسی جگہ واقع ہے جس کے اطراف طوائف رہتی ہیں، طوائف ان کے ہوٹل سے اشیاء خریدتی ہیں، کیا طوائف کے ساتھ تجارت جائز ہے، اوران کے ذریعہ ہوٹل والے کو جو آمدنی ہووہ اس کے لئے حلال ہے؟ ہوٹل والے کو کیا صورت اختیار کرنی چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ حرام مال سے خریدے تو اسکے ہاتھ فروخت کرنا اوراس حرام مال کا لینا شرعاً جائز نہیں[1] اگر حلال مال سے خریدے تو درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/ربیع الاول ۵۷ھ

۵/کلو شکر کے لئے ۲۵/کلو کی درخواست دینا

سوال:۔چینی کی اگر ۵/کلو کی ضرورت ہو تو درخواست ۲۵/کلو کی دینی پڑتی ہے تب

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) لان الاستیلاء قد تحقق فی مال مباح وهو السبب الی قوله ان الاستیلاء ورد علی مال مباح فینعقد سببا للملک دفعا لحاجة المکلف الخ هدایه، ج۲/ص۵۸۰، ۵۸۱ کتاب السیر، باب استیلاء الکفار (مطبوعه یاسرندیم دیوبند)، فتح القدیر ص۵/۳ ج۲ کتاب السیر، باب استیلاء الکفار، مطبوعه دار الفکر بیروت، الدر المختار مع الشامی زکریا ص۲۶۶، ۲۶۸ ج۶ کتاب الجهاد، باب استیلاء الکفار.

(صفحہ ہٰذا) [1] قال ابن الشهاب الشلبی من رأی المکاس یأخذ من احد شیًا من المکس ثم یعطیه آخر ثم یاخذه من ذالک الاخرفهوحرام (شامی کراچی ،ج۶/ص۳۸۵/(شامی زکریا، ج۹/ص۵۵۳) کتاب الحظر والاباحة،فصل فی البیع، شامی زکریا ص۳۰۱ ج۷ باب البیع الفاسد، الحرمة تتعدد.

کہیں ۵؍کلو ملی پاتی ہے، اگر ۵؍کلو کی درخواست دیں تو بمشکل ایک کلو ہی مل پائے گی، جس سے ضرورت پوری نہیں ہوگی، تو مذکورہ بالا صورت کذب میں تو داخل نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیا

اس صورت میں ۵؍کلو کا عنوان ۲۵؍کلو ہے اور حکومت کی نظر میں بھی اس کا معنون ۵؍کلو ہی ہے، تو عنوان اور معنون کا یہ فرق گویا حکومت کی طرف سے تجویز کر دیا گیا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱؍۶؍۹۳ھ

بازار سے خریدی ہوئی دوا کو اپنی بتا کر نفع زیادہ لینا

سوال:۔ اگر کوئی شخص بازار سے ہمدرد کی دوائیں خرید کر مریضوں کو اس نام سے دے کہ گویا یہ دوا میں اپنی دے رہا ہوں، اور اصل محنت سے کئی گنا منافع حاصل کریں، تو یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہمدرد کا اگر وہ ایجنٹ نہیں بلکہ اپنے پیسہ سے خرید کر مالک ہو کر دوائیں فروخت کرتا ہے اور نفع لیتا ہے تو یہ درست ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] فالبیع ماشرع الالطلب الربح والفضل فالفضل الذی یقابله العوض حلال، مبسوط، ج۱۲/ص۱۱۹/ (مطبوعه دارالفکر بیروت) کتاب البیوع، سکب الأنهر علی مجمع الأنهر ص۵ ج۳ کتاب البیوع، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، الفقه الحنفی وادلته ص۱۷، ۱۸ ج۲ کتاب البیوع، مطبوعه دار الفیحاء بیروت.

قیمت مبیع وصول کرنے کی ایک صورت

سوال:۔زید کی اراضی بکر نے قیمت متعینہ میں خریدی لیکن بکر نے وقت متعینہ پر پوری رقم ادانہیں کی لیکن کھیت بکر کے قبضہ میں دیدیا گیا اور بکر پر ابھی چوتھائی رقم باقی ہے، تو اب صورت یہ کی گئی کہ اس فروخت شدہ اراضی سے ڈھائی ایکڑ اراضی علیحدہ تصور کر کے آٹھ سوروپیہ لگان سے اسی کو دیدیتے ہیں، اب بکر سیزن پر باقی ماندہ رقم کے علاوہ اور آٹھ سو روپیہ لگان کے دے گا، تو یہ آٹھ سوروپیہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

یہ صورت جائز نہیں کیونکہ بیع کل اراضی کی ایک معاملہ سے ہوئی اور سب مبیع قرار دی گئی ہے، پھر کچھ مخصوص قطع کو غیر مبیع اور ملک بائع قرار دے کر تجویز کر کے مشتری کو جو سب زمین کا بذریعہ بیع مالک ہو چکا ہے، لگان پر دیا گیا ہے، جس کا حاصل یہ نکلا کہ اب مشتری اپنی ہی ملک کا لگان بائع کو دے گا، اب بائع باقی ماندہ چوتھائی قیمت سے زائد لینے کا حقدار نہیں[1]، مشتری کو لازم ہے کہ وہ باقی ماندہ قیمت جلد از جلد ادا کر دے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۹/۸/۱۶ھ

مبیع مقدار معین سے کم یا زائد نکلے

سوال:۔مسمیٰ عبدالرحمٰن نے ایک کپڑا بیس گز ایک روپے چار آنہ کا فروخت کیا وہ

---

[1] **نوٹ**:۔زید کا آٹھ سوروپے لگان کا لینا عوض سے خالی ہونے کی وجہ سے سود ہے جو کہ قطعاً ناجائز ہے، ''اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا'' سورۂ بقرہ آیت ۲۷۵/

ترجمہ:. اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا اور سود کو حرام کر دیا ہے۔(از بیان القرآن)

کپڑا پونے بیس گز ہوا خریدار نے ایک روپیہ چار آنہ نہیں دیا بلکہ چار گرہ کے دام کاٹ کر دیتا ہے، ۳ چوتھائی آنہ دیتا ہے مسمی عبدالرحمٰن خریدار کو کہتا ہے کہ چار گرہ دام نہ کاٹ مگر خریدار نے ضرور کاٹ لئے اسکے بعد مسمیٰ عبدالرحمٰن ایک کپڑا بیس گز اور فروخت کرنے گیا اس کی قیمت بھی ۴عہ آنے قرار پائی ،مگر جس وقت ناپا تو سوا بیس گز ہوا اب خریدار کہتا ہے کہ میں تو پورے بیس گز کے دام دونگا، مسمیٰ عبدالرحمٰن نے ہر چند کہا مگر اس نے پورے بیس گز کے دام ۴عہ دیئے چار ہ گرہ کے نہیں دیئے، اب غور طلب یہ ہے کہ کپڑے میں ایک پیسہ کاٹ لیا، اور دوسرے کپڑے میں جو سوا بیس گز تھا ان کا پورا ایک روپیہ چار آنے بھی دیا گیا اس خریدار کو وہ پیسہ جائز ہوسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر بیس گز کپڑا فروخت کیا اور مجموعہ کی قیمت ۴عہ بتائی اور فی گز کے حساب سے کوئی قیمت نہیں بتائی اور معاملہ ایجاب وقبول سے پختہ کردیا اور ناپنے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ بیس گز سے کچھ کم مثلاً پونے بیس گز ہے تو خریدار کو قیمت کاٹنے کا اختیار نہیں بلکہ چاہے پوری قیمت دے کر خریدے اور چاہے واپس کردے، واپس کرنے کا اختیار ہے، اور اگر ناپنے کے بعد معلوم ہوا کہ بیس گز سے کچھ زائد مثلاً سوا بیس گز ہے تو وہ سب کا سب ۴عہ میں خریدار کا ہوگیا، فروخت کرنے والے کو زیادہ قیمت طلب کرنے یا واپس لینے کا اختیار نہیں، "ومن اشتریٰ ثوباً علیٰ انه عشرة اذرع بعشرة اوارضاً علیٰ انها مأئة ذراع بمائة فوجد ها اقل فالمشتری بالخیار ان شاء اخذ بجملة الثمن وان شاء ترک وان وجد ها اکثرمن الذراع الذی کان فهو للمشتری ولاخیار للبائع هدایه، ج۳/ص۲۸/"[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/۷/۵۳ھ

[1] هدایه ، ج۳/ص۲۳/ مطبع تهانوی دیوبند ،کتاب البیوع)، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بیع میں سامان زیادہ ہو تو کیا کرے

سوال:۔ زید سائیکل مرمت کا کام کرتا ہے، اور سامان دوسرے بڑے دوکاندار سے خرید کر لاتا ہے، ایک مرتبہ سامان لینے گیا تو اس بڑے دوکاندار کے نوکر نے کچھ سامان مالک کی چوری سے زیادہ دیدیا، وہاں تو زید نے کچھ خیال نہیں کیا، لیکن گھر آکر بیچک ملایا تو سامان زیادہ نکلا، اب زید پس وپیش میں ہے کہ اگر مالک پر راز افشاء کرتا ہے، تو ملازم کی ملازمت جاتی ہے، اور نہیں کہتا تو مالک دوکان کی چوری ہوتی ہے، لہٰذا اس معاملہ میں زید کو کیا کرنا چاہئے، سامان کی قیمت ملازم کو دے یا کہ نہ دے؟ جواب تمام باتوں کا قرآن وحدیث کی رو سے عنایت فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ کہہ کر بڑے دوکاندار کو دے سکتا ہے، کہ حساب میں اتنے روپئے آپ کا میری طرف ہے وہ یہ ہے لے لیجئے، تو یہ صورت بہتر ہے، اگر ایسا نہیں کرسکتا تو ہدیہ کے طور پر دیدے، ملازم کے خیانت کرنے سے وہ سامان زید کے لئے حلال نہیں ہوگا[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۷/۹۴ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) البحر الرائق کوئٹہ ص۲۹۰ ج۵ کتاب البیوع، مجمع الأنهر ص۱۸ ج۳ کتاب البیوع، مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت.

(صفحہ ہٰذا) [1] وان ملكه بالقبض الخلط عندالامام فانه لايحل له التصرف فيه قبل اداء ضمانه (شامي كراچي، ج۶/ص۳۸۶/ شامي زكريا، ج۹/۵۵۴/كتاب الحظر والاباحة، فصل في البيع)، البحر الرائق كوئٹه ص۱۱۴ ج۸ كتاب الغصب، تبيين الحقائق ص۲۲۶ ج۵ كتاب الغصب، مطبوعه امداديه ملتان.

کھوٹے روپیہ کا حکم

سوال:۔تجارت میں اگر پیسہ روپیہ کھوٹا آئے تو اس کو کیا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر معلوم ہے کہ کس کے پاس سے آیا ہے، تب تو اسی کو دیدے جس طرح بھی ممکن ہو خواہ بتا کر خواہ دھوکے سے[1] اگر معلوم نہ ہو تو دھوکہ دینا جائز نہیں[2] بتا کر دیدیا جائے اگر چہ لینے والا کم قیمت پر لے یا اگر کسی جگہ اس سے کچھ ظلماً لیا جائے، تو وہاں بلا بتائے بھی دینا درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۷/۱۲/۵۶ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ صحیح عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/ ذی الحجہ ۵۶ھ

اناج کی بیع فصل کی قیمت پر

سوال:۔اس وقت نرخ گندم پانچ سیر ہے اور ایک غریب آدمی جس کے یہاں اناج نہیں ہم سے اناج لینا چاہتا ہے، تو اس کو بجائے ۵/سیر کے چار سیر دیتے ہیں، اور اس

---

[1] لو قبض زيفا بدل جيد كان له على آخر جاهلا به فلو علم وانفقه كان قضاء اتفاقاً ونفق أو أنفقه فلو قائما رده اتفاقا، الدر مع الشامی کراچی ص۲۳۳ ج۵ كتاب البيوع، باب المتفرقات، مطلب فيما ينصرف إليه اسم الدراهم، بحر کوئٹہ ص۱۷۷ ج۶ كتاب البيوع، باب المتفرقات، مجمع الأنهر ص۱۵۵ ج۳، كتاب البيوع، مسائل شتى، دار الكتب العلمية بيروت.

[2] من غشنا فليس منا الحديث، مسلم شريف ص۷۰ ج۱ كتاب الايمان، باب قول النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم من غشنا فليس منا، مكتبه بلال ديوبند، ابن ماجه ص۱۶۱ ج۱ ابواب التجارات، باب النهی عن الغش، طبع اشرفی دیوبند (ترمذی شریف ،ص ۱۵۷/ ج۱/ مطبع رشیدیه دهلی باب ماجاء فی كراهية الغش فی البيوع) **ترجمہ**:- جو ہم کو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں۔

سے وعدہ کرالیتے ہیں کہ فصل ربیع یعنی اساڑھی میں اناج اسی بھاؤ کا جو بھاؤ فصل ربیع میں ہوگا لیا جائے گا، آپ تحریر فرماویں کہ یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

اس صورت میں بھاؤ کی کیا شرط ہے، اناج بطور قرض دیجئے جتنے سیر یا من اناج دیں اتنے سیر یا من اپنا اناج اساڑھی میں واپس لے لیں، خواہ کچھ ہی بھاؤ ہو قیمت سے کچھ تعلق نہیں[1]، اگر فروخت کرنا ہے تو فروخت کر دیجئے، اور اساڑھی میں قیمت لے لیں، جس وقت پر آپ نے فروخت کیا ہے اس وقت کی قیمت لیجائے خواہ اساڑھی میں کچھ بھی بھاؤ ہو، یہ بھی ممکن ہے کہ اگر اساڑھی میں اس کے پاس قیمت نہ ہو اور بجائے قیمت کے اناج دینا چاہیں تو اسی وقت نرخ طے کر لیا جائے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، مظاہر علوم سہارنپور

مرض الوفات میں کم قیمت پر بیع

سوال:۔(۱) اگر کسی چیز کی خریداری میں کم قیمت ادا کی جائے اور فروخت کنندہ سے زیادہ قیمت بوجہ مجبوری یا بیماری یا ضعیف العمری یا ناامید زیست کی بناء پر ایک دو یوم

---

[1] لو استقرض من آخر حنطة فأعطى مثلها بعد ماتغير سعرها فانه يجبر المقرض على القبول، عالمگیری، ج۳/ص۲۰۲/ الباب التاسع عشر/فی القرض والاستقراض، إن الواجب على المستقرض رد مثل ما قبض، محیط برهانی ص۳۵۴ج۱۰ الفصل الثالث والعشرون فی القروض، مطبوعه مجلس علمی گجرات.

[2] قال فی المجمع ويصح البيع بثمن حال ومؤجل لاطلاق قوله تعالیٰ واحل الله البيع وحرم الربوٰ، مجمع الانهر ج۳/ص۱۳/ كتاب البيوع، مطبوعه درالکتب العلمية بيروت، الدر مع الشامی کراچی ص۵۳۱ ج۴، كتاب البيوع، مطلب فی الفرق بين الاثمان والمبيعات، النهر الفائق ص۳۴۴ج۳ كتاب البيوع، دار الكتب العلمية بيروت.

مرنے سے قبل فروخت کنندہ سے دیگر اشخاص کے بلامشورہ خفیہ طور پر کہ جو بااعلان نہ ہوا ایسا بیعنامہ کرایا جاوے تو اس بات میں علماءِ دین کیا فرماتے ہیں؟

(۲) جب کہ خریدار مذکور خود رقم قرض کے اندراج کو تسلیم کرتا ہے، لیکن قیمت باقی ماندہ کو ادا نہیں کرتا، اور جو شئے بیعنامہ فروخت کنندہ سے حاصل کی گئی ہے اس کے جز کی واپسی بھی عدم ادائیگی قیمت کے لحاظ سے نہیں کرتا، جس سے رقم ادا شدہ اور شئے حاصل شدہ مساوی حالت میں ہو جاویں۔

(۳) اگر فروخت کنندہ فوت ہو چکا ہے، اور خریدار مذکور قیمت قرض کو مانتا ہے، تو یہ قیمت باقی ماندہ خریدار اگر ادا کر دیں تو وارثان فروخت کنندہ مذکور اس قیمت کے پانے کے مستحق ہوں گے۔

(۴) اگر کسی جائداد یا مکان مقبوضہ خود کی بابت یہ علم ہو جاوے کہ اس کی قیمت یا معاوضہ اصل مالک کو ادا نہیں ہوا اور صرف قانونی قبضہ ایک عرصہ دراز سے مطابق قانون دنیوی چل رہا ہے، لہٰذا ایسا قبضہ بدستور باقی رکھنا جائز ہے یا بعد ادائیگی قیمت معاوضہ مالکان کو قبضہ کرنا جائز ہوگا،؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اگر یہ بیعنامہ ایسے شخص کے حق میں ہوا ہے کہ جو شرعاً بائع کا وارث بھی ہے تو یہ بیع بقیہ ورثہ کی اجازت پر موقوف ہے وہ اجازت دینگے، تو نافذ ہو جائے گی، ورنہ نہیں، اگر یہ بیعنامہ کسی اجنبی کے حق میں ہوا ہے (یعنی جو شرعاً وارث نہیں) تو اس کا حکم یہ ہے کہ دیانت داری اور تجربہ کار آدمی اس چیز کی قیمت تجویز کریں، اور پھر دیکھیں کہ مشتری نے اس سے کس قدر کم ادا کی ہے، اگر وہ کمی بائع کے ایک ثلث ترکہ کی برابر یا اس سے کم ہو تب تو بیع صحیح ہوگی ورنہ اجازت ورثہ پر موقوف ہے، اگر ورثہ بالغ ہوں تو مشتری سے کہا جاوے گا کہ اس کی

قیمت پوری ادا کرو، ورنہ بیع کو فسخ کردیا جائے گا[۱] کیونکہ کہ یہ کمی وصیت کے حکم میں ہے۔

ھکذا فی مرأۃ المجتبی، ج ۱/ص ۱۹۱/.[۲]

(۲) بیع کی صحت وعدم صحت کا حکم جواب نمبر ا/ میں آچکا ہے، اگر خریدار بیع کو برقرار اوراس شئ کواپنے پاس رکھنا چاہتا ہے تو شرعاً اس کی وہی صورت ہے اس کے خلاف کرنا گناہ ہے اور معصیت ہے۔

(۳) اس کا جواب بھی نمبر ا/ سے ظاہر ہے۔

(۴) ایسا قبضہ ناجائز ہے یا مالکان کو قیمت ادا کردے یا ہبہ کرالے، اگر وہ بیع یا ہبہ پر رضامند نہ ہوں بلکہ اپنا مکان وغیرہ خالی کرانا چاہیں تو اپنا قبضہ اٹھانا اور مکان کو خالی کرنا واجب ہے، بلکہ پہلے اپنا قبضہ اٹھا کر مالک کے قبضہ میں دیدیا جاوے[۳] اس کے بعد بیع یا ہبہ کی گفتگو کی جاوے تاکہ ان پر کسی قسم کا دباؤ نہ رہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/محرم الحرام ۵۷ھ

الجواب صحیح عبداللطیف غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲/محرم ۵۷ھ

---

[۱] إذا باع المریض فی مرض موته شیئا من ماله لاحد ورثته صار ذلک موقوفا علی اجازة سائر الورثة فان اجازوا بعد موت المریض نفذ البیع وإلا فلا إذا باع المریض فی مرض موته شیئا من اجنبی بثمن المثل صح بیعه وإن باعه بدون ثمن المثل وسلم المبیع کان بیعه بیع محاباة یعتبر من ثلث ماله فان کان الثلث وافیا بها صح وإن کان الثلث لا یفی بها لزم المشتری اکمال ما نقص من ثمن المثل واعطاؤه للورثة فان فعل لزم البیع وإلا کان للورثة فسخه، شرح المجلة ص ۲۱۱، ۲۲۲ ج ۱ رقم المادة ۳۹۳، ۳۹۴ مطبوعه اتحاد بکڈپو دیوبند.

[۲] لم اجده.

[۳] ویجب ردعین المغصوب لقوله علیه السلام علی الیدماأخذ ت حتی ترد ولقوله علیه السلام لایحل لاحدکم ان یاخذ مال اخیه لاعباولاجاداً (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بیع فضولی

سوال:۔ بکر کا کتب خانہ ہے اور خالد جو کہ بکر کے نزدیک معتبر مراہق قریب البلوغ لڑکا ہے، اس کو بٹھا کر بکر کسی کام کو گیا، زید کتب خانہ کے اندر آیا خریداری کی حیثیت سے بکر کی عدم موجودگی میں خالد نے کچھ کتابیں انتہائی کم قیمت کر کے دیدیں اور یہ کہا کہ میری کتابیں ہیں، اور زید قیمت خالد کو دے کر چلا آیا، اب بکر تو موجود ہے، لیکن خالد نہیں، آیا وہ کتاب زید کو خریدنا درست نہیں، جبکہ صاف صریح دلالت اس بات پر ہے کہ یہ کتابیں بکر کی ہیں، اور وہ جھوٹ بول کر اپنا کام لینا چاہ رہا ہے، اب زید کیا کرے، آیا بکر وہ کتابیں دکھانے کے بعد قیمت طے کرائے یا صدقہ کردے یا اپنے پاس رکھے مالک کی حیثیت سے

الجواب حامداً ومصلیاً

بکر نے خالد کو اپنی کتابوں کے فروخت کرنے کا وکیل نہیں بنایا تو یہ بیع، بیع فضولی ہوئی ہے، جو کہ بکر کی اجازت پر موقوف ہے براہِ راست بکر سے معاملہ کرے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۳/۸/۶۲ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) وان اخذه فليرده عليه زيلعي وظاهره ان رد العين هوالواجب الاصلي وهوالصحيح .شامي كراچي ،ج٦/ص١٨٢/مطبع زكريا ديوبند ،ج٩/ص،٢٦٦/ كتاب الغصب، مطلب في رد المغصوب الخ، تبيين الحقائق ص ٢٢٢ ج٥ كتاب الغصب، مطبوعه امداديه ملتان بحر كوئٹه ص ١٠٩ ج٨ كتاب الغصب.

(صفحه هذا) [1] هومن يتصرف في حق غيره بغير اذن شرعي وله مجيز حال وقوعه انعقد موقوفاً درمختار مع الشامي كراچي ١٠٦–١٠٧/ج٥/باب البيع الفاسد،فصل في الفضولي، مجمع الأنهر ص١٣٤ ج٣ كتاب البيوع، فصل في بيع الفضولي، دار الكتب العلمية بيروت، النهر الفائق ص٤٩٠ ج٣ كتاب البيوع، فصل في بيع الفضولي، طبع بيروت.

ٹیکس دینے سے نقصان ہوتو کیا کرے

سوال:۔ میں تجارت کرتا ہوں اسی تجارت کو دوسرے لوگ بھی کرتے ہیں میں پورا ٹیکس ادا کرتا ہوں دوسرے لوگ ٹیکس کو پورا ادا نہیں کرتے مجھ کو نقصان ہوتا ہے، غیر کو فائدہ مجھے ایسی حالت میں کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ دیانت داری کے ساتھ تجارت کرتے رہیں، کسی کا حق اپنے ذمہ باقی نہ رہنے دیں جسکا حق آپ کے ذمہ ہواس کو پورا پورا ادا کر دیں[1] اور جو نقصان ہو تقدیر پر صابر وشاکر رہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ٹیکس سے بچنے کے لئے دوحساب رکھنا

سوال:۔ ہماری دوکان کے دوحساب رہتے ہیں، ایک صحیح ایک غلط پہلا اپنے پاس رکھا جاتا ہے، اور دوسرا سرکار کو دیا جاتا ہے، تو کیا جائز ہے کہ جب یہ سب غیر شرعی ٹیکسوں سے بچنے کے لئے کیا جاتا ہے، جو سرکار کی طرف سے عائد ہوتے ہیں مثلاً عام طور پر دوکاندار اس طرح حساب رکھتے ہیں اس میں کچھ گناہ تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جھوٹ حرام ہے ظلم سے تحفظ کے لئے جائز تدبیر کرنا درست ہے۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۲/۷/۹۰ھ

---

[1] قال تعالیٰ ان اللّٰہ یأمرکم ان تؤدوا الامٰنٰت الی اھلھا، (النساء پارہ ۵/ آیت ۵۸) (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ٹیکس سے بچنے کیلئے خریداری کی ایک صورت

سوال:۔ چونکہ مال خریدنے پر حکومت ٹیکس لیتی ہے زید اس ٹیکس سے بچنے کے لئے حکومت کو اطلاع کئے بغیر مال خریدتا ہے، بیچتا ہے، کیا اس طرح مال لا کر بیچ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مالک کو اپنی ملک بیچنا اور جہاں سے دل چاہے خرید کرنا سب درست ہے[1]، مگر قانون کے خلاف کر کے عزت کو خطرہ میں ڈالنا خلاف دانشمندی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱۱/۸۷ھ

بیع سے پہلے کرایہ وصول کرنا

سوال:۔ ۱۹۳۸ء میں ہندہ نے اپنا مکان ہبہ زید کے نام کر دیا، رجسٹری کرا کر اس

(بقیہ اگلے صفحہ پر) **ترجمہ**: بیشک اللہ تعالیٰ تم کو اس بات کا حکم دیتے ہیں کہ اہل حقوق کو انکے حقوق پہنچا دیا کرو (بیان القرآن)

[2] الکذب مباح لاحیاء حقه ودفع الظلم عن نفسه والمراد التعريض لأن عين الكذب حرام. درمختار على الشامى، ج۹/ص۶۱۲/(مطبوعه زكريا ديوبند) كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع، سكب الأنهر على هامش المجمع ص۲۲۱ج۴ كتاب الكراهية، فصل فى المتفرقات، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

(صفحہ ہذا) [1] المالک هوالمتصرف فى الاعيان المملوكة كيف يشاء. بيضاوى شريف، ج۱/ص۷/ تحت قوله تعالىٰ مالک يوم الدين سورة الفاتحة، مطبوعه دهلى، شرح المجلة ص۶۵۴ ج۱ رقم المادة (۱۱۹۲)، الكتاب العاشر فى انواع الشركة، الباب الثالث، الفصل الأول فى أحكام الأملاک، مطبوعه اتحاد بکڈپو ديوبند

کے حوالہ کردی چنانچہ زید اس مکان میں رہنے لگا، پھر بیس سال کے بعد یعنی ۱۹۵۸ء میں ہندہ نے زید سے ناراض ہوکر موہوبہ مکان کو ہبہ نامہ رد کرا کر مسجد کے نام رجسٹری کرادی، زید نے ۱۹۶۴ء میں آکر مکان کو حارث کے نام پر ایک ہزار روپیہ میں فروخت کردیا، اس فروخت کی کیفیت سن کر مسجد کے متولی نے زید سے کہا کہ میں تجھے ایک ہزار روپیہ دیتا ہوں، تو اپنے اس مکان کو خالی کر کے میرے حوالہ کردے، چنانچہ زید نے متولی کے اس قول کو تسلیم کرلیا، متولی نے قیس سے ایک ہزار روپیہ لے کر زید کو دیدیا، زید نے مکان خالی کر کے متولی کے حوالہ کردیا، اور متولی نے قیس کو کرایہ پر اس مکان کو دیدیا، قیس کرایہ برابر دیتا رہا، حارث نے منصف کورٹ کے ذریعہ قیس پر دعویٰ کردیا، متولی اور قیس دونوں نے مل کر منصف کورٹ میں دعویٰ کیا کہ یہ مکان مسجد ہی کی ملک پر ہے، کورٹ کے منصف نے قیس کو حکم دیا کہ گھر خالی کر کے حارث کے حوالہ کردیا جائے، کیونکہ مذکورہ مکان مسجد کی ملک نہیں ہے، بلکہ زید کا ہے، زید نے جب حارث کو دیدیا، تو اب حارث اسکا مالک ہوگیا، پھر قیس اور متولی دونوں نے دعویٰ جج کورٹ میں کیا کہ مکان مسجد ہی کا ہے زید کا نہیں ہے، پھر جج کورٹ نے بھی یہی فیصلہ کردیا، کہ مکان زید کا ہے مسجد کا نہیں ہے، قیس نے مکان خالی کر کے حارث کے حوالہ کردیا

عدالت کی طرف سے فیصلہ ہونے تک قیس کرایہ نامہ کی تحریر کے مطابق ماہانہ کرایہ ادا کرتا رہا، اور قیس ہی نے دونوں کورٹ کے تمام اخراجات برداشت کئے، جبکہ کورٹ نے گھر خالی کر کے حارث کے حوالہ کرنے کے لئے فیصلہ کردیا، تو اسکے مطابق قیس نے گھر خالی کر کے حارث کے حوالہ کردیا، اس کے بعد سے حارث کے پاس ہے، اس کے بعد حارث کے پاس سے قیس کی بیوی نے اس مکان کو خریدلیا، اور بذریعہ کورٹ اس مکان کو قیس کی بیوی کے حوالہ کردیا گیا۔

اب سوال یہ ہے کہ مکان مذکورہ زید کی ملکیت ثابت ہونے سے پہلے قیس نے جو کرایہ نامہ لکھ کردیا تھا، اس کے متعلق متولی زبردستی کرایہ وصول کرنا چاہتے ہیں، مسجد والوں

کا قیس سے کرایہ کا مطالبہ کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اس کے شرعی احکام کیا ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہندہ نے جب مکان اپنے بیٹے زید کو ہبہ کردیا اور رجسٹری کر کے اس کے حوالہ کردیا یعنی اپنا قبضہ ختم کر کے بیٹے کا قبضہ کرادیا، تو وہ ہبہ بالکل مکمل ہوگیا اور مکان زید کی ملکیت میں آ گیا، پھر ہندہ نے ناراض ہوکر اس کو مسجد کے نام کردیا، تو یہ مسجد میں دینا صحیح نہیں ہوا، بلکہ بدستور زید ہی کی ملکیت میں رہا۔[1] پھر جب زید نے اس مکان کو حارث کے نام فروخت کردیا تو وہ مکان حارث کا ہوگیا،[2] اس کے بعد جب متولی نے زید سے ایک ہزار روپیہ میں لیا تو زید کو اس کے فروخت کرنے کا حق نہیں تھا،[3] لیکن اگر حارث نے اپنا معاملہ ختم کر کے زید کو اجازت دیدی اور زید نے وہ مکان متولی کے حوالہ کردیا اور حارث نے اپنا قبضہ ختم کردیا، تو پھر یہ بیع درست ہوگئی، اور متولی کا قیس کو کرایہ پر دینا بھی صحیح ہوگیا، اگر حارث نے

---

[1] من وهب لاصوله وفروعه او لاخيه او اخته او لاولادهما او لعمه او لعمته او لخاله او لخالته شيئاً فليس له الرجوع شرح المجلة ص۴۷۲ ج۱ المادة ۸۷۲ الباب الثالث فی احكام الهبة، هدايه ص۲۹۰ ج۳ باب ما يصلح رجوعه وما لايصح، مكتبه تهانوى ديوبند، اتحاد بكڈپو ديوبند، ولايتم حكم الهبة الا مقبوضة (عالمگيرى، كوئٹه، ص۳۷۷/ ج۴/ كتاب الهبة، الباب الثانى) واما حكمها فثبوت الملک للموهوب له (عالمگيرى، كوئٹه، ص۳۷۴ ج۴ كتاب الهبة، الباب الاول)

[2] واما حكمه فثبوت الملک فى المبيع للمشترى (الهنديه، كوئٹه ، ص۳/ ج۳/ كتاب البيوع ،الباب الاول، شامى كراچى ص۵۰۶ ج۴ كتاب البيوع، البحر كوئٹه ص۲۵۸ ج۵ كتاب البيوع.

[3] ومنها (اى شرائط الانعقاد) فى المبيع وهو ان يكون موجوداً وان يكون مملوكا فى نفسه وان يكون ملک البائع فيما يبيعه لنفسه (هنديه ،كوئٹه،ص،۲/ ج۳/ كتاب البيوع ،الباب الاول، الدر المنتقىٰ ص۵ ج۴ كتاب البيوع، دار الكتب العلمية بيروت، البحر كوئٹه ص۲۵۹ ج۵ كتاب البيوع)

اپنا معاملہ ختم نہیں کیا اور زید نے بغیر اسکی اجازت کے متولی کے ہاتھ فروخت کر دیا تو یہ بیع صحیح نہیں ہوئی، حارث بدستور مالک ہے، پھر حارث سے قیس کی بیوی نے خرید لیا تو وہ مالک ہوگئی، مسجد والوں نے جو روپیہ غلط طریقہ پر جمع کیا ہے، اس کے وہ ذمہ دار ہیں، جب وہ مکان مسجد کا نہیں تھا تو قیس سے کرایہ بحق مسجد وصول کرنا درست نہیں[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۹/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ // //

---

[1] ومنها الملک والولایة فلاتنفذ اجارة الفضولی لعدم الملک والولایة (هندیه، کوئٹه، ص ۴۱۰/ج۴/ کتاب الاجارة، الباب الاول).

باب اول: مسائل سود

سود کسے کہتے ہیں

سوال:۔ کیسا نفع سود کہلاتا ہے، اور سود کسے کہتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو زیادتی بلا معاوضہ حاصل ہو وہ سود ہے[۱]، جیسے ایک من گندم دے کر ایک من ایک سیر گندم لینا، دس تولہ چاندی دے کر گیارہ تولہ چاندی لینا، پانچ تولہ سونا دیکر ساڑھے پانچ تولہ سونا لینا، سو روپئے دے کر ایک سو پانچ روپیہ لینا وغیرہ۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند ۲۹/۱/۸۸ھ

بینک کے سود کا مصرف

سوال:۔ بینک یا ڈاکخانہ میں پبلک اپنی آمدنی کی پس انداز رقم رکھتے ہیں، اس جمع رقم پر جو فاضل رقم (جس کو سود کہتے ہیں) دیجاتی ہے از روئے شرع شریف جائز ہے یا نہیں، اگر نہیں تو اسے چھوڑ دیا جائے، یا لیکر صدقہ کر دیا جائے، جواب بالدلیل مرحمت فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جن حضرات علماء کے نزدیک دار الحرب میں حربی سے سود لینا درست ہے انکے نزدیک اس فاضل رقم کو خود استعمال کرنا بھی درست ہے، اور جنکے نزدیک درست نہیں، انکے نزدیک

---

[۱] وشرعاً فضل خال عن عوض بمعیار شرعی مشروط لاحدالمتعاقدین فی المعاوضة. الدرالمختار علی الشامی ص۱۶۸/ج۵/ مطبع کراچی، مطبوعہ زکریا ص۳۹۸/ج۷/ ونعمانیہ ص۱۷۶/ج۴/ باب الربا، کتاب البیوع، بحر ص۱۲۴ ج۶، باب الربا، مطبوعہ کوئٹہ، ملتقی الابحر ص۱۱۹ ج۳ باب الربا، دار الکتب العلمیة بیروت.

خود استعمال کرنا بھی درست نہیں، لہٰذا بہتر یہ ہے کہ بینک یا ڈاکخانہ میں کوئی رقم جمع ہی نہ کی جائے، اگر جمع کردی ہے تو فاضل رقم وہاں سے وصول کر کے غرباء کو دیدی جائے، اس نیت سے کہ اللہ پاک اسکے وبال سے محفوظ رکھے، یہی احوط ہے، اگر سرکاری محکمہ سے سود کی رقم حاصل ہوئی تو اس کو غیر واجبی ٹیکس میں ادا کرنا بھی درست ہے۔[1] بلکہ صدقہ سے مقدم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ایضاً

سوال:۔ بینک کا سود اگر کوئی شخص لینے کو تیار نہ ہو تو بھی حکومت زبردستی دیتی ہے، تو اس کو لینا حکومت کے قوانین کے مطابق ضروری ہے یا نہیں، دریں صورت کیا کرنا چاہئے اس کا مصرف کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سرکاری بینک سے حاصل شدہ سود کی رقم غیر واجبی ٹیکس میں سرکار ہی کو دیدیجائے،[2] یا پھر محتاج غرباء کو دیدے ثواب کی نیت نہ کرے[3] (کذافی رد المحتار کتاب الزکوٰۃ و کتاب

---

[1] صرح القهاء بان من اکتسب مالاً بغیر عقد فاما ان یکون کسبه بعقد فاسد کالبیوع الفاسدة الی قوله ففی جمیع الاحوال المال الحاصل له حرام علیه ولکن ان اخذه من غیرعقدلم یملکه ویجب علیه ان یرده علیٰ مالکه ان وجد المالک والا ففی جمیع الصور یجب علیه ان یتصدق الخ، بذل المجهود ص۳۷/ج۱/ باب فرض الوضو، مطبوعه یحیوی سهارنپور، شامی کراچی ص ۹۹/ج۵/ مطبوعه زکریا دیوبند ص ۳۰۱/ج۷/ باب البیع الفاسد، مطلب فی من ورث مالاً حراماً، مجمع الأنهر ص۲۸۵ ج ۱ کتاب الزکاة مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] والحاصل انه ان علم ارباب الاموال وجب رده علیهم الخ شامی کراچی ،ص ۹۹/ج۵/ مطبع زکریا دیوبند ،ص ۳۰۱/ج۷/ باب بیع الفاسد مطلب فیمن ورث مالا حراماً، مجمع الأنهر ص۲۸۵ ج ۱ کتاب الزکاة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[3] رجل دفع الی فقیر من المال الحرام شیئاً یرجوبه الثواب یکفر الخ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

البیوع و کتاب الغصب، و کتاب الحظر والاباحة) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حکومت کے سودی قرضے اور بینکوں کے سود کا شرعی حکم

سوال:۔ حکوت کے ترقیاتی منصوبوں میں ہندوستانی عوام کی خوش حالی اور فلاح وبہبود کے لئے بہت سے شعبے قائم کئے گئے ہیں، جس کے ذریعہ حسب ضرورت و مصلحت طویل المیعاد قرضے دیئے جاتے ہیں، اور برائے نام سود لیا جاتا ہے۔

چھوٹی انڈسٹریوں سے لیکر بڑی بڑی فیکٹریوں پلانوں تک میں حکومت قرض دیتی ہے، اس سے غیر مسلم حضرات خاطر خواہ فائدہ اٹھارہے ہیں، اور دن بدن اقتصادی میدان میں ترقی کرتے چلے جارہے ہیں، مسلمانوں کو اس قرضے کے لینے میں دشواری یہ ہے کہ اس میں سود دینا پڑتا ہے، نیز آج کل لین دین اور تجارتی معاملات بڑی حد تک سودی طور پر چل رہے ہیں، کیونکہ آج کل تجارت کا انحصار بڑی حد تک بینکوں پر ہے، جو تمام کے تمام سودی کاروبار پر مبنی ہیں، اگر مسلمان حکومت سے قرض لیکر اقتصادی میدان میں آگے بڑھنے کی سعی کرتے ہیں تو قرآن کی آیات حرمت سود ان کا دامن روکتی ہیں، اور اگر اس سے بچنے کی سعی کرتے ہیں، تو اقتصادی میدان میں وہ بچھڑے جاتے ہیں، وقت کا اہم سوال یہ ہے کہ انہیں ایسی حالت میں کیا کرنا چاہئے ڈربن سے مسٹر احمد صاحب نے اسی قسم کا ایک سوال مرتب کر کے بطور استفسار ہندوستان کے علماء کی خدمت میں روانہ کیا ہے، حضرت اقدس مفتی

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) شامی کراچی، ص ۲۹۱/ ج ۲/ مطبع زکریا، ص ۲۱۹/ ج ۳/ نعمانیه، ص ۲۶/ ج ۲/ باب زکوٰة الغنم مطلب فی التصدق من المال الحرام)بذل المجهود، ص ۳۷/ ج ۱/ کتاب الطهارة فصل فی فرض الوضوء، مطبوعه یحیوی سهارنپور وشامی زکریا، ص ۵۵۴/ ج ۹/ کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع، شامی کراچی ص ۹۹ ج ۵ باب البیع الفاسد مطلب فی من ورث مالاً حراماً وشامی کراچی ص ۱۸۹ ج ۶ کتاب الغصب.

صاحبؒ نے اس کا جواب بڑی تفصیل سے دیا ہے، ہم اس جواب کو من وعن شائع کررہے ہیں، انشاء اللہ ہندوستانی مسلمانوں کو اس جواب سے بڑی روشنی حاصل ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سود کی حرمت فروعی اور استنباطی نہیں، بلکہ منصوص اور قطعی ہے، "وحرم الربوٰ"[1] اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام قرار دیا ہے۔

تحریم ربوٰ نازل ہونے پر بقایا سود کے وصول کرنے کی بھی ممانعت کردی گئی، بلکہ اس کو بمنزلہ شرط ایمان قرار دیا گیا۔

وذروامابقی من الربوٰ ان کنتم مومنین۔[2]	سود کا بقایا چھوڑ دو اگر تم ایمان والے ہو۔ (بیان القرآن)

جولوگ سود لینے سے باز نہ آئیں ان کے لئے اعلان جنگ ہے:۔

فان لم تفعلوا فأذنوابحرب من اللّٰہ ورسولہ۔[3]	اگر تم نے ایسا نہ کیا (سود کا بقایا نہ چھوڑا) تو اللہ اور رسول کی طرف سے اعلان جنگ ہے

سودخور کے حشر کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:۔

الذین یاکلون الربوٰ لایقومون الاکما یقوم الذی یتخبطہ الشیطان من المس.[4]	جولوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت کے روز اس شخص کی طرح کھڑے ہوں گے جس کو شیطان نے چھوکر مخبوط بنادیا ہو۔

سودخور کے لئے سخت وعید ہے۔

---

[1] سورۂ بقرہ آیت ،نمبر ۲۷۵/.

[2] سورۂ بقرہ آیت ۲۷۸/ پارہ ۳/

[3] سورہ بقرہ آیت ۲۷۹/ پارہ ۳/

[4] سورہ ٔبقرہ آیت ۲۷۵.

E:\F.M.Fainal\Jild-24\14-Masaile Sood

یاایھاالذین اٰمنوالاتاکلوا الربوا اضعافاً مضاعفة واتقوا اللّٰہ لعکم تفلحون. واتقوالنار التی اعدت للکافرین.[1]	اے ایمان والوں سوددرسود کرکے نہ کھاؤاور اللہ سے ڈرو،شایدتم فلاح پاؤ، اوراس آگ سے ڈروجوکافروں کے لئے تیارکی گئی ہے۔

امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ قرآن پاک میں سب سے زیادہ خوفناک یہ آیت ہے، "کان ابوحنیفة رحمہ اللّٰہ تعالٰی یقول ھی اخوف آیة فی القرآن حیث اوعد اللّٰہ المومنین بالنار المعدة للکافرین ان لم یتقوہ فی اجتناب محارمہ اھ تفسیر مدارک التنزیل".[2]

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قرآن میں سب سے زیادہ خوفناک آیت آیت مذکورہ بالا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے منومنین کودوزخ کی آگ کی دھمکی دی ہے، جودر حقیقت کافروں کے لئے ہے،اگرمومنین خدا سے نہ ڈرے،اس کی حرام کردہ چیز (سود) سے پرہیز کرنے میں۔

انسان کے بدن میں جوگوشت حرام مال سے پیدا ہووہ نارجہنم ہی کے لائق ہے،سودکا ایک درہم جان بوجھ کرلینا چھتیس دفعہ زنا کرنے سے بھی زیادہ شدید ہے۔

عن عبداللّٰہ بن حنظلة رضی اللّٰہ عنه غسیل الملائکة قا ل قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلّم درھم ربوٰ یاکله الرجل وھویعلم اشدمن ستة	حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول ﷺ نے فرمایا کہ دیدہ ودانستہ سودکا ایک درہم (چار آنہ بھر) کھانا چھتیس مرتبہ زنا کرنے سے

[1] سورۂ آل عمران آیت نمبر ۱۲۹–۱۳۰/پارہ ۴/

[2] تفسیر مدارک التنزیل ص ۲۸۲/ج ۱/ مطبوعہ بمبئی، تفسیر خازن ص ۲۸۲ ج ۱، سورۂ آل عمران آیت ۱۲۹.

وثلاثين زنية رواه احمد والدارقطنی وروی البیهقی فی شعب الایمان عن بن عباسؓ وزاد وقال من نبت لحمه من السحت فالنار اولیٰ به.[۱] (مشکوٰة شریف ص ۲۴۶)	زیادہ سخت ہے، اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جس کا گوشت حرام غذا سے پرورش پایا ہے، وہ جہنم کے ہی زیادہ لائق ہے۔

سود لینے والے سود دینے والے ،سود کا رقعہ لکھنے والے ،سود کی گواہی دینے والے سب پر حدیث شریف میں لعنت آئی ہے، اور سب کو نفس گناہ میں برابر قرار دیا ہے۔

عن جابرؓ قال لعن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اٰکل الربوٰ وموکله وکاتبه وشاهدیه وقال هم سواء رواه مسلم مشکوٰة شریف، ص ۲۴۴ /[۲]	حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے لعنت فرمائی ہے ، سود کھانیوالے سود دینے والے ،اور سود کا رقعہ لکھنے والے اور سود کی گواہی دینے والوں پر اور فرمایا کہ یہ سب کے سب گناہ میں برابر ہیں۔

سود کے ستر اجزاء ہیں سب سے ہلکا جز وماں سے بدفعلی کرنے کے برابر ہے ،سود سے مال بظاہر بڑھتا ہوا نظر آئے گا، مگر اس کا انجام قلت ہے۔

عن ابرهریرةؓ قا ل قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم الربوٰسبعون جزءً ایسر هاان ینکح الرجل امه وعن ابن مسعودؓ قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم	حضرت ابر ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سود کے ستر درجے ہیں، ان میں سب سے ہلکا درجہ اپنی ماں کے ساتھ بدکاری کرنے کے برابر ہے، اور حضرت ابن مسعودؓ سے مروی

[۱] مشکوٰة شریف ص ۲۴۶ / مطبوع یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند، باب الربا، الفصل الثالث،

[۲] مشکوٰة شریف ص ۲۴۴ / باب الربا، الفصل الاول،

ان الربوٰوان کثرفان عاقبته تصیر الیٰ قل رواھما ابن ماجۃوالبیھقی فی شعب الایمان وروی احمد الاخیراھ۔ مشکوٰۃ شریف، ص ۲۴۶ [۱]

ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ سود سے اگرچہ مال بڑھتا مگر اس کا انجام قلت ہے۔

حرمت ربوٰ کی آیت محکم ہے منسوخ نہیں، شبہ ربوٰ سے بھی بچنے کا حکم ہے۔

عن عمرؓ ابن الخطاب ان اٰخر ما نزلت اٰیۃ الربوٰ وان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قبض ولم یفسرھا لنا فدعوالربوٰ الریبۃ رواہ ابن ماجۃ والدارمی ، اھ مشکوٰۃ، ص ۲۴۶ [۲]

حضرت عمرؓ سے مروی ہے (معاملات سے متعلق) سب سے آخری سود کی آیت ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ایسے وقت ہوئی کہ سود کی (ہر ہر جزئیات کی تفصیل) نہیں بیان کی اسلئے سود کے ساتھ ساتھ جس میں سود کا شبہ بھی ہو اسے بھی چھوڑ دو، عمر رضی اللہ عنہ کے قول آخر مانزلت کا مطلب

قولہٗ آخرمانزلت ایۃ الربوٰ یعنی ھی ثابتۃ غیرمنسوخۃ لکن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قبض ولم یفسر بحیث یحیط بجمیع جزئیاتھا وموادھا فینبغی لکم ان تدعواالربوٰ ومایشتبہ الامرفیہ تورعاً واحتیاطاً ھذا مایفھم من ظاھر سوق العبارۃ وقال الطیبی یعنی ان ھذہ الاٰیۃ ثابتۃ غیر منسوخۃ غیر مشتبھۃ فلذٰلک

یہ ہے کہ یہ آیت ثابت غیر منسوخ ہے، لیکن رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی، آپ ﷺ نے تمام جزئیات کو بطور احاطہ بیان نہیں فرمایا، اس لئے تمہارے لئے مناسب ہے کہ تم سود اور سود کے مشابہ تمام چیزیں تورع اور احتیاط کی وجہ سے چھوڑ دو ظاہر عبارت سے یہی مفہوم سمجھا جاتا ہے، طیبی نے کہا کہ یہ

---

[۱] مشکوٰۃ شریف، ص ۲۴۶ / باب الربوٰ الفصل الثالث مطبوعہ یاسرندیم اینڈ کمپنی دیوبند.

[۲] مشکوٰۃ شریف، ص ۲۴۶ / مطبوعہ یاسرندیم اینڈ کمپنی دیوبند باب الربوٰ الفصل الثالث.

لم یفسر ھا النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فاجروھا علیٰ ماھی علیه ولاترتابوا فیھا واترکواالحیلة فی حل الربوا لمعات ومرقات.ھامش مشکوٰۃ شریف، ص ۲۴۶/ ۱.

آیت ثابت غیر منسوخ غیر مشتبہ ہے اسی وجہ سے نبی ﷺ نے اس کی تشریح نہیں فرمائی اس لئے تم لوگ اس کو اسکے ظاہری مفہوم پر جاری رکھواور اس میں کچھ شک نہ کرواور سود کے حلت کے سلسلہ میں حیلہ ترک کردو۔

مقروض اگر قرض کے دباؤ میں کوئی ہدیہ پیش کرے تو وہ ہدیہ بھی ربوٰ ہے، نام بدلنے سے حقیقت نہیں بدلتی!

عن ابی بردة بن ابی موسیٰ ؓ قال قدمت المدینة فلقیت عبداللّٰه بن سلام فقال انک بارض فیھا الربوٰ فاش فاذاکان لک علی رجل حق فاھدیٰ الیک حمل تبن اوحمل شعیر اوحبل قت فلاتاخذہ فانه ربوٰ رواہ البخاری اھ۔
مشکوٰۃ شریف، ص ۲۴۶/ ۲.

حضرت ابو بردہؒ سے مروی ہے کہ میں مدینہ آیا اور حضرت عبداللہ ابن سلامؓ سے ملاقات ہوئی تو حضرت عبداللہ ابن سلامؓ نے فرمایا کہ تم ایسے علاقہ میں رہتے ہو جس میں سود کا رواج بہت زیادہ ہے، پس اگر تمہارا کسی پر حق ہو اور وہ تمہیں ہدیہ میں بھوسہ یا جو کا گٹھر یا گھانس دے تو وہ بھی نہ لو کیونکہ وہ بھی سود ہے۔

ہدیہ مالی کے علاوہ بھی کسی اور منفعت کے قبول کرنے کی اجازت نہیں۔

عن انسؓ قال قال رسول اللّٰه علیه وسلم اذاقرض احدکم قرضاً

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کوئی کسی کو قرض دے

---

۱ ھامش مشکوٰۃ شریف، ص ۲۴۶/(مطبوعہ یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند)

۲ مشکوٰۃ شریف ،ص ۲۴۶/ باب الربوٰ ، مطبوعہ یاسرندیم دیوبند،

فاهدی الیه اوحمله علی الدابة فلا یرکبها ولایقبلهاالاان یکون جریٰ بینه وبینه قبل ذٰلک راوه ابن ماجه والبیهقی فی شعب الایمان مشکوٰة شریف، ص ۲۴۶ / [۱]	پس اس قرضخواہ کو اگر قرضدار کچھ ہدیہ دے یا اپنی سواری پر سوار کرائے تو نہ سوار ہو اور نہ اس ہدیہ کو قبول کرے، مگر یہ قرض سے پہلے ہدیہ وغیرہ کا لین دین جاری ہو۔

مسلمانان افریقہ کے جو حالات سوال میں درج ہیں ان کے مقابلہ میں ان مسلمانوں کے حالات زیادہ دردانگیز تھے، جن کو خطاب کر کے سود کو حرام قرار دیا گیا، اور سخت وعیدیں سنائی گئی ہیں۔

وہ حضرات کفار کے قرضہ میں دبے ہوئے تھے، کفار ان کا خون چوس رہے تھے، حتی کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوبارہ غلام بنانے کی دھمکی دی گئی تھی، جس سے پریشان ہو کر انہوں نے مدینہ پاک سے مخفی طور پر قرض کی ادائیگی کا انتظام ہونے تک کے لئے باہر چلے جانے کا ارادہ کرلیا تھا[۲] وہ حضرات پیٹ پر پتھر باندھتے تھے، کئی کئی روز تک فاقہ کرتے تھے، بھوک کی وجہ سے غش کھا کر گر جاتے تھے[۳] دو دو تین تین مہینے تک گھر میں آگ نہیں سلگتی

---

[۱] **مشکوٰۃ شریف، ص ۲۴۶ / (باب الربوٰ (مطبوعه یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند)**

[۲] **فاذا المشرک فی عصابة من التجار فلما رآنی قال یا حبشی قلت، یالبیه فتجهمنی وقال قولا عظیماً او غلیظاً ...... قال انما بینک وبینه اربع لیال فاٰخذک بالذی لی علیک فانی لم اعطک الذی اعطیتک من کرامتک ولا من کرامة صاحبک وإنما اعطیتک لتصیر لی عبداً الخ حیاة الصحابة ص ۱۹۴ ج ۲ کیف کان نفقة النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم، مطبوعه حضرت نظام الدین دهلی، ابوداؤد شریف ص ۴۳۳ ج ۲ کتاب الخراج والفیء، باب فی المام یقبل هدایا لمشرکین، مطبوعه سعد دیوبند،**

[۳] **اخرج احمد عن مجاهد أن ابا هریرة رضی اللّٰہ عنه کان یقول واللّٰہ ان کنت لأعتمد بکبدی علی الأرض من الجوع وان کنت لأشد الحجر علی بطنی من الجوع** (بقیہ اگلے صفحہ پر)

E:\F.M.Fainal\Jild-24\14-Masaile Sood

تھی[1] کپڑا ابھی پوری تن پوشی کے لئے موجود نہیں تھا، چادر ہے تو تہبند نہیں، تہبند ہے تو کرتا نہیں[2] نکاح کی خاطر مہر میں دینے کو لوہے کی انگوٹھی تک میسر نہیں آئی، صرف ایک لنگی بدن پر تھی، اسی میں سے آدھی لنگی مہر دینے پر آمادہ ہوئے[3] بچوں کو بھوکا روتا ہوا دیکھ کر تین چار دانے کھجور حاصل کرنے کے لئے یہود کی مزدوری کرنا پڑی[4] خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ازواج مطہرات کے نفقہ کے لئے اپنی جہاد میں کام آنے والی زرہ یہودی کے پاس رہن

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) الی قوله وأخرج ابن حبان فی صحیحه عن ابی هریرة رضی الله عنه قال اتت علی ثلاثة أیام لم اطعم، فجئت ارید الصفة فجعلت اسقط، فجعل الصبیان یقولون جنّ ابو هریرةؓ الخ حیاة الصحابة ص۲۹۷،۲۹۸ ج۱ جوع ابی هریرةؓ، مطبوعه حضرت نظام الدین دهلی، ترمذی شریف ص۶۲ ج۲ ابواب الزهد باب ما جاء فی معیشة اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم، مطبوعه بلال دیوبند.

(صفحہ ہٰذا) [1] عن عائشة رضی الله تعالٰی عنها انها کانت تقول یا ابن اختی ان کنا لننظر الٰی الهلال، ثم الهلال ثم الهلال ثلاثة اهلة فی شهرین وما اوقد فی ابیاتِ رسول الله صلی الله علیه وسلم نار الخ حیاة الصحابة ص۲۸۸ ج۱ تحمل الجوع فی الدعوة الی الله الخ تحمل النبی صلی الله علیه وسلم الجوع، مطبوعه حضرت نظام الدین دهلی، بخاری شریف ص۹۵۶ ج۲ باب فضل الفقر، کتاب الرقاق مطبوعه اشرفی دیوبند.

[2] عن ابی هریرة رضی الله عنه قال لقد رأیت سبعین من اصحاب الصفة ما منهم رجل علیه رداء اما ازار واما کساء قد ربطوا فی اعناقهم فمنها ما یبلغ نصف الساقین ومنها ما یبلغ الکعبین فیجمعه بیده کراهیة ان تری عورته، مشکوٰة شریف ص۴۴۷ باب فضل الفقر وما کان من عیش النبی صلی الله علیه وسلم مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[3] عن سهل بن سعدان رسول الله صلی الله علیه وسلم جائته امرأةٌ فقالت یا رسول الله انی وهبت نفسی لک فقامت طویلاً فقام رجل فقال یا رسول الله زوّجنیها ان لم تکن لک فیها حاجة فقال هل عندک من شیء تُصْدِقُها، قال ما عندی الا ازاری الحدیث مشکوٰة شریف ص۲۷۷، کتاب النکاح، باب الصداق، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[4] وأخرج الطبرانی باسناد حسن، عن فاطمة رضی الله عنها (بقیہ اگلے صفحہ پر)

رکھنے کی نوبت آئی،[1] اسی حال میں آپ کا وصال ہوا،[2] ان حالات کے باوجود ان حضرات کو کفار کے مال ودولت کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھنے کو بھی منع فرمادیا گیا۔

ولاتمدن عینیک الیٰ مامتعنا به ازواجاً منهم زهرة الحیوٰة الدنیا لنفقتنهم فیه ورزق ربک خیر وابقیٰ.الایة.[3]

اور ہرگز آنکھیں اٹھا کر بھی آپ ان چیزوں کی طرف نہ دیکھیں جن سے ہم نے ان (دنیاوالوں) کے مختلف گروہونکوان کی آزمائش کے لئے متمتع کررکھاہے، وہ سب کچھ محض دنیوی زندگی کی رونق ہے اور آپ کے رب کا عطیہ اس سے بدرجہاں بہتر اور پائیدار ہے۔

نیز ارشاد ہوا:۔

ولولاان یکون الناس امة واحدة لجعلنالمن یکفر بالرحمن لبیوتهم سقفاً من فضة ومعارج

اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تمام آدمی ایک ہی طریقہ کے ہوجاویں گے، تو جوخدا کے ساتھ کفر کرتے ہیں، ان کے لئے بھی ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ان رسول الله صلی الله علیه وسلم اتاها یوماً فقال این ابنای، یعنی حسنا وحسینا رضی الله عنهما قالت اصبحنا ولیس فی بیتنا شیء یذوقه ذائق فقال علی رضی الله عنه اذهب بهما فانی اتخوف ان یبکیا علیک ولیس عندک شیء فذهب الی فلان الیهودی، فتوجه الیه النبی صلی الله علیه وسلم فوجدهما یلعبان فی شربة بین ایدیهما فضل من تمر الخ حیاة الصحابة ص۲۹۳ ج۱ جوعه صلی الله علیه وسلم جوع اهل بیته وابی بکر وعمر رضی الله عنهما، مطبوعه دهلی.

(صفحه هذا) [1] عن عائشةؓ قالت اشتری رسول الله صلی الله علیه وسلم طعاماً من یهودی الیٰ اجل ورهنه درعا له من حدید مشکوٰة شریف ص ۲۵۰، باب السلم والرهن، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[2] عن عائشةؓ قالت ما شبع اٰل محمد من خبز الشعیر یومین متتابعین حتی قبض رسول الله صلی الله علیه وسلم، مشکوٰة شریف ص۴۴۶ باب فضل الفقر الخ مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[3] سورۂ طٰهٰ پاره ۱۶/آیت ۱۳۱/.

علیها یظهرون. ولبیوتهم ابواباً وسرداً علیها یتکئون وذخرفاً وان کل ذٰلک لمتاع الحیٰوة الدنیا، والاٰخرة عند ربک للمتقین[1]	کردیتے، اورزینے بھی جن پر چڑھا کرتے اوران کے گھروں کے کواڑ بھی اورتخت بھی جن پر تکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں،اورسونے کے بھی اور یہ سب کچھ بھی نہیں صرف دنیوی زندگی کی چند روزہ کامرانی اورآخرت آپ کے پروردگار کے ہاں خداترسوں کے لئے ہے۔

مال میں کفار کی حرص کوقرآن پاک نے منع فرمایاہے،مگراسی کوآج مسلمان بار بار للچائی ہوئی نظریں اٹھا کردیکھتاہے، اوران ہی کی روش پر چلنا یاچلنے کے لئے،راستہ تلاش کرتاہے،جس کانتیجہ یہ ہوگا کہ یہ بھی اسی منزل پر پہنچے گا،جس منزل پروہ پہنچے۔

سودی کاروبار کے ذریعہ سے نہ مسلمان کامال ترقی کرسکتاہے ، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:۔

ان الربوٰ وان کثر فان عاقبته تصیر الیٰ قل اھ[2]	سودخواہ کتناہی زیادہ ہواس کاانجام کارقلت ہے۔

نہ مال محفوظ رہ سکتاہے جیسا کہ ارشاد ہے "یمحق اللّٰہ الربوٰ"[3]، اللہ تعالیٰ سودکو گھٹاتے ہیں۔

لہٰذاسودی کاربارکومال مسلم کی حفاظت یاترقی کاذریعہ تجویز کرنانصوص قرآن وحدیث کامقابلہ کرناہے،مسلمان کی کامیابی اورترقی حرام وحلال کی تمیز کے بغیر مال جمع کرنے اورتجارت کوفروغ دینے میں ہرگزنہیں، بلکہ اس کی ترقی اورکامیابی احکام شریعت کی پابندی

[1] سورۂ زخرف پارہ۲۵/آیت۳۳/۔

[2] مشکوٰة شریف ،ص ۲۴۶ /باب الربا، مطبوعه یاسرندیم دیوبند،

[3] سورہ بقرہ آیت۲۷۶/۔

میں ہے، حرام اور لعنت کے کاموں سے پوری طرح پرہیز کرنے میں ہے۔

دینی اور مذہبی اداروں کو اگر حرام مال سے چلایا جائے گا تو ان سے ایسے لوگ تیار ہو کر نکلیں گے جو خود بھی حرام وحلال کی تمیز سے بے بہرہ ہوں گے، اور قوم کو حرام سے روکنے کا جذبہ بھی ان میں نہیں ہوگا، اسی طرح ایسے لوگوں کو تیار کرنا ظاہر ہے کہ کوئی دینی خدمت نہیں، جس سے رضاء خداوندی میسر آ سکے، جو کہ مسلمان کی خلقت کا اصل مقصد ہے۔

جب عام معاشرہ بگڑ چکا ہو غیر قومیں حرام مال سے ترقی کی راہ پر گامزن ہوں، تو علماء کا یہ کام نہیں کہ مسلمانوں کے لئے بھی جواز کی راہ نکال کر ان غیر قوموں کے اتباع کا فتویٰ دیدیں بلکہ ان کی ذمہ داری ہے کہ رضاء خداوندی اور ابدی انعامات کا پورا نقشہ قوم کے سامنے اخلاص وقوت کے ساتھ پیش کریں، متعین طور پر بلا کسی تذبذب کے حکم خداوندی سناویں۔

اگر کوئی شخص مستأمن وغیرہ مخصوص حالات میں کسی بلا میں گرفتار ہو جائے اور اس کے لئے شرعی اسباب کے پیش نظر کسی قول پر کوئی گنجائش نکل سکتی ہے، تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اس کو عام ضابطہ بنا کر منہی عنہ کو ختم کر دیا جائے۔

هذا صراطي مستقيماً فاتبعوه ولا تتبعوا السبل. (الاية)[1]	یہ میرا سیدھا راستہ ہے، پس اسی پر چلو اور دوسرے راستوں پر مت چلو۔
ولاتتبعوا خطوٰت الشيطٰن[2]	شیطان کے نقش قدم پر مت چلو۔

اگر بگڑے ہوئے معاشرے اور دیگر اقوام کی ترقیات سے متأثر ہو کر مسلمان کے لئے حرام کی راہیں کھول دیں تو اس کا انجام بہت خطرناک ہے۔

علماء بنی اسرائیل نے اول قوم کو معاصی سے روکا وہ نہیں رکی تو روکنا چھوڑ دیا، اور

[1] سورۂ انعام پارہ ۸/ آیت ۱۵۴/۔

[2] سورۂ بقرہ آیت ۱۶۸.

معاشرہ میں قوم کے ساتھ شریک ہوگئے، تو سب پر لعنت کی گئی۔

عن عبداللّٰه ابن مسعودؓ قال قال رسول اللّٰه لما وقعت بنواسرائيل فى المعاصى فنهتهم علمائهم فلم ينتهوافجالسوهم فى مجالسهم واٰكلوهم وشاربوهم فضرب اللّٰه قلوب بعضهم ببعض فلعنهم علىٰ لسان داؤد وعيسىٰ ابن مريم ذٰلك بماعصوا وكانوا يعتدون قال فجلس رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وكان متكاً فقال لاوالذى نفسى بيده حتىٰ تاطر وهم اطرا. رواه الترمذى وابوداؤد وفى رواية قال كلا واللّٰه لتأمرون بالمعروف ولتنهون عن المنكرولتأخذن علىٰ يدى الظالم ولتاطرنه علىٰ الحق اطراً ولتقصرنه قصرا او ليضربن اللّٰه بعضكم علىٰ بعض ثم ليلعنكم كما لعنهم اھ مشكوٰة شريف، ص ۴۳۸[1]

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب بنی اسرائیل معاصی میں مبتلا ہوئے، تو علماء نے پہلے تو ان کو روکا، لیکن وہ نہیں رُکے، مگر اس حال میں بھی ان کی مجلسوں میں اٹھتے بیٹھتے رہے، اوران کے ساتھ کھاتے پیتے رہے، پس اللہ تعالیٰ نے بعض کے دلوں کو بعض کے ساتھ ملادیا اور عیسیٰ ابن مریم اور داؤد علیہما السلام کے ذریعہ ان پر لعنت بھیجی، اس لئے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے تجاوز کر گئے تھے، اورحضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا حضور (ﷺ) ٹیک لگائے تھے، اٹھ کے بیٹھ گئے، اورفرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، یہاں تک کہ تم ان کو حق کی طرف مائل کرو۔

حرام کا دروازہ کھولدینے پر کیا کیا لعنت نازل ہوگی، اگر طبقہ وارانہ کشاکش اور

---

[1] مشكوٰة شريف ،ص ۴۳۸/ (مطبوعه ياسرنديم اينڈ كمپنى ديوبند) باب الامر بالمعروف.

تباغض وتحاسد پیدا ہوتو اس سے بچانے کی یہ صورت نہیں کہ حرام کا دروازہ کھولدیا جائے، بلکہ اس کی صورت یہ ہوگی، کہ نصوص قرآنی اوراحادیث نبوی کی زیادہ سے زیادہ تلقین کی جائے۔

ولاتتمنوامافضل اللّٰہ بہ بعضکم علیٰ بعض۔[1]

اللہ نے بعض کو بعضوں پر جوفضیلت دی ہے، اس کی تمنا نہ کرواور آپس میں حسد، بغض، اور

ولاتحاسدواولاتباغضواولا تدابروا وکونواعباداللّٰہ اخوانا وفی روایۃ ولاتنافسوا متفق علیہ اھ. (مشکوٰۃ شریف، ص ۴۲۷۔[2]

ایک دوسرے کی غیبت مت کرو، اورسب لوگ بھائی بھائی بنکر رہواورایک روایت میں ہے کہ (دنیامیں) ایک دوسرے پر بڑھنے کی حرص مت کرو۔

سرمایہ دار طبقہ کوایثار و ہمدری سکھائی جائے۔

عن ابن مسعودؓ قال سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول لیس المؤمن الذی یشبع وجارہ جائع الیٰ جنبہ اھ. مشکوٰۃ شریف، ص ۴۲۴/[3]

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ میں نے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ مؤمن کامل ہی نہیں، جوخودتو پیٹ بھرے اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔

عن جریربن عبداللّٰہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لایرحم اللّٰہ من لایرحم الناس. متفق علیہ. مشکوٰۃشریف، ص۴۲۱۔[4]

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جولوگوں پررحم نہ کرے اللہ اس پررحم نہیں فرماتا

---

[1] سورۂ نساء آیت ۳۲.

[2] مشکوٰۃ شریف،ص ۴۲۷/ (مطبوعہ یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند) باب ماینھیٰ عنہ من التھاجر الخ

[3] مشکوٰۃ شریف، ص ۴۲۴/(باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق)

[4] مشکوٰۃ شریف، ص ۴۲۱ (مطبوعہ یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند) باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق.

غریب طبقہ کو صبر وقناعت کا سبق دیا جائے، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے عمومی حالات زندگی سنائے جائیں۔

عن عائشة رضی اللّٰه عنه قالت ماشبع اٰل محمد من خبز الشعیر یومین متتابعین حتیٰ قبض رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم. متفق علیه اھ مشکوٰۃ شریف.[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، کہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے لگاتار دو دن تک جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی، یہاں تک کہ حضور ﷺ نے وفات پائی۔

عن عمرؓ قا ل دخلت علیٰ رسول اللّٰه صلی ا للّٰه علیه وسلم فاذا هومضطجع علیٰ رمال حصیر لیس بینه وبینه فراش قداثر الرمال بجنبه متکأ علیٰ وسادة من ادم حشوها لیف قلت یارسول اللّٰه ادع اللّٰه فلیوسع علیٰ ا متک فان فارس والروم قد وسع علیهم وهم لایعبدون اللّٰه فقال اوفی هذا انت یابن الخطاب اولآئک قوم عجلت لهم طیبا تهم فی الحیوٰ الدنیا وفی روایة اماترضیٰ ان یکون لهم الدنیا ولنا الاٰخرة. متفق علیه[2]

حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے، جس پر کوئی بستر بچھا ہوا نہیں تھا، جس سے آپ کے پہلو شریف میں چٹائی کے نشان بن گئے (جیسا کہ عموماً چٹائی وغیرہ پر بیٹھنے یا لیٹنے سے ہوتا ہے) اور چمڑہ کا ایک تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی اس پر آپ ﷺ تکیہ لگائے تھے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھ کر عرض کیا کہ یارسول اللہ دعا فرمایئے کہ اللہ آپکی امت (مسلمانوں) پر وسعت فرمادے۔ روم اور فارس جو اللہ کی عبادت نہیں کرتے ان پر دنیا کس قدر کشادہ ہے، حضور ﷺ نے فرمایا اے ابن خطاب کیا تم بھی اس خیال میں ہو، ان کیلئے دنیا کی زندگی ہی میں مرغوبات دیدی گئی ہیں، کیا تم اس پر راضی نہیں، کہ ان کے لئے دنیا ہے، اور ہمارے لئے آخرت۔

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۴۴۶، باب فضل الفقراء وماکان من عیش النبیؐ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

عن ابی ھریرۃؓ قال لقد رأیت سبعین من اصحاب الصفة مامنھم رجل علیه رداء اما ازار واما کساء قد ربطوا فی اعناقھم فمنھا مایبلغ نصف الساقین ومنھا مایبلغ الکعبین فیجمعه بیده کراھة ان تریٰ عورته. رواہ البخاری، اھ۔
(مشکوٰۃ شریف، ص۴۴۷) [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اصحاب صفہ میں سے ستر صحابہ کو دیکھا ان کے پاس کوئی چادر نہیں تھی، اگر ازار یا کملیاں تھی تو اس کی یہ حالت تھی کہ وہ اس کو گلے میں باندھ لیتے تو کسی صحابی کا کپڑا نصف پنڈلی تک ہوتا اور کسی کا ٹخنہ تک وہ عامۃً اسے اپنے ہاتھ سے پکڑے رہتے کہ کہیں کشف عورت نہ ہوجائے۔

عن قتادۃ ابن النعمان رضی اللّٰہ عنه ان رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلم قال اذااحب اللّٰہ عبداً حماہ الدنیا کما یظل احدکم یحمیٰ سقیمه الماء رواہ الترمذی واحمد اھ۔
(مشکوٰۃ شریف، ص۴۴۸/) [2]

حضرت قتادہ ابن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندہ سے محبت فرماتے ہیں تو اس کو دنیا سے ایسے بچاتے ہیں جیسے تم اپنے بیمار کو پانی سے۔

عن علیؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم من رضی من اللّٰہ بالیسیر من الرزق رضی اللّٰہ عنه بالقلیل من العمل۔[3]

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تھوڑے رزق پر اللہ سے راضی رہے، اللہ تعالیٰ بھی اس کے تھوڑے عمل سے راضی رہیں گے۔

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [1] مشکوٰۃ شریف، ص۴۴۷/باب فضل الفقراء الخ.
(صفحہ ہٰذا) [1] مشکوۃ شریف، ص۴۴۷/مطبوعہ دارالکتاب دیوبند باب فضل الفقراء الخ. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

عن ابن عباسؓ قال قال رسو ل اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم من جاع اواحتاج فکتمه الناس کان حقا علیٰ اللّٰہ ان یرزقه رزق سنة من حلال رواھما البیهقی فی شعب الایمان [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بھوکا ہو یا کوئی حاجت مند ہو اور وہ لوگوں پر ظاہر نہ کرے، تو اللہ نے اپنے ذمہ لے لیا ہے کہ ایک سال کا حلال رزق اس کے لئے مقدر فرمادیں (حاجت ظاہر نہ کرنے کی برکت سے)

عن عمران بن حصینؓ قال قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلم ان اللّٰہ یحب عبده المؤمن الفقیر المتعفف بالعیال. رواه ابن ماجه اھ مشکوٰۃ شریف، ص۴۴۹ / [2]

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ایسے مومن بندہ کو پسند کرتے ہیں جو فقیر ہو، عفیف اور بال بچوں والا ہو۔

اسی طرح تعلیمات نبویہ عام ہوسکتی ہے، اور امت مسلمہ کا طغرائے امتیاز باقی رہ سکتا ہے، جس کے باقی رکھنے کی زیادہ ذمہ داری علماء کے سر ہے، اگر دور حاضر کے سیل رواں میں بہنا شرع کردیا تو یہ امت اپنا تاج افتخار مغربی اقوام کے قدموں پر نثار کرکے ان ہی اقوام میں منضم ہوجائے گی، اور سخت قسم کا خسارہ اٹھائے گی، اور اس طرز عمل سے ملت اسلامیہ کو بڑا دھکا لگے گا، جس سے قہار کا قہر جوش میں آجائے گا، اور گوناں گوں عذاب سے دوچار ہونا

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [2] مشکوٰۃ شریف، ص ۴۴۸/ (باب فضل الفقراء)

[3] مشکوٰۃ شریف، ص ۴۴۹/ (باب فضل الفقراء)

(صفحہ ہذا) [1] مشکوٰۃ شریف، ص ۴۴۹/ (باب فضل الفقراء)

[2] مشکوٰۃ شریف ص ۴۴۹، باب فضل الفقراء، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند،

پڑے گا، جس کے کچھ نمونے پیش آبھی رہے ہیں، جب نافرمانی عام ہوجائے اوراس پرروک ٹوک نہ کی جائے، توعذاب عام کی وعیدحدیث پاک میں بیان فرمائی گئی ہے۔

عن ابی بکر رضی اللّٰہ عنه ما من قوم یعمل فیهم المعاصی ثم یقدرون علیٰ ان یغیرواثم لایغیرون الایوشک ان یعمهم اللّٰہ بعقاب.[1] **(مشکوٰۃ شریف، ص ۴۳۶)**

حضرت ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ جس قوم میں خدا کی نافرمانی ہورہی ہواورکچھ لوگ نافرمانی کوروکنے پرقادر ہوں پھربھی وہ نہ روکیں توضروراللہ پاک ان پرایک عمومی عذاب نازل فرمائیگا۔

عن جریر بن عبداللّٰہ قال سمعت رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلم یقول ما من رجل یکون فی قوم یعمل فیهم بالمعاصی یقدرون علیٰ ان یغیرواعلیه ولایغیرون الا اصابهم اللّٰہ منه بعقاب قبل ان یموتوا رواہ ابوداؤد وابن ماجه اھ[2] **ص ۴۳۷**

حضرت جریر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگرکسی قوم میں کوئی شخص معصیت میں مبتلا ہواوراہل قوم اس کو روکنے پرقادر ہوں پھروہ نہ روکیں تواللہ تعالیٰ مرنے سے قبل پوری قوم پرعمومی عذاب نازل فرمائیگا۔

ایسی حالت میں دعائیں بھی قبول نہیں ہوں گی، اورخداوندتعالیٰ کی طرف سے نصرت وحمایت بھی نہیں ہوگی۔

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۴۳۶، باب الامر بالمعروف، مطبوعہ یاسرندیم دیوبند،

[2] مشکوٰۃ شریف ص ۴۳۷، باب الامربالمعروف، مطبوعہ یاسرندیم دیوبند،

عن حذیفةؓ ان النبی صلّی اللّٰہ علیه وسلم قال والذی نفسی بیدہ لتامرن بالمعروف ولتنھون عن المنکر او لیوشکن اللّٰہ ان یبعث علیکم عذاباً من عندہ لتد عنه ولایستجاب لکم، رواہ الترمذی اھ

(مشکوٰۃ شریف، ص ۴۳۶) [1]

حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو، ورنہ اللہ تعالیٰ عنقریب اپنا عذاب تم پر نازل کرے گا، پھر تم دعاء کروگے، لیکن دعا قبول نہ کی جائے گی۔

تو پھر کیا ان تعمیرات اور تجارت میں عذاب الٰہی کو روکنے کی قوت ہے، نہیں ہرگز نہیں بلکہ یہ تو عذاب الٰہی کا سبب ہے، اگر ان کو حرام طریق (سودی کاروبار) سے تیار نہ کیا جاتا تو عذاب کیوں آتا۔

اور جہاں جہاں عذاب کا نمونہ آیا ہے کیا وہاں ان تجارات وتعمیرات نے کوئی حفاظت کی۔

اگر موسم خراب ہو اور امرود سے ہیضہ پھیلنے کا اندیشہ ہو تو حفظان صحت کے ماہرین حدود میونسپلٹی میں بھی امرود کا داخل ہونا بند کرادیتے ہیں، یہ نہیں دیکھتے کہ بندر اور گدھے امرود کھا رہے ہیں، اور ان کو کس وجہ سے ہیضہ نہیں ہوتا، کہ ان کی حرص میں انسانوں کو بھی اجازت دیدی جائے۔ فقط واللّٰہ الموفق لمایحب ویرضی

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۴۳۶، باب الامر بالمعروف، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند،

حفاظت کے لئے بینک میں روپیہ رکھنا

سوال:۔ایک شخص متولی اس خیال سے کہ شریعت اسلام میں اس چیز کی ممانعت ہے کہ کسی بینک میں روپیہ جمع کیا جائے، روپیہ اپنے پاس رکھتا ہے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ موجودہ لوگوں سے بینک میں رکھنا بہتر ہے، اس میں کیا صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بہتر یہ ہے کہ بینک میں روپیہ داخل نہ کیا جائے، اگر اور کوئی صورت نہ ہو تو بدرجۂ مجبوری بینک میں روپیہ داخل کرنا جائز ہے[1] بشرطیکہ وہاں روپیہ ضائع ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بینک سے سودی قرض

سوال:۔ یہاں ملیشیا میں تجارت پیشہ مسلمان آباد ہیں، وہ لوگ بینک سے تجارت کے لئے روپیہ لیتے ہیں، بینک ان سے ایک فیصد زائد وصول کرتا ہے، اسی طرح کچھ لوگ ملازمت پیشہ ہیں، وہ گورنمنٹ سے قرض لیتے ہیں، تو ان کو نصف فیصد یعنی سو روپے میں نصف روپیہ زائد دینا پڑتا ہے، یہ سود ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ سود ہے، سود لینے اور سود دینے والے پر حدیث شریف میں لعنت آئی ہے، اور

---

[1] الضرورات تبیح المحظورات ،الاشباہ والنظائر ،ص ۱۴۰/ مطبوعہ دارالعلوم دیوبند (تحت القاعدة الخامسة الضرریزال)، قواعد الفقه ص۸۹ رقم القاعدة ۱۷۰ مطبوعہ دار الکتاب دیوبند.

دونوں کو گناہ میں برابر فرمایا گیا ہے، "عن جابرؓ قال لعن رسول اللّٰہ ﷺ اٰکل الربوٰ وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سوآء رواہ مسلم اھ مشکوۃ شریف، ص۲۴۴"[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

غیر مسلم سے سود

سوال: ۔ زمین دار کا شتکار پر دعویٰ دائر کرتا ہے، لگان داخل نہ کرنے کا اور حکومت فیصلہ کے بعد زمیندار کو کاشت کار سے جمع مع سود کے دلواتی ہے، اس کا لینا جائز ہے یا نہیں اس کو حکومت کی مالگذاری میں دے سکتے ہیں یا نہیں، اگر نہیں دے سکتے تو کس مصرف میں صرف کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کاشت کار مسلمان ہے تو اس سے سود لینا درست نہیں[2] اگر حکومت نے دلوادیا تو اُسے واپس کردے، اگر کاشتکار غیر مسلم ہے، تو ہندوستان کے دارالحرب ہونے کی تقدیر پر طرفین کے قول کی بناء پر سود لینا درست ہے، پھر اس کو اپنے کام میں لانا اور مالگذاری میں دینا بھی درست ہے، "لاربوابین ومسلم وحربی ثم لان مالہ ثمۃ مباح درمختار قولہ ثم ای فی دارالحرب"[3] ردالمحتار، ص۲۰۹ رج۴ رمگر امام ابو یوسفؒ کا قول احوط ہے کہ ان کے نزدیک سود کی بالکل اجازت نہیں[4] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

---

[1] مشکوٰۃ شریف، ص ۲۴۴/(مطبع یاسرندیم اینڈ کمپنی دیوبند)باب الربا. ترجمہ پہلے گذر چکا ہے۔

[2] احل اللّٰہ البیع وحرم الربوٰ، سورۂ بقرۃ ۲۷۵، (حاشیہ نمبر:۳/و۴/اگلے صفحہ پر)

مسلم بینک کا قیام اوراس کی آمدنی

سوال:۔(۱) یہاں پرمسلم تاجر حضرات صرف مسلمانوں ہی سے لین دین کی غرض سے اپنا خاص مسلم بینک قائم کرنا چاہتے ہیں،اورجس طرح مسلم فنڈ کے اندر دیوبندوغیرہ میں ہرایک سوروپیہ پرایک فارم کی قیمت مقرر ہے، کہ روپیہ لینے والے کو پہلے فارم قیمتاً خریدنا پڑتا ہے،تواس طرح پر یہاں مسلم بینک میں اگر فارم کی قیمت متعین کی جائے،تو یہ کیسا ہے؟مسلم بینک میں صرف ضمانت پر بلاسودروپیہ دیا جائیگا۔

(۲) مسلم بینک کے حصہ داراس کی آمدنی کواپنے استعمال میں لاسکتے ہیں یااس کی آمدنی کوصرف دین اور مذہبی کاموں میں خرچ کردیا جائے؟

الجواب حامداًومصلیاً

(۱) ضمانت کے بغیر بھی بلاسودقرض لینا درست ہے[۱] ایک روپیہ کا فارم خریدنا سود میں داخل نہیں[۲]

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا) [۳] درمختار مع ردالمحتا رکراچی ،ص ۱۸٦/ج۵/ ومطبع زکریا دیوبند ،ص ۴۲۳/ج۷/ مطبوعه نعمانیه دیوبند ص۱۸۸/ج۴، باب الربا، کتاب البیوع، زیلعی ص۹۷ ج۵، کتاب البیوع، باب الربا قبیل الحقوق مطبوعه امدادیه ملتان، البحر الرائق ص۱۳۵ ج٦ باب الربوٰ مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[۴] ولوسلمنا جواز الربا بین المسلم والحربی فی الهند فلا ریب أن جانب الاحتیاط والتوقی عنه اولٰی واحریٰ الخ اعلاء السنن ص۳٦۸ ج۱۴ ابواب الربا، تحقیق کون الهند دار الحرب الخ، قبیل باب النهی عن بیع الحیوان بالحیوان بالنسئة، مطبوعه کراچی.

(صفحہ ہذا) [۱] لابأس بان یستدین الرجل اذاکانت له حاجة لابد منها الخ عالمگیری، ص۳٦٦/ج۵/ مطبوعه کوئٹه پاکستان کتاب الکراهیة ، الباب السابع والعشرون فی القرض الخ.

[۲] لوباع کاغذة بالف یجوز ولایکره فتح القدیر ،ص۲۱۲/ج۷/ مطبوعه دار الفکر بیروت (کتاب الکفالة)

(۲) آمدنی کی کیا صورت ہے؟ جبکہ وہاں سود نہیں لیا جاتا، جتنا روپیہ وہاں سے کسی نے قرض لیا ہے، اتنا ہی واپس کریگا، اور ایک روپیہ کا فارم ملتا ہے، بلکہ مزید کچھ خرچ کرنا ہوگا، پھر آمدنی کی کیا صورت ہے جس کے استعمال کرنے کا سوال ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۸۲/۵/۲۴ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۲/۵/۲۴ھ

رشوت دیکر روپیہ کمانا

سوال:۔ رشوت دیکر روپیہ کمایا ہوا اور شراب فروخت کر کے روپیہ کمایا جائے کیا دونوں برابر ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر رشوت دے کر مثلاً پرمٹ حاصل کیا اور پھر حلال مال کی جائز طریقہ پر تجارت کی تو وہ روپیہ حرام نہیں البتہ رشوت دینے کا گناہ ہوگا، مجبوری کی حالت میں اپنا حق وصول کرنے کے لئے رشوت دینا بھی گناہ نہیں [1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۸/۱۰/۸ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۸/۱۰/۸ھ

---

[1] دفع المال للسلطان الجائر لدفع الظلم عن نفسه وماله ولاستخراج حق له ليس برشوة يعني في حق الدافع .شامي زكريا، ص ۶۰۷/ج۹/ كتاب الحظر والاباحة، فصل في البيع، البحر الرائق ص۲۶۲ ج۶ كتاب القضاء، مطبوع الماجديه كوئٹه، عالمگيری ص۳۰۴ ج۴ كتاب الهبة، الباب الحادی عشر فی المتفرقات، مطبوعه كوئٹه مجمع الأنهر ص۲۱۴ ج۳ كتاب القضاء، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

ہندوستان میں سود کا حکم

سوال:۔ ہمارے علاقہ میں ایک عالم صاحب ہیں جو دیوبند کے پڑھے ہوئے ہیں اور کہتے ہیں کہ علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد ہیں، کہتے ہیں کہ ہندوستان دارالحرب ہے، لہٰذا یہاں مسلمان ہندوؤں سے سودی لین دین کرسکتا ہے، یعنی سود لے سکتا ہے کیا یہ صحیح ہے

الجواب حامداً ومصلیاً

مجھے تو یہ معلوم ہے کہ حضرت مولانا انور شاہ صاحبؒ ایک مجلس میں موجود تھے، یہ مسئلہ وہاں زیر گفتگو آیا، دیگر اہل علم حضرات اس پر گفتگو فرمارہے تھے، حضرت شاہ صاحبؒ سے عرض کیا گیا کہ آپ فرمائیں تو یہ جواب دیا تھا۔

''جس کو جہنم میں جانا ہو راستہ سیدھا ہے، مگر ہماری گردنوں کو پل بنا کر مت جاؤ''

قرآن کریم میں صاف صاف مذکور ہے ''احل اللّٰہ البیع وحرم الربوٰ''[1]، حرمت ربوٰ سے قبل جو لوگ اہل حرب سے معاملات کرتے تھے، ان کو ہی گذشتہ بقیہ سود لینے سے منع فرمادیا گیا، '' یاایھاالذین اٰمنو اتقو اللّٰہ وذروامابقی من الربوٰ ان کنتم مومنین الایۃ''[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

دارالاسلام اور دارالحرب کی تحقیق

سوال:۔ ہندوستان دارالحرب ہے یانہیں، اور بر تقدیر دارالحرب بینک سے سود

---

[1] سورۂ بقرہ پارہ ۳/آیت ۲۷۵/ **ترجمہ** : اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا اور سود کو حرام کردیا ہے (از بیان القرآن)

[2] سورۂ بقرہ پارہ ۳/آیت نمبر ۲۷۸/ **ترجمہ** :. اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سود کا بقایا چھوڑ دو اگر تم ایمان والے ہو۔ (از بیان القرآن)

جائز ہے کہ نہیں؟ علماء دیوبند اس امر میں مختلف ہیں جناب کیا فرماتے ہیں، حضرت گنگوہیؒ سے بعض جواز بیان کرتے ہیں، مولانا سہول صاحب مفتی مدرسہ دیوبند بڑے زور سے نہ صرف بینک بلکہ عام کفار سے جائز فرماتے ہیں اور بھی بعض علماء مگر حضرت تھانویؒ قائل حرمت ہیں مفصل جواب معہ ادلہ مرحمت ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہندوستان کے متعلق اختلاف ہے اکثر علماء اس کو دارالحرب فرماتے ہیں اور بعض اس کے منکر ہیں، فتاویٰ رشیدیہ میں مختلف فتاویٰ موجود ہیں، بعض عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ دارالحرب ہونے کو ترجیح فرماتے ہیں، بعض اس کی عدم تحقیق کا اظہار فرماتے ہیں[1] مولانا عبدالحئی صاحبؒ اپنے فتاویٰ، ۲۲۶/ج ۲/[2] میں تحریر فرماتے ہیں بلاد ہند جو قبضہ نصاریٰ میں ہیں دارالحرب نہیں ہیں، ان میں کافر سے سود لینا جائز نہیں ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ اپنے ایک طویل فتویٰ میں فرماتے ہیں

”ودرکافی می نویسدان المراد بدارالاسلام بلاد یجری فیها حکم امام المسلمین ویکون تحت قهره وبدارالحرب بلاد یجری فیها امرعظیمها وتکون تحت قهره انتهی“

دریں شہر حکم امام المسلمین اصلاً جاری نیست وحکم رؤسا نصاری بے دغدغہ جاری است ومراد از اجراء احکام کفراین ست کہ درمقدمہ ملک داری وبندوبست رعایا واخذ خراج وباج

---

[1] فتاویٰ رشیدیه ص۷/ ج ۱/ ص ۲۲/ ج ۲/ مطبوعه رحیمیه دهلی، کتاب العقائد، تالیفات رشیدیه ص ۴۱۲، عنوان ہندوستان دار الحرب ہے یا نہیں، سود کے مسائل، مطبوعه اداره اسلامیات لاهور.

[2] مجموعة الفتاویٰ ، ج ۱/ ص ۲۱۴/ کتاب النکاح ،مطبوعه لکهنؤ ، فتاوی مولانا عبد الحئی مبوب اردو ص ۴۷۸ مسائل متفرقه، مطبوعه دیوبند.

وعشوراموال تجارت وسیاست قطاع الطریق وسراق وفصل خصومات وسزائے جنایات کفاربطور خود حاکم باشند آرے اگر بعضے احکام اسلام رامثل جمعہ وعیدین واذان وذبح بقر تعرض نکنندنکردہ باشد لیکن اصل الاصول این چیز ہانیز دایشان ہبادا ہدراست زیراکہ مساجد رابےتکلف ہدم می نمایندو ہیچ مسلمان وذمی بغیر استیمان ایشاں دریں شہرودرنواح آں نمی تواند آمد برائے منفعت خود واردین ومسافرین وتجارمخالف نمی نمایند اعیان دیگرمثل شجاع الملک وولایتی بیگم بغیرحکم ایشاں دریں بلاد داخل نمی توانندشدوازیں شہرتا کلکتہ عمل نصاری ممتد است آرے درچپ وراست مثل حیدآباد لکھنؤ ورام پوراحکام خود جاری نکردہ اند بسبب مصالحہ واطاعت مالکان آن ملک فتاویٰ عزیزی[1]، ص ۱۷-۱۱۵ا[2] پر تحریر فرماتے ہیں۔ واضح آنست کہ دارالاسلام دارالحرب می شود آرے دریں اختلاف است کہ کے می شود، طائفہ می گویند کہ اگر یک چیز از شعائرِاسلام ممنوع باشد مثل اذان وختان دارالحرب می گردد وطائفہ دیگری گویند مدارصیرورت دارالاسلام دارالحرب برمحو شعائر اسلام نیست بلکہ ہرگاہ شعائر کفر بے دغدغہ باعلان رواج گیرد دارالحرب می شود گو شعائر اسلام ہم برقرار باشند وفرقہ سوم ازیں ہم ترقی کردہ اندوگفتہ اندکہ حددارالحرب آنست کہ " **لایبقیٰ فی مسلم وذمی اٰمنا بالامان الاول سواء ترک بعض شعائر الاسلام اولا وسواء اعلن شعائر الکفر اولا**"، وہمیں قول ثالث رامحققین ترجیح دادہ اند، وبریں تقدیرمعمولۂ انگریز واشباہ ایشاں بلاشبہ دارالحرب است الخ"۔

[1] فتاویٰ عزیزی، ص ۳۰ رج ۱ر (مطبوعہ رحیمیہ دیوبند) دارالاسلام دارالحرب میشودیانہ۔
[2] فتاویٰ عزیزی، ج ۱ ر ص ۱۱۰-۱۱۱ رسوال: بعضے ازعلماء امامیہ پورب بجواز اخذ ربواالخ۔

ترجمہ فارسی عبارت:۔ دارالاسلام سے مرادوہ ملک ہے کہ جس میں مسلمانوں کے امام کاحکم جاری ہواوروہ اس کے تسلط میں ہواوردارالحرب سے وہ ملک مراد ہے، جس میں اس کے بڑے کاحکم جاری ہو، اوروہ اس کے تسلط میں ہو، اس شہر میں مسلمانوں کے امام کاحکم بالکل جاری نہیں، اورروسا نصاریٰ کاحکم بے کھٹکے جاری ہے، احکام کفر کے جاری ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ملک داری اوررعایات کے بندوبست کے مقدمہ ٹیکس (**بقیہ اگلے صفحہ پر**)

E:\F.M.Fainal\Jild-24\14-Masaile Sood

اسی طرح اور بھی متعدد تحریرات میں ہندوستان کو دارالحرب قرار دیکر فرمایا ہے ''اذا ثبت الشیئی ثبت بلوازمه'' یعنی جب ہندوستان کا دارالحرب ہونا ثابت ہوگیا تو یہاں حسب شرائط سود لینا بھی درست ہے، جس شدت سے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ ہندوستان کو دارالحرب قرار دیکر اخذ ربوا کی اجازت دیتے ہیں، اسی قدر بلکہ اس سے بھی زیادہ شدت سے مولانا عبدالحیؒ دارالحرب ہونے کا انکار کر کے سود کو منع فرماتے ہیں، چنانچہ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ ہندوستان دارالحرب نہیں ہے، بلکہ دارالاسلام ہے، چنانچہ ان عبارات فقیہ سے واضح ہوتا ہے (ان عبارات کا اقتباس یہ ہے)

وفی سیر الاصل لابی الیسر ان دارالسلام لایصیر دارالحرب مالم یبطل جمیع ماصارت به دارالاسلام لان الحکم اذاثبت لعلته فمابقی شیئی من

(**گذشتہ صفحہ کا بقیہ**) اور مال تجارت سے عشر وصول کرنے چور اور ڈاکوؤں کے انتظام، لڑائی جھگڑوں کے فیصلہ کرنے اور جرائم کی سزا دینے میں کفار خود حاکم ہوں اگر چہ بعض احکام اسلام مثلاً جمعہ، عیدین، اذان اور گائے کے ذبح کے ساتھ تعرض نہ کرتے ہوں، لیکن اصل بات یہ ہے کہ یہ چیزان کے نزدیک ہدر کے درجہ میں ہیں، اس لئے کہ مساجد کو بے تکلف منہدم کراتے ہیں، اور کوئی مسلمان اور ذمی بغیر ان سے امن لئے اس شہر میں اور اس کے گرد و نواح میں نہیں آسکتا، اپنے فائدہ کی خاطر آنے والوں سے مسافروں سے اور تاجروں سے مخالفت نہیں کرتے، دوسرے بڑے حضرات مثلاً شجاع الملک اور ولایتی بیگم بغیر ان کے حکم کے اس شہر میں داخل نہیں ہوسکتے، اور اس شہر سے کلکتہ تک نصاریٰ کا عمل دخل پھیلا ہوا ہے، مگر دائیں بائیں، مثلاً حیدرآباد لکھنؤ اور رام پور میں اپنی مصلحت اور اس طرف کے مالکوں کے فرمانبردار ہونے کی وجہ سے اپنے احکام انہوں نے جاری نہیں کئے ہیں، فتاویٰ عزیزیہ، ص ۱۱۵-۱۱۷/ پر تحریر فرماتے ہیں، اور اصح بات یہ ہے کہ دارالاسلام دارالحرب ہوجاتا ہے، اس میں اختلاف ہے کہ کیسے ہوسکتا ہے ایک جماعت کہتی ہے کہ شعائر اسلام سے اگر ایک چیز بھی روک دی جائے، مثلاً اذان اور ختنہ تو وہ دارالحرب ہوجاتا ہے، اور ایک جماعت کا کہنا ہے کہ دارالاسلام دارالحرب بن جانیکا مدار شعائر اسلام مٹ جانے پر نہیں بلکہ جس جگہ شعائر کفر بے کھٹکے اعلان کے ساتھ موجود ہوں وہ دارالحرب ہوجاتا ہے، اگر چہ شعائر اسلام برقرار رہیں، تیسری جماعت اس سے بھی آگے بڑھ کر کہتی ہے کہ دارالحرب کی تعریف یہ ہے ''کوئی مسلمان اور ذمی پہلے امان کیساتھ مامون نہ رہے چاہے بعض شعائر اسلام متروک ہوئے ہوں، یا نہیں، اور چاہے شعائر کفر علی الاعلان ہوں یا نہوں'' اور اسی تیسرے قول کو محققین نے ترجیح دی ہے اور اس تقدیر پر انگریز اور ان جیسوں کی آبادی بلاشبہ دارالحرب ہے۔ الخ ۱۲۔

العلة يبقى بتمامه وفى المنثور دارالاسلام باجراء احكام الاسلام فمابقى علقة من علائق الاسلام يترجح بجانب الاسلام ۔

اور بزازیہ میں یہ ہے "والبلاد التى فى ايد ى الكفرة اليوم لاشک انها بلاد الاسلام بعد ايصالها ببلاد الحرب ولم يظهروافيها احكام الكفر بل القضاة المسلمون واما البلاد التى عليها وال من جهتهم فيجوز فيهااقامة الجمعة والاعياد واخذ الخراج وتقليد القضاة وتزويج الايامىٰ واما البلاد التى عليها ولاة كفار فيجوز فيها ايضاً اقامة الجمعة والا عياد والقاضى قاضى بتراضى المسلمين وقد تقرران ببقاء شيئى من العلة يبقى الحكم وقد حكمنا بان هذه الديار قبل استيلاء التتاركان من ديار الاسلام وبعد استيلائهم اعلان الجمعة والجماعات والحكم بمقتضىٰ والحكم بمقتضىٰ الشرع والفتوىٰ والتدريس شائع بلا نكيرمن ملوكهم فالحكم بانها من دارالحرب لاجهة له نظراً الىٰ الدراسة والدراية واعلان بيع الخمور واخذ النوائب والمكوس والحكم من النقض برسم التتار كاعلان بنى قريظة بطلب الطاغوت ومع ذٰلک كانت بلدة اسلام بلاريب وذكر الحلوانى انه انما يصير دارالحرب باجراء احكام الكفر ان لايحكم فيها بحكم من احكام الاسلام وان يتصل بدارالحرب وان لا يبقىٰ فيها مسلم ولاذمى اٰمنا بالامان الاول فاذا وجدت الشرائط كلها صارت دارالحرب وعند تعارض الدلائل والشرائط يبقىٰ ماكان على ما كان اويترجح جانب الاسلام احيتاطاً وظاهره انه اذا جرت احكام المسلمين واحكام اهل الشرک لاتكون دارالحرب الخ[1]

---

[1] فتاویٰ عبدالحئی کامل ،ص ۴۷۹/ مطبع پبلیشر زدیوبند(مسائل شتیٰ)، فتاوى بزازية على الهندية ص ۳۱۱ ج۶ كتاب السير فصل فى الحظر والاباحة مطبوعه کوئٹه.

ان عبارت کے بعد حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے دارالحرب کی شرائط کا ہندوستان میں انکار کیا ہے، اور آخر میں نتیجہ کے طور پر لکھا ہے کہ (پس یہ بلاد دارالحرب نہ ہوں گے، نہ بمذہب امام و نہ بمذہب صاحبین، ص ۱۷۰ رج ۲ ر [۱]

ترجمہ عربی عبارت :۔ ''سیر الاصل لابی الیسر'' میں ہے کہ دارالاسلام اس وقت تک دارالحرب نہیں بنتا، جب تک وہ تمام چیزیں جن سے وہ دارالاسلام بنا ہے باطل نہ ہوجائیں، اس لئے کہ حکم جب کسی علت کی وجہ سے ثابت ہوتا ہے، تو جب تک اس علت میں سے کچھ بھی باقی رہے وہ حکم بتمامہ باقی رہتا ہے، اور منثور میں ہے کہ دارالاسلام کا مدار احکام اسلام کے جاری ہونے پر ہے، پس جب تک کوئی علاقہ علائق اسلام میں سے باقی رہے گا، اس وقت تک جانب اسلام کو ترجیح دی جائے گی، اور بزازیہ میں ہے اور وہ شہر جو آج کفار کے بلاشبہ وہ بلاد اسلام ہیں، اس کے بعد کہ انہوں نے اس میں احکام کفر ظاہر نہیں کئے، بلکہ قضاۃ (فیصلہ کرنے والے) مسلمان ہیں، لیکن وہ شہر جن پر کوئی حاکم ان کی طرف سے مقرر رہے، تو اس کی وجہ سے بھی جمعہ واعیاد کا مقرر کرنا، خراج لینا، قاضیوں کی تقلید بیواؤں کی شادی کرنا جائز ہے لیکن وہ شہر جن پر تمام حکام ہی کافر مقرر ہیں، ان میں بھی جمعہ واعیاد کا قائم کرنا جائز ہے، اور مسلمانوں کی باہمی رضامندی سے جس کو قاضی مقرر کرلیا جائے، وہ قاضی ہوگا اور یہ بات ثابت ہوچکی ہے، کہ کچھ بھی علت باقی رہنے سے حکم باقی رہے گا، اور تارتاریوں کے استیلاء سے قبل ہم نے ان دیار کے دیارِ اسلام میں سے ہونے کا حکم کیا تھا، اور ان کے استیلاء کے بعد جمعہ و جماعات کا اعلان اور مقتضیٰ شریعت کے مطابق حکم کرنا فتویٰ دینا درس دینا، ان کے بادشاہوں کی طرف سے نکیر کے بغیر شائع ہے، پس اس کے دارالحرب میں سے ہونے کے حکم کرنے کی راستہ ودرایۃ کی طرف نظر کرتے ہوئے کوئی وجہ نہیں، اور شرابوں کے بیچنے کا اعلان اور نوائب وٹیکس کا لینا اور نقض عہد کا حکم رسم تتار کے مطابق بنو قریظہ کے طاغوت کو طلب کرنے کے بعد اعلان کے مثل ہے اور وہ (بنو قریظہ) اس کے باوجود بلاشبہ اسلامی شہر تھا، اور حلوانی نے ذکر کیا ہے کہ دارالحرب صرف احکامِ کفر جاری ہونے سے ہوتا ہے کہ اس میں احکام اسلام میں سے کسی حکم کے مطابق حکم نہ کیا جاتا ہو اور اس چیز سے کہ وہ دارالحرب سے مل جائے، اور اس چیز سے کہ اس میں کوئی مسلمان وذمی امانِ سابق سے امن والا نہ رہے، پس جب یہ تمام شرطیں پائی جائیں تو وہ دارالحرب ہوجائے گا، اور دلائل وشرائط کے تعارض کے وقت جو تھا وہی باقی رہے گا۔

یا احتیاطاً جانب اسلام کو ترجیح دی جائے گی اور اس کا ظاہر یہ ہے کہ جب مسلمانوں کے احکام اور اہل شرک کے احکام دونوں جاری نہوں تو وہ دارالحرب نہیں ہوگا۔

[۱] فتاوی مولانا عبد الحئی مبوب (اردو) ص ۴۸۰ مسائل شتی، مطبوعه دیوبند.

شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی تحریر سے بعض ائمہ کے نزدیک ہندوستان سے دارالحرب ہونے کی نفی معلوم ہوتی تھی، اور بعض سے اثبات معلوم ہوتا تھا، اور مولانا عبدالحئ صاحبؒ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کے نزدیک بھی دارالحرب نہیں، اگر ہندوستان دارالحرب نہیں تب تو کسی کے نزدیک بھی کسی کو کسی سے سود لینا درست نہیں، اگر دارالحرب ہے تو امام ابوحنیفہؒ وامام محمدؒ کے نزدیک مسلم مستأمن (جو کہ دارالاسلام کا رہنے والا ہو اور امن لے کر کسی ضرورت سے کچھ مدت کے لئے دارالحرب میں گیا ہو) کو حربی سے ہندوستان میں سود لینا درست ہے، ائمہ ثلاثہ امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ، اور قاضی ابو یوسفؒ کے نزدیک پھر بھی جائز نہیں، حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کے مطبوعہ فتاویٰ میں عدم جواز ہی مذکور ہے، حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے بڑی شدت کے ساتھ انکار فرمایا ہے، چنانچہ "رافع الضنک من منافع البنک" میں اس کے عدم جواز کو بڑی تفصیل سے تحریر فرمایا ہے، دونوں طرف اہل تحقیق ہیں لہٰذا سود لینے میں بھی گنجائش ہے، اختلاف کیوجہ سے نہ لینا احوط ہے[1] بہتر ہے کہ بینک میں روپیہ داخل نہ کیا جائے، اگر داخل کیا جائے تو وہاں کا سودی روپیہ ہرگز نہیں چھوڑنا چاہئے، بلکہ وہاں سے وصول ضرور کر لینا چاہئے، اور اس کے بعد مقتضیٰ تقویٰ یہ ہے کہ اس کے مصارف خیر غرباء ومساکین پر صرف کر دیا جائے[2] "**ولا (ربوٰ) بین حربی ومسلم مستامن ولو بعقد فاسد کقمار ثمه لان ماله ثمه مباح مستحل برضاه مطلقاً بلاغدر خلافا للثانی**

---

[1] ولو سلمنا جواز الربا بين المسلم والحربي في الهند، فلا ريب أن جانب الاحتياط والتوقي عنه اولٰى واخرىٰ الخ اعلاء السنن ص۳۶۸ ج۱۴ ابواب الربٰو، تحقيق كون الهند دار الحرب، قبيل باب النهي عن بيع الحيوان بالحيوان بالنسئة، مطبوع كراچی.

[2] ان للمسلم أن يأخذ الربا من اصحاب البنك اهل الحرب في دارهم ثم يتصدق به على الفقراء ولا يصرفه علٰى حوائج نفسه الخ اعلاء السنن ص۱۴/۳۵۹، ابواب الربا دليل فتوى بعض الاكابر الخ مطبوعه كراچی.

والثلاثة درمختار والبسط فی رد المحتار،[۳] اور سود کے جواز کے شرائط رافع الضنک[۴] میں مذکور ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۶/۴/۵۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ، صحیح عبداللطیف مفتی مظاہر علوم سہانپور ۱۸/ربیع الثانی ۵۶ھ

دارالحرب کی تعریف

سوال:۔ کیا ہندوستان دارالحرب ہے؟ دارالحرب کے کیا شرائط ہیں؟ پھر دارالحرب کے اندر سود لینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دارالحرب وہ مقام ہے جس کا اقتدار اعلیٰ مسلم کے قبضہ میں نہ ہو[۳] اس اعتبار سے ہندوستان دارالحرب ہے، سود لینا حرام ہے، نص قطعی میں اس کی حرمت موجود ہے " وحرم الربوا"۔[۴] اس میں کسی مقام کی تخصیص نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۷/۸۹ھ

---

[۱] الدرالمختار مع الشامی ص۱۸۶/ج۵/ مطبع کراچی، مطبوعہ زکریا دیوبند ص۴۲۳/ ج۷/ مطبوعہ نعمانیہ دیوبند ص۱۸۸/ ج۴/ باب الربا، زیلعی ص۹۷، ج۵، کتاب البیوع، باب الربا، قبیل باب الحقوق، مطبوعہ امدادیہ ملتان، بحر ص۱۳۵، ج۶، باب الربوٰ، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ،

[۲] ملاحظہ امداد الفتاویٰ ص۱۵۵ ج۳ کتاب الربا، رسالہ رافع الضنک عن منافع البنک، مطبوعہ زکریا دیوبند۔

[۳] والمراد بدار الحرب بلاد یحری فیھا أمر عظیمھا وتکون تحت قھرہ الخ فتاویٰ عزیزی ص۳۰ ج۱ دار الاسلام دار الحرب میشود الخ مطبوعہ رحیمیہ دھلی۔

[۴] سورۂ بقرہ پارہ ۳/آیت ۲۷۵/ **ترجمہ**:۔ (اور حرام کیا ربوا یعنی سود کو)(از بیان القرآن)۔

دار الحرب کی تفصیلی بحث اور حلت سود کا حکم

سوال:۔ ایک شخص سود کو حلال سمجھتا ہے، اور لوگوں کو ترغیب دیتا ہے تو کیا سود لینا جائز ہے، جواز میں شخصی ومکانی خصوصیت کا اعتبار کیا گیا ہے یا نہیں، کاروبار کیسا ہے کیا یہ مطلقاً ہر لحاظ سے دار الحرب ہے اگر ہے تو کیوں اور اگر نہیں تو مستحل سود کا کیا حکم ہے، پھر یہ اعتقاد حلت کے بعد ترغیب کرنے والا اور عام طور سے ترویج دینے والا کیسا ہے، بالفرض ہندوستان میں سود حلال بھی ہو تو کیا عوام قوم کے عقائد وخیالات کی خرابی وتباہی کو ملحوظ رکھتے ہوئے بھی وہی حکم رہے گا۔ بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

سود کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے "احل اللّٰہ البیع وحرم الربوا"[1]

(۱) جو شخص سود سے احتراز نہ کرے اس کے متعلق ارشاد ہے "فان لم تفعلوا فأذنوا بحرب من اللّٰہ ورسولہ"[2]

(۲) ابو البرکات نسفی نے آیت "لاتأکلو الربوا" کی تفسیر میں لکھا ہے "کان ابو حنیفة رضی اللّٰہ عنہ یقول ھی اخوف اٰیة فی القرآن حیث اوعداللّٰہ المؤمنین بالنار المعدة للکٰفرین ان لم یتقوہ فی اجتناب محارمہ اھ مدارک التنزیل، ص ۱۴۱/ ج ۱/"[3]

حدیث میں سود کھانے والے پر لعنت وارد ہوئی ہے، "عن جابر بن عبداللّٰہؓ قال

۱؎ سورۂ بقرہ پارہ ۳/آیت ۲۷۵/.

۲؎ سورۂ بقرہ پارہ ۳/آیت ۲۷۹/

۳؎ مدارک التنزیل، ص ۲۸۲/ج ۱/ سورة آل عمران آیت ۱۲۹، مطبع بمبئی، تفسیر خازن ص ۲۸۲ ج ۱، مطبوعہ بمبئی.

لعن رسو ل اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم اٰکل الربوا وموکلہ"اھ(۴)(مشکوٰۃ شریف ص۲۴۴ر)[1]

سودکھانے والوں کا حشراس طرح ہوگا، "**ثم ذکر عقوبۃ اٰکل الربوا فقال الذین یأکلون الربوا استحلالاً لایقومون من قبورھم یوم القیامۃ الاکما یقوم فی الدنیا الذی یتخبلہ الشیطٰن من المس من الجنون ،ذٰلک التخبط علامۃ اٰکل الربوا فی الاٰخرۃ بانھم قالوا انما البیع مثل الربوا**"(۵) تفسیر ابن عباسؓ،ص۳۸ر[2]

اسلئےعلی الاطلاق تو کوئی اہل علم بھی جواز سود کا قائل نہیں ہوسکتا،البتہ دارالحرب میں مسلم مستامن کوکافر حربی سے طرفین رحمہما اللہ تعالیٰ کےقول کے مطابق سود لینے والے کے لئے گنجائش ہے،امام ابو یوسف اورائمہ ثلثہ رحمہم اللہ تعالیٰ کےنزدیک اس صورت میں بھی ناجائز ہے،" **ولا(ربوا)بین المسلم والحربی فی دارالحرب خلافاً لابی یوسف والائمۃ الثلثۃ اھ درالمنتقی، ج۲ر ص ۰ ۹ ۹ر**[3]

سودی کاروبار کامفہوم عام ہے جوسود لینے اوردینے ہردوکوشامل ہے،اس لئے اس کے جواز کا فتویٰ دینا مطلقاً کسی کےقول پربھی درست نہیں،کیونکہ سوددینا کسی کےنزدیک بھی جائزنہیں،"**فالظاھران الاباحۃ بقید نیل المسلم الزیادۃ وقد الزم اصحاب فی الدرس ان مراد ھم من حل الربواوالقمار ماذا حصلت الزیادۃ للمسلم نظراً الی العلۃ وان کان اطلاق الجواب خلافہ" منحۃ الخالق ،ص ۱۳۶ر ج۶ر**[4]

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص۲۴۴ رباب الربوا، مطبوعہ یاسرندیم دیوبند،

[2] تفسیرابن عباسؓ ،ص ۳۸ر(مطبع مصر)

[3] الدرالمنتقیٰ علی مجمع الانھر،ص ۱۲۷ر ج۳ر(مطبع بیروت)باب الربا، الدر المختار علی الشامی زکریا ص۴۲۳ ج۷ باب الربوٰ، زیلعی ص۹۷ ج۵ کتاب البیوع، باب الربوٰ، مطبوعہ امدادیہ ملتان. (حاشیہ ۴ اگلے صفحہ پر)

(۶) ہندوستان کے متعلق علماء کی آراء مختلف ہیں، دونوں اہل تحقیق ہیں، ہر جانب دلائل موجود ہیں، بندہ کوئی فیصلہ نہیں کرسکتا، گنجائش ہر جانب میں ہے اختلاف کی وجہ سے اجتناب بالیقین احوط ہے[1]

(۷) جن حضرات کے نزدیک ہے وہ دارالحرب کی تعریف اسطرح فرماتے ہیں۔

" دارالحرب ماخافوافيه من الكافرين جامع[2] رموز–اذااجروا فيها احكام الشرک فانهاتصير دارالحرب سواء كانت متصلة بدارالحرب اولم تكن يبقى فيها مسلم اوذمى آمنا بالامان الاول اولم يبق اھ المفتيين، المراد بدارالحرب بلاد يجرى فيها امرعظيمها وتكون تحت قهرهاھ خزانة كافى،ان لايبقى فيه مسلم ولاذمى آمناً بالامان السابق سواء ترک بعض شعائر الاسلام اولا سواء اعلن شعائر الكفراولا اھ اذا اجرىٰ اهل الحرب فى بلدة من بلاد اهل الاسلام احكام اهل الحرب،تصير دارالحرب كيف ماكاناھ(۸) فتاوىٰ قاضى خاں برهامش هنديه ،ص ۵۸۴/ ج۳/[3]

(۸) جن حضرات کے نزدیک نہیں وہ دارالحرب کی اس طرح تعریف کرتے ہیں،

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [4] منحة الخالق على البحرالرائق ،ص ۱۳۶/ج۶/(مطبوعه كوئٹه پاکستان، باب الربا)، فتح القدير ص۳۸ج۷ باب الربا، دار الفكر بيروت، شامى كراچى ص۱۸۶ ج۵ باب الربا.

(صفحہ ہذا) [1] ولو سلمنا جواز الربوٰ بين المسلم والحربى فى الهند فلا ريب أن جانب الاحتياط والتوقى عنه اولىٰ واحرى الخ، اعلاء السنن ص۳۶۸ج۱۴ ابوب الربوٰ تحقيق كون الهند دار الحرب، قبيل باب النهى عن بيع الحيوان بالحيوان بالنسئة مطبوعه كراچى.

[2] جامع الرموز ص۵۵۶ ج۴ باب الجهاد، مطبوعه بيروت.

[3] فتاوىٰ قاضى خان على الهندية ،ص ۵۸۴/ج۳/ (مطبع كوئٹه پاكستان) كتاب السير،فصل فيمايبطله الارتداد.

"ودارالاسلام لاتصیردارالحرب الاباجراء احکام الشرک فیھا وان تکون متصلة بدارالحرب لایکون بینھا وبین دارالحرب مصر اٰخر للمسلمین ولایبقیٰ فیھا مسلم اوذمی اٰمنا بالامان الاول فمالم توجد ھذہ الشرائط لاتصیر دارالحرب ومعنی قولنا ان لایبقی مسلم اوذمی اٰمنا بالامان الاول ان لایبقی مسلم اوذمی اٰمنا علیٰ نفسه الابامان المشرکین اھ خزانة المفتیین وفی سیر الاصل لابی الیسر ان دارالاسلام لاتصیردارالحرب مالم یبطل جمیع ماصارت به دارالاسلام لان الحکم اذاثبت لعلة فمابقی من العلة شئی یبقی ببقائه وفی المنثوردارالاسلام باجراء احکام الاسلام فمابقی علقة من علائق الاسلام یترجح جانب الاسلام اھ ذکر الحلوانی انه انما یصیر دارالحرب باجراء احکام الکفروان لایحکم فیھا بحکم من احکام الاسلام وان یتصل بدارالحرب وان لایبقی فیھامسلم ولاذمی اٰمنا بالامان الاول فاذاوجدت الشرائط کلھا صارت دارالحرب وعند تعارض الدلائل والشرائط یبقی علی ماکان اویترجح جانب الاسلام"[1] احتیاطاً فریقین کے دلائل سامنے ہیں، دونوں طرف اہل تحقیق ہیں، مولانا عبدالباریؒ فرنگی محلی لکھنؤ ،مولانا عبدالحئیؒ لکھنوی، نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے ہندوستان کودارالحرب نہیں لکھا ہے، بلکہ دارالاسلام مانا ہے، چنانچہ مجموعہ الفتاویٰ میں ہے،ص ۲۴۶ ر ج ۱ر[2] لیکن بلاد ہند جو قبضہ نصاریٰ میں ہے، دارالحرب نہیں ہے، ان میں کافر سے سود لیناجائز نہیں ہے، صفحہ ۰ ۷ ر ج ۲ رمیں ہے ہندوستان دارالحرب نہیں ہے بلکہ دارالاسلام ہے ،چنانچہ ان عبارات فقیہ سے واضح ہوتا ہے ، الیٰ قولہ پس یہ بلاد دارالحرب نہ ہونگے ، نہ

[1] فتاویٰ بزازیہ ،علیٰ ھامش الھندیه ص ۳۱۲ر ج۶ر(مطبوعه زکریا دیوبند)کتاب السیر،الفصل الثالث فی الحظر والاباحة.

[2] مجموعه الفتاویٰ ،ص ۲۱۴ر ج ۱ر کتاب النکاح (مطبع یوسفی لکھنؤ)

E:\F.M.Fainal\Jild-24\14-Masaile Sood

بمذہب امام اور نہ بمذہب صاحبین[۱] اور صفحہ ۲۴۵ رج ۲ رمیں ہے" والصحیح انه (ای ملک الانجریز)الاسلام ولم یصر دارالحرب الیٰ الان. (۱۰)

مولانا عبدالباری صاحبؒ اپنی تائید میں نواب صدیق حسن صاحب کی عبارت نقل کرتے ہیں ''ہندوستان عموماً وریاستِ اسلامیہ خصوصاً نزد امام اعظمؒ دارالحرب نیست الیٰ قولہ فی الحال درمختار وفتویٰ مشاہیر فقہاء حنفیہ ہند مثل علماء دہلی ورامپور وبھوپال، وجہ آں ہمین است کہ مملکت ہند خصوصاً ریاساتِ اسلامیہ آں دارالاسلام است نہ دارالحرب بعض معاصرین نوشتہ اند "الاحتیاط ان نجعل هذه البلاد دار الاسلام وان كانت السلاطين فی الظاهر هولاء الشياطين ''(۱۱) واللہ اعلم (مجموعہ رسالہ ہجرت وقربانی گاؤ ص ۳۳[۲]) اور حضرت مولانا شاہ اسماعیل صاحب شہیدؒ نے ۱۲۳۳ھ میں ہندوستان کے اکثر حصہ کو دارالحرب قرار دیا ہے، چنانچہ صراط مستقیم[۳] میں ۱۰۵ رپر فرماتے ہیں:۔

'' بلکہ حال ہندوستان رادریں زماں کہ سنہ یک ہزار وصدوسی سوم است کہ اکثرش دریں ایام دارالحرب گردیدہ الخ۔(۱۲)

نیز ان کے استاذ اور چچا اور مرشد کے شیخ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ فرماتے ہیں،''درکافی می نویسند" ان المراد بدارالاسلام بلاد يجرى فيها حكم امام المسلمين وتكون تحت قهره ،وبدارالحرب بلاد يجرى فيها امر عظيمها وتكون تحت قهره ،انتهى، دریں شہر حکم امام المسلمین قطعا جاری نیست وحکم رؤساء نصاریٰ بے دغدغہ جاری است ومراد از اجراء احکام کفر این است کہ در مقدمہ ملک داری وبندوبست رعایا

---

[۱] تمام عربی عبارات 'فتاویٰ عبدالحی کامل' میں موجود ہیں ملاحظہ ہو ص ۴۷۸ رمسائل شتی ،ومجموع الفتاویٰ، ص ۲۳۵ رج ۲ ر(مطبوعہ یوسفی لکھنؤ)۔

[۲] مجموعہ رسالہ ہجرت وقربانی گاؤ ص ۳۳۔

[۳] صراط مستقیم (فارسی) ص ۹۵، فصل چہارم دربیان طریق ادائے طاعت، مطبوعہ مجتبائی دهلی.

واخذ خراج وباج وعشورا موال تجارت وسیاست قطاع الطریق وسراق وفصل خصومات وسزائے جنایات کفار بطور خود حاکم باشند آرے اگر بعض احکام اسلام رامثل جمعہ وعیدین واذان وذبح بقر تعرض نکنند نکردہ باشند لیکن اصل الاصول ایں چیز ہانزد ایشاں ہباو ہدر است زیرا کہ مساجد رابے تکلف ہدم می نمایند وہیچ مسلمان یاباذمی بغیر استیمان ایشاں دریں شہر ودر نواح آں نمی تواند آں برائے منفعت خود از واردین ومسافرین وتجار مخالفت نمی نمایند اعیان دیگر مثل شجاع الملک وولایتی بیگم بغیر حکم ایشاں دریں بلاد داخل نمی توانند شد واز یں شہر تا کلکتہ عمل نصاری ممتد است آرے درچپ وراست مثل حیدرآباد لکھنؤ ورامپور احکام خود جاری نہ کردہ اند بسبب مصالحہ واطاعت مالکانِ آن ملک واز روئے احادیث وتتبع سیرت صحابہ کرام وخلفاء عظام ہمیں مفہوم می شود زیرا کہ درعہد حضرت صدیق اکبرؓ ملک بنی یربوع راحکم دارالحرب دادند باوجودیکہ مسلمانان ہم دراں بلاد موجود بودند وعلی ہذا القیاس درعہد خلفاء کرام ہمیں طریق مسلوک بود بلکہ عہد حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فدک وخیبر راحکم دارالحرب فرمودند حالانکہ تجار اہل اسلام بلکہ بعضے سکنہ آنجا نیز دراں مکانات دروادی القریٰ مشرف باسلام بودند وفدک وخیبر را کمال اتصال بود بامدینہ منورہ اھ (۱۳) فتاویٰ عزیزی[1]، ص ۱۷ ر ج ۱ ر۔

حضرت شاہ صاحب موصوف نے ایک دوسرے مقام پر دارالحرب کی تعریف میں تین قول نقل فرما کر تیسرے قول کو ترجیح دی ہے، اوراسی بناء پر ہندوستان وغیرہ انگریزکی عملداری کو دارالحرب قرار دیا ہے، وفرقہ سوم ازیں ہم ترقی کردہ اند کہ حد دارالحرب آنست " **ان لایبقی فیہ مسلم ولاذمی آمنابالامان السابق سواء ترک بعض شعائر الاسلام اولا وسواء اعلن شعائر الکفر اولا** " وہمیں قول ثالث رامحققین ترجیح دادہ اندوبریں تقدیر معمولہ انگریزاں واشباہ ایشاں بلاشبہ دارالحرب است (۱۴) فتاویٰ عزیزی، ص ۱۱۶ ر ج ۱[2])

[1] فتاویٰ عزیزی، ج ۱ ر ص ۳۰ ر مطبوعہ رحیمیہ دیوبند، سوال دارالاسلام دارالحرب میشود یانہ۔
[2] فتاویٰ عزیزی، ص ۱۱۱ ر مطبع رحیمیہ دیوبند) بعضےازعلماءامامیہ پورب بجوازاخذربواالخ۔

(۹) دارالحرب میں حربی کفار سے سود لینے کو جوشخص حلال اعتقاد کرے امام ابوحنیفہؒ وامام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق اس کا اعتقاد صحیح ہے، جس سود کی حرمت پر اجماع ہے، اوراس کی حرمت نصوص قطعیہ سے ثابت ہے، اس کے متعلق ملاعلی قاریؒ نے شرح فقہ اکبر[۱] میں، ص۲۱۲/ پر لکھا ہے:۔

"وفی جواهر الفقه من جحد فرضاً مجمعا علیه کالصلوٰة والصوم والزکوٰة والغسل من الجنابة کفر قلت وفی معناه من انکر حرمة محرم مجمع علیه کشرب الخمر والزنا وقتل النفس واکل مال الیتیم والربوا"(۱۵) صفحہ۲۳۱[۲] / پر لکھا ہے :

"من انکر حرمة الحرام المجمع علی حرمته اوشک فیها ای یستوی الامرفیها کالخمر والزنا واللواطة والربوا اوزعم ان الصغائر والکبائر حلال کفر۔(۱۶)

لیکن دوسرے مقام پر استحلال حرام کے ساتھ مقید کرکے بیان کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"وعلی هذه الاصول یبتنی الفروع التی ذکرفی الفتاویٰ من انه اذااعتقد الحرام حلالا فان کان حرمته لعینه وقد ثبت بدلیل قطعی یکفر والافلا بان یکون حرمته لغیره اوثبت بدلیل ظنی وبعضهم لم یفرق بین الحرام والحلال لعینه ولغیره فقال من استحل حراما وقد علم فی دین النبی صلی الله علیه وسلم تحریمه کنکاح ذوی المحارم اوشرب الخمر اواکل میتة اودم مسفوح اولحم خنزیر من غیر ضرورة فکافر اھ"(۱۷) شرح فقہ اکبر ص۱۸۶/[۳]

اسی طرح مجمع الانہر[۴]، ص۵۰۷/ج۱/اور فتاویٰ عالمگیری[۵]، ص۲۷۲/ج۲/ میں اس

---

[۱] شرح فقه اکبر، ص ۲۱۲/ مطبوعه مجتبائی دهلی.

[۲] شرح فقه اکبر، ص ۲۳۱/ مطبوعه مجتبائی دهلی.

[۳] شرح فقه اکبر، ص ۱۸۶/مطبوعه مجتبائی دهلی.

[۴] مجمع الانهر ، ج۲/ص ۵۱۱/باب المرتد،ثم ان الفاظ الکفر انواع ،مطبوعه دارالکتب العلمیة، بیروت. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مسئلہ کو مقید کر کے بیان کیا ہے، علامہ ابن نجیم نے ایک اور بھی تفصیل کی ہے (یکفر) بقوله الحرام احب الیّ جواباً لقول القائل له کل من الحلال لابقوله انی احتاج الی کثرة المال والحلال والحرام عندی سواء لابقوله لحرام هذا حلال من غیر ان یعتقده فلایکفر السوقی بقولهٖ هذا حلال للحرام ترویجاً لشرائه والاصل ان من اعتقد الحرام حلالا فان کان حراماً لغیره کما مال الغیر لایکفر وان کان لعینه فان کان دلیله قطعیا کفر والا فلا وقیل التفصیل فی العالم اما الجاهل فلایفرق بین الحلال والحرام لعینه ولغیره وانما الفرق فی حقه ان ماکان قطعیاً کفربه والا فلا اھ بحرؒ، ص ۱۲۲ / ج۵ / (۱۸).

نیز مسئلہ تکفیر میں سخت ترین احتیاط کی ضرورت ہے، اس لئے کف اللسان من التکفیر لازم ہے، ہمیں اس اعتقاد کے باطل اور خلاف نصوص ہونے میں کوئی تامل نہیں۔

"وفی الفتاویٰ الصغریٰ الکفرشی عظیم فلا اجعل المومن کافراً متی وجدت روایة انه لایکفر" اھ(۱۹) بحر الرائق، ص۱۲۴/ ج۵/ ؎۲

تاہم اگر مستحل منکر نصوص ہے تو بلاشبہ کافر ہے۔

"اذا کان فی المسئلة وجوه توجب التکفیر ووجه واحد یمنع التکفیر فعلی المفتی ان یمیل الی الوجه الذی یمنع التکفیر تحسیناً للظن بالمسلم. زادفی البزازیة الا اذا صرح بارادة موجب الکفر فلاینفعه التاویل حینئذٍ وفی التاتارخانیة لایکفر بالمحتمل لان الکفر نهایة فی العقوبة فیستدعی نهایة فی

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ؎۲ عالمگیری کوئٹه، ج۲/ص ۲۷۲/ باب احکام المرتدین، ومنها مایتعلق بالحلال والحرام الخ.

؎۱ البحرالرائق کوئٹه، ج۵/ص ۱۲۲/باب احکام المرتدین.

؎۲ البحرالرائق کوئٹه، ج۵/ص ۱۲۴/باب احکام المرتدین.

الجناية ومع الاحتمال لانهاية اھ (۲۰) بحر الرائق ،ص ۱۲۵ / ج ۵ /[1]

(۱۰) حرام شئی کورواج دینا حرام ہے "**تعاونوا على البر والتقوىٰ ولاتعاونوا على الاثم والعدوان**"[2] (۲۱)

(۱۱) حلال پر اعتقاد حلت اور حرام پر اعتقاد حرمت حکم شرعی اور مامور بہ ہے، اس میں اعتقادات اور خیالات عوام قوم کی خرابی وتباہی کیا ہے، ہاں عکس میں ضرور تباہی ہے، اسی طرح مباح کو درجہ وجوب دینے میں بھی تباہی ہے، اگر بصورت حلت "**اخذ ربیٰ من الكافر الحربی یہ مفضی هواخذ ربی من المسلم**" تک تو بھی **سداً للذرائع** ممانعت کا حکم ہوگا۔[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/۲/۵۹ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/۲/۵۹ھ

الجواب صحیح عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/۲/۵۹ھ

جواب مذکورہ میں ذکر شدہ عربی، فارسی عبارات کا ترجمہ نمبر وار درج ہے

(۱) اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا اور سود کو حرام کردیا ہے (بیان القرآن پ ۲)

---

[1] البحر الرائق ص ۱۲۵ / مطبع کراچی باب احکام المرتدين .

[2] سورة مائدة آیت ۲ /.

[3] وما كان سبباً لمحظور فهو محظور الخ شامی زکریا ص ۵۰۴ ج ۹ کتاب الحظر والاباحة، قبيل فصل فی اللبس، وكل ما ادى الىٰ مالا يجوز لا يجوز، در مختار على الشامی زکریا ص ۵۱۹ ج ۹ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی اللبس.

(۲) پھر اگر تم اس پر (عمل) نہ کرو گے تو اشتہار سن لو جنگ کا اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے (یعنی تم پر جہاد ہوگا) (بیان القرآن پ ۳)

(۳) حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ہ قرآن میں یہ آیت سب سے زیادہ خوف دلانے والی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کو اس آگ کی دھمکی دی ہے، جو کفار کے لئے تیار کی گئی ہے، اگر حرام چیزوں سے بچنے میں اللہ تعالیٰ سے نہ ڈرے۔

(۴) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے اور کھلانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔

(۵) پھر سود کھانے والے کی سزا ذکر فرمائی کہ جو لوگ سود کو حلال سمجھ کر کھاتے ہیں، وہ قیامت کے روز اپنی قبروں سے اس طرح کھڑے ہوں گے جیسے دنیا میں وہ شخص کھڑا ہوتا ہے، جس کو شیطان لپیٹ کر خبطی بنادے، (یعنی حیران ومدہوش) یہ حیران ومدہوش ہونا آخرت میں سود خور کی علامت ہے، اس لئے کہ انہوں نے (سود کے حلال ہونے پر استدلال کرتے ہوئے) کہا تھا کہ بیع بھی مثل سود کے ہے۔

(۶) مسلم اور حربی کے درمیان دارالحرب میں ربوا نہیں، امام ابو یوسف اور ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ کا اس میں اختلاف ہے، کہ ان حضرات کے نزدیک مسلم اور حربی کے درمیان دارالحرب میں بھی ربوا حرام ہے)۔

(۷) پس ظاہر ہے کہ ان کی مراد سود اور جوئے کے حاصل ہونے کی قید کے ساتھ ہے اور اصحاب درس نے اس کو لازم کیا ہے، کہ ان کی مراد سود اور جوئے کے حلال ہونے سے وہ صورت ہے، جبکہ مسلم کو زیادتی حاصل ہو، علت کی جانب نظر کرتے ہوئے، اگرچہ جواب کے اطلاق کا تقاضہ اس کے خلاف ہے اور اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے۔

(۸) دارالحرب وہ ہے جس میں کفار سے خوف ہو (جامع رموز) جب کہ اس میں احکام شرک نافذ کردیئے جائیں۔

(۹) تو وہ دارالحرب بن جائیگا، چاہے دارالحرب سے متصل ہو یا نہ ہو مسلم اور ذمی پہلے امان سے مامون رہے یا نہ رہے الخ۔

دارالحرب سے مراد وہ ملک ہے جس میں اس کے بڑے کا حکم جاری ہو، اور وہ اس کے قبضہ میں ہو(کافی) یہ کہ نہ رہے اس میں کوئی مسلم اور نہ کوئی ذمی، پہلے امان سے مامون چاہے، بعض شعائر اسلام ترک کردیئے گئے ہوں، یا نہ اور شعائر کفر کا اعلان ہوا ہو یا نہ ہوا ہو، الخ اگر اہل حرب اہل اسلام کے شہروں میں سے کسی شہر میں اپنے احکام جاری کردیں تو وہ شہر دارالحرب بن جائیگا، جس طرح بھی ہو۔

(۹) دارالاسلام دارالحرب نہیں بنتا مگر جب کہ احکام شرک اس میں نافذ کردیئے جائیں اور یہ کہ وہ دارالحرب سے متصل ہوجائے، کہ اس کے اور دارالحرب کے درمیان مسلمانوں کا کوئی شہر نہ ہو اور نہ اس میں کوئی مسلم یا کوئی ذمی امان سابق کے ساتھ مامون رہے، پس جب تک یہ شرائط نہ پائی جائیں، وہ دارالحرب نہیں بنے گا، اور ہمارے اس قول کا مطلب کوئی مسلم یا ذمی پہلے امان کے ساتھ مامون نہ رہے، یہ ہے کہ مسلم یا ذمی بغیر مشرکین کے امان دئے مامون نہ ہوا ہو۔ الخ۔

ابوالیسر کی سیر الاصل میں ہے کہ دارالاسلام دارالحرب اس وقت تک نہیں بنتا جب تک کہ وہ تمام باتیں ختم نہ ہوجائیں جن سے دارالاسلام بنا ہے، اس لئے کہ حکم جب کسی علت کی وجہ سے ثابت ہوگیا، تو علت کا جب تک کچھ بھی حصہ باقی ہے تو حکم باقی رہے گا، اور منثور میں ہے ’’دارالاسلام احکام اسلام کے نفاذ کی وجہ سے ہے لہٰذا جب تک علائق اسلام میں سے کچھ بھی باقی ہے جانب اسلام کو ترجیح دی جائیگی، حلوانی نے ذکر کیا کہ دارالحرب احکام کفر جاری کرنے سے بنتا ہے، اور یہ کہ احکام اسلام میں سے اس میں کوئی حکم نہ چلتا ہو اور دارالحرب متصل ہوجائے، اور کوئی مسلم اور ذمی امان اول سے مامون نہ رہے۔ پس یہ سب شرطیں جب پائی جائیں گی، اس وقت دارالحرب بنے گا، اور دلائل وشرائط کے تعارض کے

وقت جیسا ہے ویسا ہی رہے گا، یا احتیاطی طور پر جانب اسلام کو ترجیح دی جائے گی۔

(۱۰) صحیح یہ ہے کہ (ہندوستان) ملک انگریز) دارالاسلام ہے ابھی تک دارالحرب نہیں بنا۔

(۱۱) ہندوستان عموماً اور اسلامی ریاستیں خصوصاً امام اعظم کے نزدیک دارالحرب نہیں ہند کے مشہور رفقہاء حنفیہ مثلاً علماء دہلی اور رامپور و بھوپال کا فتویٰ اور مختار یہی ہے، اس کی وجہ یہی ہے کہ مملکت ہند خصوصاً اس کی اسلامی ریاستیں دارالاسلام ہیں نہ کہ دارالحرب محض حاضرین نے لکھا ہے، احتیاط یہی ہے کہ ہم ان شہروں کو دارالاسلام قرار دیں اگرچہ بظاہر سلاطین یہ شیاطین ہیں۔

(۱۲) بلکہ ہندوستان کا حال اس وقت ۱۲۲۳ء میں یہ ہے کہ اس کا اکثر حصہ دارالحرب ہوگیا ہے۔

(۱۳) کافی میں لکھتے ہیں کہ دارالاسلام سے مراد وہ ملک ہے جس میں امام المسلمین کا حکم جاری ہو اور وہ ملک اس کے قبضہ میں ہو اور دارالحرب سے مراد وہ ہے جس میں اس کے بڑے حاکم کا حکم جاری ہو، اور وہ اس کے تسلط میں ہو، اس شہر میں امام المسلمین کا حکم بالکل جاری نہیں، بلکہ روساء نصاری کا حکم بے کھٹکے جاری ہے، اور احکام کفر کے اجراء سے مراد یہ ہے کہ مقدمہ ملک داری اور رعایا کے بندوبست اور مال تجارت سے ٹیکس وعشر کے یعنی اور چور ڈکیتوں کے انتظام اور لڑائی جھگڑے کے فیصلے اور جرائم کی سزا کے معاملہ میں کفار اپنے طور پر حاکم ہوں، ہاں اگر بعض احکام اسلام مثلاً جمعہ وعیدین واذان اور ذبح گائے پر روک ٹوک نہ کریں، لیکن اصل بات یہ ہے کہ یہ چیزیں ان کے نزدیک ہدر ہیں، اس لئے کہ مساجد کو بلا تکلف منہدم کردیتے ہیں، اور کوئی مسلمان یا ذمی ان کے امان دئے بغیر اس ملک اور اس کے اردگرد میں نہیں رہ سکتا، اپنے نفع کی خاطر آنے والوں سے مسافروں اور تاجروں سے مخالفت نہیں کرتے، دوسرے بڑے لوگ مثلاً شجاع الملک اور ولایتی بیگم بغیر ان

کے حکم کے ان شہروں میں داخل نہیں ہوسکتے، اور اس شہر کلکتہ تک نصاری کا عمل دخل پھیلا ہوا ہے، مگر دائیں بائیں مثلاً حیدرآباد لکھنؤ ورامپور میں اپنے احکام جاری نہیں کئے ہیں، ان شہروں کے مالکوں نوابوں کی فرمانبرداری اور مصالحت کی وجہ سے اور از روئے، احادیث اور صحابہ کرام وخلفاء عظام کی سیرت میں تتبع وتلاش سے یہی سمجھ میں آتا ہے، اس لئے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں ملک بنی یربوع کو مسلمانوں کے اس میں ہونے کے باوجود دارالحرب کا حکم دیا ہے، اسی طرح خلفاء کرام کے عہد میں بھی یہی طریقہ رائج تھا، بلکہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں فدک وخیبر کو دارالحرب کا حکم دیا، حالانکہ مسلمان تاجر بلکہ بعض وہاں کے رہنے والے اور وادی القریٰ میں رہنے والے مشرف باسلام تھے، اور فدک وخیبر مدینہ منورہ سے مکمل طور پر ملے ہوئے تھے۔

(۱۴) تیسرے فرقہ نے اس سے بھی آگے بڑھ کر دارالحرب کی یہ تعریف کی ہے، کہ اس میں کوئی مسلم یا ذمی امان سابق کے ساتھ مامون نہ رہے، بعض شعائر اسلام ترک ہوئے ہوں یا نہ ہوئے ہوں، اور شعائر کفر کا اعلان ہوا ہو یا نہ ہوا اور اسی تیسرے قول کو محققین نے ترجیح دی ہے، اس تقریر کی بنیاد پر انگریز اور ان جیسے لوگوں کی عملداری والا ملک بلاشبہ دارالحرب ہے۔

(۱۵) اس فرض کا انکار کرنا جس پر امت کا اتفاق ہے کفر ہے، جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ، اور جنابت کے غسل کرنا، اسی طرح جس نے ایسے حرام کام کی حرمت کا انکار کیا جس پر اتفاق ہے جیسے شراب کا پینا، زنا، قتل نفس یتیم کا مال اور سود کھانا۔

(۱۶) جس نے ایسے حرام کی حرمت کا انکار کیا جس کی حرمت پر اتفاق ہے، یا حرمت میں شک کیا یا شک وانکار دونوں برابر رہے، جیسے شراب، زنا، لواطت، سود، یا گمان کیا صغائر وکبائر جائز ہیں یہ کفر ہے۔

(۱۷) ان اصول پر چند فروع مبنی ہیں جو فتاویٰ میں مذکور ہیں، یعنی اگر حرام کو حلال

جانا پس اگراس کی حرمت لعینہ ہے (کسی دوسری چیز کی وجہ سے نہیں) اوردلیل قطعی سے ثابت ہے اس کی تکفیر کی جائے گی، ورنہ نہیں بایں طور کہ اس کی حرمت کسی دوسری چیز کی وجہ سے ہو یا دلیل ظنی سے اس کی حرمت کا ثبوت ہو، بعض نے حرام وحلال میں لعینہٖ ولغیر ہٖ کا فرق نہیں کیا، چنانچہ کہا کہ جس نے حرام کو حلال جانا، جب کہ وہ جانتا ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں حرام ہے، جیسے ذوی المحارم سے نکاح، شراب پینا، مردار کھانا، بہنے والا خون، خنزیر کا گوشت بغیر کسی (ایسی) ضرورت کے جس کی بنا پر حرام چیز حلال ہو جاتی ہے) حلال سمجھتا ہے تو کافر ہے۔

(۱۸) اس بات کے کہنے سے کافر ہو جائے گا، کہ حرام مجھے زیادہ پسند ہے، اس کے جواب میں جو اس سے کہے کہ کھا تو حلال ہے، اور اس طرح کہنے سے کافر نہیں ہوگا، کہ مجھے زیادہ مال کی ضرورت ہے حلال وحرام میرے نزدیک برابر ہے، اور نہ حرام کو حلال کہنے سے اس کے حلال ہونے کا اعتقاد کئے بغیر، پس بازاری آدمی (تاجر) کی اپنی خرید وفروخت کی ترویج کے لئے حرام کو حلال کہنے سے تکفیر نہیں کی جائے گی''۔

اور اصل بات یہ ہے کہ جو حرام کو حلال اعتقاد کرے، پس اگر وہ حرام لغیر ہٖ ہے (یعنی حرمت خود اس کی ذات میں نہیں) جیسے دوسرے کا مال تو وہ کافر نہیں ہوگا، اور اگر وہ حرام لعینہٖ ہے پس اگر اس کی حرمت دلیل قطعی سے ثابت ہے تو کافر ہو جائے گا، ورنہ نہیں ہوگا، اور اگر کہا گیا ہے کہ یہ تفصیل عالم کے بارے میں ہے، لیکن جاہل حلال وحرام لعینہٖ اور لغیر ہٖ میں فرق نہیں کر سکتا، اس کے حق میں تو صرف یہ فرق ہے کہ اگر وہ قطعی ہے تو تکفیر کی جائے گی، ورنہ نہیں (یعنی جس حرام کو حلال یا حلال کو حرام اعتقاد کیا ہے، اگر اس کی حرمت، حلت کا ثبوت دلیل قطعی سے ہے تو تکفیر کی جائیگی ورنہ نہیں۔

(۱۹) فتاویٰ صغریٰ میں ہے کہ کفر بڑی وخطرناک چیز ہے، میں کسی مؤمن کو کافر نہیں کہونگا، جب تک اس کو کافر کہنے کی کوئی راوایت موجود ہے۔

(۲۰) اگر مسئلہ میں چند وجوہ تکفیر کی ہوں اور صرف ایک وجہ عدم تکفیر کی ہو تو مفتی کو چاہئے مومن کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہوئے اس وجہ کو ترجیح دے، جو عدم تکفیر کی ہے، بزازیہ میں یہ زیادتی ہے کہ، مگر جب کہ ارادۂ کفر کی وضاحت ہو جائے تو اس وقت تاویل فائدہ نہیں دے گی۔

اور''تارتارخانیہ'' میں ہے کہ احتمال کے ساتھ تکفیر نہیں کی جائے گی، اس لئے کہ کفر سزا میں انتہاء ہے تو جرم بھی انتہاء ہونا چاہئے اور احتمال کے ساتھ انتہا نہیں ہو سکتی۔

(۲۱) اور نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کی اعانت کرتے رہو، اور گناہ وزیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو۔ (بیان القرآن، پ ۶/)

دارالحرب ودارالاسلام

سوال:۔ قبیل رمضان المبارک دارالاسلام ودارالحرب کی تعریف میں چند الفاظ میں احقر کو شبہ ہوا تھا، جناب کے ذریعہ سے بندے نے انہی الفاظ کو حل کیا تھا، لیکن بندے نے غلطی سے ''**والحکم من البعض برسم التتار**'' کے علاوہ بنی قریظہ بالیہودیۃ پر نمبر نہیں دیا تھا، اس عبارت کا مطلب حل نہیں ہوا، لہٰذا ثانیاً حضور کو تکلیف دیتا ہوں، امید ہے کہ حضور اس تکلیف کو گوارہ فرمائیں۔

(۲) دیگر یہ کہ احقر کا زعم تھا کہ تحقیقات الفاظ سے ملک ہندوستان دارالاسلام ہے یا دارالحرب حل ہو جائے، لیکن چونکہ حضور والا نے معنی اجراء احکام کفر کی تفصیل یہ فرمائی ہے کہ کافر اپنی مملکت میں مستقل طور سے حکم جاری کرے، یعنی مراد اجراء احکام کفر ایں کہ درمقدمہ ملک داری وبندوبست رعایا وحد وخراج وباج وعشر اموال تجارت وسیاست وقطاع الطریق وسراق وفصل خصومات سزائے جنایات، کفار بطور خود حاکم باشند، سو ہندوستان دارالاسلام ہے یا دارالحرب، بندہ کو اس میں شبہ پیدا ہوگیا، کیونکہ ہندوستان میں انگریز مستقل حکم نہیں

کرتا ہے، بلکہ اہل اسلام اور ہندوؤں کولیکر حکم کرتا ہے، پس ان احکام مذکورہ کا اجراء انگریز بطور خود نہیں کرتے ہیں۔

(۳) حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے کسی ایک رسالہ میں بندہ نے دیکھا کہ حضرت موصوف نے تحریر فرمایا ہے کہ جو اراضی عشری ہے،اس سے عشر ادا کرنا واجب ہے،اور جو خراجی ہے اس سے خراج ادا کرنا واجب ہے،لیکن ہندوستان میں سرکار کو خراج دیا جاتا ہے،اور چونکہ یہ خراج اپنے مصرف میں خرچ ہوتا نہیں سو جس مقدار روپے سرکار کو دیا جاتا ہے، اسی مقدار روپے یا اس مقدار غلہ کسی دینی مدرسہ میں یا فقراء کو دیدیں، ورنہ گنہگار ہونگے، اب اس میں یہ شبہ ہے کہ جو خراج سرکار میں ادا کیا جاتا ہے، یہ بعوض حفظ جان و مال کے ہے، جبکہ حضرت ابوعبیدہؓ امین الامت کا تسلط جس وقت اہل شام پر ہوا تھا،اس اثناء میں جب آپ مع لشکر دوسرے شہر میں محاصرہ کے قصد سے گئے تھے، تو شام کے بعض شہر کی حفاظت نہیں ہوسکی،اور اس بناء پر آپ نے اس شہر والوں کے خراج کو جو ان لوگوں نے ادا کیا تھا، واپس کردیا تھا، پس جو خراج انگریز کو دیا جاتا ہے، یہ حفظ جان و مال کے لئے ہے، پھر فقراء کو دینا ضروری کیوں ہے،البتہ عشری اراضی کا عشر فقراء کو دینا واجب ہے، کیونکہ یہ حق فقراء کا ہے،اور خراج کے مستحق لشکر ہیں، پس خراج کا حقدار مدرسہ یا فقراء ہونا سمجھ میں نہیں آتا ہے۔

(۴) فتح میں مرقوم ہے کہ وصول مصرفی زمانا اجرت ہے یعنی کرایہ ہے،عشر، یا خراج نہیں، اب دریافت اس بات کی ہے کہ مصر کی اراضی جس سے کرایہ وصول کیا جاتا ہے، اس پر عشر واجب ہوگا، یا سوائے کرایہ کچھ دینا ضروری نہیں۔

الجواب حامداًومصلياً

یہ اصل عبارت فتاویٰ بزازیہ کی ہے،مگر مولانا عبدالحی صاحبؒ نے کچھ اختصار کے ساتھ نقل کی ہے،اور کہیں کہیں کچھ کتابت کی غلطی بھی ہے، چنانچہ عبارت مسئولہ میں منشاء عدم

فہم یہی کتابت کی غلطی ہے،عبارت اس طرح ہے اور ''اعلان بیع الخمور واخذ الضرائب والمکوس والحکم من البعض برسم التتار کاعلان بنی قریظة بالتهود وطلب الحکم من الطاغوت فی مقابلة محمد علیه الصلوٰة والسلام فی عهده بالمدینة ومع ذٰلک کانت بلدة الاسلام بلاریب الخ بزازیه ،ص ۳۱۴/ [1] ج ۲/۔

جن بلاد پراس زمانہ میں کفار کا تسلط ہوگیا تھا،مگر تدریس افتاء جمعہ وعیدین وغیرہ حکومت نے جبراً نہیں روکا تھا،ان کا حکم بیان کررہے ہیں،کہ وہ دارالحرب نہیں،بلکہ دارالاسلام ہے،کیونکہ اسلام کے آثار واحکام ہنوز کچھ باقی ہیں،اس پر اشکال وارد ہوتا تھا،کہ خلاف اسلام بھی تو بہت سی اشیاء علی الاعلان کی جاتی ہیں،جیسے بیع الخمور وغیرہ نیز بعض لوگ کفار کے طریقہ پر حکم کرتے ہیں،اسلام کے طریقہ پر نہیں کرتے ،پھران بلاد کے دارالاسلام ہونے کو ترجیح کیوں دی گئی،اس کا جواب دیا ہے کہ یہ اعلان بیع الخمور وغیرہ اور" حکم من البعض برسم الکفار"،یہ لفظ من بعض ہے من البعض نہیں ایسا ہی ہے کہ جیسا کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں مدینہ منورہ میں بنوقریظہ اپنے یہودی ہونے کا اعلان کرتے تھے،اخفاء نہیں کرتے تھے، اورآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں طاغوت سے حکم طلب کرکے اس کی پیروی کرتے تھے،اور پھر بھی اس کو دارالحرب نہیں کہا گیا،بلکہ وہ دارالاسلام ہی رہا۔

(۲) مولانا عبدالحیؒ صاحبؒ نے ہندوستان کو دارالاسلام مانا ہے،اورعبارات بزازیہ وغیرہ سے استدلال کیا ہے،لیکن حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ ہندوستان کو دارالحرب فرماتے ہیں،اوراجراء احکام کی تفصیل وہی بیان فرماتے ہیں جواس سے قبل نقل کی گئی تھی، اورآپ نے بھی اس کوسوال میں نقل کیا ہے،حضرت شاہ صاحبؒ کے ارشاد پرآپ کا یہ اشکال

[1] بزازیة علی الهندیة ،ص ۳۱۲/ج ۶/ مطبوعه مصر. کتاب السیر،الثالث فی الحظر والاباحة.

کہ ہندوستان میں انگریز مستقل حکم نہیں کرتا، بلکہ ہندوؤں اور مسلمانوں کو ساتھ لیکر حکم کرتا ہے، حکم کے معنی نہ سمجھنے کی بناء پر ہے، اس لئے کہ جو ہندو یا مسلمان کسی جگہ ڈپٹی وغیرہ حکام انگریز کی طرف سے مقرر ہے، وہ قطعاً حکم انگریز کے تابع ہیں، ذرا بھی خلاف نہیں کر سکتے، تو درحقیقت یہ اجرا، حکم انگریز کا اثر اور ذریعہ ہے، مستقل طور پر حکم صرف انگریز کا ہے، اس میں کسی کی شرکت نہیں، اپنے قوانین ان لوگوں کے حوالے کر دیئے کہ ان کے ماتحت حکم کرتے رہو، ان کے خلاف یہ لوگ ہرگز نہیں کر سکتے، یہ تو شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے نزدیک ہے، اور مولانا عبدالحئیؒ صاحبؒ چونکہ دارالاسلام مانتے ہیں، اس لئے ان کے نزدیک بعض احکام اسلام کا بقاء کافی ہے، جیسا کہ عبارت بزازیہ سے ظاہر ہوتا ہے، غرض کہ ہندوستان کا دارالاسلام اور دارالحرب ہونا ان دونوں بزرگوں کے نزدیک مختلف فیہ ہے۔

حضرت حکیم الامت نوراللہ مرقدہٗ کی وہ تحریر میں نے نہیں دیکھی لہٰذا اس کے متعلق کچھ تحریر نہیں کر سکتا، البتہ یہ مسئلہ فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم، ص ۵۵[1] میں مذکور ہے دیکھ لیجئے:۔

(۴) فتح سے کیا مراد ہے، فتح القدیر، یا فتح الباری، یا فتح المعین، یا فتح الملہم، یا فتح المنان وغیرہ، اصل عبارت سے حوالۂ کتاب وجلد وباب وصفحہ نقل کیجئے، تا کہ اس عبارت پر غور کیا جا سکے، صرف اتنا لکھ دینا کہ فتح میں مرقوم ہے کافی نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/۱۰/۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/۱۰/۵۹ھ

سود سے متعلق ایک نہایت اہم تفصیلی بحث وتحقیق

سوال:۔ ہندوستان میں موجودہ حالات میں مختلف کاروبار کے لئے حکومت سے

[1] فتاویٰ رشیدیہ، ج۳/ص ۵۵/ کتاب الزکوٰۃ، مطبوعہ رحیمیہ دھلی.

مسلمانوں کوسود پر روپیہ لینایا دینا کیسا ہے؟

(الف) نیز سود پر روپیہ لینے میں ضرورت منداور غیر ضرورت مند دونوں کا ایک حکم ہے، یافرق ہے اگر فرق ہوتو براہِ کرم اس کی وضاحت فرمائیں ،کہ کس قدر ضرورت اوراضطرار عذر بن سکتا ہے؟

(ب) سود کی حرمت مؤبد ومطلق ہے یا موقت ومقید ہے نیز سود کی حرمت جن حالات میں نازل ہوئی وہ کیسے تھے،مسلمانوں کی اقتصادی ومعاشرتی حالات کیا اس وقت موجودہ مسلمانوں سے زیادہ بہتر تھی۔

(ج) "**يجوز للمحتاج الاستقراض بالربح**" (الاشباه والنظائر فن اول ، ص۱۱۵) کا مصداق کیا ہے؟

(د) فتاویٰ عزیزی جلد اول ،ص ۷ر پر ہے"ودادن سود بحر بیان بایں وجہ حلال است کہ خوار یندن حرام بمسلمانان درست نیست وآنہا حرام خوارند اگر چیزے بطریق سود دادہ شد بیش ازیں نیست کہ حرام خواہد خوارد" اس عبارت کی اور مبسوط کی متعدد عبارتیں **ولاربوٰ بين حربي ومسلم مستأ من**" درمختار،ص۳۴۳رج ۲ر) وغیرہ سے کیا ہندوستان میں موجودہ حالات میں مسلمانوں کو سود پر روپیہ لینے پر استدلال صحیح ہے؟

(ہ) "**لاربوٰ بين حربي ومسلم** " جو امام اعظمؒ کا قول ہے یہ کس حدیث سے مستنبط ہے، نیز امام صاحب کے اس قول کی ان آیات قرآنیہ صریحہ دربارۂ حرمت ربوٰ کے ساتھ جن میں اطلاق سود کی حرمت وارد ہے، تطبیق کی کوئی صورت ہوسکتی ہے؟

(و) مستأمن کے لئے دارالحرب میں بعض حالات میں اگر سود لینے یادینے کی گنجائش نکلے تو کیا شرعاً صرف دارالحرب کے اس حکم ہی پر معاملہ ختم ہوجائے گا، یا دارالحرب کے دوسرے احکام کا اطلاق بھی مستأمن پر ہوگا، براہ کرم اس کی وضاحت فرمائیں، جیسا کہ وجوب ہجرت وغیرہ؟

(ز) ہمارے اکابر دیوبند کا اس بارے میں کیا مسلک رہا ہے، امید کہ موجودہ حالات کے پیش نظر جو ابتلاء اس بارے میں ہورہا ہے اس کو مدنظر رکھتے ہوئے مدلل ومفصل جواب مرحمت فرمائیں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(الف) سود کی حرمت لینے والے اور سود دینے والے دونوں پر حدیث شریف میں لعنت آئی ہے بلکہ سود کا رقعہ لکھنے والے اور گواہی دینے والے کو بھی لعنت میں شریک کیا گیا ہے

"عن جابرؓ قال لعن رسو ل اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلم اٰکل الربوٰ وموکله وکاتبه وشاهدیه وقال هم سواء رواه مسلم اھ"(مشکوٰۃ شریف[1]، ص ۲۴۴)

جوشخص اپنی ضرورت کی وجہ سے مجبور ہے وہ اپنی مجبوری اور اس مذکورہ لعنت دونوں کو وزن کرلے پھر اگر ضرورت کا وزن زیادہ ہوتو وہ اپنی مجبوری کی حدتک مجبور ہوگا۔

(ب) سود کی حرمت قطعی ہے، مطلق ہے، مؤبد ہے "اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبوٰ الایة.[2]

"عن عمر بن الخطابؓ ان اٰخر مانزلت اٰیة الربوٰوان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قبض ولم یفسر ها لنا فدعواالربوٰ والریبة"(رواه ابن ماجه والدارمی اھ مشکوٰۃ شریف[3]، ص ۲۴۶)

---

[1] مشکوٰۃ شریف، ص ۲۴۴/ باب الربوا، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[2] سورہ بقرہ پارہ۳/آیت ۲۷۵/اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا اور سود کو حرام کردیا (از بیان القرآن)

[3] مشکوٰۃ شریف، ص ۲۴۶/الفصل الثالث، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ:. عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آخری چیز جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ربوا کی آیت ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اور اس آیت کی تفسیر نہیں فرمائی، پس چھوڑ دو تم سود کو اور اس چیز کو جس میں سود کا شک وشبہ ہو۔

قوله اٰخر مانزلت ای اٰیة تعلقت بالمعاملات اٰیة الربوٰ ثابتة غیر منسوخة لکن رسول اللّٰه ﷺ قبض ولم یفسرها بحیث یحیط بجمیع جزئیاتها وموادها فینبغی لکم ان تدعوا الربوٰ الصریح ومایشبه الامرفیه تورعاً واحتیاطاً هذا مایفهم من ظاهر سوق العبارة وقال الطیبی یعنی ان هذہ الاٰیة ثابتة غیر منسوخة غیر مشبتهة فذٰلک لم یفسرها النبیﷺفاجروها علیٰ ماهی علیه ولاترتابوا فیها واترکوا الحیلة فی حل الربوٰ / لمعات اھ هامش مشکوٰة شریف[1]

جب سود کی حرمت نازل ہوئی معاشی حالت عامۃً بہت کمزور تھی ہفتوں بلکہ مہینوں گھر میں آگ نہیں جلتی تھی،[2] پیٹ پر پتھر باندھتے تھے[3] مہر میں دینے کے لئے لوہے کی انگوٹھی تک میسر نہیں آئی، تن پوشی کو کپڑا تک نہیں تھا، لنگی ہے، تو کرتا نہیں، کرتا ہے، تو لنگی نہیں، صرف ایک لنگی بدن پر ہے، اس میں سے نصف مہر میں دینے کو آمادہ ہو گئے[4]

---

[1] لمعات علیٰ هامش مشکوٰة ص۲۴۶ الفصل الثالث، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند،

[2] عن عائشة رضی اللّٰه عنها قالت کان یاتی علینا الشهر مانوقد فیه ناراً انما هو التمر والماء إلا ان نُوتیٰ باللُّحیم، بخاری شریف ص۹۵۶ ج۲ باب فضل الفقر، کتاب الرقاق، مطبوعه اشرفیه دیوبند حیاة الصحابة ص۲۸۸ ج۱، تحمل الجوع فی الدعوة الی اللّٰه الخ تحمل النبی صلی اللّٰه علیه وسلم الجوع مطبوعه حضرت نظام الدین دهلی.

[3] وعن ابی طلحةؓ قال شکونا إلی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم الجوع فرفعنا عن بطوننا عن حجر حجر فرفع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عن بطنه عن حجرین رواه الترمذی، مشکوٰة شریف ص۴۴۸ باب فضل الفقراء وما کان من عیش النبی صلی اللّٰه علیه وسلم الفصل الثانی مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، نیز ملاحظه هو حیاة الصحابة ص۲۹۷ ج۱ جوع ابی هریرةؓ مطبوعه دهلی، ترمذی شریف ص۶۲ ج۲ ابواب الزهد، باب ما جاء فی معیشة اصحاب النبی صلی اللّٰه علیه وسلم مطبوعه بلال دیوبند.

[4] عن سهل بن سعد الساعدی ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم جأ ته امراة فقالت یارسول اللّٰه انی وقد هبت نفسی لک فقامت قیاماً طویلاً فقام رجل فقال یارسول اللّٰه ﷺ

یہود کے قرض میں دبے ہونے کی وجہ سے حضرت بلال کو دھمکی دی گئی[۱] جس کی وجہ سے مدینہ طیبہ چھوڑ کر روپوش ہونے کا ارادہ کرلیا، گھر میں چراغ نہیں جلتا تھا، اندھیرہ رہتا تھا وغیرہ وغیرہ، احادیث وسیر میں بڑی حد تک یہ حالات مذکور ہیں، آج کل کا یہاں کا مسلمان عموماً ان حالات سے نا آشنا ہے۔

(ج) قاعدہ تو یہ بیان کیا ہے، **الحاجة تنز ل منزلة الضرورة اھ**[۲] اس ذیل میں اس استقراض بالربح کے جواز کو لکھا ہے، حاجت کی کوئی تفصیل وتشریح شرح میں بیان نہیں کی، بظاہر مطلب یہ ہے کہ جو شخص اس درجہ محتاج ہو کہ کما نہیں سکتا، اور بغیر قرض کے گزارہ کی کوئی صورت نہیں، اور قرض بغیر ربوٰ کے نہیں ملتا، وہ اپنی مجبوری کی حد تک معذور ہے۔

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) **زوجنیها ان لم تکن لک بهاحاجة فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم هل عندک من شئی تصدقها ایاه فقال ماعندی الاازاری هذا فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم انک ان اعطیتها ازارک جلست لاازارلک فالتمس شئیاً قال لااجد شیئاً قال فالتمس ولوخاتماً من حدید فالتمس فلم یجد شیئاً، ابوداؤد شریف، ج ۱/ص۲۸۷/کتا ب النکا ح باب فی التزو ج علی العمل یعمل. مطبوعه ادارة الرشید دیوبند.**

ترجمہ:۔ سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا اے اللہ کے رسول میں نے اپنی ذات کو آپ کے لئے ہبہ کردیا یہ کہہ کر وہ دیر تک کھڑی جواب کا انتظار کرتی رہی، ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا یارسول اللہ اگر آپ کو ضرورت نہ ہو تو اس عورت کا نکاح مجھ سے کرادیجئے، آپؐ نے پوچھا کیا مہر میں دینے کیلئے کوئی چیز تیرے پاس ہے اس نے عرض کیا اس تہبند کے سوا اور میرے پاس کچھ نہیں، آپؐ نے فرمایا کہ اگر تم اس کو اپنی تہبند دیدو تو تم بغیر تہبند کے بیٹھ رہو گے کوئی چیز تلاش کرو! اس نے کوئی چیز تلاش کی مگر نہ ملی، آپؐ نے فرمایا کوئی چیز ڈھونڈ لا اگرچہ وہ لوہے کی انگوٹھی ہو، پھر اس نے تلاش کی مگر نہیں ملی۔

(صفحہ ہذا) ۱؎ **ابوداؤد شریف ص۴۳۳/ج۲/ (مطبوعه رشیدیه دهلی) کتاب الخراج والفئی والامارة باب فی الامام یقبل هدایاالمشرکین.**

۲؎ **الاشباه والنظائر ص ۱۴۹ تحت القاعدة الخامسة مطبوعه دار العلوم دیوبند.**

(د) مطبوعہ فتاویٰ عزیزی میں رطب ویابس کو شامل کر دیا گیا ہے، جس میں مبتدعین وروافض کی تدلیس بھی ہے، موضوع روایات بھی ہیں، غلط مسائل بھی ہیں، بغیر سوال وجواب کے بھی بعض عبارات ہیں، اس لئے جب تک کتب معتمدہ سے تائید نہ ہو جائے، اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا، تقریباً پچاس مقامات کے متعلق تو میری یادداشت میں کلام ونظر ہے، بعض مسائل تو بالیقین روافض کی تائید میں ہیں، جس نے حضرت شاہ صاحبؒ کی "تحفۂ اثنا عشریہ" کا مطالعہ کیا ہے وہ جانتا ہے حضرت شاہ صاحبؒ کا مزاج ومذہب کیا تھا، اسلئے اس مجموعہ کو یہ کہنا کہ حضرت شاہ صاحب ہی کا ہے، صحیح نہیں ہے، "**لاربوٰبین حربی ومسلم مستامن ولوبعقدفاسد اوقمارثم لان ماله ثم مباح فيحل برضاه مطلقاً بلاعذر خلافاللثاني والثلثة**اھ درمختار[1] اس میں بظاہر ربوا کا عموم معلوم ہوتا ہے، کیونکہ ربوٰ اور عقد فاسد وقمار میں زیادتی کا حصول دونوں طرف محتمل ہے، لیکن تقاضائے حلت یہ ہے کہ جواز اسی صورت تک محدود ہے جب تک زیادتی مسلمان کو ہو "**لان ماله ثم مباح**" اس لئے کہ فتح القدیر سے علامہ شامی نے نقل کیا ہے، "**فالظاهر ان الاباحة بقيد نيل المسلم الزيادة**اھ **ردالمحتار** ۱۸۸/ج ۴/[2] پھر اس کی تائید میں شرح السیر الکبیر سے نقل کیا ہے "**قلت ويدل علىٰ ذٰلک مافی السير الكبير وشرحه حيث قال واذا دخل المسلم دارالحرب بامان فلابأس ان يأخذ منهم اموالهم بطيب انفسهم باى وجه**

[1] **درمختار على الشامي زكريا ص۴۲۲/ ج۷/ مطبع كراچی ص۱۸۶/ ج۵/ مطبوعه نعمانيه ديوبند ص۱۸۸/ ج۴/ باب الربا، زيلعی ص۹۷، ج۵، كتاب البيوع، باب الربا، مطبوعه امداديه ملتان، الدر المنتقى على مجمع الأنهر ص۱۲۷، ج۳، دار الكتب العلمية بيروت،**

[2] **شامی مطبع زكريا ،ص ۴۲۳/ج۷/ مطبوعه كراچی ،ص ۱۸۶/ج۵/مطبوعه نعمانيه، ص۱۸۸/ ج۴/ باب الربا، فتح القدير ص۳۸ج۷ باب الربا، دار الفكر بيروت، منحة الخالق ص۱۳۶ ج۶ باب الربا، مطبوعه الماجديه كوئٹه.**

کان لانه انمااخذ المباح علیٰ وجه عری عن العذر فیکون ذٰلک طیباً والاسیر والمستأمن سواء حتی لوباعهم درهمابدرهمین اوباعهم میتة بدراهم اواخذ مالاً منهم بطریق القمار فذٰلک کله طیب لهٗ الخ ملخصاً، فانظر کیف جعل موضوع المسئلة الاخذ من اموالهم برضاه فعلم ان المراد من الربوٰ والقمار فی کلامهم ماکان علیٰ هذه الوجه وان کان اللفظ عاماً لان الحکم یدور مع علته غالباً اھ

ردالمحتار،ص ۱۸۸/ ج۴/.[1]

اس تفصیل کے بعد حضرت شاہ صاحبؒ کی طرف نسبت کردہ فتویٰ میں جوعلت بیان کی گئی ہے اس پر کچھ کلام کرنے کی حاجت نہیں رہی، خود اس قول لاربوٰ الخ کی حیثیت اور المبسوط کی روایات کا جواب آگے آرہا ہے۔

(ہ) نصب الرایہ،ص۴۴/ج۴/[2] میں **"الحدیث الثامن قال علیه السلام لاربوٰ بین المسلم والحربی فی دارالحرب ،قلت غریب واسند البیهقی فی المعرفة فی کتاب السیر عن الشافعیؒ قا ل قال ابویوسفؒ انما قال ابوحنیفةؒ هذا لان بعض المشیخة حدثنا عن مکحول رحمه اللّٰه تعالٰی عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم انه لاربوٰبین اهل الحرب اظنه قال واهل الاسلام قال الشافعیؒ وهذالیس بثابت ولاحجة فیه انتهیٰ کلامه"۔**

یہ حدیث منقطع ہے ،مکحول ،صحابی نہیں، واسطہ غیرمعلوم ہے ،جس کا صحابی ہونا بھی متعین نہیں کہ انقطاع کوغیرمضرکہا جائے ،غریب" **لیس بثابت ،لاحجة فیه**"،کی بھی تصریح ہے، اصحاب صحاح نے اسکواپنی کتاب میں نہیں لیا، اگرمرفوع ،صریح ثابت ، بلاعلت قادحة

---

[1] شامی زکریا ،ص ۴۲۳/ج۷/ مطبوعه کراچی، ص۱۸۶/ج۵/ مطبوعه نعمانیه، ص۱۸۸/ج۴/باب الربا.

[2] نصب الرایه ،ج۴/ص ۴۴/(مطبوعه ڈابهیل سورت) کتاب البیوع باب الربا)

بھی روایت ملجائے، تب بھی نص قرآنی کے لئے وہ مقید یا مخصص نہیں بن سکتی، کماھو المذکور فی کتب الاصول. اس روایت کی بناء پر امام اعظمؒ نے فرمایا ہو یا کسی دوسری روایت پر ان کے قول کی بنا ہو اس قول کی تشریح میں شراح وفقہاء نے کلام کیا ہے، ایک تشریح یہ ہے کہ یہ لا ربوٰ ہی ہے، یعنی ربوٰ اس موقعہ پر بھی جائز نہیں۔ کذا فی العنایۃ[1]

شبہ ہوتا ہے تھا کہ حربی مباح الاموال ہے، اس لئے جس طرح بھی لیا جاسکے جائز ہونا چاہئے، اس کو قطع فرمایا کہ نص قطعی سے حرمت جیسا ثابت ہے تو اس کا ارتکاب جائز نہیں کہ تاویل کی حاجت ہو۔

دوسری تشریح یہ ہے کہ دارالاسلام سے دارالحرب میں امن لیکر جو مسلم داخل ہوں عقود فاسد ربویہ کے ذریعہ جو مال حاصل کر کے لے آئے، وہ اسی کی ملک ہے، اس کو مال غنیمت تصور کر کے اس میں سے خمس وصول کرنے کا حق بیت المال کو نہیں، بخلاف اس کے اگر ایک جماعت حملہ کے لئے جائے، اور وہ وہاں سے لائے اس جماعت کی حفاظت ومدد کی ذمہ داری امام المسلمین نے لی ہے، لہٰذا اس میں خمس لینے کا حق ہے، اس تشریح کی صورت میں دارالحرب سے دارالاسلام کی طرف منتقل ہونے پر ملک تام حاصل ہوگی۔

تیسری تشریح یہ ہے کہ مسلم مستأمن جو مال عقود فاسدہ ربویہ کے ذریعہ دارالحرب میں حربی سے حاصل کرتا ہے، اس پر ربوٰ کا اطلاق نہیں ہوتا، بلکہ جس طرح سے مال مباح حطب وحشیش وغیرہ پر استیلاء سے ملک حاصل ہو جاتی ہے، اسی طرح یہاں بھی ہے، فرق یہ ہے کہ یہاں قابض کی رضامندی ضروری ہے، وہ بصورت عقد حاصل ہے تو "موجب ملک" عقد نہیں، بلکہ موجب ملک استیلاء ہے اور عقد صرف تحصیل رضائے قابض کیلئے

---

[1] ویحتمل ان المراد بقوله لا ربا النهی عن الرباء الخ.عنایة علی فتح القدیر، ج۷/ص ۳۹/ باب الربا،مطبوعه دارالفکر بیروت.

ہے، " ان مال الحربی لیس بمعصوم بل ھومباح فی نفسه الاان المسلم المستامن منع عن تملکه من غیر رضاہ ولمافیه من الغدر والخیانة فاذا بدله باختیارہ ورضاہ فقد زال ھذا المعنی فکان الاخذاستیلاء علیٰ مال مباح غیر مملوک وانه مشروع مفید للملک کالاستیلاء علیٰ الحطب والحشیش وبه تبین ان العقد ھھنا لیس بتملک بل ھوتحصیل شرط التملک وھوالرضا لان ملک الحربی لایزول بدونه ومالم یزل ملکه لایقع الاخذ تملکاً لکنه اذا زال فالملک للمسلم یثبت بالاخذ والاستیلاء لابالعقد فلا یتحقق الربالان الربااسم لفضل یستفاد بالعقداھ (بدائع الصنائع ص ۱۹۲/ج۵)[۱]

"المبسوط"[۲] کی روایت "کل ربوٰ فی الجاھلیة فھو موضوع تحت قدمی" سے قبل کی ہیں، بعد میں تو یہ حکم نازل ہوا تھا، "یاایھاالذین اٰمنوااتقوا اللّٰه وذروا مابقی من الربوٰان کنتم مومنین فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللّٰه ورسوله الآیة "۔[۳]

یہ ربوٰ اہل حرب ہی کے ذمہ تھا جس کو وصول کرنے کی اجازت نہیں دی گئی، اس مضمون کی روایات بھی مبسوط، ص۵۷/ج۱۲[۴] میں مذکور ہیں۔

(و) ۱۸۵۷ء میں شاملی کا معرکہ پیش آیا، پھر ریشمی خط کی تحریک چلی، کراچی نینی جیل وغیرہ اسارت مالٹا کا واقعہ پیش ہوا، (۱) ہمارا شاندار ماضی، (۲) مسلمانوں کا روشن مستقبل

---

۱ بدائع الصنائع ،ص۱۹۲/ج۵/ مطبع کراچی پاکستان، ومبطع زکریا دیوبند، ص۴۱۶/ج۴/ کتاب البیوع باب الربا)فصل واما شرائط جریان الربا.

۲ وتاویل مارووامن الآثار أنه کان قبل نزول آیة الربا المبسوط للسرخسی، ص۱۲/ج۱۲/ (مطبوعه بیروت) کتاب البیوع)

۳ سورہ بقرہ آیت ۲۷۸-۲۷۹/.

۴ المبسوط للسرخسی ص۵۷ج۱۴ باب الصرف فی دار الحرب، مطبوعه دار الفکر بیروت.

(۳) سفرنامہ، اسیر مالٹا، (۴) نقش حیات وغیرہ میں تفصیلات مذکور ہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

منافعۂ قرض

سوال:۔ زید نے بکر کو مبلغ چار ہزار روپے تجارت کے لئے دیا اور کہا کہ اس روپے میں خواہ تم کو نفع ہو یا خسارہ ہو، بہرحال تم مجھے چالیس روپے ماہوار بطور نفع کے دیتے رہو باقی جتنا بھی نفع ہو وہ سب تمہارا اور میری رقم باقی رہے گی، نقصان جو ہو وہ سب تم کو برداشت کرنا پڑے گا، ایسی صورت میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے، کیا اس شرط کے ساتھ یہ معاملہ جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح معاملہ کرنا شرعاً جائز نہیں، یہ سود ہے، اور سود کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے، "احل اللّٰہ البیع وحرم الربو" الایۃ[1]) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سودی قرض سے تجارت کر کے منافع کمانا

سوال:۔ خالد جو بفضلہٖ تعالیٰ عالم دین ہے، اور خدمت دین (تدریس) کے سلسلہ

---

[1] سورۂ بقرہ آیت ۲۷۵/ (**ترجمہ**) اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا اورسود کو حرام کردیا۔(از بیان القرآن)، کل قرض جر نفعاً حرام، شامی زکریا ص۳۹۵ ج۷ باب المرابحۃ، مطلب کل قرض جر نفعاً فھو حرام، الاشباہ والنظائر ص۱۴۴ کتاب المداینات، الفن الثانی مطبوعہ اشاعۃ الاسلام دھلی، قواعد الفقہ ص۱۰۲ مطبوعہ دار الکتاب دیوبند.

میں ایک ایسے شہر میں رہتا ہے جہاں کی مسلم اکثریت تجارت پیشہ ہے، ان میں اکثریت سودی کاروبار میں ملوث ہے، حتی کہ بعض ایسے بھی سنے گئے ہیں کہ انہوں نے قرض ہی سے تجارت کی ابتداء کی اور بعض ایسے بھی ہیں کہ ابتداء تو حلال پیسوں سے کی لیکن سرمایہ میں کمی کے وقت سودی قرض لیتے ہیں ، اور بہت ہی کم صحیح طریقہ سے تجارت کررہے ہیں، ان جیسے (مذکورہ) اشخاص کے چندہ سے جمع کردہ رقم سے خالد کی تنخواہ دی جاتی ہے، کیا خالد کے لئے یہ بغیر کراہت درست ہے (جب کہ مقامی دوعالم بھی اس عظیم شہر میں نہیں) اور ایسے مذکورہ حضرات کی جانب سے کھانے وغیرہ کی چیزوں کو ہدیہ قبول کرنا اور ان کی دعوتوں میں خالد کو جانا کیا مباح ہے؟ عدم اباحت کی صورت میں ان ہدایات کے لینے کا انکار کردیا جائے، یا لیکر انہیں غریب مسلمانوں یا کافر کو دیدیا جائے، نیز خیانت کی صورت میں کیا انکار ہی کردیا جائے (اگرچہ مذکورہ ہرصورت یہاں کے عوام کے لئے ناپسند فطرۃً ہوگی) ان ہی میں سے بعض حضرات یعنی اس وقت سونے وغیرہ کے تاجر اور عظیم ترین مالدار ہیں، اس سے لے لے ، یہاں کے باخبر ذرائع سے معلوم ہوا کہ ان کی ابتدائی دولت (سونا) ان کے اوران کے متعلقین کے حیدرآباد (نظام حیدرآباد) سے لوٹ مار کے ذریعہ حاصل ہوئی، اور یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ کچھ بذریعہ شیاطین حاصل کی گئی، لیکن فی الحال ان کے والد وغیرہ کے انتقال کے بعد اب وہ سونے کی تجارت بظاہر جائز طریقہ سے کررہے ہیں، البتہ بینک کے سود (لون) سے نہیں بچتے ہونگے ، کیونکہ وہ گاہے (رمضان وغیرہ میں) نماز پڑھتے ہیں اور اپنی رقم بینک میں ضرور جمع کراتے ہونگے ، جس پر بینک سود دیتا ہے، دریافت طلب امر یہ کہ وہ صاحب ہر رمضان میں مساجد کے مصلیوں کی دعوت کرتے ہیں، کیا اس دعوت میں شریک ہوسکتے ہیں خالد مذکور بھی رمضان میں دعوت سے تقریباً ایک ڈیڑھ گھنٹے پہلے قرآن پاک پڑھنے کے لئے بلایا گیا، جب رمضان وغیرہ کے سلسلہ کے حفاظ وعلماء کو بلایا گیا اور افطار اور نماز مغرب کے بعد دیگر مصلیان ان کو بھی طعام کے لئے مدعو کیا گیا تھا، خالد مذکور نے دوسری مشغولی ظاہر

کر کے کھانے سے انکار کیا اس پر انہوں نے ایسے کچھ روپیہ اصراراً دیدیئے، جس کی خالد مذکور کو قطعی توقع نہ تھی، لیکن قرآن پڑھنے کے بعد دیئے، جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے، کیا خالد کے لئے وہ رقم درست ہے اور اگر نہیں تو اس کا مصرف بتایا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو روپیہ بطریق سود حاصل کیا گیا ہو اس کا استعمال کرنا خالد وغیرہ کسی کو بھی درست نہیں بلکہ جس سے وہ سود لیا گیا ہے اس کو واپس کیا جائے، یا بلانیت ثواب غرباء کو صدقہ کر دیا جائے، اگر کسی نے کچھ روپیہ سود پر قرض لیا تو وہ اس کی وجہ سے گنہگار ہوا لیکن اس پیسہ سے جو تجارت کی ہے وہ درست ہے اور جو کچھ اس کی آمدنی ہو شرعی قواعد میں رہ کر وہ بھی درست ہے، ایسی آمدنی سے خالد کو ہدیہ دیا جائے یا کسی اور کو وہ سب درست ہے جس نے جائز روپیہ سے تجارت شروع کی پھر کچھ سود قرض بھی لیا تو وہ سودی قرض کی وجہ سے گنہگار رہوا، مگر اس کی وجہ سے نہ وہ تجارت ناجائز ہوگی نہ اس کی آمدنی ناجائز ہوگی، جس نے اپنی جائز تجارت میں بطریقہ سود آیا ہوا روپیہ یعنی سرکاری بینک میں داخل کردہ روپیہ پر جو سود ملا تھا اس کو بھی اپنی تجارت میں شامل کر لیا اس نے برا کیا، تاہم اس کی وجہ وہ سب تجارت اور اس کی آمدنی ناجائز نہیں ہوگی، البتہ جتنی مقدار سود کی اس میں شامل کر لی ہے اتنی مقدار یا تو ٹیکس میں سرکار کو دیدے یا پھر بلانیت ثواب غرباء پر صدقہ کریں[1] محض قرآن کی تلاوت پر کھانے یا نقد

---

[1] من ملک اموالاً غیر طیبة او غصب اموالاً وخلطها ملکها بالخلط ویصیر ضامناً (الی قوله) ان علمت اصحابه اوورثتهم وجب رده علیهم والا وجب التصدق (شامی کراچی، ج۲/ص۲۹۱/ کتاب الزکوٰة، مطلب فی التصدق من المال الحرام) بذل المجهود ص۳۷ ج۱ کتاب الطهارة فصل فی فرض الوضوء مطبوعه یحیوی سهارنپور، مجمع الأنهر ص۲۸۵ ج۱ کتاب الزکاة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، رجل اکتسب مالاً من حرام ثم اشتری فهذا علی خمسة اوجه اما ان دفع تلک الدراهم الی البائع (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کی شکل میں ہدیہ دینا اور لینا درست نہیں، یہ صورت اجرت ہے اس سے خالد کو بھی پرہیز کرنا چاہئے، اور ہدیہ دینے والے کو بھی پرہیز کرنا چاہئے، اور دوسرے لوگوں کو بھی، علامہ شامی نے ردالمحتار[۱] اور شفاء العلیل[۲] میں طویل بحث کی ہے اور متعدد کتب کی عبارات نقل کی ہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۱۰/۱۳۹۹ھ

قرض پر منافع سود ہے

سوال:۔ زید نے بکر سے ایک ہزار روپیہ لیا اور کہا کہ میں چالیس روپیہ ماہوار منافع سمجھ کر دیتا رہوں گا، جب تک کہ اصل رقم نہ ادا کردوں، زید حسب وعدہ چالیس روپیہ ماہوار منافع کا دیتا رہا، ایک سال گزرنے کے بعد سوئے اتفاق سے زید کا کاروبار میں ہزاروں

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) اولا ثم اشترى منه بها او اشترى قبل الدفع بها ودفعها او اشترى مطلقاً ودفع تلك الدراهم او اشترى بدراهم اخرودفع تلك الدراهم قال الكرخى فى ا لوجه الاول والثانى لايطيب وفى الثلاث الاخيرة يطيب وقال ابوبكر لايطيب فى الكل لكن الفتوىٰ الآن علىٰ قول الكرخى شامى زكريا، ج۷/ص۴۹۰/ كتاب البيوع ، باب المتفرقات، مطلب اذا اكتسب حراماً ثم اشترى الخ، مجمع الأنهر ص۸۳-۸۲ ج۴ كتاب الغصب، دار الكتب العلمية بيروت، بحر كوئٹه ص۱۱۴ ج۸ كتاب الغصب.

(**صفحہ ہذا**) [۱] قال تاج الشريعة ،ان القرآن بالاجرة لايستحق الثواب لاللميت والاللقارى وقال العينى فى شرح الهداية،يمنع القارى للدنيا، والآخذ والمعطى آثمان فالحاصل ان ماشاع فى زماننا من قراء ة الاجزاء بالاجرة لايجوز، شامى كراچى ص۶/۵۶، كتاب الاجارة، مطلب فى الاستيجار على الطاعات)

[۲] ولايصح الاستيجار على القراء ة واهدائهاالى الميت لانه لم ينقل عن احد من الائمة الاذن فى ذٰلك وقد قال العلماء ان القارى اذا قراء لاجل المال فلا ثواب لهٗ فاى شئى يهديه الى الميت، شفاء العليل فى رسائل ابن عابدين ج۱/ص۱۷۵/ ثاقب بكڈپو ديوبند.

روپیہ کا گھاٹا ہوگیا، ذاتی رقم اور بکر کا ایک ہزار روپیہ سب خسارے میں چلا گیا، اسی پر بس نہیں بلکہ ہزاروں کا مقروض بھی ہوگیا، پھر بھی زید کسی نہ کسی طرح وعدے کے مطابق بکر کو چالیس روپیہ ماہوار دیتا رہا، اور کبھی کبھی یکمشت سودوسو روپیہ بھی دیئے:۔

(۱) اس قسم کا معاہدہ کرنا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟

(۲) منافع سمجھ کر زید جو دے رہا ہے، اس کا دینا اور بکر کا لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) زید نے معاہدہ کرتے وقت صراحتاً کہا تھا کہ تم کو میں بطور منافع کے چالیس روپیہ ماہوار دونگا، اور منافع ہی سمجھ کر دیتا رہا، کیا اس کے باوجود بھی سود ہوگا۔

(۴) زید نے بطور منافع کے جو رقم بکر کو دی ہے، کیا قسط وار اصل رقم ایک ہزار کی ادائیگی قرار دی جاسکتی ہے۔

(۵) اس نقصان کے باوجود کیا منافع کا چالیس روپیہ ماہوار دینا اب بھی لازم ہے اور کیا اصل رقم بھی دینا ضروری ہے، اگر ضروری ہے تو موجودہ حالات میں مزید کس طرح وہ رقم ادا کرے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

۱/۲/۳/ قرض پر اس طرح رقم دینے کا معاہدہ کرنا اور رقم دینا جائز نہیں، یہ یقیناً سود ہے، اس کا نام منافع رکھنے سے بھی یہ سود ہی ہے، کتب فقہ میں ہے " **کل قرضٍ جر نفعاً حرام** "، درمختار[1] یعنی جس قرض سے نفع ملے وہ حرام ہے۔

(۴) اس کو اصل قرض کی ادائیگی میں محسوب کرلیا جائے، تو سود سے چھٹکارہ ہوجائے گا۔

---

[1] شامی کراچی ،ص ۱۶۶/ج۵/ مطبوعہ زکریا دیوبند ۳۹۵/ج۷/ مطبوعہ نعمانیہ دیوبند ۱۷۴/ج۴/ باب المرابحۃ،مطلب کل قرض جرنفعاً فھوحرام، الاشباہ والنظائر ص۱۴۴ الفن الثانی کتاب المداینات، مطبوعہ اشاعۃ الاسلام دھلی، قواعد الفقۃ ص۱۰۲ مطبوعہ دار الکتاب دیوبند.

(۵) اصل قرض کی واپسی لازم ہے، جتنی رقم منافع کے نام پر دی جاچکی ہے، اس رقم کو ادا تصور کیا جائے، بقیہ رقم یکمشت یا قسطوار ادا کی جائے، یا معاف کرالی جائے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱۲/۸۰ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۶/۱۲/۸۰ھ

غلہ قرض دیکر زیادہ وصول کرنا

سوال:۔ اکثر کاشت کے وقت بیج دیتے ہیں، اور ایک من کے بجائے، سوا من کھیت کاٹنے کے بعد لیتے ہیں، یہ سود ہے یا کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ سود ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مقروض ہندو سے دودھ لینا

سوال:۔ ہندوؤں سے دودھ خریدنا جائز ہے یا نہیں، جب ہندو مقروض ہو اور زیادہ بھی دیتا ہے، اور روپیہ بھی وصول ہو جائے؟

---

[1] کل قرض جرنفعاً فهوحرام قا ل الشامی ای اذاکان مشروطاً الدرالمختارمع الشامی ص۲۹۵/ ج۷/ مطبوعه زکریا، مطبوعه کراچی ص۱۶۶/ ج۵/ مطبوعه نعمانیه دیوبند، ص۱۷۴/ ج۴/ کتاب البیوع، باب المرابحة الخ، فصل فی القرض، الاشباه والنظائر ص۱۴۴، الفن الثانی کتاب المداینات، اشاعة الاسلام دهلی، قواعد الفقه ص۱۰۲ دارالکتاب دیوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً

یہاں دو چیزیں ہیں ایک بائع کا ہندو ہونا دوسرے بائع کا مقروض ہونا، اوراس وجہ سے اس کا زیادہ دینا، پہلی چیز کے متعلق یہ ہے کہ جب تک اس کی ناپاکی کا علم نہ ہوتو اس کا خریدنا جائز ہے، اورناپاکی معلوم ہونے کے بعد ناجائز [۱]

دوسری چیز کے متعلق یہ ہے کہ یہ زیادتی سود کے حکم میں ہے، جن حضرات کے نزدیک ہندوستان دارالحرب ہے ان کے نزدیک کفار سے سود لینا درست ہے [۲] اور جن کے نزدیک ہندوستان دارالحرب نہیں ان کے نزدیک یہاں سود لینا درست نہیں، دونوں طرف گنجائش ہے، اختلاف کی وجہ سے نہ لینا احوط ہے [۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۱۱/۵۳ھ

الجواب صحیح عبداللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۶/ ذی الحجہ ۵۳ھ

مسلم فنڈ سے متعلق تحقیق

سوال:۔ حضرت اقدس قدس سرہٗ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آج کل جا بجا مسلم فنڈ

---

[۱] کما یستفاد من هذه العبارة هذا اذ لم یعلم بنجاسة الاوانی فاما اذا علم فانه لایجوز ان یشرب ویأکل منها الخ، عالمگیری ص۳۴۵/۵، کتاب الکراهیة، الباب الرابع عشرفی اهل الذمة الخ، عالمگیری کوئٹه ص۲۵/۱، کتاب الطهارة، الفصل الثانی فیمالایجوز به التوضو، شامی زکریا، ص ۳۵۹/ج ۱/ باب المیاه، مطلب فی احکام الدباغة)

[۲] ولاربابین حربی ومسلم الخ الدرالمختار مع الشامی، ص۴۲۲/ج۷/ مطبوعه زکریا، مطبوعه کراچی ،ص۱۸۶/ج۵/ باب الربا ،کتاب البیوع، زیلعی ص۹۷ ج۵ باب الربا، مطبوعه امدادیه ملتان، مجمع الأنهر ص۱۲۷ ج۳، دار الکتب العلمیة بیروت.

[۳] ولوسلمنا جواز الربا بین المسلم والحربی فی الهند فلا ریب أن جانب الاحتیاط والتوقی عنه اولیٰ واحریٰ، اعلاء السنن ص۳۶۸ج۱۴ ابواب الربوٰ، تحقیق کون الهند دار الحرب، مطبوعه کراچی.

کا قیام ہوتا جارہا ہے، جمعیۃ العلماء کے پروگراموں میں اس کو بھی شامل کیا گیا ہے، دیوبند مسلم فنڈ کا قیام حضرت مولانا اسعد صاحب کی سرپرستی میں، اور لکھنؤ، رائے بریلی میں حضرت مولانا علی میاں صاحب کی سرپرستی میں ہے، اور جابجا اسی طرح ہوتا جارہا ہے، دیوبند مسلم فنڈ کے کسی پروگرام کے موقع پر آپ کے اردگرد مدرسہ کے بہت سے مدرسین وعلماء جمع ہوگئے تھے، اس وقت آنجناب نے یہ فرمایا تھا کہ ایک فتویٰ میں نے لکھا ہے، اس کو دیکھ لو؟ پھر سوال کرو، میں جواب دونگا، اس وقت سارے لوگوں کے سوال کا جواب دینا مشکل ہے، حضرت مولانا مفتی عزیزالرحمٰن صاحب بجنوری باربار آپ کے پاس جاکر سوال کئے جس کو انہوں نے آکر بتلایا اور اخیر میں کہا کہ اب مجھ کو اطمینان ہوگیا۔

یہاں بھی مسلم فنڈ قائم ہے، آپ حضرات کے اس پروگرام کی ہمت افزائی کی وجہ سے ہم لوگوں کو شرح صدر رہا کہ جائز ہے، لیکن اسی دوران کچھ لوگوں نے بہار امارت شرعیہ اور دارالعلوم دیوبند مفتی احمد علی سعید صاحب سے فتاویٰ منگائے، جس میں ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا گیا، اور حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب قدس سرہٗ کا لکھا ہوا فتویٰ جس پر حضرت والا کے دستخط ہیں، اس میں جائز کہا گیا ہے، تینوں فتاویٰ منسلک ہیں، مسلمانوں کے اس ملی کام کے لئے دفتر کا قیام، ملازمین کی تنخواہ اور دیگر مصارف ضروری ہیں، اگر فارم یا معاہدہ نامہ کی قیمت دفتری ضرورت کے موافق نہ رکھی جائے، بلکہ کم رکھی جائے، تو کام چلنا مشکل ہے، اس لئے اس کا لحاظ رکھتے ہوئے، فتویٰ صادر فرمایا جائے، سوالات مندرجہ ذیل ہیں:۔

(۱) قرض کے فارم، معاہدہ نامہ کی قیمت، ملازمین کی تنخواہ اور دیگر دفتری مصارف کے لحاظ سے رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) قرض کی مدت ختم ہونے پر فارم قرض، معاہدہ نامہ کی تجدید اور اسی کی ازسر نو قیمت لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) قرض کی میعاد ختم ہونے پر ایک دو نوٹس کے بعد راہن کی مرضی ہو یا نہ ہو بقدر قرض شئی مرہون کی فروختگی جائز ہے یا نہیں؟

ضروری بات یہ ہے کہ معاہدہ نامہ میں اس کی صراحت ہوتی ہے، کہ میعاد پر قرض نہ ادا کرنے کی صورت میں زیور فروخت کر دیا جائیگا۔

(۴) فارم، قرض ومعاہدہ نامہ کی قیمت قرض دیتے وقت وضع کر لی جائے، یا وہ اپنے پاس سے ادا کرے۔

(۵) فارم ومعاہدہ نامہ کی قیمت سے حاصل شدہ رقم جو دفتری خرچ اور ضروریات مصارف سے بچ جائے، اس کا مصرف کیا ہے، صرف فقراء پر اس کا صدقہ ضروری ہے یا مسلمانوں کے دیگر ملی کاموں میں صرف کیا جا سکتا ہے؟

(۶) قرض حاصل کرنے والے کی جو رقم مسلم فنڈ میں کسی دوسری قسط امانت وغیرہ میں جمع ہے اگر مستقرض یہ چاہتا ہے کہ میرا قرض اس مد سے وضع کر لیا جائے، اور میری مرہونہ شئی مجھے واپس کر دی جائے، فروخت نہ کی جائے، تو ایسی صورت میں شئی مرہونہ کی فروختگی جمع شدہ رقم سے وضع کئے بغیر جائز ہے کہ نہیں؟

(۷) شئی مرہونہ پر قرض کی میعاد گذرنے کے بعد کرایہ کے طور پر مزید کوئی رقم قرض گیرندہ سے وصول کرنا کیسا ہے؟ شئی مرہونہ کی حفاظت کا خرچہ کس کے ذمہ ہے، مسلم فنڈ پر یا مستقرض پر؟

(۸) مسلم فنڈ چلانے والے سودی لین دین سے مسلمانوں کو بچانے کی نیت رکھیں یا اس سے حاصل شدہ آمدنی سے مسلمانوں کے رفاہی کاموں کو زیادہ سے زیادہ فروغ دینے کی نیت رکھیں دونوں نیتوں میں سے کس کو اصل بنائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس طرح ربا کی حرمت منصوص ہے، بیع مطلق کی حلت بھی منصوص ہے "اَحَلَ اللّٰہُ

الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا[1] الایۃ) معاملہ سود کرنے کے سلسلہ میں متعدد اشخاص پر لعنت آئی ہے، جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے:۔

"قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکل الربوٰ وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء رواہ مسلم" یہ روایت بحوالہ مسلم[2] مشکوٰۃ شریف، ص۲۴۴ر میں موجود ہے۔

دوسری روایت میں سود کے ایک درہم کو چھتیس مرتبہ زنا کرنے سے بدتر فرمایا ہے،[3] ایک روایت میں اپنی ماں سے بدفعلی کرنے کے برابر بتایا گیا ہے،[4] اس لئے مسلمانوں کو سودی کاروبار، لین دین کرنے کے پاس بھی نہیں جانا چاہئے، سود حاصل کرنے کی نیت سے حیلہ اختیار کرنا بھی ممنوع ہے، لیکن سود سے بچنے کی نیت سے جائز تدبیر اختیار کرنا بھی درست ہے،[5] جو شخص صرف خوف خدا کے پیش نظر حرام سے بچنا چاہتا ہو اللہ تعالیٰ اسکے لئے مخرج

۱؎ سورۂ بقرہ پارہ۳ر آیت ۲۷۵ر

۲؎ مشکوٰۃ شریف ص ۲۴۴ باب الربا، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، **ترجمہ**:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے سود کھانیوالے پر اور اسکے کھلانے والے پر اور اسکے لکھنے والے پر اور اسکے گواہوں پر اور آپؐ نے فرمایا کہ وہ سب گناہ میں برابر کے شریک ہیں (ومسلم شریف ص۲۷/۲، باب الربا، مطبوعہ سعد دیوبند)

۳؎ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درھم ربوٰ یأکلہ الرجل وھویعلم اشد من ستۃ وثلثین زنیۃ الحدیث مشکوٰۃ شریف، ص ۲۴۶ر باب الربا.

ترجمہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سود کا ایک درہم جس کو انسان جان کر کھائے چھتیس مرتبہ زنا کرنے سے زیادہ سخت ہے۔

۴؎ عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، الربا سبعون جزأً أیسرھا أن ینکح الرجل امہ، مشکوٰۃ شریف ص۲۴۶ باب الربا، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند.

۵؎ ان کل حیلۃ یحتال بھا الرجل لابطال حق الغیر اولاد خال شبھۃ فیہ اولتمویہ باطل فھی مکروھۃ وکل حیلۃ یحتال بھا الرجل لیتخلص بھا عن حرام اولیتوصل بھا الی حلال فھی حسنۃ. عالمگیری ص۳۹۰ر ج۶ر کوئٹہ پاکستان، کتاب الحیل، مبسوط للسرخسی ص۲۱۰ ج۳۰ کتاب الحیل، مطبوعہ دار الفکر بیروت، المحیط البرھانی ص۶۷، ج۲۱، کتاب الحیل، الفصل الاول، مطبوعہ ڈابھیل.

بنادیتے ہیں، ''ومن یتق اللّٰہ یجعل لہٗ مخرجاً ''[۱]

عقود مالیہ میں احدالعاقدین کو کچھ زیادتی حاصل ہوجائے، اگرچہ مثلیات ہی میں ہواس میں بھی دوصورتیں ہیں کبھی وہ زیادتی حرام ہوتی ہے، اور کبھی حلال۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اعلیٰ قسم کی کھجوریں لائی گئیں، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کیا وہاں کی سب کھجوریں ایسی ہی ہوتی ہیں، عرض کیا گیا نہیں، دوصاع یہ معمولی کھجوریں دیکر ایک صاع اعلیٰ کھجوریں لیجاتی ہیں، ارشاد فرمایا ارے یہ تو سود ہے[۲]

حدیث مشہور میں چھ چیزوں کو فرمایا گیا'' مثلاً بمثل یداً بید والفضل ربوٰ،''[۳] ان میں کھجوریں بھی ہیں، پھر اس کی ترکیب بیان فرمائی کہ اعلیٰ کھجور روپے کے عوض میں خرید لو، مثلاً ایک روپیہ کی ایک صاع اور پھر بائع اس روپے کے عوض تم سے دوصاع معمولی کھجور

---

[۱] سورہ طلاق پارہ ۲۸/ آیت ۲/

[۲] عن ابی هريرة رضی الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم استعمل رجلاً علی خيبر فجاء بتمر جنيب فقال له رسول الله صلّى الله عليه وسلم أكل تمرخيبر هكذا قال لاوالله يارسول الله صلى الله عليه وسلم انأ لنأخذ الصاع من هذا بالصاعين والصاعين بالثلٰث فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم فلا تفعل بع الجمع بالداراهم ثم ابتع بالدراهم جنيباً.(مسلم شريف، ص۲۶/ج۲/كتاب المساقاة والمزارعة،باب الربا، مطبوعه سعد ديوبند، بخاری شريف، ص۲۹۳/ج۱/ كتاب البيوع باب اذا ارادابيع تمربتمر خيرمنه، مطبوعه اشرفی ديوبند.

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو خیبر کا عامل بنایا، وہ کچھ عمدہ چھوارے آپؐ کے پاس لایا تو رسول خدا ﷺ نے ان سے پوچھا کہ کیا خیبر کے سب چھوہارے ایسے ہی ہوتے ہیں، اس نے عرض کیا کہ نہیں، واللہ اے رسول خدا ﷺ ہم ان چھوہاروں کا ایک صاع دوسرے چھوہاروں کے دوصاع کے عوض ہیں، اور پھر ان چھوہاروں کے دوصاع دوسرے چھوہاروں کے تین صاع کے عوض ہیں، خریدتے ہیں ،تو رسول خدا ﷺ نے فرمایا اس طرح نہ کیا کرو، تم ان چھواروں کو درہم کے عوض فروخت کرو۔

[۳] مسلم شريف، ص۲۵/ج۲/(باب الربا)، مطبوعه سعد ديوبند.

لے لے، حال تو یہی رہا کہ ادھر ایک صاع ادھر دو صاع جس کی ممانعت ہے، لیکن ایک صاع دو صاع کا براہ راست معاملہ نہیں کیا گیا، بلکہ دونوں طرف کھجوریں روپے سے خریدی گئیں۔

حضرت امام بخاریؒ نے ''کتاب الحیل'' میں قال بعض الناس فرما کر متعدد اعتراضات کئے ہیں، انہوں نے صرف مال کو دیکھا لیکن یہ غور نہیں فرمایا کہ درمیان میں کوئی حائل بھی ہے، بیع کی قیمت عاقدین کی رضامندی پر ہے، جو کچھ طے ہو جائے، ایک چادر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غالباً ستائیس اونٹوں میں خرید تھی[1]۔

اگر کوئی فرد یا جماعت سود سے بچنے کی نیت کرے اور اس کا اظہار بھی کردے تو اس کے اظہار رائے کے خلاف رائے قائم کرنے کا کسی کو کیا حق ہے، ''هلا شققت قلبه''[2]

حدیث پاک میں ہے ''لکل امرئ مانوی''[3]، فقہ میں ہے ''الامور بمقاصدها''[4]، اس لئے سود حاصل کرنے کیلئے کوئی حیلہ اور تدبیر اختیار کرنا ممنوع ہے، اور سود سے بچنے کے لئے تدبیر اختیار کرنا درست ہے، نماز جیسی عبادت، بلکہ ام العبادات بھی نیت صحیح نہ ہونے کی وجہ سے منہ پر پھینک کر ماردی جاتی ہے، اور اسکا ثمرہ ویل ملتا ہے، ''فویل للمصلین الایة''[5] ہجرت بھی قابل قبول نہیں ہوتی، جو شخص سود سے بچنا چاہتا ہے، وہ ماجور ہے جب دو معاملے ہوں ایک قرض کا جس کا تعلق روپے و رہن سے ہے، دوسرا بیع کا جس کا تعلق کاغذ

---

[1] ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اشترى حلةً ببضعة وعشرين قلوصاً الحديث. ابوداؤدشريف، ص ۵۵۹/ج ۲/ (كتاب اللباس) مطبوعه سعد ديوبند.

[2] مسلم شريف ص۶۸/۱، باب تحريم قتل الكافر بعد قوله لااله الا الله، كتاب الايمان، مطبوعه سعد ديوبند، ابن ماجه شريف ص ۱۸۱، ابواب الفتن، مطبوعه رشيديه ديوبند،

[3] مشكوٰة شريف ،۱۱/(عن عمربن الخطاب)كتاب الايمان، مطبوعه ياسر نديم دوبند، بخارى شريف ص ۲ ج ۱ باب كيف كان بدؤا الوحى الخ مطبوعه اشرفى ديوبند.

[4] الاشباه والنظائر، ص۵۳/القاعدة الثانية، مطبوعه دار العلوم ديوبند، قواعد الفقه ص ۶۲ رقم القاعدة ۱۵، مطبوعه دار الكتاب ديوبند، سهارنپور.

[5] سورۂ ماعون پاره۳۰/آيت ۴/.)

وفارم سے ہے، اور دونوں شرعاً درست ہوں تو مجموعہ کو بھی درست کہنے کی گنجائش ہے، جیسا کہ حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانوی صاحب قدس سرہٗ نے حوادث[۱] الفتاویٰ میں حصہ ثانیہ ص ۵۵/ پر ایک اشکال کے جواب میں ارشاد فرمایا ہے:۔

الجواب، منی آرڈر، مرکب ہے، دو معاملہ سے ایک قرض جو اصل رقم سے متعلق ہے، دوسرا اجارہ جو فارم پر لکھنے اور روانہ کرنے پر بنام فیس کے لیجاتی ہے، اور دونوں معاملے جائز ہیں، پس دونوں کا مجموعہ بھی جائز ہے، اور چونکہ اس میں ابتلائے عام ہے، اس لئے یہ تاویل کر کے جواز کا فتویٰ مناسب ہے۔

اگر "صفقة فی صفقة" کا اشکال ہو تو منی آرڈر میں بھی ہے، پس فنڈ سے روپیہ لینے میں دو معاملے ہیں، ایک رہن بالقرض یا قرض بالرہن اس کا تعلق روپے سے ہے، اور شئی مرہون زیور وغیرہ سے ہے، دوسرا معاملہ بیع ہے، اس کا تعلق کاغذ فارم، معاہدہ نامہ دونوں معاملے الگ الگ درست ہیں پس مجموعہ بھی درست ہے۔

رہی یہ بات کہ فارم کی قیمت زیادہ ہے، سو بعض کی اپنی اصلی مالیت کے اعتبار سے گو کم قیمت ہو مگر کسی صفت خاصہ کی وجہ سے اس کی قیمت بڑھ جاتی ہے، سرکاری اسٹامپ مختلف قیمتوں کے ہوتے ہیں، خود اتنی مالیت کے نہیں مگر ان کے ذریعہ عدالتی کاروائی کی جاتی ہے، اسلئے ان کی قیمت زیادہ ہے، ایسے ہی یہ فارم چاہے کتنا ہی کم قیمت سہی مگر اس کے ذریعہ قرض ورہن کا معاملہ سہل وآسان ہو جاتا ہے، اسلئے اگر زیادہ قیمت ہو تو کوئی اشکال نہیں۔

حضرت تھانویؒ نے منی آرڈر کے جواز کی دوسری وجہ ابتلاء عام بھی بیان فرمائی ہے، مگر اول تو وہ پہلی علت کی وجہ سے جائز فرما چکے ہیں، یعنی دو معاملے الگ الگ، دوسرے یہ کہ ابتلاء عام حرام کو حلال کرنے میں مؤثر نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ یہ ابتلاء عام درجۂ علت میں نہیں، بلکہ موقعۂ مصلحت میں ہے، اصل علت وہی ہے کہ دو معاملے الگ الگ ہیں:

---

[۱] امدادالفتاویٰ، ص ۱۴۶/ ج ۳/ (مطبوعہ ادارۂ تالیفات اولیاء دیوبند)

E:\F.M.Fainal\Jild-24\14-Masaile Sood

اب نمبروار آپ کے سوالات کے جوابات درج ہیں:۔

(۱) فارم کی قیمت متعین کر لینا درست ہے، خاص کر جب کہ سود سے بچنے کیلئے دفتری طور پر یہ کام کیا جائے، کہ کسی کو نفع اندوزی مقصود نہیں، فتح القدیر[1] میں جزئیہ موجود ہے کہ ایک کاغذ کا پرزہ بڑی قیمت (ایک ہزار) پر فروخت کرنا درست ہے، یہاں تو یہ کاغذ صرف پرزہ بھی نہیں، بلکہ ایک درجہ میں میں چیک کی حیثیت رکھتا ہے، چیک کی بیع کے متعلق ردالمحتار شرح درالمختار[2] میں بحث موجود ہے۔

(۲) قرض کی مدت ختم ہونے پر معاملہ ختم کر دیا جائے، مستقرض سے کہا جائے کہ اپنا رہن واپس لیلو[3] قرض ادا کر دو اگر اس کے پاس ادا کرنے کے لئے نہ ہوں تو وہ کہیں سے قرض لیکر دیدے، پھر فنڈ سے مستقل معاملہ کر لے، لیکن پہلا معاملہ ختم کئے بغیر فارم تو وہی رہے، فارم قرض کی قیمت از سرے نو لیجائے یہ درست نہیں۔

(۳) جب معاہدہ نامہ میں اس کی صراحت ہے کہ میعاد پر قرض نہ ادا کرنے کی صورت میں زیور فروخت کر دیا جائے گا، تو یہ راہن کی طرف سے توکیل ہے[4] وکیل کو فروخت

---

[1] لوباع كاغذة بالف جاز الخ فتح القدير، ج۷/ص ۲۱۲/ كتاب الكفالة، مطبوعه دارالفكر بيروت.

[2] ردالمحتار، ص ۳۳/ ج۷/ مطبوعه زكريا ديوبند مطبوع كراچی ،ص ۵۱۷/ ج۴/ كتاب البيوع) (مطلب فی بيع الجامكية)

[3] وللمرتهن ان يطالب الراهن بدينه هدايه،ص ۵۲۰/ج۴/ مطبوعه تهانوی ديوبند) كتاب الرهن، مجمع الأنهر ص۲۷۳ ج۴ كتاب الرهن مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، بحر ص۲۳۷ ج۸ كتاب الرهن، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[4] اذاوكل الراهن المرتهن بيع الرهن فالوكالة جائز .هدايه ،ص ۵۳۸/ ج۴/ (مطبوعه تهانوی ديوبند) كتاب الرهن، باب الرهن يوضع علی يد العادل، البحر الرائق ص۲۵٦ ج۸ كتاب الرهن باب الرهن، يوضع علی يد عدل مطبوعه، كوئٹه، مجمع الأنهر ص ۲۸۹ ج۴ دار الكتب العلمية بيروت.

کرنے کا اختیار ہے، پھر بقدر قرض رکھ کر زائد راہن کو واپس کردے[۱]

(۴) فارم قرض معاہدہ نامہ قیمت دے کر مستقل خریدا جائے، تاکہ وہ معاملہ مستقل رہے۔

(۵) فارم ومعاہدہ نامہ کی قیمت سے حاصل شدہ رقم جو دفتری خرچ وضروری مصارف سے بچ جائے، اس کو فنڈ کی توسیع میں خرچ کیا جا سکتا ہے[۲] اور بہتر تو یہ ہے کہ جیسے جیسے رقم زائد بچتی جائے، فارم ومعاہدہ نامہ کی قیمت میں تخفیف کردی جائے۔

(۶) جب کہ راہن کی کوئی رقم کسی دوسری مد میں فنڈ میں جمع ہے اور وہ کہتا ہے کہ مقدار قرض اس رقم سے وصول کرلیں، اور میرا زیور واپس کردیں، تو پھر شئی مرہونہ کو فروخت کرنے کی اجازت نہیں، کیونکہ مؤکل نے وکیل کو بیع مرہون سے معزول کردیا،[۳] اب اس کو بیع کرنے کا حق نہیں۔

(۷) شئی مرہونہ واپس کرتے وقت قرض گیرندہ سے کوئی مزید رقم بنام کرایہ حفاظت وصول کرنے کا حق نہیں[۴]

---

[۱] وان كان قيمة الرهن اكثر فالفضل امانة هدايه ص ۵۱۹/ج۴/مطبوعه تهانوى ديوبند، كتاب الرهن، بحر كوئٹه ص۲۳۳ ج۸ كتاب الرهن، مطبوعه الماجديه كوئٹه، مجمع الأنهر ص ۲۷۲/۴، دار الكتب العلمية بيروت،

[۲] فان انتهت عمارته وفضل من الغلة شئى يبدأ بما هواقرب .شامى زكريا،ص ۵۲۰/ج۶/ كتاب الوقف (مطلب يبدأ بعد العمارة بماهواقرب)

[۳] وللمؤكل ان يعزل الوكيل الخ هدايه ،ص ۱۹۹/ج۳/ مطبوعه تهانوى ديوبند.(كتاب الوكالة، باب عزل الوكيل، مجمع الأنهر ص۳۳۸ ج۴، كتاب الوكالة، باب عزل الوكيل، دار الكتب العلمية بيروت، بحر ص۱۸۷ ج۷ باب عزل الوكيل، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[۴] لوشرط الراهن للمرتهن اجرة على حفظ الرهن لايستحق شيأ شامى زكريا، ص۹۴/ج۱۰، وشامى كراچى ص۴۸۷/ ج۶/ كتاب الرهن، سكب الأنهر ص۲۷۶ ج۴ كتاب الرهن، دار الكتب العلمية بيروت، بحر كوئٹه ص ۲۳۹ ج۸ مطبوعه الماجديه كوئٹه.

(۸) مسلم فنڈ چلانے والے مسلمانوں کوسودی لین دین سے بچانے کی نیت رکھیں، مسلمانوں کے رفاہی کاموں کوزیادہ سے زیادہ فروغ دینے کی نیت ہرگز نہ رکھیں، بلکہ اگرفنڈ اس حیثیت میں ہوجائے کہ اس کوقرض کے فارم ومعاہدے نامہ کی قیمت کی ضرورت نہ رہے تو فارم ومعاہدہ نامے بلا قیمت ہی دیا کریں۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

معین مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہانپور ۲/۹/۸ ۱۴۰ھ

جواب مذکور پر اشکال

سوال: ۔حضرت اقدس قدس سرہٗ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ استفتاء کا جواب مل گیا ،لیکن طالب علمانہ دوخلجان ہیں، پہلا یہ کہ مسلم فنڈ قرض اسی وقت دیتاہے، جب فارم خرید کرلایا جاوے، یہ بات لوگوں کو اچھی طرح معلوم ہے اسی پرتعامل ہے ، یہ قرض بشرط بیع معلوم ہوتاہے، اور ’’لایحل سلف وبیع ‘‘کی ممانعت کےتحت داخل معلوم ہوتاہے، دوسرا خلجان یہ ہے کہ دومعاملے جب الگ الگ درست ہوں تو مجموعہ بھی درست ہو، یہ قاعدہ سمجھ میں نہیں آیا، کیونکہ بیع اوراعتاق یا بیع اوراجارہ یا بیع اوراعارہ وغیرہ دونوں الگ الگ صحیح ہوں، اوران سب کوبیع کیلئے شرط بنادیا جاوے، اورمجموعہ صحیح ہوجائے، ایسا نہیں ہے کیونکہ ان صورتوں میں مقتضائے عقد کے خلاف شرط لگنے کی وجہ سے بیع فاسد ہوجاتی ہے، اس لئے قرض الگ صحیح ہو اورفارم کی بیع الگ صحیح ہو، اوربیع قرض کے لئے شرط بن رہی ہو، پھربھی مجموعہ صحیح ہو محل اشکال ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً

بیع کا معاملہ ایک شخص سے ہے کہ اس سے فارم خریدیں، پھراس کوکوئی مطلب نہیں

کہ خریدار اس کو استعمال کرتا ہے، یا نہیں یہ بلا شرط ہے، درست ہے اگر چہ بائع وکیل ہو، مقرض کا مگر حقوق عقد بیع (خیار او بالعیب تسلیم بیع قبض ثمن وغیرہم) وکیل کی طرف راجع ہوتے ہیں، جب اصیل عاقد نہ ہو بلکہ وکیل عاقد ہو حتی کہ اگر ملک مسلم میں کسی طرح کوئی ممنوع العقد چیز، خمر، خنزیر، مثلاً آ جائے، وہ خود اس کو فروخت نہیں کرسکتا، کیونکہ اس کے حق میں وہ مال متقوم نہیں، البتہ کسی ذمی کی توکیل کے ذریعہ بیع ہوسکتی ہے،[1] قرض ودین کا معاملہ مقرض سے ہے، اس کی طرف سے اتنی شرط ہے کہ مخصوص فارم پر کر کے دو، ایک طرح اس کا ثبوت نص میں بھی ہے، "یاایھاالذین اٰمنوا اذاتداینتم بدین الیٰ اجل مسمی فاکتبوہ" الایۃ[2] اگر کوئی کاتب اجرت کتابت لے اس کے لئے یہ بھی جائز ہے، مگر ظاہر ہے کہ یہ قرض شرط نہیں جس کی بناء پر معاملہ قرض ناجائز ہو جائے، کاتب وکیل مقرض ہو یا غیر سب کا حکم ایک ہے۔

شخص واحد سے دو معاملے ہوں اور ایک کو دوسرے کے لئے شرط قرار دیا جائے، پھر بھی مجموعہ درست ہو اس پر جو خلجان ہے اس کا تعلق حضرت تھانویؒ کی منقولہ عبارت سے ہے ،اس کا جواب جس طرح آپ میرے ذمہ سمجھ رہے ہیں، آپ کے ذمہ بھی ہے، وہ یہ ہے کہ دو معاملوں میں سے ایک کو دوسرے کے لئے شرط قرار دیا جائے، تب ناجائز ہے جیسے پھلوں کی بیع درختوں پر اور پھل پکنے تک درختوں کو اجارہ پر لیا جائے، یا اعارہ پر لیا جائے، یہ شرط کر لی جائے۔

میں نے تو مسلم فنڈ دیوبند کے ذمہ دار کو یہی مشورہ دیا تھا، کہ فارم فروش مستقل آدمی

---

[1] ان المسلم لا یملک بیع الخمر ویملک توکیل الذمی به الخ شامی کراچی ص ۵۱۱ ج۵ کتاب الوکالۃ.

[2] سورہ بقرہ پ۳/ آیت ۲۸۲/

ترجمہ:. اے ایمان والوں جب تم آپس میں معاملہ کرو ادھار کا کسی وقت مقرر تک تو اس کو لکھ لیا کرو۔

کوعلیحدہ قرار دیا جائے، آپ یہ کام نہ کریں، تاکہ دو معاملے دو شخصوں سے الگ الگ ہوجائیں اگر کوئی مقرض کتابت کوشرط قرار دے تو یہ درست ہے، اس کی مہذب اور سہل صورت یہ ہے کہ یہ فارم اوراس کی قیمت بمنزلہ اجرت کتابت ہے اور فارم بھی متقوم ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/۹/۲ ۱۴۰۲ھ

اشکال باقی ہے

حضرت والا کی دعاء سے بخیریت پہنچ گیا تھا، مدرسہ کی قریب والی مسجد میں اعتکاف اخیرعشرہ کا کیا ہے، دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں، حضرت مولانا منور حسین صاحب کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے، مسلم فنڈ کے فتویٰ دینے کے بعد حضرت والا نے فرمایا تھا، کہ مزید سوال کرنا چاہوتو بھیجو اجازت ہے، اس لئے چند سوالات کرتا ہوں؟

تیسرا سوال یہ تھا کہ قرض کی میعاد ختم ہونے پر ایک دو نوٹس دینے کے بعد راہن کی مرضی ہو یا نہ ہو بقدر قرض شئی مرہون کی فروختگی جائز ہے، یا نہیں؟ ضروری بات یہ ہے کہ معاہدہ نامہ میں اس کی صراحت ہوتی ہے کہ میعاد پر قرض نہ ادا کرنے کی صورت میں زیور فروخت کر دیا جائیگا، تو یہ راہن کی طرف سے توکیل ہے وکیل کو فروخت کرنے کا اختیار رہے، پھر بقدر قرض رکھ کر زائد کو واپس کر دے۔

مدرسہ کے مفتی حضرت مولانا عبدالعزیز صاحبؒ نے ایک اشکال کیا تھا، وہ اشکال مجھے بھی ہوا تھا، تو حضرت والاؒ نے جواب دیا تھا کہ دو صورت ہیں، ایک صورت یہ ہے زبان سے فروخت کرنے کو روک دے، تو اس صورت میں فروخت کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ موکل نے وکیل کو معزول کر دیا۔

دوسری صورت یہ کہ زبان سے منع نہ کرے، بلکہ دل سے چاہتا ہے کہ فروخت نہ کرے، تو ایسی صورت میں فروخت کرنا جائز ہے، جواب اسی صورت پر محمول ہے، سوال یہ ہے کہ قرض لینے والا قرض ادا نہیں کرتا، اور زبان سے شئی مرہون کی فروختگی کو روکتا ہے، تو ایسی صورت میں قرض کی ادائیگی کیسے ہو مستقرضین کا حال یہ ہے کہ ادائیگی میں بڑی ٹال مٹول کرتے ہیں، تو ادائیگی قرض کی کیا شکل ہو؟

(۲) مسلم فنڈ کے ذمہ دار تنخواہ ملازمین سے کام کراتے ہیں، ایک ملازم صرف فارم فروخت کرتے ہیں، دوسرا ملازم قرض دیتا ہے، کاغذات ایک دوسرے کی طرف منتقل ہوتے رہتے ہیں، اور ہر ملازم اپنا متعلقہ کام اسی کاغذ کے آنے پر کرتا ہے، نہ ایجاب ہوتا ہے نہ قبول سارا نفع فنڈ کو ملتا ہے، حضرت والاؒ نے میرے خلجان دوسرے کے جواب میں تحریر فرمایا ہے کہ میں نے مسلم فنڈ دیوبند کے ذمہ دار کو یہی مشورہ دیا تھا، کہ فارم فروش مستقل آدمی کو علیحدہ قرار دیا جائے، آپ یہ کام نہ کریں، تاکہ دو معاملے دو شخصوں سے الگ الگ ہو جائیں، مسلم فنڈ نے اگر اپنا ایک ملازم فارم فروخت کرنے پر مقرر کر دیا حالانکہ وہ دفتر ہی کا آدمی ہے، اور فائدہ مسلم فنڈ ہی کو ملتا ہے، تو کیا یہ صورت آپ کی مقرر کردہ صورت میں داخل ہے یا نہیں، یعنی اس صورت سے جو نفع مسلم فنڈ کو حاصل ہوا وہ درست ہوگا یا نہیں، اگر اجنبی آدمی فارم فروخت کرے اور نفع خود لے تو ایسی صورت میں مسلم فنڈ کے اخراجات کیسے پورے ہوں فارم کی قیمت تو فروخت کرنے والا لے گا، مسلم فنڈ کے ہاتھ کیا آئیگا، کہ وہ ہر ضروریات پوری کرے خط کشیدہ صورت کا نفع اگر مسلم فنڈ کو جائز ہو جاتا ہے، تو کل قرض جر بہ نفعا فہو ربوٰ سے اس کا اخراج کس طرح ہوگا، اگر ایک آدمی قرض اس صورت پر دے کہ فلاں سامان میرے وکیل بالبیع سے خریدو اور وہ سامان بہت گراں فروخت کرتا ہے، اور مستقرض مجبوراً اس کو خریدتا ہے، کیا یہ صورت درست ہے، درانحالیکہ نفع مقرض ہی کو ملے گا

E:\F.M.Fainal\Jild-24\14-Masaile Sood

الجواب حامداً ومصلیاً

"قال فی الدرالمختار فان شرطت الوکالة فی عقد الرهن لم ینعزل بعزل ولابموت الراهن ولاالمرتهن للزومها بلزوم العقد الخ وقال قبله فان وکل الراهن المرتهن اووکل العدل اوغیر هما ببیعه عندحلول الا جل صح توکیله الخ قال الشامی تحت قوله للزومها بلزوم العقد لانها لماشرطت فی ضمن عقد الرهن صارت وصفا من اوصافه وحقا من حقوقه الا تری ان عقد الوکالة لزیادة الوثیقة فیلزم بلزوم اصله وتمامه فی الهدایة. رد المحتار، ص ۳۳۴/ ج ۵/ [1]

عبارت منقولہ سے معلوم ہوا کہ جب اصل قرضہ ورہن میں بطور معاہدہ یہ شرط درج ہے کہ میعاد مقررہ پراگر قرض واپس نہ کیا تو ہم اسکو یعنی شئی مرہون کوفروخت کرکے اپنا قرض وصول کرلینگے، تو پھر مقرض کوحق ہے کہ حلول اجل پر مرہون کو بحیثیت وکیل راہن فروخت کردے، اگرراہن اجازت بیع نہ دے اور دین بھی واپس نہ کرے تو اس صورت میں وکیل معزول نہیں ہوگا وکالت مقررہ سے، یہ صورت وکالت جو کہ ضمن رہن میں ہے مستثنیٰ ہے رہن بھی توثیق کیلئے ہے، کہ اصل دین ضائع نہ ہوجائے، اور توکیل زیادہ توثیق کے لئے ہے۔

سوال نمبر۶/ کے جواب میں جو کچھ عزل وکیل کے متعلق لکھا گیا ہے، وہ اس کے معارض نہیں کیونکہ مستقرض کی رقم پہلے سے دوسرے مد میں جمع ہے، وہ اس سے دین وصول کرنے کی اجازت دیتا ہے، اور شئی مرہون کوواپس مانگتا ہے، تو یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ

---

[1] درمختار مع الشامی، ص ۵۰۳/ج۶/ مطبوعه کراچی مطبوعه زکریا دیوبند، ص ۱۱۹/ج۱۰/ کتاب الرهن، باب الرهن یوضع علیٰ ید عدل، هدایة ص ۵۳۸ ج۴ کتاب الرهن، باب الرهن الذی یوضع علی ید العدل، مطبوعه تهانوی دیوبند، البحر الرائق ص ۲۵۶ ج۸ کتاب الرهن، باب الرهن یوضع علیٰ ید عدل، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

دین واپس کر کے مرہون کو واپس لیتا ہے، جب کہ مقرض کو جنس دین بغیر کسی خلجان کے وصول ہورہا ہے، تو مقصد دین (توثیق) اور مقصد وکالت (زیادہ توثیق) حاصل ہے، اور وکالت اسی لئے تھی کہ وصول دین ہوجائے، اوراب وکالت بیع مرہون سے معزول کرتا ہے تو انعزال ہوجائے گا، نیز وکیل اگر بیع مرہون کرے اور پھراس کی قیمت سے دین وصول کرے تو یہ طول عمل بلا فائدہ ہےاوراس میں مستقرض کا ضرر بھی ہے۔

(دوم) جب حقوق عقد عاقد کی طرف عائد ہیں اور عاقد وکیل اصیل ہے تو کیا خلجان ہے، مقرض اور ہےاور بائع اور ہے، اگرچہ بائع وکیل مقرض ہے، نیز بیع فارم بلاشرط ہے، البتہ مشتری اس سے فائدہ قرض کا حاصل کرتا ہے، تو یہی بیع پر قرض مرتب ہوتا ہے، نہ کہ قرض پر بیع اور بیع میں نفع درست ہے، قرض میں درست نہیں، یہ نہیں فرمایا گیا کہ ”**کل بیع جر نفعاً فهو ربو**“ حتی کہ بیع کی ایک مستقل قسم کا نام ہی بیع مرابحہ ہےاس میں نفع صراحۃً ہوتا ہے[1] بیع کے لئے صریح ایجاب وقبول کے بجائے، اگر تعاطی ہوجائے، تب بھی درست ہے، جیسے ایک شخص کارڈ فروخت کرتا ہے، اس طرح کہ مشتری پیسے رکھدیتا ہے، کارڈ اُٹھالیتا ہے، زبانی ایجاب وقبول کچھ نہیں ہوتا[2] ”**شراء شئی یسیربثمن غال لحاجة القرض یجوز ویکره الخ درالمختار وقال الشامی بعد نقل صورالاختلاف وقال شمس الائمة الحلوانی یفتیٰ بقول الخصاف وابن سلمة ویقول هذا لیس بقرض**

---

[1] **قال المرابحة نقل ما ملکه بالعقد الاول بالثمن الاول مع زیادة ربح، هدایة ص ۷۰ ج۳ باب المرابحة والتولیة، مطبوعه تهانوی دیوبند، سکب الأنهر ص۱۰۶ ج۳ باب المرابحة والتولیة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، در مختار علی الشامی زکریا ص ۳۴۹ ج۷ باب المرابحة والتولیة.**

[2] **إن حقیقة التعاطی وضع الثمن وأخذ المثمن عن تراض منهما من غیر لفظ، شامی زکریا ص۲۷ ج۷ کتاب البیوع، قبیل مطلب البیع بالتعاطی، بحر ص۲۷۰ ج۵ کتاب البیوع، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، قواعد الفقه ص ۲۳۰، مطبوعه دار الکتاب دیوبند.**

جر منفعة بل هذا بيع جر منفعة وهى القرض الخ ردالمحتار ،ص ۱۷۵/ ج۴/"[۱]
شائع شدہ تعمیری پروگرام کی روشنی میں اور مسلم فنڈ دیوبند کے طرز پر ایک مسلم فنڈ قائم کیا ہے،

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مسلم فنڈ کی رقوم کو بینک یا ڈاکخانہ میں رکھنا

سوال:۔علاقہ بنجھار پور ضلع کٹک کے چند نوجوانوں نے جمعیۃ علماء ہند کے اس میں داخل شدہ تمام رقوم امانت کی حفاظت کا فی الحال کوئی ذریعہ نہ ہونے کی وجہ سے اراکین مسلم فنڈ نے مشورہ کر کے ڈاکخانہ میں یہ رقوم جمع کر کے پاس بک کھلوالیا ہے، آئندہ ارادہ ہے، کہ جب فنڈ کی آمدنی معتد بہ ہوگی تو اس کی حفاظت کا انتظام بھی اپنے طور پر کرلیا جائے گا، اس پر بعض ممبران کو اعتراض ہے کہ رقوم امانت کا ڈاکخانہ یا بینک وغیرہ میں جمع کرنا جائز نہیں، چونکہ گورنمنٹ ان رقوم کے اندر تصرف کرتی ہے، اور امانت کے اندر تصرف جائز نہیں، یہ ہے مبنیٰ اعتراض کا، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ رقوم امانت بغرض حفاظت اگر ڈاکخانہ یا کسی بھی رجسٹرڈ بینک میں جمع کیا جائے، تو شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟ نیز واضح رہے کہ یہ مسلم فنڈ شائع شدہ دستور العمل کے، ص۳/ پہلی سطر بعنوان ''سرمایہ'' یہ عبارت مرقوم ہے ''مسلم فنڈ دیوبند کا سرمایہ خزانہ دارالعلوم اور کسی بھی رجسٹرڈ بینک میں محفوظ رہیگا'' اس معاملہ میں شرعی حکم سے مطلع فرمائیں؟

---

[۱] الدرالمختارمع ردالمحتار ،ص۱۷۵/ج۴/ مطبوعه نعمانيه ديوبند ،مطبوعه زكريا ديوبند ۳۹۲/ج۷/ مطبوعه كراچى پاكستان ،ص ۱۶۷/ج۵/ كتاب البيوع، فصل فى القرض، البحر الرائق ص۱۲۴ ج۶ باب المرابحة والتولية، تتمه فى مسائل القرض، مطبوعه الماجدية كوئٹه.

الجواب حامداً ومصلیاً

امانت عامۃً دوقسم کی رکھی جاتی ہے، ایک نوٹ کی شکل میں دوسری سونے، چاندی یا زیور کی شکل میں، دوسری قسم کو تو بعینہٖ محفوظ رکھا جاتا ہے، اس میں تصرف نہیں کیا جاتا، پہلی قسم میں تصرف کیا جاسکتا ہے، آپ مسلم فنڈ سے براہِ راست تحقیق کرلیں کہ اس کا کونسا سرمایہ خزانہ دارالعلوم یا رجسٹرڈ بینک میں محفوظ رہتا ہے، یہ ظاہر بات ہے کہ امانت کو بعینہٖ محفوظ رکھنا ضروری ہے، اس میں تصرف جائز نہیں[1] ہاں اگر اصل مالک اجازت دیدے تو تصرف درست ہے، پھر یہ امانت نہیں رہے گی، بلکہ اس کو قرض کہا جائیگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۴/۵/۲۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۴/۵/۲۸ھ

سوسائٹی میں پیسہ جمع کرنا

سوال:۔ دیوبند اور سہارنپور میں جو سوسائٹی قائم ہے، جس میں مسلمان پیسہ جمع کرتے ہیں، کیا اس میں پیسہ جمع کرنا جائز ہے جب کہ وہ پیسہ کے مطابق ماہانہ خرچ بھی وصول کرتے ہیں، اس طرح کہ اگر کوئی شخص زیور رکھ کر پیسہ لیتا ہے تو فی صد پر ایک روپیہ بھی اس کو دینا پڑتا ہے، تو کیا یہ ایک روپیہ لینا جائز ہے جواب سے نوازیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حفاظت کیلئے پیسہ وغیرہ جمع کرنا جائز ہے، حساب اور حفاظتی انتظام کیلئے کاپی وغیرہ

---

[1] ولیس للمودع حق التصرف والا سترباح فی الودیعة، عنایة علی فتح القدیر، ص۴۹۰/ج۸/ مطبوعه بیروت، کتاب الودیعة، دار الفکر بیروت، مبسوط سرخسی ص۱۲۲ج۱۱ کتاب الودیعة، مطبوعه دار الفکر بیروت، عالمگیری ص۳۳۸ج۴ کتاب الودیعة، الباب الاول، مطبوعه کوئٹه.

میں لکھتے ہیں اوراس کی قیمت وصول کرتے ہیں یہ درست ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند

پراویڈنٹ فنڈ پرزائد رقم

سوال:۔ پراویڈنٹ فنڈ جوملازمت سے کٹتا ہے، اس پر سود بھی ملتا ہے، اور سود اصل مال میں جڑتا رہتا ہے، کیا یہ سود لینا درست ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

یہ سود میں داخل نہیں ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ

دارالعلوم دیوبند

---

[1] لوباع كاغذة بألف يجوز ولايكره الخ فتح القدير ،ص ۲۱۲/ ج۷/(مطبوعه دارالفكر بيروت) كتاب الكفالة.

تنبیہ:۔سوسائٹی والوں کا زیور وغیرہ رہن رکھ کراس کی حفاظت کے لئے فی صد ایک روپیہ بطور اجرت مرہون وصول کرنا جائز ہے ۔ "عن ابی یوسف ان کراء الماویٰ علی الراهن بمنزلة النفقة الخ هدایه ص ۵۲۳ /ج۴/ (مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند) کتاب الرهن، ایضاح النوادر، ص ۱۷۲/.

[2] اس لئے کہ اس پر ملازم کا قبضہ نہ ہونے کی وجہ ملازم کی ملکیت میں نہیں ہے، اس اعتبار سے اس پر سود کی تعریف صادق نہیں آتی ہے، "وهوفي الشرع عبارة عن فضل مال لايقابله عوض في معاوضة مال بمال . عالمگیری ،ص ۱۱۷/ج۳/ مطبوعه کوئٹه الفصل السادس في تفسير الربا ،كتاب البيوع)، ملتقى الابحر ص۱۱۹ ج۳ باب الربا، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، بحر كوئٹه ص۱۲۴ ج۶ باب الربا، تفصيل ملاحظه هو امدادالفتاویٰ ،ص ۱۴۵/ج۳/نظام الفتاویٰ، ص۲۱۳/ج۱/ ایضاح النوادر، ص ۱۴۹ ج۱ .

ایضاً

سوال:۔ جنوری ۱۹۶۳ء کے نظام باب الاستفسار میں ایک استفتاء پراویڈنٹ فنڈ کے متعلق نظر سے گذرا جس میں تحریر ہے کہ یہ فاضل رقم جوفنڈ کے طور پر ملازت سے علیحدگی کے بعد ملتی ہے، وہ سود میں داخل نہیں، اس مسئلہ کی ذرا وضاحت فرمادیجئے ،فرض کیجئے ،فنڈ میں تنخواہ سے مبلغ پانچ سو روپے کٹا اور سات یا آٹھ سو روپیہ بعد میں ملا تو پانچسو سے جو فاضل رقم ہے،تو اگر سود نہیں تو اور کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ جزو تنخواہ ملازم نے خود نہیں جمع کیا بلکہ یہ سلسلہ حکومت نے اپنے قانون کے پیش نظر جاری کیا ہے، جس سے ملازم کی خیرخواہی مقصود ہے، جب تک اس پر ملازم کا قبضہ نہ ہو یہ ملازم کی ملکیت نہیں، لہٰذا اس پر جو کچھ اضافہ ملتا ہے، یہ بھی سود نہ ہوگا[1] بلکہ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ بعض محکموں میں ملازمت ختم ہونے پر حسن کارکردگی کے صلہ میں پینشن ملتی ہے، اس کو بھی سود نہیں کہا جاتا۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سودی کام میں شرکت

سوال:۔ کفار کے اشتراک میں کوئی کام تجارت کھانا، وغیرہ جائز ہے جبکہ وہ سود خور ہیں؟

---

[1] ملاحظہ ہو امدادالفتاویٰ ص ۱۴۵/ ج۳/ نظام الفتاویٰ، ص ۲۱۳/ج ۱/ ایضاح النوادر، ص ۱۴۹/ج ۱.

الجواب حامداًومصلیاً

سودی کام میں اشتراک درست نہیں، سودی کھانا بھی درست نہیں[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند

سودی معاملہ کی اعانت

سوال: ۔ میں نے ایک شخص کو ادھار بیاج پر تین ہزار روپیہ تین ماہ کے لئے دلوایا تھا، مگر روپیہ دینے والے نے بیاج کا معاملہ پہلے ہی کاٹ لیا اور میں نے اس کو تین ہزار روپے اپنے پاس سے ملا کر پورا کر دیا کیونکہ اس کو اتنے روپے کی ضرورت تھی، اب وہ روپیہ مع بیاج کے واپس دے گا، ایسی صورت میں میرے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

آپ اپنا روپیہ لے سکتے ہیں مگر اس سودی معاملہ کی اعانت کے گناہ میں آپ کی بھی شرکت ہوگئی، توبہ استغفار ضروری ہے[2] فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند

حلال زمین میں سودی رقم سے کرایہ کی دوکان بنوائی

سوال: ۔ زید کے پاس اپنی حلال کمائی کی جگہ میں سود کی رقم سے کرائے کی دوکانیں تعمیر کیں، اوراس کی آمدنی سے زندگی گزارتا ہے، جائز ہے یا نہیں؟ سود کی رقم ادا کرنے کی

---

[1] اَحَلَ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا الاية سوره بقره پ ۳/ آیت نمبر ۲۷۵/

ترجمہ: ۔ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا اور سود کو حرام کر دیا ہے۔ (از بیان القرآن)

[2] تعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الاثم والعدوان سوره مائده آیت، ۲/.

E:\F.M.Fainal\Jild-24\14-Masaile Sood

صورت میں اس کی آمدنی جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس کو جائز کرنے کی کیا صورت ہے کوئی دلیل پیش کریں تو عین نوازش ہوگئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس قدر سود لیا ہے، اتنی مقدار ان لوگوں کو واپس کردے جن سے سود لیا ہے، یا واپسی دشوار ہو تو ان کے لوگوں کا علم نہ ہو تو اتنی مقدار غرباء پر صدقہ کردے[۱] پچھلے جس حلال کمائی کی زمین میں سودی روپیہ سے تعمیر کی ہے، وہ سب اور اس کی آمدنی اس کے حق میں درست ہو جائے گی، خلط کو فقہاء نے استہلاک لکھا ہے، جو کہ موجب ملک ہے، یعنی غیر کا روپیہ جو کہ ناجائز تھا، اس کو اپنے جائز روپیہ میں مخلوط کر لینے سے اس ناجائز پیسے پر ملکیت حاصل ہو جائے گی،[۲] البتہ اتنی مقدار کو واپس کرنا یا تصدق لازم ہوگا، شامی کتاب الحج میں بھی یہ مسئلہ مذکور ہے، نیز جلد رابع کتاب البیوع[۳] اور جلد خامس[۴] میں بھی مذکور ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۹/۶/۱۶ھ

---

[۱] یجب علیه ان یرده ان وجد المالک والا ففی جمیع الصور یجب علیه ان یتصدق بمثل تلک الاموال علی الفقراء الخ، بذل المجهود ص۳۷/ ج۱/ مطبوعه رشیدیه سهارنپور، کتاب طهارة، باب فرض الوضو، شامی زکریا ص ۳۰۱ ج۷ باب البیع الفاسد، مطلب فی من ورث مالاً حراماً، مجمع الأنهر ص۲۸۵ ج۱ کتاب الزکاة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[۲] ولو خلط السلطان المال المغصوب بماله ملکه لان الخلط استهلاک الخ .الدر المختار علی الشامی زکریا، ص۲۱۷/ج۳/ کتاب الزکوٰة، باب الغنم، النهر الفائق ص۴۱۳ ج۱ کتاب الزکاة مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، فتح القدیر ص۱۵۴ ج۲ کتاب الزکاة، مطبوعه دار الفکر بیروت.

[۳] شامی زکریا،ص۳۰۱/ج۷/ کتاب البیوع ،باب البیع الفاسد.مطلب فیمن ورث مالاً حراماً.

[۴] شامی زکریا ،ص۵۵۴/ج۹/ کتاب الخطر والاباحة، باب الاستبراء، فصل فی البیع .

سود کا روپیہ آ گیا اس کو کہاں استعمال کیا جاوے

سوال:۔ (۱) سود کا پیسہ گھر کے پاخانہ یا عام پاخانہ یا مسجد کے پاخانہ میں استعمال کرے تو جائز ہے یا نہیں؟

(۲) سود کا پیسہ غریب کافر کو دیدے، تو جائز ہے یا نہیں؟

(۳) سود کا پیسہ غریب کو بغیر ثواب کی نیت کے دیدے تو صحیح ہے کہ نہیں؟

(۴) سود کے پیسے سے راستہ بنائے یا غریب کا گھر بنائے یا راستہ میں لائٹ لگائے تو جائز ہے یا نہیں؟

(۵) غریب کافر یا غریب مسلمان کو سود کے پیسہ سے کپڑا لے دے تو جائز ہے یا نہیں؟

(۶) سود کا پیسہ کرکٹ یا فٹ بال اور کسی کھیل میں دیدے تو جائز ہے یا نہیں؟

(۷) سود کا پیسہ اسکول کے باغ کے واسطے دیدے تو جائز ہے یا نہیں؟

(۸) سود کے پیسہ سے کنواں بنانے یا عام شئی بنانے یا چکی بنانے کے لئے دیدے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) سود لینا دینا حرام ہے[۱]، اول تو جس سے لیا ہے اسی کو واپس کر دیا جائے، اگر کسی طرح بینک وغیرہ سے سودی پیسہ آ گیا ہے تو اس کو بغیر نیت ثواب غریبوں میں دیدے[۲]، مسجد

---

[۱] ''اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا'' سورہ بقرہ آیت ۲۷۵/ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کر دیا اور سود کو حرام فرمادیا. (ازبیان القرآن) ''اکل الربوٰ والعمل به من الکبائر ''تفسیر قرطبی ،ص ۳۳۱/ج۲/ (دارالفکر) تحت قوله تعالیٰ احل اللّٰه بیع الایة''

[۲] من ملک بملک خبیث ولم یمکنه الرد الیٰ المالک فسبیله التصدق علیٰ الفقراء الخ معارف السنن ،ص ۳۴/ج ۱/ (مطبوعه اشرفیه دیوبند) (بقیہ اگلے صفحہ پر)

یا پاخانہ وغیرہ میں نہ لگے۔

(۲) مسلم غریب کو دیدے۔

(۳) بغیر نیت ثواب دے[۱]

(۴) غریب کو دیدے پھر وہ چاہے اس کو مکان بنانے میں خرچ کرے یا لائٹ وغیرہ لگانے میں یا راستہ بنانے میں[۲]

(۵) اس کو پیسہ ہی دیدے وہ اپنی مرضی سے جو چاہے کپڑا وغیرہ خریدے اور مسلم غریب کو دے۔

(۶) مسلم غریب کو دے خود کسی اور کام میں نہ خرچ کرے۔

(۷) وہاں خرچ نہ کرے۔

(۸) مسلم غریب کو دے خود کسی اور کام میں نہ خرچ کرے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۸/۸۹ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) کتاب الطهارة،باب ماجاء لاتقبل صلاة بغير طهور، شامی زکریا ص ۳۰۱ ج۷ باب البيع الفاسد مطلب فی من ورث مالاً حراماً، نیز ص ۵۵۴ ج۹ کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البيع، بذل المجهود ص۳۷ ج۱ کتاب الطهارة، باب فرض الوضوء مطبوعه يحيوی سهارنپور.

(صفحہ ہٰذا) [۱] رجل دفع الیٰ فقير من المال الحرام شيئاً يرجو به الثواب يكفر الخ شامی زکریا ص۲۱۹ ج۳ باب زكاة الغنم، مطلب فی التصدق من المال الحرام، ولكن لا يريد بذالك الأجر والثواب ولكن يريد دفع المعصية عن نفسه الخ بذل المجهود ص۳۷ ج۱ باب فرض الوضوء، مطبوعه يحيوی سهارنپور.

[۲] لايصرف الیٰ بناء نحو مسجد كبناء القناطر والسقايات الیٰ قوله والحيلة ان يتصدق على الفقير ثم يأمره بفعل هذه الاشياء الخ درمختار مع الشامی زکریا ،ص ۲۹۳ /ج۳/ کتاب الزکوٰة، باب المصرف، مجمع الانهر ص۱/۳۲۸، کتاب الزکوة، باب المصرف، دارالكتب العلمية بيروت، مرقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص۵۹۳، باب المصرف،

زندگی کا بیمہ لکھنؤ میں

سوال:۔زندگی کے بیمہ کے سلسلہ میں ۱۱؍دسمبر اور ۱۴؍دسمبر ۶۵ء کو قومی آواز میں یہ نکلا تھا کہ ملک بھر کے مولانا مولوی صاحبان کے غور وفکر کے بعد یہ مان لیا گیا ہے کہ زندگی کا بیمہ جائز ہے اور مسلمانوں کو اس میں بڑھ کر حصہ لینا چاہئے، کیا اس سلسلہ میں آپ اپنی رائے دے سکتے ہیں، جس سے کہ میں دوسروں کو کچھ بتا سکوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر قومی آواز میں ایسا شائع ہوا ہے تو وہ غلط ہے، آپ لکھنؤ مدرسہ ندوۃ العلماء سے وہ تجویز منگا کر دیکھیں جس میں ان علماء کے نام لکھے ہیں، جنہوں نے اس کو بالکل ناجائز اور حرام قرار دیا ہے، اوران کے بھی نام لکھے ہیں جنہوں نے اس کی اجازت دی ہے، اور اجازت کے لئے جو شرطیں لکھی ہیں ان کو بھی دیکھیں، تو اصل حقیقت معلوم ہو جائے گی، تجویز چھپی ہوئی ہے، بلا قیمت مل جائے گی۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیو بند ۲۲؍۴؍۸۶ھ

بیمہ کے ذریعہ ملنے والی رقم کی وصیت

سوال:۔فروری کے الفرقان لکھنؤ میں خصوصی حالات اور شرائط کے ساتھ بیمہ زندگی کے اباحت کی تائید کی برائے کرم تحریر فرمائیے، کہ مروج ذیل شرائط کے تحت زندگی کا بیمہ کروانا چاہئے یا نہیں؟ میری تنخواہ کافی ہے، مگر کچھ نہیں بچتا میری ملازمت اس پر کہ پنشن نہیں ملے گی ، بلکہ کچھ فنڈ ملے گا میں چاہتا ہوں کچھ رقم پس پشت رہے تا کہ ملازمت کے خاتمہ پر وہ رقم میرے کام آئے میں بیمہ کا ناجائز فائدہ نہیں اٹھانا چاہتا، مثلاً سود ملے یا میرے انتقال کے

وقت پر بیمہ کو مقرر کردہ رقم جو اصل اقساط کو ادا کردہ رقم سے زائد ہوتی ہے، اس لئے میں وصیت بھی اپنے پس ماندگان کو کر جاؤں گا، کہ اقساط کی صورت میں جو رقم میری ہے، وہی لیں ،اور زائد رقم خیرات کردے، میرا مقصود بیمہ سے نفع حاصل کرنا نہیں ہے بلکہ صرف کچھ رقم پس انداز کرنا ہے، جو میں خود اپنے ہاتھوں نہیں کرسکتا تو میں بیمہ کرسکتا ہوں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں اگرچہ آپ کا مقصود سود حاصل کرنا اور اس سے نفع اٹھانا نہیں ہے، محض اپنے بعد کچھ پس انداز کرنا ہے، اور بشکل سود حاصل ہونے والی رقم کے صرفہ کرنے کی وصیت کرنے کا ارادہ ہے، لیکن آپ کی جمع کردہ رقم کو واپس سودی تجارت میں صرف کرے گی، یہ اس کی اعانت ہے، اس سے بچنے کی کوئی صورت نہیں ہے، نیز وصیت کا پورا کرنا ورثہ کے اختیار میں ہے، اور وہ ایک ثلث ترکہ میں وصیت کے نافذ کرنے کے شرعاً ذمہ دار ہیں اس سے زیادہ نہیں[1] اور جب رقم ملے گی، اس میں سودی رقم کی مقدار ایک ثلث سے کم ہوگی، یا زیادہ اس کا حال معلوم نہیں ہے اسلئے یہ اطمینان بھی نہیں کیا جاسکتا ہے، سودی رقم پوری کی پوری صدقہ ہی کردی جائے گی، غرض بیمہ میں سود حاصل کرنے،[2] یا سود کی اعانت کرنے،[3] یا سود سے فائدہ اٹھانے اور قمار[4] سے نجات نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ سید مہدی حسن غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ولا تصح بما زاد علی الثلث ...... وتصح بالثلث وإن لم یجیزوا الخ ملتقی الابحر ص۴۱۸ ج۴ کتاب الوصایا، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، زیلعی ص۱۸۲ ج۶ کتاب الوصایا، مطبوعه امدادیه ملتان بحر ص۴۰۴ ج۸ کتاب الوصایا، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[2] احل اللّٰه البیع وحرم الربوٰ الایة سورة البقره آیت ۲۷۵ / اور اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کردیا ہے، اور ربوٰ کو حرام فرمادیا ہے، (از بیان القرآن) (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

قسط وقت پر ادا نہ کرنے کا جرمانہ بھی سود ہے

سوال: ۔ایک فرم شرکت میں جاری تھی، لیکن کسی وجہ سے شرکاء نے فرم سے علیحدگی اختیار کر لی، ایک شریک جس کے ذمہ اس کا لینا دینا آیا، اور قسطوار دیگر شرکاء کی ادائیگی آئی، اگر روپیہ قسطوار ادا نہیں ہوا تو ایک روپیہ فی صد ماہوار خرچ حلال کرنے کا اختیار ہوگا، لہٰذا جواب عنایت فرمائیے کہ ایک روپیہ فی صد ماہوار سود کے ضمن میں تو نہیں آیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ ایک روپیہ فی صد ماہوار سود ہے، اسکا لینا دینا جائز نہیں[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ، دار العلوم دیوبند ۶/۶/۸۹ھ

ایک روپیہ قرض دیکر ۱۸/آنہ واپس لینا

سوال: ۔زید بکر کو ایک روپیہ انتفاع کیلئے بمیعاد ایک سال قرضاً دیا ہے، لیکن بکر سے روپیہ مقروضہ وصول کرنے کے وقت بجائے ایک روپیہ کے اٹھارہ آنہ پیسے لیتا ہے، اب مطلوب

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۳] ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان الایة سورة المائدة آیت ۲/.

ترجمہ: ۔گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو (از بیان القرآن)

[۴] انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان الایة سورة المائدة آیت ۹۰/

ترجمہ: ۔بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں

(صفحہ ہٰذا) [۱] واما بالنسیئة فهو الامر الذی کان مشهوراً متعارفاً فی الجاهلیة وذٰلک انهم کانوا یدفعون المال علیٰ ان یأخذ کل شهر قدراً معینا ویکون رأس المال باقیاثم اذاحل الدین طالبواالمدیون برأس المال فان تعذرعلیه الاداء زادوا فی الحق والا جل فهٰذا هوالربا الذی کانوافی الجاهلیة یتعاملون به.تفسیر کبیر،ص ۳۵۱/ج ۲/تحت آیت اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا، دار الفکر بیروت.

یہ امر ہیکہ صورت مرقومہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ تسلی بخش جواب مع دلائل ارقام فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ سود ہے لہٰذا حرام ہے " اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا[1]" الاية كل قرض جر نفعاً حرام[2] اھ" فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/۱۲/۵۸ھ

الجواب صحیح:۔ سعید احمد غفرلہٗ ۱۰/ذی الحجہ ۵۸ھ

صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

سود پر قرض لیکر اس سے کاروبار کرنا

سوال:۔ گورنمنٹ کی طرف سے کاشتکاروں کو بونے کے لئے سود پر غلہ اونکھ فصل پر دی جاتی ہے، فصل کٹنے پر جتنا دیا جاتا ہے، اس سے زیادہ مقررہ تعداد میں لے لیا جاتا ہے ظاہر ہے کہ یہ سود ہے، آج شاید ہی میری طرف کوئی ایسا کاشتکار ہو جو اس سے بچا ہو ایسی صورت میں کیا اپنے کسی عزیز کے یہاں کھانا نہ کھانا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کاشتکار کو جو ملا ہے وہ قرض ہے، سود نہیں، پھر اس سے جو مقدار زائد واپس لی گئی ہے،

---

[1] سورہ بقرہ پ ۳/آیت ۲۷۵/

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا اور ربوٰ کو حرام کردیا۔ (از بیان القرآن)

[2] الدرالمختار علی الشامی ،ص ۱۶۶/ج۵/ مطبع کراچی پاکستان مطبوعہ زکریا دیوبند ص۳۹۵/ج۷/ مطبوعہ نعمانیہ دیوبند ص۱۷۴/ج۴/ کتاب البیوع، باب المرابحۃ الخ فصل فی القرض، الاشباہ والنظائر ص۱۴۴ الفن الثانی، کتاب المداینات، مطبوعہ اشاعۃ الاسلام دھلی، قواعد الفقہ ص۱۰۲ مطبوعہ اشرفی دیوبند.

وہ سود ہے،[۱] کاشتکار کے گھر کا کھانا سود نہیں [۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سود پر قرض لینا

سوال:۔ زید کو روپیہ کی اشد ضرورت پیش آئی، اور اس نے بہ مجبوری اپنی جائیداد رہن رکھ کر سود پر روپیہ قرض لے لیا، ایسی حالت میں جب کہ سخت مجبوری کی حالت میں سود پر روپیہ لیا جائے تو اس کے لئے کیا حکم ہے، اور کیا زید بحالت مجبوری اس فعل سے گنہگار ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سود دینا حرام ہے،[۳] ایسے شخص پر حدیث شریف میں لعنت وارد ہوئی ہے،[۴] حرام کا

۱۔ کل قرض جر نفعا فهو ربوا الخ نصب الراية ص۶۰ ج۴ كتاب الحوالة، مطبوعه مجلس علمی ڈابھیل، شامی زکریا ص۳۹۵ ج۷ باب المرابحة والتولية، فصل فی القرض مطلب کل قرض جر نفعا الخ، الاشباه والنظائر ص۱۴۴ الفن الثانی، کتاب المداینات، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی.

۲۔ اهدی 'الیٰ رجل شیئاً اواضافه ا ن کان غالب ماله من الحلال فلابأس الا ان یعلم بأنه حرام فان کان الغالب هوالحرام ینبغی ان لایقبل الهدایا ولایأکل الطعام الا ان یخبره بانه حلال الخ عالمگیری ،ص ۳۴۲/ج۵/ کتاب الکراهية ،الباب الثانی عشر فی الهدایا والضیافات، مطبوعه کوئٹه، مجمع الأنهر ص۱۸۶ ج۴ کتاب الکراهية، فصل فی الکسب، مطبوعه دار الکتب العلمية بیروت، بزازية ص۳۶۰ ج۶ کتاب الکراهية، الفصل الرابع فی الهداية الخ مطبوعه کوئٹه.

۳۔ احل اللّٰه البیع وحرم الربوا، سوره بقرة آیت ۲۷۵.

۴۔ عن جابرؓ لعن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اٰکل الربا وموکله وکاتبه وشاهدیه. (الحدیث مشکوٰة شریف، ص۲۴۴/باب الربا. (ترجمہ پیچھے گذر چکا ہے)

ارتکاب اضطرار کی حالت میں معاف ہے پس اگر جان کا قوی خطرہ ہے یا عزت کا قوی خطرہ ہے۔

نیز اور کوئی صورت اس سے بچنے کی نہیں مثلاً نہ جائیداد فروخت ہوسکتی ہے، نہ روپیہ بغیر سود کے مل سکتا ہے، تو ایسی حالت میں زید شرعاً معذور ہے[1]، اور اگر ایسی ضرورت نہیں، بلکہ کسی اور دنیوی کاروبار کے لئے ضرورت ہے، یا روپیہ بغیر سود کے مل سکتا ہے، یا جائیداد فروخت ہوسکتی ہے، تو پھر سود پر قرض لینا جائز نہیں، کبیرہ گناہ ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹/۱۰/۵۶ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۳۰/ شوال ۵۶ھ

سرکاری قرضہ

سوال:۔ مرکزی وصوبائی حکومتیں کاروبار کارخانہ جات اور دوسری صنعتوں وغیرہ کی ترقی وترویج کے واسطے روپیہ اور دوسری چیزیں بطور قرض معمولی سود پر دیتی ہیں، آپ بخوبی واقف ہیں کہ حکومت کے پاس جو روپیہ ہوتا ہے، وہ سب پبلک سے ہی حصول کیا ہوا ہوتا

---

[1] ویجوز للمحتاج الاستقراض بالربح، الاشبا والنظائر ص۱۴۹/ فی القاعدة الخامسة، مطبوعه دار العلوم دیوبند، البحر الرائق ص۱۲۶ ج۶ باب الربا، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[2] عن ابی هریرةؓ قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اجتنبوا السبع الموبقات قالوا یارسول اللّٰه وماهن قال الشرک باللّٰه والسحر وقتل النفس التی حرم اللّٰه الا بالحق وأکل الربا، الحدیث مشکوٰة شریف ص۱۷ باب الکبائر وعلامات النفاق، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند. أن أکل الربا وموکله وکاتبه وشاهده والساعی فیه والمعین علیه کلهم فسقة وأن کل ماله دخل فیه کبیرة الخ الزواجر ص۴۴۴ج۲ الکبیرة التاسعة والسبعون، أکل الربا الخ، مطبوعه مکة المکرمة.

ہے، یا وہ رقم ہوتی ہے، جو ہماری حکومت دوسری حکومتوں سے قرض کی شکل میں یا امداد کی شکل میں حاصل کرتی ہے۔

(الف) کیا حکومت سے سود پر انفرادی کاروبار یا کارخانہ جات کیلئے روپیہ قرض لیا جا سکتا ہے؟

(ب) کیا حکومت سے سود پر قرض مندرجہ بالا کاروبار کے واسطے جبکہ اجتماعی منافع کے لئے امداد باہمی کی بنا پر چلایا جائے، لیا جا سکتا ہے؟

(ج) کیا اس تصور پر قرض لیکر کیا گیا کاروبار سے حاصل شدہ آمدنی جائز ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

حکومت نے جو روپیہ دوسری حکومتوں سے قرض لیا ہے، وہ اس کی مالک ہوگئی، اور واپسی کی ذمہ داری ہے، جو روپیہ پبلک سے قانونی حد میں یا قاہرانہ قوت سے لیا ہے، وہ بھی استیلاء کی وجہ سے اس کی ملک میں آ گیا[1]

(الف) سودی معاملہ کرنا جائز نہیں ہے،[2] سود قلیل ہو یا کثیر اگر پبلک اس روپے کو اپنے ملک تصور کر کے قرض کے نام پر لے اور سود دے تو یہ مزید خسارہ ہے کہ اپنا ہی روپیہ لیا ہے، پھر اس کو واپس کرتا ہے، اور سود دیتا ہے۔

(ب) اس کی بھی اجازت نہیں[3]

---

[1] اخذوا اموالهم ملكوهالان الاستيلاء قد تحقق فى مال مباح وهو السبب .هدايه ، ص ۲۸۱/ج۲/ باب استيلاء الكفار، زيلعى ص ۲۶۰ ج۳ كتاب السير، باب استيلاء الكفار، مطبوعه امداديه ملتان، مجمع الأنهر ص ۴۴۲ ج۲ كتاب السير والجهاد، باب استيلاء الكفار، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا. سوره بقره آيت ۲۷۵/پاره۳/

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا اور سود کو حرام کر دیا) (از بیان القرآن) **(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)**

(ج) سود پر قرض لینا تو ناجائز ہوگا، مگر ایسے کاروبار سے جو آمدنی حاصل ہوگی، اس کو ناجائز نہیں کہا جائیگا[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۱۰/۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۱۰/۹۰ھ

سرکاری سودی قرضہ

سوال:۔(۱) زید کاشتکار ہے اور اپنے ہل بیل سے کاشت کرواتا ہے، اچانک اس کے بیل مرجاتے ہیں، اور وہ اپنے پاس سے بیل خرید سکنے کی گنجائش نہیں پاتا، لہٰذا اس کو بیلوں کے لئے سودی قرض لینا کیسا ہے؟

(۲) زید کاشتکار کے بوجہ خشک سالی کئی سالوں سے پیداوار بہت ہی کم ہورہی ہے، حتی کہ گھریلو اخراجات کے لئے اس کو قرض لینے کی نوبت آگئی، حالانکہ وہ اتنی زمین رکھتا ہے، کہ اگر آبپاشی وغیرہ کا معقول انتظام ہوسکے تو خاصی پیداوار ہوسکتی ہے، چونکہ آبپاشی انتظام نہیں ہے، بریں بناء زمین افتادہ رہ جاتی ہے، اور پوری زمین نہیں بو سکتے ہیں، زمین کے علاوہ زید کوئی ذریعہ آمدنی نہیں رکھتا جس سے اسکا کام چل سکے، ایسی مجبوری میں آبپاشی کے انتظام کے غرض سے سرکار سے قرض لینا کیسا ہے، جب کہ اس میں سود بھی دینا ہوگا، اور کبھی

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [3] كل قرض جر نفعاً فهو ربا، نصب الراية ص ۶۰ ج ۴ كتاب الحوالة، مطبوعه مجلس علمی ڈابھیل، شامی زكريا ص ۳۹۵ ج ۷ باب المرابحة والتولية فصل فی القرض مطلب كل قرض جر نفعاً الخ الاشباه والنظائر ص ۱۴۴ الفن الثانی كتاب المداينات مطبوعه اشاعة الاسلام دهلی.

(صفحہ ہذا) [1] من استقرض من آخر ألفاً علىٰ ان يعطی المقرض كل شهر عشرة دراهم وقبض الالف وربح فيها طاب له الربح عالمگيری، ۲۱۱/۳، مطبوعه كراچی) الباب العشرون فی البيعات المكروهة الخ كتاب البيوع)

کبھی اصل قرض سے کم وبیش چھوٹ بھی مل جاتی ہے، جس کی وجہ سے سود کا اضافہ اور چھوٹ کی کمی مل کر اوسط ادائیگی قرض اصل قرض کے برابر ہو جاتا ہے، لیکن یہ مشکل ہمیشہ نہیں ہوتی؟

(۳) سوسائٹی کے بینک (جس میں فیس ممبری جمع کر کے حصہ دار بننا پڑتا ہے، اور اس میں صرف حصہ دار ہی کو قرض دیا جاتا ہے) قرض لینا اور پیداوار کی ترقی کے لئے ایک علیحدہ شعبہ قائم کیا ہے، حصہ دار بننے کی کوئی صورت نہیں، بلکہ سرکار سے براہِ راست اور کوئی شخص خاص سے سودی قرض لینا کیسا ہے، تینوں شکلیں یکساں ہیں، یا کوئی فرق ہے، جب کہ معاملہ سود ہر ایک میں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱/۲) پہلی دونوں صورتوں میں سودی قرض لینے کی گنجائش نہیں ہے، البتہ اگر انسان کے پاس کھانے پینے کو کچھ نہ رہے، اور بے حد درجے کی پریشانی ہو اور بلا سود قرض نہ ملتا ہو تو بقدر ضرورت سودی قرض لینے کی گنجائش ہے، ہر حالت میں خداوند قدوس کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت ہے، اسی پر بھروسہ ہونا چاہئے، "**یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح كذافي الاشباه والنظائر ،ص ۱۱۵/**"[۱]

(۳) ایسی سوسائٹی بینک (جس سے قرض لینے کے لئے ممبری فیس دینا ضروری ہو) سے قرض لینا درست نہیں، "**کل قرض جر نفعاً فھو حرام**"[۲] اور سودی لین دین ممنوع و مذموم ہے۔[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۶/۸۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۶/۸۸ھ

---

[۱] **الاشباہ والنظائر ،ص ۱۴۹/مطبوعہ دارالعلوم دیوبند، تحت القاعدۃ الخامسۃ الضرر یزال)، بحر ص ۱۲۶ ج۶ باب الربوٰ، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ.**

[۲] **شامی زکریا دیوبند ،ص ۳۹۵/ج۷/ مبطوعہ کراچی ص ۱۶۶/ج۵،** (بقیہ اگلے صفحہ پر)

سرکاری سودی قرض

سوال نمبر ۱:۔ حکومت ہند بطور قرضہ کے کچھ روپیہ ورقم تجارت وغیرہ کے سلسلہ میں قرضخواہ کو دیتی ہے، پھر حکومت اس روپیہ کی واپسی کے لئے قسط مقرر کر لیتی ہے، اور اصل روپیہ سے کچھ زائد لیتی ہے، پس ایسی صورت میں ہم مسلمانوں کو لینا چاہئے یا نہیں؟ اور حکومت سے لین دین روپیہ کا اس صورت میں کیسا ہے؟

(۲) ہم چند نوجوانوں نے ایک فنڈ آپس میں جمع کر کے کھول رکھا ہے، چنانچہ اس فنڈ کے ماتحت بہت سے سامان خریدے جاتے ہیں، مگر اس کے فروخت کی نوعیت نقد کے لئے تو خیر جو ہے وہ ٹھیک ہے، مگر اُدھا کا سلسلہ یوں ہے کہ جو سامان لیتا ہے، اس سے ایک ماہ کی، دو ماہ کی مدت متعین کر لی جاتی ہے، اب اگر وہ شخص اس متعینہ مدت میں روپیہ نہیں دیتا ہے تو ذمہ دارانِ فنڈ اس متعینہ مدت کی رقم میں اضافہ کر کے لیتے ہیں تو کیا ایسی صورت میں جائز ہے؟

(۳) ہم کپڑے سازی کا کاروبار کرتے ہیں اور مہاجنوں کے یہاں سے سوت ادھار لاتے ہیں، اور اُدھار ونقد میں بڑا فرق ہوتا ہے، مثلاً نقد ۴۵/روپیہ کا ملے گا اور اگر اُدھار لینا ہے، تو وہی سوت ۵۰/روپیہ کا ملتا ہے، بہرحال جو حضرات نقد لاتے ہیں، وہ گھر لا کر پھر گاہکوں کو اُدھار کا دام رکھ کر فروخت کرتے ہیں، یا نقد لے کر گھر کے کسی آدمی کے نام بھی اُدھار فروخت کر دیتے ہیں، اور گاہکوں کو ایک اصول کے مطابق نفع رکھ کر دیتے

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) مطبوعہ نعمانیہ دیوبند، ص ۱۷۴/ج ۴/ کتاب البیوع (فصل فی القرض)، نصب الرایۃ ص ۶۰ ج ۴ کتاب الحوالۃ مطبوعہ ڈابھیل، الاشباہ ص ۱۴۴ الفن الثانی کتاب المداینات مطبوعہ دھلی.

۳؎ احل اللّٰہ البیع وحرم الربوٰ، سورۃ بقرۃ ص ۲۷۵.

ہیں، ایسی صورت جائز ہے یا نہیں؟

(۴) نیز بنانے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ بنانے والا سوت اور کچھ روپیہ لیکر کے دیتا ہے، اور تیار ہونے والے مال کو اپنی دوکان پر لانے کی پابندی عائد کرتا ہے، اور دوسری قسم کی پابندی میں بھی کوئی کسر باقی نہیں رکھتا مثلاً سوت کے رنگ بھرانا یا کسی دوسرے کے یہاں مال نہ بھرا جائے، لہٰذا سوت کی جب بکری کر کے دیتا ہے تو اس طرح کی پابندی کہاں تک صحیح ہے، بہر کیف سوت رنگاتے رنگاتے روپیہ بڑھ جاتا ہے، چونکہ اُدھار ہماری طرف زیادہ ہوتا ہے، تو اس میں کمیشن ملتا ہے، بعد میں اس کمیشن کو وہی سوت فروخت کرنے والا لیتا ہے، نیز ساڑیاں تیار کر کے جب مزدور لاتا ہے، اور وہی سوت بیچنے والا دلال اس کو بھی بازار میں فروخت کرتا ہے، جس میں پلاسٹک کی تھیلی لگتی ہے، اس کی قیمت بازار میں پانچ پیسہ ہے مگر وہ دس پیسہ رکھتا ہے، پس یہ صورت کہاں تک جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) یہ سود ہے اور سود کا لینا بھی حرام ہے، دینا بھی حرام ہے،[۱] جس کا گذارا بغیر اس قرض کے ہوسکتا ہے، وہ ہرگز قرض نہ لے۔

(۲) سامان کی دو قیمتیں تجویز کر لی جاویں، ایک نقد کی، دوسری اُدھار کی پھر خریدار سے دریافت کیا جائے، کہ آپ کس طرح خریدیں گے، نقد یا اُدھار پھر جو صورت وہ

---

[۱] احل اللّٰہ البیع وحرم الربوٰ، سورۃ بقرۃ ص۲۷۵، عن جابر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال لعن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم اٰکل الربوٰ وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقا ل ھم سواء.(مشکوٰۃ شریف، ص ۲۴۴ / باب الربا.)

ترجمہ: . حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے، سود کھانے والے پر اس کے کھلانے والے پر اس کے لکھنے والے پر اس کی گواہی دینے والوں پر اور فرمایا یہ سب برابر ہیں۔

بتائے اس کے موافق اس کو قیمت بتادی جائے[1] اور اُدھار کی صورت میں مدت متعین کر لی جائے، اگر خریدار اس مدت میں قیمت نہ دے تو اس پر اضافہ نہ کیا جائے، اس طرح درست ہے ورنہ سود[2] ہو کر معاملہ ناجائز ہو جائے گا۔

(۳) نمبر۲/ سے اس کا جواب واضح ہے اُدھار کی مدت کے اعتبار سے قیمتوں میں تفاوت جائز ہے، مگر اس صورت میں بھی یہی ہے کہ خریدار سے دریافت کرلیا جائے، کہ کتنی مدت میں قیمت دے گا، اس کے اعتبار سے قیمت بتادی جائے، اس میں اگر تاخیر ہو تو قیمت میں اضافہ نہ کیا جائے[3]۔

(۴) جب سوت فروخت کیا اور روپیہ قرض دیا ہے، تو ان پابندیوں کا حق نہیں ہے

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸/۴/۹۰ھ

سود پر قرض لیکر اس سے آمدنی

سوال:۔ ایک شخص نے کچھ روپیہ زیور رکھ کر سود پر لے کر تجارت میں لگایا اس کی ادائیگی کے بعد اس شخص نے دل سے توبہ کر لی کہ آئندہ نہ سود دونگا نہ لوں گا، کیا اس کے بعد کسی متقی کو اس کے یہاں کھانا پینا جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] قال البائع ابیعک هذا الثوب بنقد بعشرة وبنسئية بعشرين فقال المشترى اشتريته بعشرة ثم نقد عشرة دراهم فقد صح هذا البيع تحفة الاحوذى ،ص ۴۲۷/ج۴/ مطبوعه بيروت كتاب البيوع ،باب ماجاء فى النهى عن بيعتين فى بيعة ،بذل المجهود.ص ۲۷۶/ج۴/ كتاب البيوع، باب فيمن باع بيعتين فى بيعة.

[2] ثم اذا حل الدين طالبوا المديون برأس المال فان تعذرعليه زادوافى الحق والا جل الخ تفسير كبير ص ۲/۳۵۱، طبع دارالفكر بيروت، تحت آيت:۲۷۵، سورة البقرة،

[3] حوالہ بالا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

زیور رہن رکھ کر روپیہ قرض لینا اوراس پر سود دینا گناہ ہے[1] لیکن اس قرض والے روپیہ سے جو تجارت کی گئی ہے تو اس کی آمدنی ناجائز نہیں[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۵/۸۷ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۱۸/۸۷ھ

سودی قرض سے بنائے ہوئے کپڑے استعمال کرنا

سوال:۔ احقر کے والدین کا انتقال ہو چکا ہے، اور ہم دو بھائی اور ایک بہن ہیں، اور احقر چھوٹا ہے، جائداد مورثہ پر بھائی صاحب ہی کی نگرانی ہے اور ابھی تک تقسیم نہیں ہوئی احقر مدرسہ اسلامیہ فیض العلوم حیدرآباد میں ملازم ہے۔

گو بھائی صاحب زراعت پیشہ ہیں، لیکن حال ہی میں انہوں نے احقر کو کپڑے بنائے ہیں، ان سے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ وہ سودی قرض لے کر کپڑے بنائے ہیں، احقر کا مقصد تھا کہ اپنا حق جائداد یعنی آمدنی سے اپنا حصہ حاصل کروں، لیکن انہوں نے بغیر حساب آمدنی بتلائے کپڑے بنوادئے، اور نقد ۷۵٪ روپیہ دیئے پوچھنے پر انہوں نے بتلایا کہ سودی

---

[1] كل قرض جر نفعاً حرام الخ الدرالمختارعلى الشامي زكريا ،ص ۳۹۵/ ج۷/ باب المرابحة والتولية،فصل فى القرض، مطلب كل قرض جرنفعاً حرام، الاشباه والنظائر ص ۱۴۴ الفن الثانى كتاب المداينات مطبوعه دهلى، قواعد الفقه ص ۱۰۲ مطبوعه دار الكتاب ديوبند.

[2] ومن استقرض من آخر ألفاً على ان يعطى المقرض كل شهر عشرة دراهم وقبض الالف وربح فيها طاب له الربح، عالمگیری كوئٹه ص ۲۱۱ ج۳ الباب العشرون فى البيعات المكروهة، كتاب البيوع.

قرض لاکر دیا ہوں، اب احقر کو اشکال ہو رہا ہے کہ ان کپڑوں اور روپیوں کا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً

سود لینا اور دینا کبیرہ گناہ ہے[1] لیکن جو روپیہ نقد آپ کو قرض لے کر دیا ہے، وہ سود نہیں ہے، اس طرح قرض لے جو کپڑا بنا کر دیا ہے، وہ بھی سود نہیں آپ کے لئے جائز ہے[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۱۷/۱۱/۹۱ھ

سودی قرض لینا

سوال:۔ میں پرائمری اسکول کا ماسٹر ہوں، پانچ بچے ہیں، والدہ ہیں، گھر کی ضروریات کیلئے سودی قرض لیتا ہوں، ہر وقت دل پریشان رہتا ہے، حتی کہ دین کے کاموں کو بھی اچھی طرح سے نہیں ادا کر پاتا، ایسی حالت میں اپنا ذریعۂ معاش ٹھیک کرنے کے لئے سرکار سے صنعتی قرضہ لے سکتا ہوں یا نہیں، جس میں کچھ سود بھی قسطوں کے ساتھ ادا کرنا پڑے گا، ایسی صورت میں میرے لئے گنجائش ہے یا نہیں؟

---

[1] اکل الربوا والعمل به من الكبائر الخ تفسیر قرطبی ص ۳۳۱/ج۲/ مطبوعه دارالفکر بیروت، تحت قوله تعالیٰ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا. الأية سورة البقره آیت ۲۷۵، الزواجر ص ۴۴۴ ج۲ الكبيرة التاسعة والسبعون، أكل الربا الخ مطبوعه مكة المكرة، مشکوٰة شريف ص۱۷، باب الكبائر وعلامات النفاق، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

[2] وأما القرض المشروط، بالفضل والمنفعة فلم يقل احد انه من باب الإرفاق بل اتفقوا على كونه مثل البيع ثم اختلفوا الى قوله وقال الحنفية يبطل الشرط لكونه منافياً للعقد ويبقى القرض صحيحاً اعلاء السنن ص۵۳۳، ۵۳۴ ج۱۴، كتاب الحوالة معنى كون الزيادة على النص نسخاً عند الحنفية مطبوعه کراچی.

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

سود لینا اور سود دینا حرام ہے[۱] اگر گذارہ کی کوئی صورت نہ ہو تو محتاج کے لئے بقدر ضروت سودی قرض لینے کی گنجائش ہے۔[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۱/۸۸ھ

مستاجر سے قرض لینا

سوال:۔ میرے مکان میں کرایہ دار ہیں، میں ان سے قرض لینا چاہتا ہوں وہ یہ کہتے ہیں کہ میں آپ کو اس شرط پر قرض دوں گا، کہ جب تک قرض واپس نہیں کریں گے، میں کرایہ مکان نہیں دونگا، شرط درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح معاملہ نہیں کرنا چاہئے،[۳] آپ یا تو ان کے پاس قرض کی ضمانت کے طور پر کوئی چیز زیور وغیرہ رہن[۴] رکھدیں کہ جب آپ ان کا قرض واپس کردیں گے، اپنا رہن ان سے

---

[۱] احل اللّٰہ البیع وحرم الربا الأیة سورۃ بقرۃ آیت ۲۷۵.

[۲] یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح .الاشباہ والنظائر ،ص ۱۴۹/مطبع دارالعلوم دیوبند، القاعدۃ الخامسة الضرریزال، البحرالرائق ص۱۲۶، ج۶، باب الربا، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ.

[۳] القرض بالشرط حرام .الدرالمختار علی الشامی ،ص۱۶۶/ج۵/ مطبوعہ کراچی، مطبوعہ زکریا دیوبند ص۳۹۴/۷، کتاب البیوع، فصل فی القرض، بحر ص۱۲۳ ج۶ کتاب البیوع فصل فی بیان التصرف فی المبیع والثمن قبل قبضہ الخ مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ، مجمع الأنہر ص۱۱۸ ج۳ کتاب البیوع باب المرابحة والتولیة تحت فصل، مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت.

[۴] قال فی ایضاح الاصلاح، ھو جعل الشئی محبوساً بحق شامی زکریا، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

واپس لے لیں گے، یا ان سے کرایہ پیشگی لے لیں اور اس سے اپنی ضرورت پوری کر لیں۔
فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم
حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کیا سودی قرض کی گنجائش ہے

سوال:۔ وہ کونسی ضرورت ہے جس میں سودی قرض لینا جائز ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:۔

نا قابل برداشت مجبوری کے وقت سود لینے سے گناہ نہ ہونے کی توقع ہے[1] **هكذا حكم سائر المحرمات**۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم
حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کمپنی کے فارم فروخت کرنا

سوال:۔ ایک ایجنسی کا یہ طریقہ ہے کہ وہ اپنا چھپا ہوا فارم تقریباً ۱۰؍ کو فروخت کرتی ہے، کمپنی مذکور کو اس ڈیڑھ آنہ میں فارم کے علاوہ اور کچھ نہیں ملتا جس کی صورت یہ ہے کہ زید نے ایک فارم خریدا، اس فارم پر کمپنی کی جانب سے پانچ خانہ ہیں، اور ہر خانہ میں ایک شخص کا

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) ص۶۸/ ج۱۰/ مطبوعہ کراچی ص۴۷۷/ ج۶/ كتاب الرهن، الدر المنتقى على مجمع الأنهر ص۲۶۹ ج۴ كتاب الرهن، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، بحر ص۲۳۲ ج۸ كتاب الرهن مطبوعه الماجديه كوئٹه.

(**صفحہ ہٰذا**) [1] يجوز للمحتاج الاستقراض بالربح الاشباه والنظائر، ص ۱۴۹/مطبوعه دار العلوم ديوبند، القاعدة الخامسة الضرر يزال، البحر الرائق ص۱۲۶، ج۶، باب الربا، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

نام معہ پتہ کے درج ہے، غرض ایک فارم پر پانچ اشخاص کے نام معہ پتے کے اندراج ہیں۔

کمپنی مذکور کا یہ اصول ہے کہ جو شخص (زید) فارم خریدے وہ مبلغ ا/ بذریعہ منی آرڈر اس شخص کے پاس روانہ کردے، جس کا نام خانہ نمبر ا/ پر تحریر ہے، اس کے بعد کمپنی مذکور زید (جس شخص نے فارم خرید کرا اور ا/ روپیہ روانہ کیا) کو چار فارم اور روانہ کردے گی، کہ وہ ان فارموں کو اپنے دوستوں کو تقسیم کردے، ان چار فارموں پر زید کا نام نمبر ۵/ پر ہوگا، غرض جس شخص کے پاس روپیہ گیا ہے اس کا نام ان فارموں میں نہیں ہوگا، زید ان چار فارموں کو الف، ب، ج، د، میں تقسیم کردے گا، اور، الف، ب، ۱۶/ اشخاص اسی ترکیب سے عمل کریں گے تو (۶۴×۴) ۶۴/ اشخاص کے پاس زید کا نام نمبر ۳/ پر ہوگا، اور یہ ۶۴/ اشخاص اسی طرح کریں گے تو (۲۵۶×۴) اشخاص زید کا نام نمبر ۲/ پر پائیں گے اور یہ ۲۵۶/ اسی طرح کریں گے تو (۲۵۶×۴) ۱۰۲۴/ اشخاص سے زید کو ۱۰۲۴/ روپیہ ملے گا اور یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا۔

سوال زید کا یہ فعل کیسا ہے، حکم شرعی کیا ہے، اس روپیہ کا استعمال جائز ہے یا ناجائز؟

نوٹ:۔ اس میں ہر شخص کو جو کہ کمپنی مذکور کے اصول پر عمل کرے گا، اس کو مبلغ ۱۰۲۴/ روپیہ ملے گا، یہ لاٹری والا حساب نہیں ہے کہ اگر سو آدمی شریک ہوں تو صرف ایک کو ملے گا، باقی محروم رہیں، اس میں ہر شخص کو ملے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کمپنی نے زید کے ہاتھ ۱۰/ میں فارم فروخت کیا، یہ ۱۰/ تو فارم کی قیمت ہوگی، اب زید اس شخص کے نام جس کا نام خانہ نمبر ا: پر ہے، مبلغ ا/ کیوں روانہ کرتا ہے، اور یہ ایک روپیہ کس شئی کا عوض ہے، اور اخیر میں ۱۰۲۴/ جو زید کو ملے ہیں یہ کیوں ملے ہیں، کس چیز کے عوض میں ملے ہیں، اگر یہ اس ایک ا/ روپیہ کا معاوضہ ہے تو تمام عوض اسے نہیں ملا کہ جس نے وہ ہی

ایک روپیہ روانہ کیا تھا، نیز ایک روپیہ کا معاوضہ ۱۰۲۴ر شرعاً جائز نہیں، کیونکہ یہ سود ہے، ''احل اللّٰه البيع وحرم الربو'' الاية[1] یہی حال ہر شخص کی آمدنی کا ہے، پس صورت مسئولہ کسی عقد شرعی میں داخل نہیں اور سود وقمار پر مشتمل ہے، کہ ہر شخص کی آمدنی کا سلسلہ موقوف ہے، دوسرے شخص کے ان فارموں کو تقسیم کرنے اور ا/روانہ کرنے پر اور یہ معلوم نہیں کہ وہ ایسا کرے گا یا نہیں، کیونکہ شرعاً ۱۰ر میں فارم خرید نے پر اس کا معاملہ ختم ہو چکا، ا/روانہ کرنے اور فارم تقسیم کرنے کا وہ مکلّف نہیں، پس یہ معاملہ اور یہ آمدنی شرعاً نا جائز ہے۔[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۵/۷/۵۵ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۵/۷/۵۵ھ

سود در سود حرام در حرام

سوال:۔ زید کا باپ سود در سود کھانے کا عادی ہے، مادری ترکہ میں زید بھی ایک دستاویز میں حصہ دار ہے، اور سود خوار باپ کے حکم پر دستاویز کی نالش کر کے سود در سود کی ڈگری حاصل کرتا ہے، اور وصولیابی کے لئے زید اپنے باپ کے ذریعہ وکیل کر کے کاروائی وصولیابی کر رہا ہے، باوجود یہ کہ زید بالغ ہوگیا ہے، اور ذریعہ تحصیل علم دینی احکام خداوندی سے واقف بھی ہے، ایسی صورت میں زید کو خدا کے روبرو جواب دہی کرنی ہوگی یا نہیں؟

---

[1] سورہ بقرہ پ۳/آیت ۲۷۵/اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا ہے اور سود کو حرام کر دیا ہے، (از بیان القرآن)

[2] ''انماالخمر والميسر والانصاب والازلام رجسٌ من عمل الشيطٰن فاجتنبوه الاية .
(سورۂ مائده ،پ۷/آیت ۹۰)

ترجمہ:. بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں، سو اس سے بالکل الگ رہو۔ (از بیان القرآن)

الجواب حامداً ومصلیاً

مسلم سے سود لینا حرام ہے، اور سود در سود حرام در حرام ہے، قال اللہ تبارک وتعالیٰ" **یاایھاالذین اٰمنو الاتاکلوا الربوٰ اضعافاً مضاعفة واتقوا اللّٰه لعلکم تفلحون واتقوا النارالتی اعدت للکافرین"** [1]

حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت تمام قرآن شریف میں سب سے زیادہ خوفناک ہے اس میں اہل ایمان کو اس آگ سے ڈرایا گیا ہے، جو کہ کفار کے لئے تیار کی گئی ہے، **"کان ابوحنیفةؒ یقول هی اخوف اٰیة فی القرآن حیث اوعدالمؤمنین بالنار المعدة للکافرین ان لم یتقوه فی اجتناب محارمه"** تفسیر مدارک، ص ۱۴۱- ج ۱/ [2]

جس طرح مسلم سے سود لینا حرام ہے اسی طرح اس کی گواہی دینا نیز اس کی کتابت کرنا وغیرہ بھی حرام ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے، سود کھلانے والے سود کی گواہی دینے والے سود کا کاغذ لکھنے والے سب پر لعنت فرمائی ہے، **"لعن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اٰکل الربوٰ وموکله وکاتبه وشاهدیه. رواه مسلم"** [3]

لہٰذا زید اگر مسلم سے سود لیگا یا کسی طرح مسلم سے سود وصول کرنے میں اپنے باپ کی امداد کرے گا تو وہ بھی باپ کی طرح گناہ کی مرتکب ہوکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت کا مورد

---

[1] سورۂ اٰل عمران پ ۴/ آیت نمبر ۱۲۹-۱۳۰/ **ترجمہ**:۔ اے ایمان والو سود مت کھاؤ کئی حصے زائد اور اللہ سے ڈرو امید ہے کہ تم کامیاب ہو، اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ (از بیان القرآن)

[2] **تفسیر مدارک، ج ۱/ ص ۲۸۲/، تفسیر خازن ص ۲۸۲ ج ۱ سورۂ آل عمران آیت ۱۲۹-۱۳۰، مطبوعہ بمبئی.**

[3] **مسلم شریف، ص ۲۷/ ج ۲/ (کتاب البیوع، باب الربا) مطبوعہ سعد دیوبند.**

ترجمہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سود کھانے والے پر اور اسکے کھلانے والے پر اور اس کے لکھنے والے پر اور اس کی گواہی دینے والوں پر۔

بنے گا اور آخرت میں سزا کا مستحق ہوگا۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوسہارنپور یکم رمضان المبارک ۵۵ ۱۳ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوسہارنپور یکم رمضان المبارک ۵۵ ۱۳ھ

صحیح عبد اللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوسہارنپور یکم رمضان المبارک ۵۵ ۱۳ھ

توبہ کے بعد سودی مال کا حکم

سوال:۔کسی کے یہاں سود کا کام ہوتا رہا ہے، اب اسکا کہنا ہے کہ میں نے سود لینا ترک کر دیا ہے، تو اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اسکا جمع ہوا مال پاک ہو جائیگا، یا نہیں؟ اور اس کے یہاں دعوت کھانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جتنی مقدار سود کی لی ہے، اس کو واپس کر دے، بقیہ سے کھانا اور کھلانا سب درست ہے۔کذا فی ردالمختار[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

پیسہ اپنے پاس سے دیکر سود کا پیسہ رکھنا

سوال:۔میرا معمول یہ ہے کہ جب بھی پاس بک میں سودی پیسے کا اندراج ہوتا ہے تو میں سودی رقم الگ کر دیتا ہوں، پاس بک میں اصل رقم باقی رہ جاتی ہے، مگر مجھے اس مسئلہ

---

[1] والحاصل أنه ان علم أرباب الاموال وجب رده عليهم الخ شامی زکریا، ج۷ص ۳۰۱ باب البيع الفاسد،مطلب فيمن ورث مالا حراماً، بذل المجهود ص۳۷ج ۱ کتاب الطهارة، باب فرض الوضوء، مطبوعه يحيوى سهارنپور، مجمع الأنهر ص۲۸۵ج ۱ کتاب الزکاة، مطبوعه دار الکتب العلمية بيروت.

میں شرح صدر نہیں ہے، شبہ ہے جس کی بنیاد یہ ہے کہ بیع وشراء میں جنس تو متعین ہوتی ہے، ثمن یعنی رقم متعین نہیں ہوتی، غالباً اسی طرح پڑھا ہے، اس کی نظیر یہ ہے کہ مدارس اسلامیہ کو زکوٰۃ کے روپے بذریعہ منی آڈر روانہ کئے جاتے ہیں وہ روپیہ تو مقامی ڈاکخانہ میں ہی رہ گیا، صرف منی آڈر فارم چلا گیا، جس سے وہاں کے ڈاکخانہ نے اپنے یہاں سے رقم کی ادائیگی کرادی ،وہ زکوٰۃ کی رقم تو نہیں پہنچی۔

دوسری نظیر ایک شخص اپنی سودی رقم نکالنے کے لئے ڈاکخانہ گیا وہاں کچھ رقم نہیں تھی، تھوڑی دیر کے بعد ایک دوسرے صاحب منی آڈر کرنے اور چلے گئے، اب ڈاکخانہ والوں نے اس رقم میں سے سود کی ادائیگی کردی، ظاہر ہے کہ یہ رقم سود والے کی نہیں ہے، اگر یہ معاملات صحیح قرار دیئے جاتے ہیں، تو پھر یہ طریقہ کیوں صحیح نہیں کہ مثلاً ایک ہزار روپے کے سو شامل ہوکر گیارہ سو ہوگئے، اب یہ شخص اپنے پاس سے سو روپیہ سود کی نیت سے نکالتا ہے، اور بینک میں جو سود کا اضافہ ہوا ہے، اصل میں شامل کر کے گیارہ سو روپے کی اصل رقم قرار دیتا ہے، تو اس میں کیا قباحت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو نظائر آپ نے پیش کئے ہیں، انکا حاصل بھی وہی ہے جو آپ سمجھ رہے ہیں، لیکن جس مال کو سود کہہ کر دیا جائے، خواہ وہ مال دینے والے کی ملک ہو یا نہ ہو بظاہر تو سود کا اطلاق اس پر آئے گا، جس پر لعنت کی وعید ہے، اب حاصل یہ ہوگا، کہ مال حلال کا صدقہ کیا اپنے پاس سے اور جو مال سود کے نام پر ڈاکخانہ یا بینک سے ملا جو شریعت کی نظر میں حرام اور موجب لعنت ہے، اسکو خود کھائے اس سے قلب سلیم اجتناب کرتا ہے۔[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] دعوا الربا والريبة الحديث ابن ماجه شريف، ص ١٦٥ / ج ٢ / مطبوعه مجتبائی دهلی) باب التجارات باب التغليظ فى الربا)

بیمہ کرانا

سوال:۔موجودہ زمانہ میں بیمہ کرانا اپنا یا دوکان اور موٹر وغیرہ کا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بیمہ میں سود بھی ہے، اور جوا بھی، یہ دونو چیزیں شرعاً ممنوع ہیں[1]، بیمہ بھی ممنوع ہے، لیکن اگر کوئی شخص ایسے مقام پر اور ایسے ماحول میں ہو کہ بغیر بیمہ کرائے جان و مال کی حفاظت ہی نہ ہوسکتی ہو یا قانونی مجبوری ہو تو بیمہ کرانا درست ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

زندگی کا بیمہ

سوال:۔حکومت انگلینڈ کا قانون ہے کہ کوئی بھی شخص کسی فیکٹری یا دوکان میں کام

---

[1] "احل اللّٰہ البیع وحرم الربوٰ" الایۃ سورۂ بقرہ پ۳/آیت ۲۷۵/

ترجمہ:۔اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا اور سود کو حرام کر دیا (از بیان القرآن)

"وانما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ الایۃ، سورہ مائدہ پ۷/ آیت ۹۰"، احکام القرآن للجصاص الرازی ص۴۶۵ ج۲ مطبوعہ دار احیاء التراث بیروت، شامی کراچی ص۴۰۳ ج۶ کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع.

ترجمہ:۔بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں سو اس سے بالکل الگ رہو۔(از بیان القرآن)

[2] الضرورات تبیح المحظورات الاشباہ والنظائر، ص۱۴۰/ تحت القائدۃ الخامسۃ الضرریزال، مطبوعہ دارالعلوم دیوبند، قواعد الفقہ ص۸۹، رقم القاعدۃ۱۷۰ مطبوعہ دار الکتاب دیوبند،

کرے یا خود کاروبار کرے تو بغیر انشورینش کارڈ کے کام نہیں کرسکتا، پھر انشورینش سے بنے ہوئے قانون کے مطابق اس کی انگلی وغیرہ کٹ جانے سے اس کو معاوضہ ملتا ہے، اور اس کو یہ انشورینش والے ''لائف انشورینش'' بولتے ہیں (زندگی کا بیمہ) یہ پیسہ لینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جبکہ بغیر بیمہ کاروبار یا فیکٹری یا دوکان کے گذارہ دشوار ہے، اور اس پر یہ قانونی پابندی ہے تو مجبوراً اس بیمہ زندگی میں آدمی کو معذور قرار دیا جائیگا،[1] تاہم جو رقم پاؤنڈ وغیرہ اس کے داخل کردہ یا تنخواہ سے وضع کردہ رقم سے زائد ہے، اس کو غرباء پر صدقہ کردے اپنے کام میں نہ لائے[2] اگر اس قسم کی معذوری اور مجبوری نہ ہو تو ایسے بیمہ کی شرعاً اجازت نہیں، اگر مقصود یہ ہے کہ مالک کو اعتماد حاصل ہو اور کام کرنے والے کے نقصان کے وقت ضرورت سے تلافی کی جائے، تو یہ بیمہ کے حکم میں نہیں، اگر چہ اس کا نام بھی بیمہ ہے، انگلی وغیرہ کٹ جانے سے جو رقم ملے اس کا لینا درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۹/۱۰/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۱۰/۸۹ھ

---

[1] الضرورات تبیح المخطورات الاشباہ والنظائر ص۱۴۰/ تحت القاعدة الخامسة الضرریزال، مطبوعه دارالعلوم دیوبند، قواعد الفقه ص۸۹ رقم القاعدة ۱۷۰، مطبوعه دار الکتاب دیوبند.

[2] للمسلم ان یاخذ الربا اصحاب البنک اهل الحرب فی دارهم ثم یتصدق به علی الفقراء ولایصرفه الیٰ حوائج نفسه، اعلاء السنن ص۳۵۹/۱۴، مطبوعه کراچی پاکستان، کتاب البیوع باب الربا، بذل المجهود ص۳۷، ج۱، کتاب الطهارة، باب فرض الوضوء، مطبوعه یحیوی سهارنپور، شامی زکریا ص۳۰۱/۷، باب البیع الفاسد، مطلب فیمن ورث مالاً حراماً،

جان کا بیمہ

سوال:۔ زندگی کا بیمہ شرعاً جائز ہے یا نہیں، آج کل ہندوستان میں بیمہ زندگی کی بہت کمپنیاں قائم ہوگئیں، جس کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بیمہ کرائے، تو اسے خاص وقت تک کرانا پڑتا ہے، اور ششماہی ایک مقرر رقم کمپنی کو دینی پڑتی ہے، مثلاً میں نے ۲۵/سال کی عمر میں ۲۵/برس کے واسطے اکیس روپیہ ۷/رقم ششماہی پر بیمہ زندگی کرایا اب مجھے ہر ششماہی میں ۲۳/کمپنی کو دینے پڑتے ہیں، اگر وقت کے ایک مہینہ بعد تک نہ دے تو کمپنی مجبور کرتی ہے، اگر ادا نہ کروں تو رقم سے ناامیدی ہوتی ہے، اور اگر کوئی شخص بیمہ کرانے کے بعد چاہے ابھی ایک ہی قسط ادا کی ہو مر جاوے تو کمپنی اس کے وارثوں کو جن کا وہ خود نام زندگی میں کمپنی کو دے چکا ہے، مبلغ ایک ہزار روپیہ فوراً ادا کرتی ہے، اور اگر ۲۵/برس زندہ رہے اور چندہ وقت پر دیتے رہے تو ۲۵/برس کے بعد کمپنی ایک ہزار روپیہ مع منافع تقریباً تین چار سو روپیہ کے اس شخص کو ادا کر دیتی ہے، منافع ہر پانچ سال کے بعد لگایا جاتا ہے، اس سال فی ہزار فی سال اٹھارہ روپیہ لگایا گیا ہے، جواب شرعی سے مطلع فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں عقد فاسد اور ناجائز ہے کیونکہ بیمہ کرانے والے نے جس قدر روپیہ کمپنی کو دیا ہے کمپنی اس سے زائد ادا کر دیتی ہے، تو وہ زیادتی یا بیمہ کرانے والے کی جان کے مقابلہ میں ہے، یا مال کے مقابلہ میں اول صورت میں وہ زیادتی ناجائز ہے، کیونکہ شرعاً جان متقوم نہیں[1] دوسری صورت میں بھی ناجائز ہے، کیونکہ یہ سود ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۵/۵۲ھ

الجواب صحیح عبد اللطیف غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۵/۵۲ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/۵/۵۲ھ

---

[1] وبطل بيع مال غير متقوم اى غير مباح الانتفاع به (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مسلمان ڈاکٹر کا بیمہ کارپوریشن کیلئے طبی معائنہ

سوال:۔ کیا کسی مسلمان ڈاکٹر کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ بیمہ زندگی کارپوریشن کی جانب سے مقرر ہو کر ان لوگوں کی صحت کا معائنہ کرے جن کا بیمہ ہونا ہے، ڈاکٹر کو ہر معائنہ کے عوض فیس کارپوریشن کی جانب سے دی جاتی ہے، معائنہ کرنے سے پہلے یا بعد میں ڈاکٹر کو کوئی مطلب نہیں رہتا، وہ صرف ان باتوں کی تصدیق یا تشخیص کرتا ہے، جس کا اعلان بیمہ کرانیوالا اپنی درخواست میں اپنی صحت کے بارے میں کرتا ہے، ہندوستان میں بیمہ کارپوریشن حکومت کی جانب سے چلائے جانے والا ایک ادارہ ہے اور ہندوستان میں جمہوری حکومت ہے، متذکرہ بالا طور پر ہوئی آمدنی کو ڈاکٹر اپنے کام میں لاسکتا ہے، یا نہیں؟ اگر نہیں تو کس مصرف میں صرف کرنا چاہئے؟

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**)الدرالمختار علی الشامی زکریا ص ۲۴۱/ ج۷/ مطبوعہ کراچی ص۵۵/ ج۵/ باب البیع الفاسد،

" والآدمی مکرم شرعاً وان کافراً فایراد العقد علیه وابتذاله بهوالحاقه بالجمادات اذلال لهٔ ای وهو غیرجائز، شامی زکریا ص۲۴۵/ ج۷/ شامی کراچی ص۵۸/ج۵/ کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، مطلب الآدمی مکرم شرعاً الخ، تبیین الحقائق ص۴۴ ج۴، کتاب البیوع، باب بیع الفاسد، مطبوعه امدادیه ملتان، مجمع الأنهر ص۷۷ج۳، باب البیع الفاسد، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

۲ وهو فی الشرع عبارة عن فضل مال لایقابله عوض فی معاوضة مال بمال وهو محرم الخ، عالمگیری ص ۱۱۷/ج۳/ مطبوعه کوئٹه پاکستان، کتاب البیوع الفصل السادس، فی تفسیر الربا واحکامه، شامی زکریا ص ۳۹۹ ج۷، کتاب البیوع، باب الربوٰ، الدر المنتقی علی مجمع الأنهر ص۱۱۹/۳، باب الربوٰ، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، "وَاَحَلّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا. سوره بقره پ۳/آیت ۲۷۵/"

ترجمه:. اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا اور سود کو حرام کردیا۔ (بیان القرآن)

الجواب حامداً ومصلیاً

زندگی کا بیمہ ناجائز ہے ڈاکٹر معائنہ کرنے کی فیس لیتا ہے، وہ جائز ہے، اس کو اپنے ہر کام میں خرچ کرسکتا ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۶/۳/۴ھ

مکئی کی بیع گیہوں سے اُدھار

سوال:۔ کسی نے مکا، یا شکرقندی اس نیت سے کسی کو دیدی کہ فصل پر گیہوں لے لونگا، یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مکا یا شکرقندی فروخت کرنا اس شرط پر کہ اس کے عوض فصل پر گیہوں لے گا، یعنی گیہوں کو قیمت قرار دینا اور اس کو فصل پر وصول کرنا درست نہیں ہے[2]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] کمایستفاد من هذهٖ العبارة وجاز تعمير كنيسة قال فى الخانية ولوآجر نفسه ليعمل فى الكنيسة ويعمرها لابأس به لانه لامعصية فى عين العمل الخ شامى كراچى، ص ۳۱۹/ج۶/ مطبوعه زكريا ديوبند ص ۵۶۲/ج۹، كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع، البحر الرائق ص۲۰۳، ج۸، كتاب الكراهية فصل فى البيع مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[2] وان وجد القدر والجنس حرم الفضل والنسأ وان وجداحدهما وعدم الآخر حل الفضل وحرم النسأ، عالمگيرى ص۱۱۷/ج۳/ مطبع كوئٹه پاكستان، كتاب البيوع، فصل فى تفسير الرباواحكامه، زيلعى ص۸۷ ج۴، كتاب البيوع، باب الربا مطبوعه امداديه ملتان، در مختار مع الشامى زكريا ص۴۰۳ ج۷، كتاب البيوع باب الربا،

قرض دیکر نفع حاصل کرنا سود ہے

سوال:۔ زید نے عمر سے ایک ہزار روپیہ نقد اس شرط پر حاصل کیا کہ وہ اس روپیہ کو تجارت میں لگا کر عمر کو دس روپیہ ماہوار بطور منافعہ دیتا رہے گا چنانچہ زید نے چالیس ماہ تک متواتر دس روپیہ ماہوار عمر کو ادا کئے اور زید بقضاء الٰہی فوت ہوگیا، کوئی با قاعدہ حساب تجارت کا جس سے نفع ونقصان ظاہر ہو یا جن لوگوں کا لینا یا دینا بذمہ زید پایا جاتا ہو نہیں چھوڑا بلکہ ایک کافی رقم قرضہ کی کئی ہزار روپیہ کی زید کے ذمہ بعد اس کے فوت ہونے کے ثابت ہوئی، ورثاء زید نے اپنے متوفی عزیز کو بار قرض سے سبکدوش کرنے کے لئے قرض خواہاں سے ان کی اصل رقومات معلوم کر کے ان کی واجب رقومات ادا بھی کردی ہے، اور عمر کا روپیہ بھی ادا کر دینا چاہتے ہیں، چنانچہ بعد انتقال زید کے قریب چار سو روپیہ بالاقساط عمر کو دے بھی چکے ہیں، لیکن ورثاء زید کہتے ہیں کہ زید نے جو چالیس ماہ تک رقم ادا کی ہے، وہ شرعی نقطۂ نگاہ سے منافعہ نہیں ہے، بلکہ سود ہے، کیونکہ کوئی معاہدہ وشرائط تجارت کے نقصان میں بھی عمر کے شریک رہنے کی نہیں پائی جاتی، لہٰذا اگر وہ رقم سے پوری کردی جائے، تو باقی رقم ورثاء زید ادا کرنے کو تیار ہیں، اور عمر کا بیان ہے کہ جو دس روپیہ ماہوار زید نے ادا کئے وہ بطور منافعہ کے دیئے ہیں، لہٰذا پوری رقم ورثاء کو ادا کرنی چاہئے، البتہ وہ رقم جو بعد فوت ہونے زید کے، زید کے ورثاء سے عمر کو حاصل ہو چکی ہے، اس کو اصل رقم سے وہ ضرور منہا کرنے پر وہ رضامند ہے، جو کچھ شرعی حکم ہو، بالتشریح عنایت فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بظاہر زید نے جو عمر سے ایک ہزار روپے شرط مذکور پر حاصل کیا ہے، یہ قرض ہے اس صورت میں دس روپے کا منافعہ بالیقین سود ہے، جس کا وصول کرنا عمر کو حرام ہے، لہٰذا اس رقم

کو بھی اصل رقم میں شمار کرنا واجب ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیو بند

باہم چندہ جمع کرنے کی ایک صورت

سوال:۔(۱) ہمارے محلّہ میں چند ممبران روپیہ رکھا کرتے ہیں، مثلاً ہر ممبر سو روپیہ ۲۰؍ممبران کے دو ہزار ہوگئے، اب اس رقم پر بولی بولی جاتی ہے، جو زیادہ دیتا ہے، اس کو دیدیتے ہیں، تو اس پر بولی بولنا کیسا ہے؟ یہ سود تو نہیں ہے؟ یہ جائز ہے، یا نہیں؟ جبکہ وہ روپیہ جمع کر چکا ہے، یعنی ۱۰۰؍روپیہ، تو پھر بولی بولنا کیا ضروری ہے، اس میں اختلاف ہے

(۲) ایک شکل یہ بھی ہے کہ چند ممبران چندہ جمع کرنا شروع کر دیتے ہیں، مثلاً تین سال تک فی ممبر ۱۰۰؍روپیہ ماہانہ دے گا، اگر وہ رقم لینا چاہے تو قلیل سود مثلاً ۳؍پیسہ فی روپیہ کے حساب سے اس میں لے کر کاروبار چلا سکتا ہے، اور بعد میں وہ مع سود کے ادا کرے یا مع منافع کے ادا کر دے خواہ نام سود دیا جائے یا منافع؟ تو اس میں شرکت جائز ہے یا نہیں؟ اور اس طرح پیشگی جمع کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) یہ صورت ناجائز ہے[2]

---

[1] كل قرض جرنفعاً فهوحرام الخ درمختارعلى الشامى كراچى،ص ۱۶۶ ا؍ج۵؍ زكريا ديوبند ص ۳۹۵؍ج۷؍ مطبوعه نعمانيه ديوبند ،ص۱۷۴؍ج۴؍ كتاب البيوع، فصل فى القرض، الاشباه والنظائر ص۱۴۴ الفن الثانى كتاب المداينات، مطبوعه اشاعة الاسلام دهلى، قواعد الفقه ص۱۰۲ مطبوعه دار الكتاب ديوبند، اعلاء السنن ص ۴۹۹ ج ۱۴ كتاب الحوالة، باب كل قرض جر منفعة فهو ربا، مطبوعه كراچى.

[2] فضل ما لا يقابله عوض فى معاوضة مال بمال وهومحرم فى كل مكيل وموزون بيع مع جنسه المكيل كالبر والشعير والتمر والملح أو الموزون كالذهب والفضة، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

(۲) یہ صورت بھی ناجائز ہے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۲/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۲/۸۹ھ

ربوٰ اور قمار کی ایک صورت

سوال:۔(۱) ایک آدمی نے دس نمبر رکھے ہیں، ایک روپیہ لگاتے ہیں جس کا نام نکلتا ہے، اس کو ۵۰/روپیہ دیتے ہیں جس کا نہیں نکلتا ہے اس کو ساقط کر دیتے ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اس مسئلہ میں یوں حیلہ کرتے ہیں کہ میں نے ہبہ کر دیا، تو کیا اس طرح ہبہ کر کے دینا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) یہ معاملہ قمار بھی ہے اور ربوٰ بھی، قمار تو اس لئے ہے کہ اگر نمبر نہ نکلا تو جو روپیہ دیا

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) عالمگیری ص۱۱۷/ج۳/ مطبوعه کوئٹه پاکستان، کتاب البیوع، الفصل السادس فی تفسیر الرباواحکامه البحر الرائق کوئٹه ص۱۲۷/۱۲۴ ج۶، باب الربا، مجمع الأنهر ص۱۲۰/۱۱۹ ج۳ باب الربا، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، "واحل الله البیع وحرم الربوٰ" سوره بقره ،پ۳/آیت ۲۷۵/ **ترجمه**:- اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا اور سود کو حرام کر دیا۔(از بیان القرآن)

(**صفحہ ہٰذا**) [۱] وکل قرض جرنفعاً فهوحرام، شامی کراچی ص۱۶۶/ ج۵/ مطبوعه زکریا دیوبند ص۳۹۵/ ج۷/ مطبوعه نعمانیه دیوبند ۱۷۴/ج۴/ کتاب البیوع، فصل فی القرض، کل قرض جر نفعاً فهو ربا حرام، قواعد الفقه ص۱۰۲ رقم القاعدة ۲۳۰ مطبوعه دار الکتاب دیوبند، الاشباه والنظائر ص۱۴۴ الفن الثانی کتاب المداینات، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی.

تھا، وہ ضبط ہوجائے گا، اور ربوٰ اس لئے ہے کہ ایک روپیہ کے عوض نمبر نکلنے پر ۵۰/روپیہ ملتے ہیں، اور قمار بھی حرام ہے، اور ربوٰ بھی حرام ہے، "لقوله تعالیٰ انما الخمر والميسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشيطن فاجتنبوه" الاية[1] "ولقوله تعالیٰ احل الله البيع وحرم الربوا. الاية"[2]

(۲) نام بدل نے سے اصل حقیقت نہیں بدلتی، اس کا نام ہبہ رکھ دینے سے یہ حلال نہیں ہوگا، بلکہ حرام ہی رہے گا۔ "عن ابی بردة بن ابی موسیٰ قال قد مت المدينة فلقيت عبدالله بن سلام فقال انک بارض فيها الربٰوا فاش فاذا كان لک علیٰ رجل حق فاهدى اليک حمل تبن اوحمل شعيرا او حبل قت فلاتاخذه فانه ربوٰ. رواه البخاری ومشکوٰۃ شریف، ص ۲۴۶"[3]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۹/۲/۲۶ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۹/۲/۲۶ھ

---

[1] سورۃ مائدۃ پ۷/آیت ۹۰/ **ترجمہ**: بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں، سو تم اس سے بالکل الگ رہو۔ از بیان القرآن)

[2] سورۂ بقرہ پ۳/آیت ۲۷۵/

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا اور سود کو حرام کر دیا ہے (از بیان القرآن)

[3] مشکوٰۃ شریف، ص ۲۴۶/ باب الربا الفصل الثالث، کتاب البیوع، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، بخاری شریف ص ۵۳۸ ج ۱ کتاب المناقب، باب مناقب عبد اللہ بن سلام، مطبوعہ اشرفی دیوبند.

ترجمہ: حضرت ابو بردۃ ابن ابی موسیٰؓ نے فرمایا کہ میں مدینہ میں آیا، تو میری ملاقات عبداللہ بن سلامؓ سے ہوئی، تو انہوں نے فرمایا کہ تم ایسی زمین میں ہوں جس میں سود عام ہے، پس اگر تمہارا کسی ایسے شخص پر حق ہو اور وہ تم کو ہدیہ میں کوئی گھاس کا گٹھر دے یا کچھ مقدار جو کی دے تو مت لینا اس لئے کہ وہ سود ہے۔

سود کی ایک صورت

سوال:۔ایک قصاب نے زید سے چند روپے گوشت کی تجارت کے لئے لئے اور یہ شرط کی کہ جب میں دوسرے یا تیسرے روز اپنی گائے ذبح کرونگا تو تمہیں ایک سیر گوشت دیدونگا، پھر ڈیڑھ دو ماہ بعد سب روپے ادا کردوں گا تو کیا اس گوشت کا جو روپے سے زائد قصاب کی طرف سے مل رہا ہے، اس کا کھانا جائز ہے، اور کیا یہ صورت مضاربۃ میں داخل ہوسکتی ہے، اور اگر زید نے اس کو کھالیا ہے، اور وہ ناجائز ہے تو اس سے اس کے سبکدوش ہونے کی کیا صورت نکل سکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ سود ہے لہٰذا ناجائز" **كل قرض جرنفعاً حرام درمختار قال الشامی ای اذا كان مشروطاً** اھ شامی، ص۲۴۲ ر ج ۴ ر"[۱] اس سے سبکدوش ہونے کی صورت یہ ہے کہ اس گوشت کی قیمت ادا کردے یا اس روپیہ میں سے منہا کردے۔[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/۳/۵۵ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبد اللطیف ۱۱/ربیع الاول ۵۵ھ

---

[۱] شامی کراچی ص۱۶۶ / ج۵ / مطبوعہ زکریا دیوبند ۳۹۵/۷ / مطبوعہ نعمانیہ دیوبند ۱۷۴ / ج۴ / (باب المرابحة والتولية، مطلب كل قرض جرنفعاً فهوحرام، نصب الراية ص۶۰ ج۴ كتاب الحوالة، مطبوعه مجلس علمی ڈابهيل، قواعد الفقه ص۱۰۲ رقم القاعدة۲۳۰، مطبوعه دار الكتاب ديوبند، الاشباه والنظائر ص۱۴۴ الفن الثانی كتاب المداينات، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی.

[۲] من اكتسب مالاً بغير حق فاما ان يكون كسبه بعقد فاسد كالبيوع الفاسدة الى قوله ففی جميع الاحوال المال الحاصل له حرام عليه ولكن ان اخذه من غير عقد لم يملكه ويجب عليه ان يرده على مالكه، بذل المجهود ص۳۷ ج۱، كتاب الطهارة باب فرض الوضوء، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

سود کی ایک صورت

سوال:۔ ایک شخص چھالی اور چاول جمع کر کے رکھتا ہے، اور جب لوگ مصیبت یا تنگدستی میں پڑتے ہیں تو اس کے پاس جا کر چھالی یا چاول اُدھار لیتے ہیں، وہ دو تین گنا بازار کے نرخ سے اضافہ سے بیچتا ہے، کیا یہ صورت شرعاً جائز ہے یا نہیں، اس مسئلہ میں علماء کے دو فریق ہیں، اول فریق جواز کا قائل ہے، فریق ثانی اس کو سود کہتا ہے، اور استدلال میں پیش کرتا ہے،" **كل قرض جر نفعافهواحد وجه من وجوه الربوٰ** "اور شامی میں ہے "**المعلوم كالمعروف**" اب آپ سے دریافت طلب بات یہ ہے کہ مذکورہ ربوٰ النسیئہ میں شامل ہے یا نہیں؟ "**المعلوم كالمعروف** " کا کیا مطلب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح اُدھار بیچنا شرعاً سود نہیں، بلکہ اس طرح بیع درست ہے، البتہ مروت کے خلاف ہے زمانہ گرانی میں غرباء کے ساتھ احسان و مروت کی ضرورت ہے یہ بھی مکارم اخلاق کے لائق ہے۔ درمختار "**با ب المرابحة والتولية** "میں ہے۔" **اشتراه بالف نسيئة وباع بربح مائة بلابيان خير المشترى فان تلف المبيع بتعيب اوتعيب فعلم بالاجل لزمه كل الثمن حالاً** "اس پر علامہ شامیؒ فرماتے ہیں "**قوله خيرالمشترى اى بين ردهٗ واخذه بالف ومأة حالة لان للا جل شبهابالمبيع الاترىٰ انه يزاد فى الثمن لاجله والشبهة ملحقة بالحقيقة فصاركانه اشترىٰ شيئين بالالف وباع احدهما بها علىٰ وجه المرابحة هذا خيانة فيمااذا كان مبيعا حقيقة واذا كان**

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) مطبوعه مكتبه رشيديه سهارنپور، عالمگيرى كوئٹه ص۳۴۹ج۵ كتاب الكراهية الباب الخامس عشر فى الكسب، شامى زكريا ص ۳۰۱ج۷ كتاب البيوع، باب البيع الفاسد مطلب فيمن ورث مالاً حراماً.

احدالشیئین یشبه المبیع یکون هذا، شبهة الخیانة (فتح) قوله لزمه کل الثمن حالا لان الاجل فی نفسه لیس بمال فلایقابله شئی حقیقة اذالم یشترط زیادة الثمن بمقابلته قصداً ویزاد فی الثمن لاجله اذاذکر الاجل بمقابلة زیادة الثمن قصداً اعتبرمالا فی المرابحة " الدرالمختار علی الشامی نعمانیه، ص ۱۵۸ ج۴/"[۱] یہ مسئلہ اسی طرح کتب فتاویٰ وفقہاء میں مذکور ہے، فتاویٰ رشیدیہ[۲] امدادالفتاویٰ[۳] فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں بھی اسی طرح کی تصریح ہے، شرح[۴] کنز فتح القدیر[۵] عینی[۶] شرح ہدایہ میں بھی اسی طرح ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۴/۸۶ھ

تنخواہ سے کچھ روپیہ زائد کٹوانا

سوال:۔ زید نے پچاس روپئے ماہ اپنے کسی نیک کام کے لئے کٹوانا شروع کیا، مقررہ مدت کے بعد زید کو اس رقم پر ۳۵۰/ روپیہ زائد ملے، تو یہ روپے زید کے حق میں کیسے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:۔

جب اصل تنخواہ میں سے ماہانہ کٹواتا ہے، اوراس کو کسی نیک کام میں خرچ کرنے کی نیت ہے، تو یہ زائد رقم ہی اپنے کام میں کیوں لاتا ہے، اس کو بھی غرباء پر صدقہ کردے[۷]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۲/۹۴ھ

---

[۱] الدرالمختارمع الشامی ص، ۳۶۲/ج۷/ (مطبع زکریا دیوبند) باب المرابحة والتولیة .

[۲] فتاویٰ رشیدیه ص، ۸۰/ ج۲/ مبوب (مکتبه رحیمیه دیوبند)

[۳] امدادالفتاویٰ ص ۲۰/ ج۳/(مکتبه افغانی دیوبند)

[۴] البحرالرائق، ص ۱۱۴/ ج۶/(مکتبه کوئٹه) باب المرابحة والتولیة.

[۵] فتح القدیر، ص ۵۰۷/ ج۶/ (مکتبه دارالفکر) باب المرابحة والتولیة.

[۶] البنایة فی شرح الهدیة المعروف عینی شرح هدایة ص ۱۳۵، ۱۳۶ ج۳ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

عالم کو فاقہ کشی کی حالت میں سود کا روپیہ لینا اور گذارہ کرنا

سوال:۔ زید ایک مولوی صاحب ہیں، بہت مفلس آدمی ہیں، ان کے ساتھ والدین بیوی، بچے ہیں، کوئی ذریعۂ معاش نہیں، فاقہ پر فاقہ ہے، بہت مجبوری ہے، لہٰذا سودی روپیہ اور سودی غلہ کے مقروض بھی ہو گئے، ایسے نازک حالات میں بکر نے مولانا صاحب سے کہا کہ مولانا یہ پانچ روپیہ لیجئے، اس سے فلاں کی سند (سارٹیفیکٹ) عالم یا فاضل کا کر کے فلاں حاکم کو پانچ روپیہ رشوت دے کر دکھلا دیجئے، آپ کو گورنمنٹ کی نوکری مل جائیگی، لہٰذا مولانا نے مجبور ہو کر ایسا ہی کیا دریافت یہ ہے کہ ایسی مجبوری میں جبکہ فاقہ کی نوبت آ جائے، سودی قرض لینا اور رشوت دیکر دوسرے سے سند لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سود دینا[۱]، رشوت دینا[۲]، دوسرے کی سند خرید کر اپنی سند بتا کر دھوکہ دینا یہ سب باتیں

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) کتاب البیوع، باب المرابحة والتولیة، مطبوعه مکتبه امدادیه مکة المکرمة.

۷ واما اذا کان عند رجل مال خبیث فاما ان ملکه بعقد فاسد اوحصل لهٗ بغیر عقد ولایمکنه ان یرده الیٰ مالکه ویرید ان یدفع مظلمة عن نفسه فلیس لهٗ حیلة الا ان یدفعه الیٰ الفقراء الخ، بذل المجهود ص۳۷/ج۱/ مطبوعه رشیدیه سهارنپور، باب فرض الوضو، عالمگیری کوئٹه ص۳۴۹، ج۵ کتاب الکراهیة، الباب الخامس عشر فی الکسب، شامی زکریا ص۳۰۱ج۷ کتاب البیوع، باب الیع الفاسد، مطلب فیمن ورث مالاً حراماً.

(**صفحہ ہٰذا**) ۱ لعن رسول الله صلی الله علیه وسلم أکل الربا ومؤکله وکاتبه وشاهدیه وقال هم سواء، مشکوٰة شریف ص۲۴۴ باب الربا، مطبوعه یاسر ندیم، مسلم شریف ص۲۷ ج۲ باب الربا، مطبوعه مکتبه بلال دیوبند.

۲ لعن رسو ل الله صلّی الله علیه وسلم الراشی والمرتشی .ترمذی شریف، ص ۱۵۹/ج۱/ مطبع رشید یه دهلی (کتاب الاحکام باب ماجاء فی الراشی والمرتشی فی الحکم) (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ناجائز اورحرام ہیں[۱] حرام طریقہ اختیار کرنے سے عامۃً حلال آمدنی حاصل نہیں ہوتی، گو بظاہر آمدنی کا راستہ کھل جاوے مگر اس میں خیر وبرکت نہیں ہوتی ہے،[۲] اپنے مصارف میں احتیاط اور کفایت لازم ہے، تنگی، ترشی برداشت کر کے مصارف کو مختصر کیا جاوے،[۳] جو کچھ ہوگیا اس پر ندامت کے ساتھ توبہ اور استغفار لازم ہے،[۴] اللہ تعالیٰ فاقہ اور تنگی سے بچائے اور حرام

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) الراشی والمترشی فی النار، انّ الراشی یقصد بها التوصل الی ابطال حق أو تحقیق باطل وهو الملعون فی الخبر، فیض القدیر ص۴۳ ج۴، رقم الحدیث ۴۴۹۰ حرف الراء فصل فی المحلی بأل من هذا الحرف، مطبوعه دار الفکر بیروت.

(صفحہ ہٰذا) ۱؎ "من غش فلیس منا" ترمذی شریف، ج ۱/ص۱۵۷/ ابواب البیوع، باب ماجاء فی کراهیة الغش، مطبوعه رشیدیه دهلی، فیض القدیر ص۱۸۵ ج۶ رقم الحدیث ۸۸۷۹ مطبوعه دار الفکر بیروت، الغش حرام الاشباه والنظائر ص۱۵۹ کتاب الحظر والاباحة الفن الثانی، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی.

۲؎ عن ابن مسعود قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم إن الربا وإن کثر فان عاقبته تصیر الی قَلٍّ، القل والقلة کالذل والذلة، یعنی انه ممحوق البرکة، طیبی شرح مشکوٰة ص۵۸ ج۶ کتاب البیوع باب الربا مطبوعه مکتبۂ زکریا دیوبند، مرقاة شرح مشکوٰة ص۳۱۳ ج۳ المصدر السابق، مطبع اصح المطابع بمبئی.

۳؎ عن عبد اللّٰه سرجس ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال السمت الحسن والتؤدة والاقتصاد جزء من اربع وعشرین جزء من النبوة، هذا الذی فی الحدیث الاقتصاد المحمود علی الاطلاق والاقتصاد فی المعیشة منه قوله تعالٰی والذین اذا أُنفقوا لم یُسْرِفوا ولم یقتروا الایة ومنه حدیث الاقتصاد فی النفقة نصف المعیشة وحدیث ما عال من اقتصد، مرقاة شرح مشکوٰة ص۷۳۱، ج۴، باب الحذر والتأنی فی الامور الفصل الثانی، مطبع اصح المطابع بمبئی.

۴؎ ان التوبة من جمیع المعاصی واجبة وانها واجبة علی الفور لایجوز تأخیرها سواء کانت المعصیة صغیرة او کبیرة، تفسیر قرطبی ص۲۳۶، ج۱۵، سورة التحریم، تحت الایة الرقم ۸، مطبوعه دار الفکر بیروت، شرح نووی علی مسلم شریف ص۳۵۴ ج۲، کتاب التوبة مطبوعه مکتبه بلال دیوبند، التوبة النصوح الندم علی الذنب، حین یفرط مِنْک فتستغفر اللّٰه تعالٰی ثم لاَ تعود الیه ابداً، فیض القدیر ص۲۸۵ ج۳ رقم الحدیث ۳۴۱۳ مطبوعه دار الفکر بیروت.

آمدنی سے بھی بچائے، اور دردر بھیک مانگنے سے بھی بچائے، اب اس ملازمت کو از خود ترک نہ کریں، اور در بدر بھیک مانگنے کا بھی ارادہ نہ کریں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۱۴/۴/۹۰ھ

برما میں ناجائز عقود کا جواز

سوال:۔ برما میں بعض عالم کافروں کے ساتھ سودی معاملات کرنا جائز اور سود کھانا حلال اور مردار کا گوشت وغیرہ فروخت کرنا حلال اور سور کے گوشت کی سپلائی کرنا حلال کہتے ہیں، ایسے علماء کی شریعت کی نظر میں کیا سزا ہونی چاہئے، اور ان کے ساتھ کیا معاملہ ہونا چاہئے، ان کی باتوں کو سنکر جو لوگ مذکورہ کاموں کو کرتے ہیں، ان کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ان عالموں سے اسکے جواز کی دلیل دریافت کر کے لکھئے تا کہ اس میں غور کیا جائے، ان چیزوں کا ناجائز اور حرام ہونا تو قرآن کریم[1] حدیث[2] اور فقہ[3] سے واضح ہے۔ پھر وہ کس بنیاد پر

[1] احل اللّٰہ البیع وحرم الربا سورۂ بقرہ، پ/۳/ آیت ۲۷۵/.

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا اور سود کو حرام کر دیا۔ (از بیان القرآن)

[2] عن جابرؓ قال لعن رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم اٰکل الربا وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ. الحدیث. مشکوٰۃ شریف، ص ۲۴۴/ باب الربوا.

ترجمہ:۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سود کھانے والے پر اور سود کھلانے والے پر اور اس کے لکھنے والے پر اور اس کی گواہی دینے والوں پر۔

[3] وھو فی الشرع عبارۃ عن فضل مال لایقابلہ عوض فی معاوضۃ مال بمال وھو محرم الخ، عالمگیری کوئٹہ ص۱۱۷/ ج/۳/ کتاب البیوع، الفصل السادس فی تفسیر الربا واحکامہ، البحر الرائق کوئٹہ ص۱۲۷،۱۲۴ ج٦ باب الربا، مجمع الأنھر ص۱۲۰،۱۱۹ ج۳ باب الربا، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت.

جائز کہتے ہیں۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰؍۴؍۹۴ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۰؍۴؍۹۴ھ

فسادزدہ مسلمانوں کے لئے مکانات کی تعمیر کرنے میں سود کا پیسہ خرچ کرنا

سوال:۔احمد آباد بڑودہ وغیرہ کے حالیہ فسادات میں شرپسندوں نے اس حد پر تباہی مچائی جس جگہ مسلم اقلیت میں اور اکا دُکا آباد تھے،اور جس جگہ جتھہ کی صورت میں محلّہ کی آبادی مسلم ہوں وہاں شرپسند آتے ڈرتے ہیں یا آتے نہیں بہرحال اس نقصان کے پیش نظر یہ صورت قائم ہوتی ہے کہ وہ اِکا دُکا بسنے والے مسلمان مسلم جتھوں اور محلوں میں آکر آباد ہوجائیں،یہاں پر ایک صاحب کے پاس بہت بڑی زمین ہے جس پر تیس پینتیس مکانات تعمیر ہوکر اتنے ہی خاندان آباد ہوسکتے ہیں،اور مسلمانوں کا ایک اجتماعی جتھا تیار ہوسکتا ہے، مگر آج کل شہروں میں ۱۵؍۲۰؍۲۵؍روپے فٹ زمین ملتی ہے،اور مسلم لوگ اتنی قیمت پر خریدنے سے معذور ہیں کہ مذکورہ بالا قیمت سے آٹھ دس ہزار روپیہ خرچ کرکے مکان تعمیر کرسکیں اس کی ایک شکل عام طور پر لوگ اختیار کرتے ہیں،وہ یہ کہ رہائش کے لئے مکانات تعمیر کرنے کے لئے حکومت قرض (لون) سودی قرض کی شکل میں دیتی ہے،جس کو تعمیر مکان کے بعد کئی سالوں میں بالاقساط ادا کرنا ہوتا ہے،یعنی اگر چار چار ہزار جمع کریں تو حکومت چھ ہزار اپنے پاس سے قرض دے گی اب سوال یہ ہے کہ یہ حضرات ہاؤسنگ کمیٹی قائم کرکے اس کو باقاعدہ رجسٹر کراکے رہائش کے سلسلہ میں حکومت سے سود پر قرض لے سکتے ہیں یانہیں،حکومت سے قرض لئے بغیر مذکورہ بالا زمین پر یہ لوگ آباد نہیں ہوسکتے اس کے لئے

واحد صورت یہی ہے تو کیا ایسی شکل میں یہ قرض لیا جا سکتا ہے، اور شرعاً گنجائش ہے کہ نہیں؟ ہاؤسنگ کمیٹی قائم کر کے مکان آٹھ دس ہزار میں تعمیر ہو جاتا ہے، ورنہ چالیس پچاس ہزار سے کم میں اس دور میں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) سودی معاملہ کا حرام ہونا منصوص ہے[۱] مضطر کے لئے حرام شئی کی حرمت مرتفع ہو جاتی ہے، جان بچانے کے لئے حرام شئے کا کھانا ضروری ہو جاتا ہے، جب کہ اس کے سوا چارہ کار نہ رہے مگر اتنی ہی مقدار کی اجازت ہوتی ہے، جس کے ذریعہ جان بچ سکے اس سے زیادہ کی نہیں[۲] تجربہ اور مشاہدہ سے جب یہ بات معلوم اور ثابت ہے کہ ایسے مسلمانوں کے تحفظ کی بظاہر اسباب یہی صورت ہے کہ ان کے لئے مکانات ایسی محفوظ جگہ بنا دئے جائیں اور مکانات کی شکل وصورت مذکورہ کے علاوہ کوئی نہیں تو بدرجہ مجبوری معذوری ہے، لیکن ایسا کرنے سے بات درجہ معذوری تک نہیں رہتی بلکہ بڑھتی اور پھیلتی ہے، اور پھر بغیر مجبوری کے بھی ایسے معاملات کر لئے جاتے ہیں، اور ذہنوں میں بس ایک پہلو رہ جاتا ہے، کہ مسلمان پسماندہ رہ جائیگا، اور دوسروں کی نظر میں حقیر رہے گا، اور اس سے ذہن فارغ ہو جاتے ہیں، کہ وہ زمرہ صلحاء مقبولین میں پسماندہ رہ جائے گا، اور اللہ ورسول کی نظروں میں حقیر رہے گا، عزت وذلت کا معیار ان کے نزدیک نظر اغیار ہے نہ کہ نظر حبیب پروردگار اور "ایبتغون

---

[۱] احل اللّٰہ البیع وحرم الربوٰ الایۃ سورہ بقرہ آیت ۲۷۵۔

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کر دیا اور سود کو حرام فرما دیا ہے۔ (از بیان القرآن)

[۲] لایأکل المضطر من المیتة الامقدار مایمسک به رمقه الخ احکام القرآن للجصاص ج ۱ / ص ۱۳۰ / مطبوع دار الکتاب العربی بیروت، باب فی مقدار مایأکل المضطر، تفسیر القرطبی ص ۲۱۹ ج ۱ الجزء الثانی سورة البقرة تحت الایة الرقم ۱۷۳، مطبوعه دار الفکر بیروت، عالمگیری کوئٹه ص ۳۳۷ ج ۵ کتاب الکراهیة، الباب الحادی عشر فی الکراهة فی اکل وما یتصل به.

عندهم العزة فان العزة لله جميعاً الاية[1]،، کو فراموش کر دیتے ہیں، اور سورۂ منافقون کا واقعہ ''لئن رجعنا الی المدينة ليخرجن الا عزمنها الاذل ولله العزة ولرسوله وللمؤمنين الاية[2] ،، کی طرف گاہے التفات نہیں ہوتا، پھر معاملہ مذکورہ کی حرمت وقباحت ہرا ذہان سے ختم ہو جاتی ہے، حرام چیز کی قباحت کا قلوب سے نکل جانا اتنا بڑا نقصان ہے کہ جس کی مکافات دشوار ہے، ''كلّا بل ران علیٰ قلوبهم ما كانوا يكسبون[3] الاية'' علاوہ ازیں ایسا بھی سننے اور دیکھنے میں آیا ہے، کہ قرض کی مقررہ قسطیں کسی غفلت یا حادثہ کی وجہ وقت پر ادا نہیں کی گئیں تو بنی ہوئی سب عمارت ہی ضبط کر لی گئی، اس کا لحاظ بھی ضروری ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

فساد معاشرہ کے وقت علماء کی ذمہ داری

سوال:۔ آج کے معاشرہ میں بہت سی ایسی چیزیں ضروریات میں شامل ہیں کہ جن کو شرعاً ضروریات میں شامل کرنا تامل ہوتا ہے، مگر رواج میں ضروریات میں داخل ہیں، مثلاً لباس کے مسئلہ میں شرعاً ستر پوشی کی حد تک ضرورت ہے، اس میں لباس کی وضع قطع وغیرہ کو کوئی

---

[1] سورة النساء آیت ۱۳۹/.

ترجمہ: کیا ان کے پاس معزز رہنا چاہتے ہو سو اعزاز تو سارا خدا تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔

[2] سورة المنافقون آیت ۸/.

ترجمہ:۔ (اور منافقین یوں کہتے ہیں) کہ اگر ہم اب مدینہ میں لوٹ کر جاویں گے تو عزت والا وہاں سے ذلت والے کو باہر نکال دیگا، اور اللہ ہی کی ہے عزت اور اس کے رسول کی اور مسلمانوں کی الخ (از بیان القرآن)

[3] سورة المطففين آیت ۱۴/.

ترجمہ:۔ ہرگز ایسا نہیں بلکہ انکے دلوں پر انکے اعمال کا زنگ بیٹھ گیا ہے۔ از بیان القرآن)

دخل نہیں مگر رواج میں اپنے وقار کے مطابق کپڑا پہننا پڑتا ہے، اسی طرح طعام وغیرہ اور زندگی کی دوسری ضروریات میں کہ اس کے ملحوظ رکھنے پر انسان مجبور ہوتا ہے، اور اگر ایسا نہ کرے تو ذلیل اور حقیر کہلائے قرون اولیٰ کے لوگوں کی معاشرت اگر عقلاً محال نہیں تو عملاً ناممکن ضرور ہے، دیندار لوگوں میں بھی یہ چیز ضروری ہے، اور روزمرہ کے شواہد ثبوت ہیں، علاوہ ازیں لباس طعام وغیرہ کے سلسلہ میں کچھ باتیں ایسی بھی ہیں جن کو آج کل قویٰ برداشت نہیں کر سکتے، جدید معاشرت اور تعلیم سے دور رہتے ہیں، مسلمان اچھوت ہو کر رہ جائیں گے، اور آج کل جدید تعلیم کے لئے روپئے کی ضرورت کو بھی ضرورت میں شامل کرنا ضروری ہے، اور اس پر ایک بچے پر ہزاروں روپئے آتے ہیں، اب اضطرار میں قرون اولیٰ کا اعتبار ہوگا کہ اس دور کا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

معاشرہ اگر عوام وخواص کا بگڑ جائے تو اس کی اصلاح ضروری ہے نہ یہ کہ اس کی خاطر نصوص میں ترمیم کی جائے، ورنہ جو حال علمائے بنی اسرائیل کا ہوا، اس کے برداشت کرنے کی طاقت کس میں ہے انہوں نے اولاً عوام کو معاصی سے روکا وہ باز نہیں آئے، تو انہیں کے اکیل شریب جلیس بن گئے، روکنا چھوڑ دیا تو سب پر لعنت اتری جیسا کہ احادیث[1] میں صاف صاف

---

[1] قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ان اول مادخل النقص علیٰ بنی اسرائیل کان الرجل یلقی الرجل فیقول یاھذا اتق اللّٰہ ودع ماتصنع فانه لایحل لک ثم یلقاہ من الغد فلایمنعه ذٰلک ان یکون اکیله وشریبه وقعیدہ فلما فعلو ذٰلک ضرب اللّٰہ قلوب بعضھم علیٰ بعض ثم قال لعن الذین کفرمن بنی اسرائیل علیٰ لسان داؤدالحدیث ابوداؤد شریف ص۵۹۶/ج۲/ مطبوعه رشیدیه دھلی، کتاب الملاحم، باب الامر والنھی، تفسیر در منثور ص۱۲۵ ج۳ الجزء السادس سورۃ المائدۃ تحت الایة، رقم الایة ۷۹،۷۸ مطبوعه دار الفکر بیروت، مشکوٰۃ شریف ص۴۳۸ باب الامر بالمعروف الفصل الثانی، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ:. حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلی کمی (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مذکور ہے، الحاصل معاشرہ کے لحاظ سے عمومی محرمات کے ارتکاب کی گنجائش نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیو بند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ مفتی دار العلوم دیو بند

شبہ ربا سے احتراز

سوال:۔ زید نے ایک غیر مسلم کو دس ہزار روپے بطور پیشگی دودھ کے دیئے اور پیشگی دینے سے قبل یہ طے کیا، غیر مسلم نے وعدہ کیا کہ میں آپ کو چالیس کلو دودھ روزانہ دیا کرونگا دودھ کا نرخ ۱۵۰/ کے حساب سے دینا طے کیا اور یہ بھی وعدہ کیا کہ اگر میں دودھ نہ دوں تو زید مذکور کو جو نفع دودھ بیچ کر ہوا کرے گا، اتنی رقوم میں ادا کرتا رہوں گا، اب خالد چالیس کلو دودھ ۱۸/ کلو میٹر دولے کر جا کر ایک شہر میں فروخت کرتا ہے، اس کو دس روپیہ روزانہ بچتے ہیں، کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ غیر مسلموں میں دودھ کو لے جاتا ہے، اور بیچ کر دس روپیہ زید کو لا کر دیتا ہے، کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے، کہ غیر مسلم دودھ ۴۰/ کلو کے بجائے ۲۰/ کلو دودھ دیتا ہے، زید ۲۰/ کلو دودھ بیچ کر ۵/ روپئے کماتا ہے، اور پانچ وہ غیر مسلم جو ۲۰/ کلو دودھ نہیں دیتا اس کے نفع کے دیتا ہے، اب بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ سود ہے بعض کہتے ہیں کہ نہیں یہ بیوپار ہے؟

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) جو بنی اسرائیل میں داخل ہوئی یہ تھی کہ ایک شخص دوسرے شخص سے ملتا، تو کہتا اے شخص اللہ سے ڈر اور جس کو تو کر رہا ہے اس سے باز آجا، کیونکہ یہ تیرے لئے جائز نہیں ہے، پھر جب دوسرے دن اس سے ملاقات ہوتی تو یہ بات اسکو اسکے ساتھ کھانے پینے اُٹھنے بیٹھنے سے نہیں روکتی، پس جب انہوں نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض کے دل کو بعض کے موافق کر دیا، پھر آپؐ نے فرمایا ان لوگوں پر لعنت کی گئی، جنہوں نے بنی اسرائیل میں سے کفر کیا داؤد علیہ السلام کی زبانی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ معاملہ شرعاً درست نہیں، شبہ ربوا ہے اس کی اجازت نہیں [1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۶/۳/۲۶ھ

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ مفتی دارالعلوم دیوبند ۹۶/۳/۲۶ھ

سود لینے کی صورتیں

سوال:۔ حکومت ہند اور صوبہ جاتی حکومتیں اپنی ضروریات کو ملحوظ رکھ کر عوام سے معینہ میعاد کے لئے قرضہ حاصل کرتی ہیں، ان قرضہ جات کی رقوم پر سالانہ ایک معینہ شرح سے سود دیا جاتا ہے، علاوہ ازیں حکومت بوقت وصول قرض کم رقم وصول کر کے زیادہ رقم کی دستاویز قرض دینے والے کے حوالہ کرتی ہے، قرض کی میعاد ختم ہونے پر قرض دینے والے کو سالانہ سود کے علاوہ پوری رقم نقد ملتی ہے، جو دستاویز میں درج ہے، مثلاً ایک شخص نے چارسو روپئے نقد پانچ فی صد سالانہ سود پر بطور قرض حکومت کو ادا کئے اور واپسی کی میعاد دس سال مقرر ہوئی، جس کو اس شخص کو چارسو روپئے کی دستاویز حوالہ کردی گئی، اس شخص کو پانچ فی صد یعنی بیس (۲۰) روپئے سالانہ سود دس (۱۰) سال تک گورنمنٹ دیتی رہے گی، اور اختتام میعاد پر چارسو روپئے نقد واپس کردے گی، گویا اس شخص کو حکومت چارسو (۴۰۰) کے مقابلہ ۶۰۰/سو نقد ادا کردے گی، یعنی حکومت بیس (۲۰) فی صد اس کو زیادہ ادا کردے گی، اس معاملہ میں شرعی حکم کیا ہے؟

---

[1] دعوالربا والريبة الحديث ابن ماجه شريف ،ص ۱۶۵ /ج۲/ (مطبوعه رشيديه دهلی) ابواب التجارات، باب التغليظ فی الربا، مشكوٰة شريف ص۲۴۶ باب الربا الفصل الثالث مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

ترجمہ: تم چھوڑ دو سود کو اور اس چیز کو جس میں سود کا شک وشبہ ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس میں سود بھی ہے جھوٹ بھی ہے، یہ دونوں چیزیں شرعاً ناجائز ہیں[1]، سود حاصل کرنے کے لئے یہ معاملہ ہرگز نہ کیا جاوے، ایسا معاملہ طرفین کی رضامندی سے بھی درست نہیں، اگر قانونی گرفت کی بناپر کوئی شخص مجبور ہو تو وہ معذور ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

روپیہ جمع کرنے پھر تقسیم کرنے کی کمپنی

سوال:۔ جناب مفتی صاحب کاروباری لوگوں کو وقت ضرورت ایک مشت رقم فراہم کرنے کے لئے دوستوں کی قرعہ اندازی کے طور پر ایک کمپنی کی تشکیل کی گئی ہے، جس کے لوگوں سے وصول کرکے لانے اور پھر انھیں مساوی طور پر تقسیم کرنے کی صورت کی تفصیل مختصراً یہ ہے مثلاً پچیس ممبروں کی ایک ٹولی ہوتی ہے، جس میں ہر شخص ۲/روپیہ یومیہ پندرہ دن تک دیتا ہے، اس طرح ۲۵/آدمیوں سے، اس لئے ۲۵/آدمیوں کی پندرہ یوم کی وصول کی ہوئی رقم ۶۰۰/روپئے ہوئے ہے، چھ سو روپیہ کو کسی ایک شخص کو دینے کی صورت یہ ہوتی ہے، کہ اس رقم

---

[1] اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا الاية ،سورة البقرہ، آیت ۲۷۵/**ترجمہ**:۔ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کردیا ہے (از بیان القرآن)

"عين الكذب حرام الخ ،درمختار على الشامی زكريا، ج۹/ص ۶۱۲/ كتاب الحظر والاباحة فصل فی البيع، الدر المنتقٰى مع مجمع الأنهر ص ۲۲۱ ج۴ كتاب الكراهية، فصل فی المتفرقات، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] الضرورات تبيح المحظورات الخ، الاشباه والنظائر ص ۱۴۰/ مطبوعه دارالعلوم ديوبند، القاعدة الخامسة، قواعد الفقه ص ۸۹ الرسالة الثالثة، رقم القاعدة ۱۷۰، مطبوعه دار الكتاب ديوبند، شرح المجلة ص ۲۹ ج ۱ رقم المادة ۲۱، مطبوعه اتحاد بكڈپو ديوبند.

کو نیلام کیا جاتا ہے، جس کی بولی کمپنی کے کمیشن ۳۵/روپیہ شروع ہوتی ہے، اور سب سے زیادہ بولی دینے والے کو رقم دینے کی یہ شکل ہوتی ہے کہ اس کی دی ہوئی بولی کی ۲/رقم کاٹ کر باقی روپیہ اس کو دیدیا جاتا ہے، اور کاٹ کر رکھی ہوئی رقم جسے بونس کہا جاتا ہے، کمپنی کا کمیشن نکال کر بقیہ رقم بیس ممبروں کے درمیان مساویانہ طور پر تقسیم کردی جاتی ہے، مثلاً سب سے زیادہ بولی ۱۳۵/روپیہ کی ہوئی، تو اس میں سے کمپنی کا کمیشن ۳۵/روپیہ نکال کر باقی رقم کو جسے بونس کہا جاتا ہے بیس ممبروں کو ۵/روپیہ کے حساب سے تقسیم کردیا جاتا ہے جو شخص ایک دفعہ روپیہ لے لیتا ہے، وہ دوسری دفعہ نیلام میں حصہ نہیں لے سکتا ہے، مگر نیلام سے حاصل کی ہوئی رقم بونس کو پانے کا حقدار ہوتا ہے، اس طرح بیس دفعہ نیلام کرایا جاتا ہے، آخر میں جو شخص ہوتا ہے اسے یہ نیلام پکارنے کی مراعت کے ساتھ ہوتی ہے، وہ صرف کمپنی کا کمیشن دیکر اپنا جمع کیا ہوا روپیہ سے بونس کے لئے لیتا ہے، نیلام کی مدت پہلے سے ۳/ ماہ منٹ مقرر ہوتی ہے۔

جس سے وہ آفس گھر کا کرالے روپیہ وصول کرکے لانے والوں اور حساب رکھنے والے کی تنخواہ میں خرچ کرتی ہے، جو وہاں ملازم ہیں، اس طرح کی ٹولی کئی ہوتی ہیں، مثلاً ۲/ روپیہ ۵/روپیہ ۱۰/روپیہ یومیہ دینے والوں کی ٹولیاں ہوتی ہیں، اس طرح دو روپیہ یومیہ کے ۳۰/روپیہ ۵/روپیہ کے لئے ۴۵/روپیہ اور دس روپئے یومیہ کے ۷۵/روپیہ ہے، ایک آدمی کئی ٹولیوں میں شریک ہوسکتا ہے، یہ کمپنی کی ذمہ داری ہے کہ اگر کوئی شخص روپیہ لیکر فرار ہوگیا ہے، یا مرگیا ہے، تو اس کا روپیہ کمپنی کو دینا ہوگا حالانکہ روپیہ لینے سے پہلے ہر ممبر کو کمپنی کے پرٹوٹ پر دستخط کرنا ہوتا ہے، جس میں دو آدمیوں کی ضمانت بھی لی جاتی ہے، جس کی بدولت قانونی کارروائی کی جاسکے، اگر اس پر بھی کمپنی روپیہ وصول کرنے میں ناکام رہی تو اس کا خسارہ سہنا پڑتا ہے، اگر کوئی ممبر کچھ دنوں تک روپیہ دیکر بند کردے تو کمپنی اس کی جمع کی ہوئی رقم سے جرمانہ وصول کرکے وہ رقم اس کو واپس کردیتی ہے، اور اس کی جگہ پر دوسرے ممبر کو لے

لیتے ہیں، امور ذیل دریافت طلب ہیں:۔

(۱) اس کمپنی کی تشکیل شرعاً جائز ہوگئی یا کہ نہیں؟

(۲) اس طرح وصول کی ہوئی رقم جس کا نام کمپنی نے بونس رکھا ہے، جو شرکاء میں مساویانہ تقسیم کی جاتی ہے، اس کا لینا شرکاء کے لئے کیسا ہے؟

(۳) شرکاء سے رقم کی وصولی کے لئے یا کمپنی کے حساب وکتاب کے لئے ملازمت کے طور پر کمپنی کی مدد کرنی اور اس سے اپنا حق محنت مقرر تنخواہ کی صورت میں وصول کرنا درست ہوگا یا کہ نہیں؟

(۴) ایک ایسا شخص جو سرکاری ملازم تھا لیکن اب وہ سفید کیا ہوا ہے، یعنی نہ اُسے کام کرنے کی اجازت ہے نہ اُسے برخواست کیا گیا ہے، لیکن اس کو کسی قسم کا اولس بھی نہیں مل رہی ہے، کہ وہ کوئی کاروبار یا ملازمت کرے اگر ایسا شخص عارضی طور پر ملازمت کرے اور اس کو کامیاب طریقہ پر سرکاری نظر سے چھپائے رکھے تو اسے اپنی ضروریاتِ زندگی کے لئے یہ ملازمت جائز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) نہیں[۱]، (۲) نہیں[۲] (۳) نہیں[۳] (۴) یہ سرکاری چوری ہے ظاہر ہونے پر جان ومال وعزت وہر چیز کا خطرہ ہے[۴]، اس سے حفاظت کا انتظام پہلے کرے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا الایة سورة بقره آیت ۲۷۵/.

ترجمہ:۔اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کر دیا ہے (از بیان القرآن)

[۲] حوالۂ بالا.

[۳] عن جابرؓ قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٰکل الربا وموکله وکاتبه وشاهدیه وقال هم سواء مشکوٰة شریف ص ۲۴۴ باب الربوا، الفصل الاول، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

سود کا مصرف مدرسہ میں

سوال:۔(۱) ڈاکخانہ سے جو سود ملتا ہے اس سے مدرسہ کی ٹاٹ خریدی جا سکتی ہے یا نہیں؟

(۲) کیا اس رقم سے نادار طلبہ کے کپڑے بنوائے جا سکتے ہیں یا نہیں؟ یا ان کو وظیفہ دیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

(۳) کیا اس رقم سے مدرسہ کے خاک روب کی تنخواہ دی جا سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اس کو مستحقین پر صدقہ کرنا چاہئے، ٹاٹ میں یا پردے میں خرچ نہ کیا جائے[1]

(۲) درست ہے[2] (۳) نہیں[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱/۷/۸۹ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱/۷/۸۹ھ

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، مسلم شریف ص۲۷ ج۲ باب الربا مطبوعہ مکتبۂ بلال دیوبند.

[۲] "لَایَنْبَغِیْ لِلْمُؤمِنِ اَنْ یُّذِلَّ نَفْسَهُ قَالُوْا وَکَیْفَ یُذِلُّ نَفْسَهُ قَالَ یَتَعَرَّضَ مِنَ الْبَلَاءِ لِمَا لَا یُطِیْقُ، الحدیث ،ترمذی شریف، ج ۲/ص ۵۰/ مطبوعه رشیدیه دهلی، ابواب الفتن.

(**صفحہ ہٰذا**) [۱] امااذاکان عندرجل مال خبیث فاما ان ملکه بعقد فاسدٍاوحصل لهٗ بغیر عقد ولایمکنه ان یرده الیٰ مالکه ویرید ان یدفع مظلمته عن نفسه فلیس لهٗ حیلة الا ان یدفعه الی الفقراء، بذل المجهود ج۱/ ص۳۷/ باب فرض الوضوء، مطبوعه رشیدیه سهارنپور، عالمگیری کوئٹه ص۳۴۹ج۵، کتاب الکراهیة، الباب الخامس عشر فی الکسب، شامی زکریا ص ۳۰۱ج۷ کتاب البیوع باب البیع الفاسد، مطلب فی من ورث مالاً حراماً.

[۲] ملاحظہ ہو حوالہ بالا،

[۳] ایضاً

سود کی ایک صورت

سوال:۔ گورنمنٹ نے عوام کے اوپر کھیت پر ٹیکس لگایا کہ ایک سال میں ایک بیگھہ زمین پر اتنا غلہ دینا پڑے گا، چنانچہ قانون کے مطابق غلہ لوگوں نے دیدیا اب تین سال کے بعد گورنمنٹ اس کا سود جوڑ کر جو غلہ وصول کیا تھا، اس کا سود دے رہی ہے، تو آیا اس سود کو لیا جائے یا نہیں، اگر لیا جائے تو کہاں صرف کیا جائے، اگر چھوڑ دیتے ہیں تو گورنمنٹ کے آدمی اسے کھا جائیں گے، تو اس صورت میں کیا کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عوام نے گورنمنٹ کو از خود غلہ نہیں دیا بلکہ اس نے اپنے جبریہ قانون کے تحت وصول کیا، یہ لوگ غلہ دینے پر مجبور تھے، پھر گورنمنٹ اپنے قانون کے موافق کچھ زائد سود کے نام سے دے رہی ہے، تو یہ حرام سود کی حد میں داخل نہیں، اس کو لیکر اپنے کام میں لانا درست ہے[۱]، طبیعت گوارا نہ کرے تو اس کو لیکر غرباء کو دیدیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۶/۷/۹۱ھ

---

[۱] مستفاد امدادالفتاویٰ ج۳/ص۱۴۸/۱۴۹/ کتاب الربوا، "حکم رقمے کہ بنام سود ملازماں را از سرکار بدست می آید" مطبوعہ زکریا دیوبند، منتخباتِ نظام الفتاوی ص۲۰۶، ۲۰۸ ج۱، کتاب الربوا، پراویڈنٹ فنڈ کی شرعی حیثیت، مطبوعہ اسلامک فقہ اکیڈمی دھلی۔

باب دوم: جوئے کے مسائل

معمہ حل کرنے کی اجرت

سوال:۔ ہمارے ایک دوست کی اور میری ایک مسئلہ میں بحث ہوگئی ہے، ہم دونوں کی رضامندی سے فیصلہ آپ پر چھوڑ رہے ہیں، مسئلہ حسب ذیل ہے:۔

اکثر رسالہ میں آنجناب نے علمی معمہ دیکھا ہوگا، اس کی صحیح خانہ پوری کرنے پر انعام دیا جاتا ہے، میرے دوست کہتے ہیں کہ یہ ایک قسم کا قمار ہے، کیونکہ ایک روپیہ کے بدلے میں زیادہ روپے ملتے ہیں، میں نے کہا کہ یہ قمار نہیں ہے، بلکہ ایک روپیہ فیس داخلہ ہے، اورانعام اس ایک روپیہ پرنہیں ملتا، ورنہ ہر داخلہ لینے والا انعام کا مستحق ہوتا، بلکہ عمل (صحیح خانہ پوری) ہی باعث انعام ہے، یہی وجہ ہے کہ جس کا جتنے درجہ عمل صحیح ہوگا وہ ویسے ہی انعام کا مستحق گردانا جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

آپکے دوست نے اسکے ناجائز ہونے کی ایک وجہ (قمار) تجویز کی ہے، آپ نے اسکے جائز ہونے کی ایک وجہ نکالی جو کہ درحقیقت اسکے ناجائز ہونے کیلئے مؤکد ومؤید ہے، یعنی ربوا، پس اس کے ناجائز ہونے کی دو وجہ آپ دونوں کے مجموعی کلام سے حاصل ہوگئیں!

(۱) ایک قمار کیونکہ انعام نہ ملنے کی صورت میں یہ روپیہ ضائع ہوگیا۔

(۲) دوسری وجہ ربوا، کیونکہ روپیہ دے کر زیادہ روپے حاصل ہوئے، ربوٰا اور قمار دونوں نصاً ممنوع ہیں[۱]

---

[۱] اَحَلَ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰو' الاية سوره بقره آيت ۲۷۵/ پاره ۳/.

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا اور سود کو حرام کردیا (از بیان القرآن) (بقیہ اگلے ص پر)

یہ توجیہہ کہ ایک روپیہ تو فیس داخلہ ہے اور انعام معاوضہ واجرت ہے خانہ پوری کی) فقہی نظر میں توجیہہ نہیں بلکہ توجیہہ محض ہے، اس کی اتنی حیثیت نہیں جتنی فیس داخلہ ایک روپیہ کی، اس پر انعام نہیں ملے گا، یہ عمل صحیح نہیں۔

سب جانتے ہیں کہ محض داخلہ مقصود نہیں، کہ اس کے لئے فیس برداشت کیجائے، بلکہ تحصیل رقم مقصود ہے، جس کا نام انعام رکھا ہے، اور وہ درحقیقت اجرت ہے، خانہ پوری کی ،مگر خانہ پوری بھی مطلقاً نہیں، بلکہ حسب منشاء مستاجر جس کا کسی کو علم نہیں، ایسا اجارہ ہی جائز نہیں، جو اجیر کے علم میں نہ ہو اور اس کے قابو سے باہر ہو۔

اور یہ بھی سب جانتے ہیں کہ انعام دینے والے کا مقصود بھی محض خانہ پوری نہیں نہ اس سے کوئی خاص غرض وابستہ ہے، بلکہ انعام کثیر کا لالچ دے کر روپیہ جمع کرنا مقصود ہے، کہ ایک ایک روپیہ کر کے بے شمار روپیہ جمع ہو جائے، پھر اس میں سے تجویز کردہ ضابطہ کے تحت کچھ روپے فیس والوں کو بھی دیدیا جائے، دوسرے لوگ دیکھیں گے، کہ فلاں شخص کو ایک روپیہ داخل کر کے اتنا انعام ملا ہے، اس سے ان کی طبیعت میں بھی لالچ پیدا ہوگا، وہلم جرا یہ تو درحقیقت روپیہ غلط طریقہ پر کمانے کی تنظیم ہے، **"الاجارة هی تملیک نفع مقصود من العین بعوض حتی لو استاجر ثیاباً اواوانی لیتجمل بها اودابة لیجنبها بین یدیه اوداراً لایسکنها اوعبداً اودراهم اوغیر ذالک لایستعمله بل لیظن الناس انه لهٗ فالاجارةً فاسدةفی الکل ولااجرلهٗ لانها منفعة غیر مقصودة فی العین** اھ **درمختار اول کتاب الاجارة وقوله مقصود ة من العین) ای فی الشرع ونظر العقلا ء وبخلاف ماسیذکره فانه وان کان مقصوداً للمستاجر لکنه لانفع فیه**

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا) "اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسَرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ (الایة سورہ مائدہ پارہ ۶/آیت ۹۰/"

ترجمہ:. بات یہی ہے کہ شراب جوا اور بت وغیرہ اور تقسیم کے تیر یہ سب گندی چیزیں شیطانی کام ہیں، سو ان سب سے بالکل الگ رہو۔(از بیان القرآن)

ولیس من المقاصد الشرعیۃ اھ شامی ج۵/ص ۳/[1] رجل ضل له شئی فقال من دلنی علی کذافله کذا فهو علیٰ وجهین ان قال ذٰلک علیٰ سبیل العموم بان قال من دلنی فالاجارة باطلة لان الدلالة والاشارة لیست بعمل یستحق به الاجر اھ شامی ، ج۵/ص ۹۷/[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۵/۹۰ھ

اخباری معمہ حل کرنا

سوال: ـ کسی اخبار کا انعامی معمہ بھر کر انعام حاصل کر کے کسی مسجد یا مدرسہ دینیات یا کسی اور جگہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کی پوری کیفیت تحریر کیجئے اگر یہ صورت ہو کہ اخبار میں شائع ہوا کہ جو شخص فلاں چیز کا مطلب بیان کردے، یا فلاں مسئلہ کو حل کردے تو اس کو اتنا انعام دیا جائے گا پھر کسی نے اس کو حل کردیا، اور انعام ملا تو یہ انعام اس کی ملک ہے[3] اس کو اختیار ہے کہ اپنے کام میں

---

[1] الدرالمختار مع الشامی ج۵/ص۳/ مطبوعه نعمانیه دیوبند، ومطبوعه زکریا ج۹/ص۵/ ومطبوعه کراچی ج۶/ص۴/ کتاب الاجارة، البحر الرائق ص۳ج۸ کتاب الإجارة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، سکب الأنهر ص ۵۱۱ ج۳، کتاب الإجارة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت،

[2] شا می زکریا ج۹/ ص۱۳۰/ ومطبوعه نعمانیه دیوبند ج۵/ ص۵۸/ ومطبوعه کراچی ج۶/ ص۹۵/ مطلب ضل له شی الخ، فی مسائل شتی، کتاب الاجارة، الاشباه والنظائر ص۱۴۸، الفن الثانی، کتاب الإجارة، مطبوعه اشاعة الاسلام دهلی، بزازیة ص۴۸، ج۵، کتاب الإجارات فی الاعمال التی لا تصح الاجارة بها الخ، مطبوعه کوئٹه،

[3] ولو قال واحد من الناس لجماعة من الفرسان اوالاثنین فمن سبق فله کذا من مال نفسه اوقال للرماة من اصاب الهدف فله کذا جاز لانه من باب التنفیل، تبیین الحقائق، ج۶/ص۲۲۸/ کتاب الخنثی، فی مسائل شتی، مطبوعه ملتان پاکستان، (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

لائے یا مسجد وغیرہ میں صرف کردے، اس میں کوئی اشکال نہیں[۱] کیونکہ یک طرفہ چیز ہے، اگر حل کرنے والے سے بھی کچھ وصول کیا جاتا ہے، تو اس کی تفصیل معلوم ہونے پر حکم معلوم ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

شمع معمہ حل کرنے پر انعام

سوال:۔ (۱) آج کل شمع معمہ دہلی سے نکلتا ہے، اس میں شرائط یہ ہیں کہ اس میں ایک خاکہ ایک روپیہ کے حساب سے جتنا چاہو دیدو، اور اس میں شمع معمہ کا ٹوکن ہونا لازمی ہے، اب تمہاری قسمت اگر پہلا انعام یا کوئی انعام ملا آیا یہ روپیہ لینا کیسا ہے، جائز ہے یا ناجائز؟

(الف) اگر جائز ہے تو اس میں کوئی کلام ہی نہیں۔

(ب) مثلاً جب روپیہ نام میں اٹھا جتنا بھی ہو اس کو لے کر کسی غیر مسلم کو دیدیں وہ اس کی ملک ہوگئی، اس کے بعد وہ ہم کو جتنا روپیہ واپس کردے اس کو اختیار ہے یہ حیلہ کہاں تک صحیح ہے؟

(ج) یا روپیہ ہمارے نام میں اٹھا ہم اسکو نہیں لیکر کسی غیر مسلم کو دیدیں، اور وہ اسکول جہاں مسلم وغیر مسلم دونوں طلبا پڑھتے ہوں، اور قوم کا فائدہ ہوجائے یا اپنے نام سے اسکول کھلوالیں کیا اس میں بھی گناہ ہوگا۔

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) البحر الرائق ج۸/ ص۴۸۶/ مطبوعه کوئٹه، فی مسائل شتیٰ، شامی زکریا ص۵۷۷، ج۹ کتاب الحظر الاباحة، فصل فی البیع،

(صفحہ ہذا) [۱] والمالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء، بیضاوی شریف، ج۱/ص۷/ سورة الفاتحة، آیت:۳، مطبوعه مجتبائی دهلی،

(د) ایک شخص مقروض ہے حالانکہ اس کی آمدنی ایک سوروپیہ ہے لیکن خرچ زیادہ ہے، کیونکہ اہل وعیال زیادہ ہیں اور موجودہ وقت میں ہر چیز گراں ہے، اسی وجہ سے مقروض ہوگیا، اب ادائیگی کی کوئی صورت نکلتی ہی نہیں، اگر سود لیتا ہے تو اور مصیبت جان پھر بلائے جان، کوئی صورت نہیں اب ایسی حالت میں وہ شمع معمہ لگا کر روپیہ لیکر صرف قرض ادا کرے اور کوئی مقصد نہیں ہے، نہ تجارت ہے نہ اپنے مصرف میں لانا، کیا اس صورت میں گنجائش نہیں ہے، جب کہ شریعت میں مجبوری کے وقت حرام کھانا جائز ہوگیا ہے، ایک شخص بھوکا ہے، اب مرنے پر پہنچ رہا ہے، حرام چیز سامنے ہے اگر نہیں کھائیگا اور مرگیا تو گنہ گار مرے گا، بہر حال مجبوری کی حالت میں نماز وغیرہ معاف ہوجاتی ہے، آیا وہ شمع معمہ کا روپیہ لے سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) موجودہ حالت سے تمام دنیا واقف ہے، اس وقت ہندوستان دارالحرب ہے، یا دارالامن، دارالاسلام تو کسی صورت میں ہو نہیں سکتا، کیا اس صورت میں یہاں پر سود لے سکتا ہے، یا نہیں، اور یہاں پر ریس، دوڑ، جوا وغیرہ سے پیسہ لے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) یہ قمار (جوا[۱]) ہے، اس کا لینا جائز نہیں، اس سے ملک ثابت نہیں ہوگی، اس میں کوئی تصرف جائز نہیں[۲] کسی کو دینے کا بھی حق نہیں، جس کو دیا جائے اس کی ملک بھی ثابت

---

[۱] إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ الاية سوره مائده، آیت ۹۰/

ترجمہ:. بات یہی ہے کہ شراب جوا اور بت وغیرہ اور تقسیم کے تیر یہ سب گندی چیزیں شیطانی کام ہیں، سوان سے بالکل الگ رہو۔ (از بیان القرآن)

[۲] لا یجوز التصرف فی مال غیرہ بلا إذنه ولا ولایته شامی زکریا ص ۲۹۱ ج۵ کتاب الغصب، مطلب فیما یجوز من التصرف بمال الغیر بدون إذن صریح، الاشباه والنظائر ص۱۵۷ الفن الثانی، کتاب الغصب، مطبوعه اشاعت الاسلام دهلی، قواعد الفقه ص ۱۱۰ مطبوعه اشرفی دیوبند.

نہیں ہوگی، پھراس کے تصرفات بھی درست نہیں ہوں گے، جو شخص اس قدر مجبور ہو کہ جان بچانے کے لئے اس کو مردار کھانے کی اجازت ہو اس کا حکم دوسرا ہے، وہ بقدرِ ضرورت استعمال کرنے کیلئے مستثنیٰ ہے[۱]۔

(۲) سود اور جوا ہر وقت اور ہر جگہ مسلم کے لئے حرام ہے، اس کی حرمت نص قطعی[۲] سے ثابت ہے، لہٰذا سود کے جواز کا فتویٰ نہیں دیا جاسکتا ہے، بعض ائمہ کا مسلک اس کے متعلق جو کتب میں مذکور ہے اس کا محل اور مقصد کچھ اور ہے، اس سے گنجائش نکال کر حرام چیز کو حلال نہیں کیا جاسکتا ہے۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حلِ معمّہ

سوال:۔ یہاں کے بیشتر انگریزی اور گجراتی اخبارات میں آئے دن حل معمہ کی ترویج پڑھی جاتی ہے، حل معمہ کی تفصیل حضور والا کو معلوم ہوگی کہ ایک کوپن کی کچھ الفاظ کے ذریعہ خانہ پوری کی جاتی ہے، اوراس کو مع فیس داخلہ کے دفتر میں بھیج دیا جاتا ہے، اوراس معمہ کا حل یا تو پہلے ہی سے محفوظ ہوتا ہے یا بعد میں مقررہ اراکین کے ذریعہ محفوظ کرلیا جاتا ہے، جس شخص کا حل اس حل شدہ اور محفوظ شدہ معمہ کے حل کے مطابق صحیح ہوتا ہے اس کو مقررہ انعام دیا جاتا ہے، اوراگر اس میں ایک دو غلطی بھی ہوتی ہے توحسب اعلان انہیں بھی

---

[۱] أكل الميتة حالة المخمصة قدر ما يدفع به الهلاك لا بأس به الخ عالمگیری ص۳۳۷ ج۵ كتاب الكراهية، الباب الحادى عشر، مطبوعه كوئٹه، مجمع الانهر ۱۸۰ ج۴ كتاب الكراهية، فصل فى الأكل، دار الكتب العلمية بيروت، احكام القرآن للجصاص الرازى ص۱۷۹ ج۱ سوره بقره، باب ذكر الضرورة المبيحة لأكل الميتة، مطبوعه قديمى كراچى

[۲] اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا الاية ،سورهٔ بقره پاره ۳/آيت ۲۷۵/.

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا اور سود کو حرام کردیا۔ (از بیان القرآن)

انعام دیا جاتا ہے، خانہ پوری میں نہایت ہی سخت دماغ پاشی ہوتی ہے، پھر صحیح حل تو بہت ہی کم نکلتا ہے، شاذ ونادر ہی کوئی قسمت والا صحیح حل نکال لیتا ہے، بعض تو پچاس، پچاس، سو، سو کوپن کی خانہ پوری کر کے بھیجتے ہیں پھر بھی کامیابی نہیں ہوتی اور اگر کامیابی ہوتی ہے تو یہ انعام نتیجہ ہوتا ہے، انتہائی سمع خراشی اور دماغ پاشی کا نہ کہ فیس داخلہ کا، چنانچہ عرض یہ ہے کہ حل معمہ کی اس دماغ پاشی میں اور اس کے انعام میں بظاہر کوئی شرعی قباحت اور قمار بازی کی صورت تو نہیں، چونکہ کوپن کے ہمراہ مرسلہ رقوم بصورت ناکامی واپس نہیں دی جاتی اس وجہ سے بظاہر قمار کا شائبہ دل میں کھٹکتا ہے، مگر چونکہ یہ رقوم فیس داخلہ کہہ کر دی جاتی ہے، اس وجہ سے یہ شبہ بھی اُٹھ جاتا ہے، اور دراصل حل معمہ کی صورت ایک قسم کی تجارت اور جلب منفعت کی ایک صورت ہے، جس میں اس معمہ نکالنے والی کمپنی کو بہت زیادہ نفع ہوتا ہے، مگر سرکار ایسی کمپنیوں سے انعام کی مقدار کی رقوم پہلے ہی سے امانۃً اپنے پاس رکھ لیتی ہے، تب اجازت دیتی ہے تاکہ پبلک کو دھوکہ نہ ہو، لہٰذا حضور والا کے نزدیک اس میں کوئی شرعی قباحت تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ قمار ہے، فیس داخلہ کے نام سے جو مقدار جمع ہو جاتی ہے وہ مقدار انعام سے بہت زیادہ ہوتی ہے، فیس داخلہ کنندہ کو تو قلیل فیس کے عوض میں انعام کثیر مل جاتا ہے، بشرطیکہ اس کی قسمت اچھی ہو، اور انعام دہندہ کو رقوم کثیرہ کے عوض میں انعام قلیل دینا ہوتا ہے، اس پر کوئی بار نہیں، یہی مستقل تجارت ہے، البتہ اگر فیس داخلہ نہ ہو پھر انعام دیا جائے تو شرعاً اس کا لینا درست ہے، اور اب تو طرفین سے رقم کی شرط ہوگئی، ایک کا نام فیس رکھدیا دوسری کا نام انعام تجویز کر دیا[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/ جمادی الاولیٰ ۶۹ھ

---

[۱] یَاایُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسَر وَالْاَزْلَامُ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مقررہ رقم جمع کرنے پر قرعہ اندازی

سوال:۔ایک طریقۂ تجارت باقاعدہ اسکیم کے تحت تقریباً پوری دنیا میں چل رہا ہے، ہمارا ہندوستان بھی اس میں ملوث ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی تاجر یا کوئی کمپنی یا کوئی پارٹی ممبر سازی کرتی ہے، مثلاً کوئی سائیکل اسکیم چلاتی ہے، اس سائیکل کی اصل قیمت ۵۰۰/ روپئے ہے، اس صورت میں ۵۰/روپے ماہانہ کے بیس ممبر بنائے جاتے ہیں، اور ایک ماہ میں ایک مرتبہ قرعہ اندازی کی جاتی ہے، اس قرعہ میں جس ممبر کا نام نکل جاتا ہے، اس کو صرف ۵۰/روپے میں سائیکل مل جاتی ہے، اس طرح ہر ماہ قرعہ اندازی میں نام نکلنے والے کو سائیکل ملتی رہے گی، یہ صورت ہر مہینہ چلے گی، اور دسویں مہینہ میں جتنے باقی رہیں گے سب کو سائیکل دیدی جائے گی، اس میں اسکیم چلانے کا فائدہ یہ ہے کہ اس کو پہلے ماہ میں ایک ہزار روپے ملیں گے، جس میں وہ پانچ سو روپے کی چیز دے گا اور مابقی رقم اپنی تجارت میں لگائے گا، اسی طرح نو ماہ تک کچھ نہ کچھ رقم بچتی رہے گی، اور پانچ سو روپے کی چیز جاتی رہے گی، دسویں ماہ میں مابقی ممبروں کو وہ چیز پوری پوری دیدی جائے گی، البتہ پہلے اور دوسرے تیسرے اور دیگر قرعہ اندازی کے اندر نکلنے والے ناموں کو یہ چیز کم قیمت میں ملتی ہے، یہ معاملہ فریقین کی رضامندی سے طے ہوتا ہے، آیا یہ اسکیم سود وقمار میں داخل ہے یا نہیں؟ سود اور قمار اگر ہے تو کیسے؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشہ) رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْن. سوره مائده آيت ۹۰.
ترجمہ:. اے ایمان والو بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں، سو اس سے بالکل الگ رہے تاکہ تم فلاح ہو۔(بیان القرآن) وإن شرط من الجانبين يحرم لانه يصير قماراً والقمار حرام الخ مجمع الأنهر ص۲۱۶ ج۴ كتاب الكراهية، فصل فى المتفرقات، دارالكتب العلمية بيروت، شامى زكريا ص۵۷۷ ج۹ كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع،

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ معاملہ شرعاً درست نہیں، وقت عقد ثمن مبیع متعین ہونا چاہئے[1] وہ یہاں متعین نہیں بلکہ مجہول ہے کمی زیادتی ظاہر ہے کہ جتنی رقم دی ہے اس پر زیادتی کونسے عقد کی بناء پر ہے، اس کو قمار بھی کہا جاسکتا ہے[2] اور ربوٰ بھی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

لاٹری کا حکم

سوال:۔(۱) آج کل ہندوستان میں مختلف صوبائی حکومتوں نے مختلف انعامات کے ساتھ لاٹری شروع کررکھی ہے، اوران کوانتہائی دیانتداری کے ساتھ نکال کران کی تقسیم بھی کرتی ہے، اگرکسی مسلمان کو یہ انعام نکل جائے تو تعمیر پرصرف کیا جاسکتا ہے یانہیں؟

(۲) نیز یہ پیسہ کسی اسلامی مدرسہ یا مسجد میں صرف کرسکتے ہیں یانہیں؟

(۳) نیز اس پیسےکواپنی ذات خاص پرصرف کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

انعامی لاٹری کا یہ سلسلہ خلافِ شرع ہے[1] ہرگز اس میں حصہ نہ لیا جائے، اگر غلطی سے

---

[1] وشرط لصحته معرفة قدر مبيع وثمن الخ الدرالمختار على الشامي زكريا، ج۷/ص۴۸/ ومطبوعه كراچى، ج۴/ص ۵۲۹/ (اول كتاب البيوع)، عالمگيرى ص۳ج۳ كتاب البيوع الباب الاول، مطبوعه كوئٹه بحر ص ۲۶۰ ج۵ كتاب البيوع، مطبوعه كوئٹه.

[2] اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسَرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ الاية سوره مائده، پاره۶/آيت ۹۰/

ترجمہ:. بات یہی ہے کہ شراب جوااور بت وغیرہ اور تقسیم کے تیر یہ سب گندی چیزیں شیطانی کام ہیں، سوان سے بالکل الگ رہو۔(ازبیان القرآن) اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا الاية، سورۂ بقره پاره ۳ آيت ۲۷۵.

[3] يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَا اِثْمٌ كَبِيْرٌ الاية، (بقیہ گلے صفحہ پر)

حصہ لے لیا ہے اور روپے مل گئے ہیں، تو اس کو بلانیت ثواب غریبوں محتاجوں کو صدقہ کردیا جائے[1] جن میں نادار طلبہ بھی داخل ہیں، مسجد یا مدرسہ یا اپنے ذاتی کام میں صرف نہ کیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۴/۸۹ھ

دونوں جانب سے شرط لگانا درست نہیں

سوال:۔ ایک طالب علم نے دوسرے طالب علم سے فرمایا کہ اگر میری بات سچی نکلی تو تم مجھے پیٹ بھر کر مٹھائی کھلانا اور اگر تمہاری بات سچی نکلی تو میں پیٹ بھر کر مٹھائی کھلاؤں گا، اس طرح یہ شرط دونوں کے درمیان لگی، اتفاق سے ایک کی بات صحیح نکلی تو کیا دوسرے طالب علم پر پیٹ بھر مٹھائی کھلانا ضروری ہے۔

نوٹ:۔ جس طالب علم کی بات صحیح نکلی ہے، اس طالب علم کو پکا یقین تھا، کہ میری بات صحیح نکلے گی، کیوں کہ وہ ایک مرتبہ دیکھ چکا تھا، تو ایسی صورت میں ان صاحب پر مٹھائی واجب ہوگی یا نہیں؟

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) سورہ بقرہ پارہ ۲/آیت ۲۱۹/

ترجمہ:۔ تجھ سے پوچھتے ہیں حکم شراب کا اور جوے کا، کہہ دے ان دونوں میں بڑا گناہ ہے۔ (از ترجمہ شیخ الہند)

مجمع الأنهر ص۲۱۶ ج۴ كتاب الكراهية، فصل فى المتفرقات، دار الكتب العلمية بيروت، شامى زكريا ص۵۷۷ ج۹ كتاب الحظر والإباحة فصل فى البيع.

(صفحہ ہذا) [1] واما اذاكان عند رجل مال خبيث الىٰ قوله ولايمكنه ان يرده الىٰ مالكه ويريدان يدفع مظلمته عن نفسه فليس لهٗ حيلة الا ان يدفعه الى الفقراء الخ .بذل المجهود ، ج ۱/ص ۳۷/ مطبوعه سهارنپور،فصل فى فرائض الوضو) شامى زكريا ص ۳۰۱ ج۷ باب البيع الفاسد، مطلب فيمن ورث مالاً حراماً، عالمگيرى كوئٹه ص ۳۴۹ ج۵ كتاب الكراهية، باب الكسب.

الجواب حامداً ومصلیاً

اس شرط کا معاملہ شرعاً درست نہیں، اوراس صورت میں مٹھائی کھلانا واجب نہیں کمافی ردالمحتار[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جوے کی ایک صورت

سوال: ۔خلاصۂ سوال یہ ہے کہ زید کہتا ہے کہ میری بات صحیح ہے، بکر کہتا ہے کہ میری بات صحیح ہے، دونوں میں سو، سوروپے کی شرط ہوگئی، اور ثالث کے پاس دوسوروپے رکھدیئے کہ جسکی بات صحیح ہوگی وہ دوسوروپے لے لیگا، سوال یہ ہے کہ یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ جواہے جو کہ ناجائز ہے[۲]۔روپے مالک کو واپس پہنچانا ضروری ہے۔
فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۵/۱۲/۲۲ھ
الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۸۵/۱۲/۲۲ھ
جواب صحیح ہے سید مہدی حسن عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۸۵/۱۲/۲۷ھ

---

[۱] وحرم شرط الجعل من الجانبين بان يقول ان سبق فرسک فلک علی کذا وان سبق فرسی فلي عليک کذاالدرالمختار مع الشامی زکريا ج۱۰/ص۴۸۲/کتاب الخنثیٰ،مسائل شتی.
الدرالمختار مع الشامی زکريا ،ج۹/ص۵۷۷/کتاب الحظر والاباحة،فصل فی البيع، مجمع الأنهر ص۲۱۶ ج۴ کتاب الکراهية، فی المتفرقات، مطبوعه دار الکتب العلمية بيروت، زيلعی ص۲۲۷ ج۶ مسائل شتی، مطبوعه امداديه ملتان.

[۲] اما لوقال من ظهرمعه الصواب منافله علیٰ صاحبه کذا فلايصح لانه شرط من الجانبين وهو قمار. شامی زکريا، ج۹/ص۵۷۸/ومطبوعه کراچی، ج۶/ص۴۰۴/ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

لاٹری کا ٹکٹ

سوال:۔ حکومت ملایا کی جانب سے ایک لاٹری نکلتی ہے، جس کا مقصد یتیموں کی امداد کرنا ہے، اس میں ہار جیت بھی ہوتی ہے، اس لاٹری کا ٹکٹ خریدنا کیسا ہے؟

الجواب حامداومصلیاً

ناجائز ہے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قیمتی سامان معمولی ٹکٹ پر فروخت کرنا

سوال:۔ بعض ادارے رقم جمع کرنے کے لئے کپڑا سینے کی مشین، سائیکل، سیکڑوں کی تعداد میں روپیہ اور دیگر قیمتی اشیاء رکھ کر ایک روپیہ کا ٹکٹ عوام میں تقسیم کرتے ہیں، اور ایک معین تاریخ تک پھر ایک جلسہ کر کے مذکورہ اشیاء جن کے نام پر نکلتی ہے، اس کو دیدیتے ہیں، کیا یہ شرعاً درست ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

یہ صورت سود بھی ہے، جوا بھی ہے، اس لئے جائز نہیں[۲]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، مجمع الأنهر ص۲۱۶ ج۴، کتاب الکراهیة، فصل فی المتفرقات، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، زیلعی ص۲۲۷، ج۶، کتاب الخنثیٰ، مسائل شتّی، مطبوعه امدادیه ملتان،

(**صفحہ ہٰذا**) [۱] اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ الاية سوره مائده ،پاره۶ /آیت ۹۰/ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

شراب وجوا وغیرہ کے روک تھام کے لئے کمیٹی

سوال:۔ ہمارے محلّہ کے چندلوگوں نے ایک کمیٹی بنائی کہ شراب وجوا ودیگر خرافات سے سب کو روکیں گے، مگر کمیٹی کے بعض ممبران حضرات خود ان قبیح برائیوں میں مبتلا ہیں، امام محلّہ اس کمیٹی کے صدر ہیں، اس سلسلہ میں شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب اہل محلّہ نے اس مقصد کیلئے یہ ممبران مقرر کئے ہیں، کہ بگڑے ہوئے حالات کی اصلاح کی جائے، تو شراب پینا بھی تو خرابی حالات سے ہے، اس کی بھی انشاء اللہ اصلاح کی جائے گی، اور شراب وجوا سے ان حضرات کو بھی روکا جائیگا، جب یہ ممبر دوسروں کو ناجائز باتوں سے روکیں گے، تو کیا ان کو خود احساس نہیں ہوگا، یا ان کے سامنے خود ان کا معاملہ پیش نہیں کیا جائے گا، کہ ان کی بھی اصلاح ضروری ہے، اس مقصد کے پیش نظر اگر امام صاحب کو صدر تجویز کر دیا گیا ہے تو انشاء اللہ تعالیٰ خیر کی امید ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۶/۲/۲۵ھ

الجواب صحیح: سید مہدی حسن دارالعلوم دیوبند ۸۶/۲/۲۵ھ

(**گذشتہ صفحہ کا حاشیہ**) **ترجمہ**:. بات یہی ہے کہ شراب جوا اور بت وغیرہ اور تقسیم کے تیر یہ سب گندی چیزیں شیطانی کام ہیں، سو ان سے بالکل الگ رہو۔ (از بیان القرآن)

۲؎ **انما الخمر والميسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه الاية، سورة مائده آيت: ۹۰، احكام القرآن للجصاص ص۴۶۵ ج۲ مطبوعه دار احياء التراث العربى بيروت، شامى كراچى ص۴۰۳ ج۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى البيع،**

ترجمہ:. بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں، سو اس سے بالکل الگ رہو۔ (از بیان القرآن)

بچوں کا ایک کھیل جس میں جوا بھی ہے اور سود بھی

سوال:۔ایک کھیل بچوں میں چل رہا ہے، کہ ایک تختہ بازار سے لاتے ہیں، بچہ ۵/۱۰ / پیسہ لے کر پرچی پھاڑتا ہے، جو نمبر نکلتا ہے اسی کے مطابق پیسہ بچہ کو مل جاتا ہے، اور اگر نہ نکلے تو بچے کو کچھ نہیں ملتا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کھیل میں جوا بھی ہے اور سود بھی، بچوں کو ہرگز اس کی اجازت نہ دی جائے[1] اس مقصد کے لئے ان کو پیسے نہ دیئے جائیں، ان کی اخلاقی تربیت بڑوں کے ذمہ ہے، اس سے غفلت برتنا حق تلفی اور بچوں پر ظلم ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۹/۴/۹۰ھ

اخبار کے لائف ممبر بنانا

سوال:۔آج کل اخباروں میں زندگی کے اراکین بنانے کا دستور ہے آج ہی ایک

---

[1] اِنَّمَاالْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ الاية. سورة المائدة آيت ۹۰/.

ترجمہ:. بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں، سو اس سے بالکل الگ رہو۔الخ (از بیان القرآن) اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا الاية ، سورہ ٔ بقرہ پارہ ۳ آیت ۲۷۵.

[2] عن جابر بن سمرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لأن يودب الرجل ولده خير له من ان يتصدق، مشكوٰة شريف ص ۴۲۳ باب الشفقة والرحمة على الخلق، مطبوعه ياسر نديم ديوبند،

سوروپیہ دینے والا مرجائے، اور وہ اخبار ۲۵/سال تک جاری رہے یا پیسے دینے والا حیات رہے اور اخبار ختم ہو جائے، ایسی صورت میں لائف ممبر بنانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ قمار کی شکل ہے جو کہ ناجائز ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

تم الجزء الرابع والعشرون

بحمد الله تعالیٰ ویلیه الجزء الخامس والعشرون

مطلعہ کتاب الدین انشاء اللہ تعالیٰ وصلی اللہ تعالیٰ علی

خیر خلقه محمد وعلی اٰله واصحابه اجمعین الی یوم الدین

محمد فاروق غفرله

جامعه هٰذا

---

[1] یا ایها الذین اٰمنوا انما الخمروالمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوه فاجتنبوه لعلكم تفلحون (سوره مائده آیت ۹۰) عن عبد اللّٰه بن عمرو أن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم نهی عن الخمر والمیسر والكوبة والغبیراء، مشکوٰة شریف ص۳۱۸ باب بیان الخمر ووعید شاربها، دار الكتاب دیوبند، القمار من القمر الذی یزداد تارة وینقص أخری وسمی القمار قمارا لان كل واحد من المقامرین ممن یجوز أن یذهب ماله إلی صاحبه ویجوز أن یستفید مال صاحبه وهو حرام بالنص، شامی كراچی ص۴۰۳ ج۶ كتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، هدایه ص۴۷۵ ج۴ كتاب الكراهیة، مسائل متفرقة، دار الكتاب دیوبنه